ابو الکلام آزاد

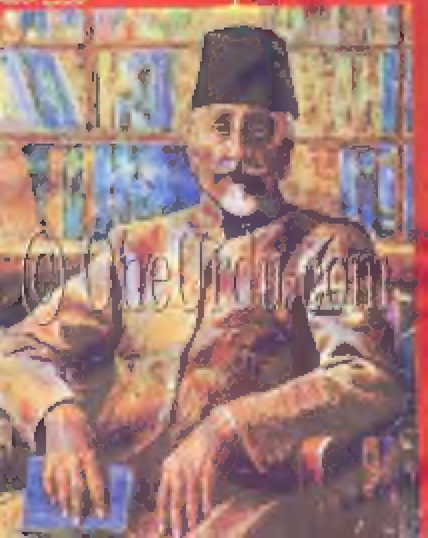

ابوالکلام آزادؒ

(سوانح و افکار)

شورش کاشمیری

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔

جون 2009ء

کتاب : مولانا ابوالکلام آزاد

مصنف : شورش کاشمیری

مطبع : ربال پرنٹنگ پریس، لاہور

ناشر : مطبوعات چٹان، لاہور

اشاعت : سوم

قیمت : -/600 روپے

تقسیم کنندگان:

الفیصل

مطبوعات چٹان لاہور

۸۸- میکلوڈ روڈ • لاہور

© OneUrdu.com

مولانا ابوالکلامؒ اور مہاتما گاندھی

برصغیر میں —— برطانوی سامراج سے حصولِ آزادی کیلئے مشاورت!

©OneUrdu.com

۱۹۵۵ء میں سعودی عرب کے فرمانروا شاہ سعود بھارت کے دورے پر آئے تو
مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے رفقا جواہر لال نہرو، ڈاکٹر راجندر پرشاد کے ہمراہ اُن کا استقبال کیا۔

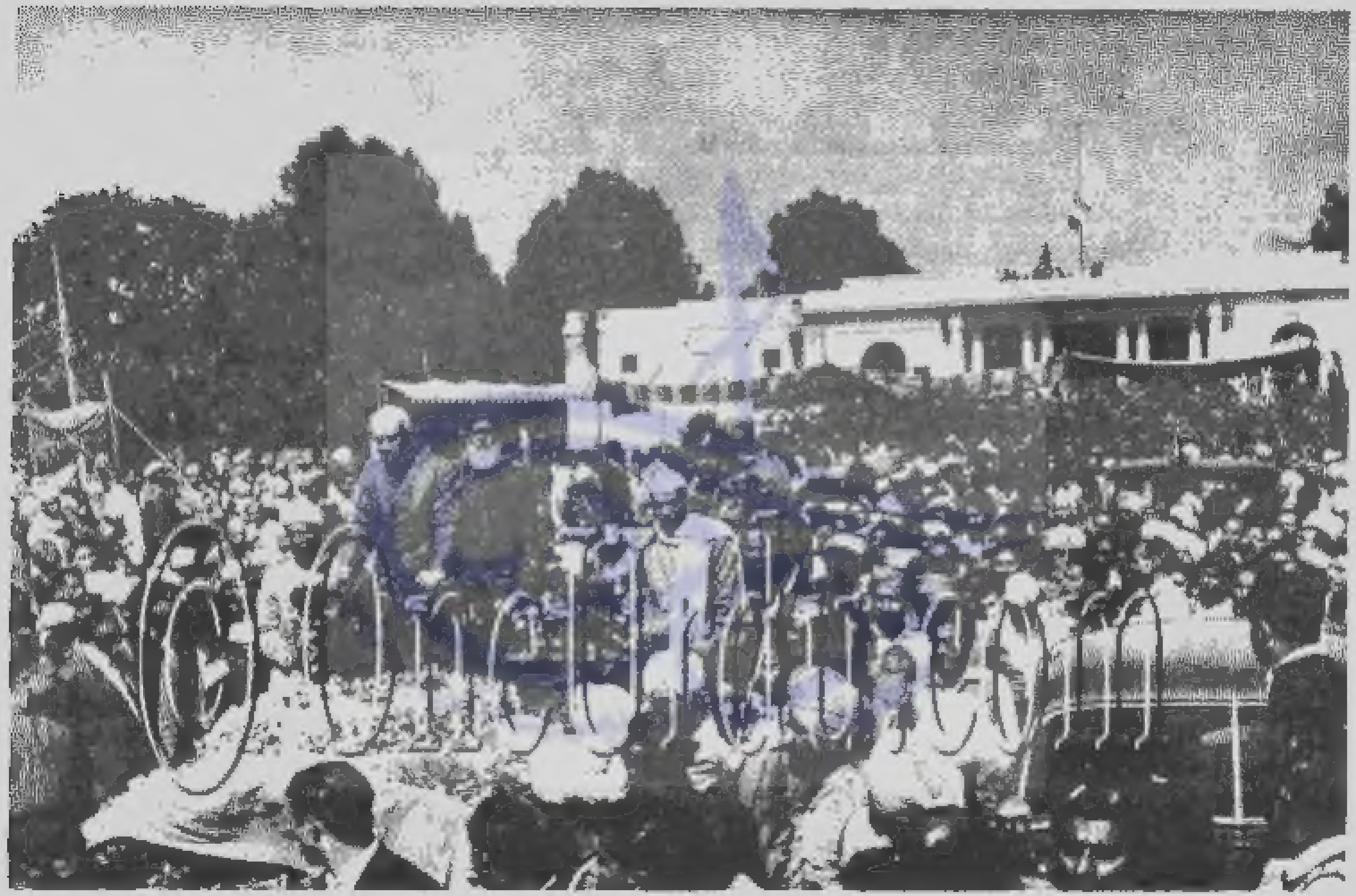

مولانا کا سفرِ آخرت ـــــ

بُھلا سکیں گے نہ اہلِ زمانہ صدیوں تک
مری وفا کے، مرے فکر و فن کے افسانے

© OneUrdu.com

مولانا کے اسلوبِ تحریر کا آستانہ میرے قلم کی سجدہ گاہ ہے

—— شورش کاشمیری

مولانا کے عہد شباب کا ایک عکس —

من شمع جاں گدازم، تو صبح دل کشائی
سوزم گرت نہ بینم، میرم چو رخ نمائی

© OneUrdu.com

© OneUrdu.com

بہ ملک جم نہ دہم مصرعہ نظیری را
کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلہ ما نیست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خاندان

مولانا آزاد نے اپنے خاندان سے متعلق جو روایتیں بیان کی ہیں اور ان کے تذکرہ نگاروں نے ان کے حسب و نسب سے متعلق جو کچھ لکھا ہے، اس کے مطابق مولانا کا خاندان شہنشاہ بابر کے عہد میں ہرات سے ہندوستان آیا تھا۔ اہل خاندان کس حیثیت میں آئے اور کیونکر آئے اس کے متعلق کوئی روایت یا تذکرہ نہیں۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ ہرات سے چلے تو ہندوستان کے حدود میں داخل ہونے کے بعد اولاً کہاں قیام کیا؟ ثانیاً کہاں کہاں پھرتے پھراتے اور ٹھہرتے ٹھہراتے رہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ پہلے انہوں نے آگرہ کو مسکن بنایا پھر دہلی منتقل ہو گئے۔ وہ علمی ذوق رکھنے والے لوگ تھے۔ ان میں شیخ جمال الدین معروف بہ شیخ بہلول دہلوی پہلے فرد تھے جو اکبری عہد کے مشاہیر علما اور اصحاب سلوک و طریقت کی صف اول میں تھے۔ انہیں شیخ محمد داؤد جہنی وال سے سلوک و طریقت میں شرف بیعت حاصل تھا اور علوم معقول و منقول میں سید رفیع الدین سلامی شیرازی سے فیضیاب ہوئے تھے۔

جب بعض علما نے اکبر کے امام وقت ہونے کا محضر تیار کیا اور دارالحکومت کے تمام علما نے اس پر مہریں کیں تو شیخ بہلول دہلوی نے تصدیق و افتا سے انکار کر دیا اور فرمایا "جس قدر ہو چکا کافی ہے ہم فقیروں اور گوشہ نشینوں کو تکلیف کیوں دی گئی ہے؟"

دوسری چیز مولانا عبداللہ سلطان پوری (شیخ الاسلام) کا حسد و عناد تھا۔ شیخ بہلول نے سید محمد جونپوری کے متعلق لکھا کہ وہ کبار اولیاء اللہ میں سے ہیں اور ان کی تکفیر و تضلیل سے متعلق علما غلطی کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک کتاب تحریر کی کہ سید محمد جونپوری کی ولایت حق ہے لیکن

ان کے مہدی موعود ہونے کا اعتقاد باطل ہے۔ یہ شیخ الاسلام کے ہاتھ حربہ آگیا۔ اس سے پہلے کہ شیخ الاسلام
کوئی کارروائی کرتا شیخ بہلول دہلوی اپنے مریدوں اور شاگردوں کی ایک جماعت سے کر مکہ معظمہ چلے گئے۔
مرزا عزیز کوکلتاش (خان اعظم) چند برس بعد حج کو گئے وہ شیخ سے نہایت درجہ حسن اعتقاد
رکھتے تھے ان کی منت سماجت کر کے اپنے ہمراہ واپس لے آئے۔ لیکن مراجعت سے چند ماہ بعد
ان کا انتقال ہو گیا۔ [illegible]

"گھر جاتے ہوئے ڈرتا ہوں کہیں [illegible]"

اپنے خاندان سے متعلق مولانا نے تذکرہ [illegible]

[illegible]

مفتی [illegible] سے [illegible]

مولانا [illegible] مشہور خاندان [illegible] سے تعلق رکھتے تھے۔ اس خاندان
میں [illegible] درس و افتاء اور سلوک و ولایت [illegible] ہوئے۔ مولانا کے جدی
سلسلے میں مولانا محمد محسن پہلے بزرگ تھے جو دہلی میں مستقل [illegible]
[illegible] محسن [illegible] افضل کے [illegible] اور
محمد محسن کے بیٹے محمد ہادی [illegible] محمد افضل [illegible] پردادا
تھے اور محمد محسن پردادا کے والد۔

محمد افضل نے علم و طریقت میں [illegible] شاہ کے لقب سے ملقب ہوئے اور
دہلی کے سربرآوردہ [illegible] طریقت میں شمار ہوتے تھے۔ محمد ہادی ان محمد افضل ہی کے پوتے تھے۔
مولانا نے "ہماری آزادی" میں لکھا ہے کہ محمد ہادی آگرہ میں قلعہ دار تھے۔

شیخ بہلول دہلوی (جمال الدین) کی اولاد سے متعلق مولانا نے ان کے ایک بیٹے شیخ محمد کا
ذکر کیا ہے کہ ان پر تصوف و سلوک کا غلبہ تھا اور دہلی میں حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ تھے شہنشاہ
جہانگیر نے اپنی تزک میں دو جگہ ان کا تذکرہ نہایت تعظیم و تکریم سے کیا ہے شاہجہان کو بھی ان سے ارادت
تھی۔

مولانا خیر الدین کے نانا مولانا منور الدین کا تعلق ہرات کے ایک مشہور خاندان قضاۃ سے تھا۔ ان کے والد قاضی سراج الدین احمد شاہ ابدالی کے ساتھ ہندوستان آئے تھے۔ محمد شاہ نے پنجاب کا الحاق کابل سے کر دیا تو قاضی سراج الدین کو پنجاب میں قاضی القضاۃ کا عہدہ دے کر گورنر پنجاب دلیر الدین کا مشیر مقرر کیا۔ [illegible] گورنر [illegible] گئے اور گورنر عبد الصمد ہی سے جلد آگاہ تھا۔ بعض لکی [illegible] قاضی صاحب [illegible] کے [illegible] تصور کا [illegible] کیا۔ تصور کا [illegible] قاضی [illegible] دیئے گئے۔

سکھوں [illegible] میں [illegible] پکڑا [illegible] کابل سے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] سراج الدین [illegible]

کے ساتھ ہو کر معرکہ آرا ہوئے۔ [illegible] شہید ہو ئے۔ قاضی صاحب [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] پنجاب [illegible]

[illegible] سکھوں نے لوٹ [illegible] انگریزوں اور مرہٹوں میں لڑائی جاری تھی۔

مولانا منور الدین تب [illegible] تھے۔ [illegible] سکھوں نے لوٹ لیا مال بھی دست برد ہو گیا۔ اس کے باوجود وہ پورے دہلی کی جانب بڑھتے گئے۔ دہلی سے کچھ ادھر مرہٹوں نے پکڑ کے بیگار میں لگا لیا وہ گھوڑوں کی سائیسی، چھکڑوں کے کھینچنے اور خچروں کی نگہداشت کا کام لیتے تھے۔ انگریزوں سے مرہٹوں کی مڈبھیڑ ہوئی تو مرہٹے پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے اور منور الدین مال غنیمت کے ساتھ انگریزوں کے قبضے میں آ گئے۔ گورہ فوج دہلی پہنچی تو منور الدین کی جان بخشی ہوئی اور وہ شاہ عبدالعزیز کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ شاہ اسماعیل ساتھ کے طالب علم تھے۔ انہیں کوئی چھ سال بعد پتہ چلا کہ

ان کے والد رفیق سراج الدین شہید ہو گئے تھے۔ تو قصور واپس آ گئی بعد [illegible] کو ساتھ لیا اور روٹ کر دہلی آباد ہو گئے۔ اس دوران میں خاندان کے افراد قصور سے کچھ دن منتقل ہو چکے اور سخت فاقوں کی حالت کا شکار تھے۔ مولانا منور الدین نے فارغ التحصیل ہو کر اپنا مدرسہ دہلی میں قائم کر لیا۔ ان کے ہاں جو لوگ پڑھتے رہے ان میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل مولانا سعید الدین، مولانا فضل حق خیر آبادی کے والد مولوی فضل امام اور مولوی شمس [illegible] وغیرہ شامل تھے۔

اس [illegible] تہمت [illegible] [illegible] دونوں علوم سے متعلق [illegible] کی حکومت [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] شاہی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] اس زمانے میں سلطنت مغلیہ [illegible] [illegible] [illegible] ایسٹ انڈیا کمپنی کا وظیفہ خوار تھا۔

مولانا منور الدین نہایت درجہ کے خوددار [illegible] تھے۔ [illegible] بالکل نہ جاتے تھے۔ [illegible] کے بیٹوں کی شادیوں میں [illegible] بادشاہ نے سفارش کرائی لیکن ہرگز نہ مانے۔

شہنشاہ [illegible] [illegible] [illegible] بادشاہوں کی بیٹیاں مغل بادشاہوں اور شہزادوں کے حرم میں آنے لگیں۔ علماء سو نے اس [illegible] کو عقد و نکاح کا بدل قرار دیا [illegible] کے حق میں [illegible] دیا گیا۔ [illegible] سے بھی اس کے متعلق [illegible] مولانا منور الدین پہلے شخص تھے کہ قلعہ معلی کی ایک [illegible] میں وعظ کرتے ہوئے فرمایا کہ [illegible] نکاح ہے اور نہ ملک یمین بلکہ زنا کے حکم میں ہے۔

شہزادہ فیروز بخت نے ایک فرنگی مباحثہ کا رد فارسی رسالہ تصنیف [illegible] جو صریحاً [illegible] کا مضمون تھا کسی طرح شاہی قلعہ کے پریس میں چھپوا کر شائع کیا۔ مولانا منور الدین کو پتہ چلا تو دربار کے دبدبے سے بے نیاز ہو کر اس رسالے کی چیر پھاڑ کی۔ حتیٰ کہ جامع مسجد میں اس کا رد بیان کیا۔ نتیجہ بہادر شاہ ظفر

نے رسالہ ضبط کر لیا اور جرأت کا اظہار کیا۔ مولانا آزاد کی روایت کے مطابق مولانا منورالدین نے حضرت شاہ اسماعیلؒ سے بھی ان کے عقائد و افکار پر مناظرے کئے اور ان کی کتابوں کا رد لکھا لیکن شاہ اسماعیل کا پلڑا بھاری رہا اور انہی کا چراغ آج تک روشن ہے۔

ہندوستان اس حال میں تھا کہ مسلمانوں کا سانچہ ٹوٹ رہا اور انگریزوں کا اقتدار جم رہا تھا۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک [illegible] کی [illegible] شورش و فساد [illegible] کی شکل میں جاری تھے۔ مولانا منورالدین نے دلی چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔ اس سفر میں دلی سے بھوپال پہنچے تو نواب سکندر بیگم کا [illegible] تھا [illegible] صاحب نے عقیدت [illegible] [illegible] نواب جہاں [illegible] بیگم بھوپال [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کرنے کے لیے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] تھی۔ مولانا [illegible] [illegible] [illegible] نواب صاحب [illegible] [illegible] کا خیال [illegible] دور ہو جاتا [illegible] تمام معاصی و فسوق [illegible] [illegible] [illegible] تھا۔

ایک سال بعد مولانا بمبئی چلے گئے [illegible] دو سال [illegible] تیسرے سال مکہ معظمہ پہنچے وہاں پانچ سال رہے، پانچ حج کئے [illegible] وہیں انتقال کر گئے۔ یہ ۱۸۵۹ء کا سال تھا۔

مولانا منورالدین نے شاہ [illegible] کے نواسے سے دلی میں شادی کی تھی۔ جس سے ان کے دو لڑکیاں تھیں۔ بڑی لڑکی کی شادی شیخ محمد ہادی سے [illegible] جو شیخ محمد احسن کے سب سے چھوٹے لڑکے اور مولانا شمس الدین رہلوی دہلوی کے خاندان سے تھے۔ ان کے دو بڑے لڑکے شیخ محمد یوسف اور شیخ محمد تقی علوم دینی میں ملکہ رکھتے اور مسلم نقشبندی تھے۔ اول الذکر غدر سے پہلے اور ثانی الذکر غدر کے بعد مدینہ منورہ ہجرت کر گئے وہیں انتقال کیا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

شیخ محمد ہادی نے علوم کی تکمیل مفتی صدرالدین سے کی اور پچیس برس کی عمر ہی میں وفات پا گئے اس وقت ان کے بیٹے خیرالدین تین یا چار برس کے تھے۔ نانا مولانا منورالدین نے پرورش کی۔

مولانا خیرالدین دہلی میں ۱۸۳۱ء میں پیدا ہوئے۔ والد کے بعد والدہ بھی رحلت کر گئیں مولانا

منور مدین نے بیٹی کی واحد یادگار کو سینے سے لگایا، پہلے خود پڑھایا پھر مفتی صدرالدین کے تلمذ میں دیا۔ انہوں نے فارسی دہلی میں آزاد کر دیا ان کے علاوہ دوسرے نامور اساتذہ سے علوم دین حاصل کئے اور اٹھارہ برس کی عمر میں فارغ ہو گئے۔ بعض مردانہ ورزشیں اور تفریحی فنون بھی سیکھے۔

مثلاً پنجہ کشی، میر پنجہ کش سے تیراکی میر گھل سے تیر اندازی۔ قلعہ معلی ہی کے ایک استاد سے لاٹھی چلانی سیکھی [illegible] خوش نویسی سیکھی۔ [illegible] اور [illegible]

[illegible]

شادی کی [illegible]

[illegible]

[illegible] سے رمضان [illegible]

[illegible] کے زمانے میں [illegible]

مطالعہ میں وسعت پیدا کی [illegible]

[illegible] جدید علوم [illegible]

کتب مفیدہ کی اشاعت [illegible] بعض دوسری اہم [illegible]

[illegible] کی جاتی تھیں سلطان محمود نے جہاں جہاں غلاموں کی منڈیاں تھیں انہیں بند کر دیا۔ چونکہ مکہ معظمہ میں سب سے بڑی منڈی تھی۔ عبدالمطلب شریف مکہ نے اس حکم کو ذرا برابر وقعت نہ دی منڈی قائم رکھی۔ گورنر ترکی شریف کی [illegible] پشت پر بے بس تھا۔ سلطان عبدالحمید تخت نشین ہوا تو اس نے سلطان محمود کی اصلاحات کو جاری رکھا اور مکہ سے منڈی ختم کرنے کا عہد کر لیا۔ حامد پاشا کو گورنر بنا کر بھیجا۔ اس نے مکہ پہنچ کر شریف کو سلطان کے احکام سے آگاہ کیا۔ شریف نے بظاہر کوئی مخالفت نہ کی۔ لیکن کچھ دنوں بعد مکہ وں لف کے بدوؤں سے بغاوت کرا دی۔ اعلان کیا کہ سلطان نصرانی ہو گیا ہے اور اسلام کو مٹانا چاہتا ہے۔ بغاوت فرو کر دی گئی لیکن شریف کی گرفتاری ایک پیچیدہ مسئلہ تھا۔ کچھ عرصہ بعد شریف کو ایک جنگی جہاز

دکھانے کے بہانے جدہ پہنچایا گیا۔ وہ جہاز میں بیٹھا تو معلوم ہوا جہاز ساحل سے ہٹ رہا ہے اور وہ قیدی ہے۔

عبدالمطلب کے بعد اس کا بھتیجا غالب، شریف مقرر ہوا، وہ بھی شبہات میں آگیا۔ مولانا خیرالدین کے غالب سے تعلقات تھے۔ سلطان کو پتہ چلا تو بعض شکوک کی تصدیق و تردید میں ان سے مدد لینا چاہی، البتہ مولانا خیرالدین کی مساعی سے عبدالمطلب کی معزولی موقوف ہوگئی، ان کا بیش قرار وظیفہ [illegible] اور تعلقات بڑے [illegible] ہوتے۔

مولانا خیرالدین [illegible] میں رہ کر ترکی [illegible] وشجوع [illegible] میں بھی عربی فارسی ترکی کا ایک لغت [illegible] چار جلدوں میں [illegible] موقوف [illegible] سال بعد [illegible] آئے [illegible] بیٹے [illegible] الغیب [illegible] کی۔ [illegible]

[illegible] شہید کی جماعت [illegible] دہلی [illegible] سے تحکم و عمل سے [illegible] کو ختم کرنا چاہتی تھی۔ [illegible] مرزا غلام [illegible] مولانا احمد رضا بریلوی [illegible] شیعہ حضرات نے سواد اعظم سے ہمیشہ کی طرح علیحدہ روش [illegible] مسلمانوں [illegible] قرآن وحدیث کے مسائل پر ہنگامہ برپا ہوگیا۔ جھگڑا [illegible] کی وہ جماعت جس نے انگریزوں سے مذہبی جہاد کی ٹھانی اور سرحد کے علاقے میں جماعت مجاہدین کا نام اختیار کیا۔ انگریزوں نے انہیں وہابی کا نام دے کر ستانا اور مروانا شروع کیا۔ جس شخص کو برطانوی حکومت نے وہابی گردانا اس کو گرفتار کیا۔ مقدمہ چلایا اور کم سے کم کالے پانی کی سزا دی۔ ورنہ پھانسی پر لٹکوا دیا۔ اس طرح سینکڑوں علماء دار و گیر ہو گئے۔ اور بے شمار معمول خاندان تباہ کر دیئے گئے۔ جو لوگ اس آفت اور بربادی سے کسی طرح بچ گئے وہ حجاز کو دارالامن سمجھ کر وہاں چلے گئے۔ لیکن اس زمانے میں حجاز کے علماء و عوام کو محمد بن عبدالوہاب اور ان کی جماعت

سے سخت عناد و تعصب تھا۔ سلطنت عثمانیہ سے بھی سیاسی مصلحتوں کے تابع انھیں معتوب و مغضوب گردان رکھا تھا۔

مولانا خیرالدین نے ہندوستان کی اس وہابی جماعت کے خلاف شریف مکہ اور قسطنطنیہ کے حکام کو تیار کیا، مولانا آزاد کے الفاظ میں فتنہ اٹھایا۔ نتیجۃً اس جماعت کے انیس آدمی گرفتار کر لیے گئے۔ بعض نے سواحل سے [illegible] باہر ہو گئے [illegible] کوڑے لگانے کی سزا دی گئی۔

[illegible] گرفتاری کا [illegible] کے متعلق [illegible] تیار کردہ تھا۔ [illegible] ہے کہ ان لوگوں کے اعزا نے [illegible] ہو رہا ہے [illegible] گرفتاری کے لیے مجبور [illegible] کو گرفتار کر لیے گئے [illegible] انھیں جیل خانہ [illegible] دی گئی۔ [illegible]

[illegible] عجیب اتفاق [illegible] ہندوستان [illegible] کے معاملے میں [illegible] جلدیں ہی تھیں۔ سلطان ترکی نے خیرالدین کو تمغہ حمیدی دیا۔

حجاز میں نہر زبیدہ کو حجاج کے ہاتھوں پانی فروخت کرنے کے لیے بدوؤں نے جگہ جگہ سے توڑ پھوڑ کے ویران کر دیا تھا اور حجاج کو پانی کا مشکیزہ دو دو ریال میں فروخت کرتے اور دولت کماتے۔ ایک سال پانی کی نایابی کے باعث ہزاروں آدمی مر گئے۔ مولانا خیرالدین نے قصر سلطانی کو متوجہ کیا مگر مصر سے دولت عثمانیہ کی جنگ ہو رہی تھی کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ انھوں نے اپنے طور پر چندہ جمع کر کے نہر کی مرمت کا بیڑہ اٹھایا۔ حاجی عبدالواحد اور حاجی زکریا نے دو لاکھ روپیہ دیا، حسن اتفاق سے جدہ میں نواب کلب علی خان رامپور، اور نواب عبدالغنی خان ڈھاکہ، موجود تھے۔ اول الذکر نے پانچ لاکھ اور ثانی الذکر نے

ایک لاکھ روپیہ دیا۔ ہندوستان سے انجینئر بلوائے گئے۔ تین انگریز اور پانچ ہندوستانی تھے۔ انگریز جدہ میں ٹھہرے۔ دولت عثمانیہ کو معلوم ہوا تو اس نے بھی دو ترک انجینئر بھیج دیئے۔ ادھر چندہ تیز رفتاری سے جمع ہونے لگا۔ خدیو مصر نے بھی ایک معقول رقم بھجوائی۔ ایک روایت کے مطابق کوئی ۲۹ لاکھ روپیہ جمع ہوگیا۔ کوئی سات آٹھ لاکھ روپیہ خرچ ہو چکا تو معلوم ہوا باقی رقم شریف مکہ نے ہضم کر لی ہے۔ نتیجتہً نہر کی درستگی ادھوری رہ گئی۔ مولانا خیرالدین [illegible] مولانا خیرالدین نے بھی [illegible] سے چھپوا کر دولت عثمانیہ میں [illegible] تو شریف مکہ [illegible] کہیں [illegible] میں بھی سنانا چاہتے تھا لیکن قسمت نے [illegible] پہلے ہی [illegible] زندگی [illegible] وقت ہو گیا۔

مولانا [illegible] ہندوستان [illegible] حدیث کے سب سے [illegible] تھے وہ دہلی میں اسّی برس تک حدیث کا درس دیتے رہے [illegible] خط لکھے گئے کہ اہل حدیث سے بغض [illegible] معصیت کا [illegible] دیا [illegible] کرتے تھے [illegible] طلب کیا [illegible] فرائض انجام دیتے [illegible] حسین کو تو اس معصیت سے [illegible] میں شامل ہیں [illegible] کر انہوں نے وہابیت سے توبہ کرلی ہے۔ مولانا آزاد نے اپنی کہانی میں جو تفصیلات بیان کی ہیں ان میں والد کے مقابلے میں حق گوئی کی طرفداری کرتے ہوئے ان کو غلط قرار دیا اور جو کچھ ان کے خلاف ہوا اس کو فتنہ کی شاخیں بیان کیا ہے۔

ایک دن کسی حادثے میں مولانا خیرالدین کی ران کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ مکہ میں بندش ٹھیک نہ ہوئی تو اہل و عیال کو لے کر کلکتے آگئے یہاں علاج سے راضی ہو گئے لیکن پاؤں میں آخر عمر تک خفیف سا لنگ رہا۔

جس دن کلکتے پہنچے اسی دن بیوی (مولانا آزاد کی والدہ) کا انتقال ہوگیا۔ اس صدمے سے بردشتہ

خفا ہو کر کلکتہ لوٹ جانا چاہتے تھے لیکن بعض مریدوں نے روک لیا۔ قاضی واحد کلکتے کے سب سے بڑے مسلمان تاجر اور آپ کے مرید تھے۔ انہیں تحریک کر کے جامع مسجد بنوائی۔ اس کے بعد سلطان ٹیپو کے خاندان سے ایک شہزادے فرخ سیر کو زور دیا اور مسجد ٹیپو سلطان کی بنیاد رکھی جو کلکتے میں جامع مسجد کے بعد دوسری بڑی مسجد ہے۔ اس طویل قیام نے ان کی پیری مریدی کے سلسلے کو پھیلا دیا، ہر روز پانچ پانچ سو یا ایک ایک ہزار آدمی مرید ہوتے۔ [illegible] ہوتے ہی جم غفیر ہو جاتا۔ اس بھیڑ میں ایک آدمی مسجد کے درمیان کلمات بیعت [illegible] مشکل سے فراغت ہوتی۔

مولانا [illegible] ترتیب، تقسیم، استنباط، [illegible] تمثیل [illegible] وعظ کو حقیقت [illegible] لوگ شریک ہوتے [illegible] بیٹھے رہتے [illegible] چھوٹی سی آیت [illegible] وعظ [illegible] سال بولتے رہتے [illegible] وعظ ختم نہ ہوا۔

سورۂ یوسف پر سات برس تک وعظ کہا۔ لیکن تفسیر آدھی سے زیادہ نہ ہوئی۔ ان کے وعظوں میں [illegible] سادی سے [illegible] نقش ہوتا کہ سامعین [illegible] مختلف اوقات میں وعظ کی تاثیر سے [illegible] ہو سکتے۔

عبد العلی خان نام کا ایک شیعہ مبئی میں [illegible] شہر تھا۔ جب مولانا بمبئی گئے تو [illegible] شہر کا نظم و نسق ہوتا۔ اس نے ایک کتاب لکھوائی جو صریح کفر سے لبریز تھی۔ ادھر وہ کتاب چھپ کر تقسیم ہوئی ادھر مولانا خیر الدین نے بمبئی پہنچ کر اس کے خلاف تقریر شروع کی۔ کوتوال شہر میں خلفشار کر رہا تھا۔ اس نے مولانا کو قتل کرنے کی ٹھان لی۔ لیکن مولانا نے کتاب کی ضبطی کا مقدمہ دائر کر دیا، آخر جیت مولانا کی ہوئی اور عبد العلی نے معافی مانگ لی۔ مولانا صحابہؓ کے بارے میں اس قسم کی زبان درازیاں یا قلم درازیاں کبھی برداشت نہ کرتے تھے۔ لیکن اہل بیت سے ان کی محبت کا یہ عالم تھا کہ عشرہ کی شب اپنے ہاں ذکر شہادت کی مجلس منعقد کرتے اور گریہ و بکا اس درجہ پر ہوتا کہ بقول مولانا آزادؔ لکھنؤ کی بڑی بڑی مجالس ہوتا بھی

اس درجے میں نہ تھیں۔

مولانا آزاد نے اپنی زبانی (انہیں آبادی) میں بیان کیا ہے کہ ہم دونوں بھائی (بڑے بھائی ابو النصر غلام یسین آہ اور مولانا آزاد) والد کی مرضی کے خلاف عراق چلے گئے۔ میں تو جلد لوٹ آیا لیکن ابو نصر وہیں رہ گئے اور کچھ عرصہ بعد دق موت کا شکار ہو کر بمبئی واپس آئے۔ وہاں علاج کیا افاقہ نہ ہوا تو مولانا کلکتے لے کر آ گئے لیکن [illegible] ۱۹۰۶ء میں [illegible] ایک بجھتے ہوئے چراغ کی طرح [illegible] ۱۹۰۶ء میں رحلت کر گئے۔ مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ اس وقت وہ وہیں تھے [illegible] والد [illegible] ادھر وہ خبر سنتے ہی [illegible] جا ملے۔ ظہر کے وقت [illegible] سے چلے [illegible]

مولانا [illegible] وقت سے خرچ کرنا مشغلہ تھا [illegible] کبھی کبھی کم نہ ہوئے [illegible] ہو گئے [illegible] غرور اور [illegible] نفاست پسندی کے شوقین تھے [illegible] مولانا بند کر دیا تھا۔ کئی برس تک ایک ہی [illegible] رہی [illegible] پھر سفر میں کتابوں کے دس پندرہ صندوق ساتھ رکھتے۔ کتابوں پر اچھی [illegible] شوق تھا۔ [illegible] جلد اتر جاتی یا کتاب کاٹنے میں غلطی ہو جاتی تو دوسرا نسخہ منگواتے خواہ اس میں کتنی ہی رقم اٹھ جاتی۔ عمر ہو کر یہ کتابیں خریدنے کا شوق تھا۔ اردو کتابوں سے بالکل رغبت نہ تھی۔ اس کے علاوہ کشمیری شالیں اوڑھنے کے شائق تھے۔ قالین، دریاں، ہاتھی دانت و صندل کی اشیاء خرید کر جمع کرتے اور یہ گویا ان کی ہابی تھی۔

مولانا خیرالدین کی اولاد

مولانا خیرالدین کی تین لڑکیاں اور دو لڑکے تھے۔ لڑکیاں بڑی تھیں۔ بڑی بیٹی کی پیدائش قسطنطنیہ میں ہوئی۔ ان سے دو چھوٹی تھیں لیکن دونوں بھائیوں اور ان بہنوں کی عمریں دو دو سال کا فرق تھا۔ بہنوں میں چھوٹی بہن کا نام فاطمہ بیگم معروف بہ آرزو بیگم تھا۔ مولانا خیرالدین کی بینائی میں ضعف آگیا اور بعض دوسری معذوریاں بڑھ گئیں تو آرزو بیگم والد کے مسودے لکھتیں ان کو صاف کرتیں اور خط و کتابت کرتی تھیں۔ اس لکھا پڑھی کے علاوہ دوسرے علمی اشغال بھی ان کے سپرد تھے۔

مولانا آزاد فرماتے ہیں کہ ان کا خط والد کے خط سے مشابہ ہونے کے باعث نہایت خوبصورت اور ہم سب میں اچھا تھا۔ جو لوگ والد کے خط کے عادی تھے وہ اس تبدیلی کو آخر تک محسوس نہ کرسکے۔ خط و کتابت اسی کے ذریعہ ہوتی رہی۔ ان سے بڑی بہن زینب بیگم کا اصلی نام محمودہ بیگم تھا۔ [illegible] آرزو بیگم [illegible] میں زنانہ مدارس کی لیڈی انسپکٹر کی خدمت انجام دیتی رہی تھیں۔ ان کے شوہر مولوی معین الدین عرب بھی کسی عہدے پر [illegible] تھے۔ آرزو بیگم [illegible] ان کے میاں مولوی احمد [illegible] سلطان جہاں بیگم کے سیکرٹری [illegible] تھے [illegible] والد کی وفات کے تین سال بعد جون ۹۴۳ء میں آرزو بیگم انتقال کر گئیں۔

مولانا خیرالدین [illegible] شدید مخالف تھے [illegible] لڑکوں کو اسکول بھیجنے ہی کے روادار نہ تھے۔ دونوں لڑکوں اور دونوں بچیوں کی تعلیم گھر ہی میں شروع کی۔ ان چاروں کو فارسی خود پڑھائی۔ اردو [illegible] اور عربی مقامات تک پڑھائی پھر دونوں لڑکوں کو دوسرے اساتذہ کے سپرد کر دیا تو بہنوں کی تعلیم کا التزام ٹوٹ گیا۔ لیکن معقول چونکہ والد خود پڑھانا چاہتے تھے اس لئے دونوں بہنیں پھر شریک ہوگئیں۔ معقول ختم ہوگئی تو دونوں بھائی اساتذہ کی صحبت میں چلے گئے لیکن بہنیں والد سے عقائد نسفی پڑھتی تھیں۔

سب سے بڑی بہن جو قسطنطنیہ میں پیدا ہوئی تھیں، کلکتہ ہی میں رہ رہی تھیں۔ ان کے شوہر واجد علی خان بھوپال میں ریاست کے سیکرٹری تھے۔ وہاں سے سبکدوش ہو کر کلکتہ میں رہنے

گئے۔ اور کسی نئی ملازمت کے خواہشمند تھے۔ عبدالرزاق ملیح آبادی نے انھیں مشورہ دیا کہ کلکتہ کارپوریشن میں چیف ایگزیکٹو آفیسر کی جگہ خالی ہے۔ مولانا آزاد کانگریس ہائی کمانڈ میں ہیں ان کے ایک ہی بول سے آپ کا تقرر ہو سکتا ہے۔ وہ یہی بیت کو لے کر مولانا کے ہاں گئے [illegible] سے اصرار کیا۔ سوال مولانا کے بہنوئی اور بہن کا تھا۔ بہن سب سے بڑی تھیں، مولانا سب میں چھوٹے تھے، مولانا نے دو ٹوک جواب دیا کہ وہ اس سلسلہ میں [illegible] بہن [illegible] مولانا نے [illegible] کیا غرض ہے۔ مجھے آپ سے [illegible] کرنا چاہتی ہیں [illegible] بہن کلکتہ ہی میں رہیں۔ [illegible] مولانا سے الگ [illegible] مولانا نے [illegible] رکھی تھی۔

مولانا کی وفات کے وقت بہنوں میں صرف آ[illegible] تھیں [illegible] بہنوں سے منقطع ہو کر [illegible] کے ساتھ [illegible] تھیں۔

مولانا [illegible] میں [illegible] تھے [illegible] غیر معمولی [illegible] [illegible] معمولی [illegible] شاگرد تھے اور [illegible] مولانا [illegible] ۱۹۵۰ء [illegible] وقت [illegible] بچہ [illegible] تھا جو مولانا [illegible] بیٹیاں [illegible] روایت کے مطابق [illegible] تھے [illegible] روایات سے استغراق رکھتے تھے۔ بعض لوگوں سے [illegible] اٹھائی ہیں [illegible] اور امیر مینائی کا تھا لیکن [illegible] وہ غزل مر چکی ہے۔

ابو نصر کے متعلق ثقہ روایتیں ہیں کہ بھائی کے ساتھ مشاعروں میں شریک ہوتے کلام سناتے اور داد پاتے۔ وعظ شروع کیا تو چند مہینوں ہی میں عامۃ الناس کی توجہ کا مرکز ہو گئے۔ عوام مسحور و خواص مبہوت ہو جاتے۔ اس کے علاوہ کئی شہروں میں بھائی کے ساتھ سفر کیا۔ مشاعرے پڑھے، تقریریں کیں اور دیباچے ان کے بعض مضامین "مخزن"، "خدنگ نظر"، "وکیل" اور "وطن" کے فائلوں میں ڈھونڈھنے سے مل جاتے ہیں۔

یہ کہنا خیال کی شعبدہ بازی ہوگی کہ زندہ رہتے تو کیا ہوتے اب ان کا ذکر جتنا بھی ہے اس سے ہے کہ مولانا آزادؒ کے بھائی تھے۔ جوانِ مرگ ہوگئے قدرت کو یہی منظور تھا۔ علیہم اغفرلہ۔

ابوالکلام آزادؒ

مولانا آزادؒ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۸ء[1] محلہ قدوہ متصل باب السلام مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ سات آٹھ برس کی عمر تھی کہ ۱۸۹۵ء میں خاندان کے ہمراہ ہندوستان آ گئے۔ اس روایت سے مولانا کا مولد مکہ معظمہ اور موطن ہندوستان ہے۔ چونکہ والد نے کلکتے میں قیام کیا اس لئے وہیں کے ہو گئے۔ ہندوستان کی آزادی کے زمانہ میں وزارت تعلیم کا عہدہ سنبھالا تو کلکتہ چھوڑ کر دہلی کے ہو گئے۔ حتیٰ کہ موت کے بعد بھی [illegible] دہلی کی [illegible] میں دفن ہوئے۔ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہیں۔

[illegible] نام تھا [illegible] فیروز بخت تھا۔ آزاد تخلص، ابوالکلام کنیت [illegible] [illegible] ابوالکلام ہی نام ہوگیا اور [illegible] ہوگئے [illegible] تھا۔

[illegible] [illegible] والد نے شیخ [illegible] سے پانچ برس کی عمر میں بسم اللہ [illegible] پڑھوایا اور [illegible] کر دیا۔ اس کے بعد الف سے شین تک [illegible] پڑھائی شروع ہوئی تو پہلی استاد خالہ تھیں۔ [illegible]

---

[1] تذکرہ مولانا آزاد، آزادی [illegible] انڈیا ونس فریڈم، ہماری آزادی، میں سن پیدائش یہی ہے، لیکن مولانا کی دوسری برسی کے موقع پر حکومت ہند نے مولانا سے متعلق مختلف مفکرین و مستشرقین کے مضامین کا ایک مجموعہ مرتبہ ہمایوں کبیر شائع کیا تو اس میں سالِ پیدائش تو ۱۸۸۸ء ہی ہے لیکن تاریخ پیدائش ۱۱ نومبر لکھی ہے۔ معلوم نہیں تاریخ کے اس تعین کا ماخذ کیا ہے۔ ۱۳۰۵ھ کے ذی الحجہ کی رُو سے ۱۷ اگست تا ۱۰ ستمبر کی تاریخ پڑتی ہے۔ ابوسلمان شاہجہانپوری نے اگست کو ماہِ ولادت لکھا ہے۔

تھے۔ گاہ گاہ گھر سے باہر جا کر پڑھتے۔ والد مرحوم کے ہاں ایک خطاط حافظ بخاری تھے کبھی کبھار ان سے بھی سبق لیتے۔ گھر چھوڑنے سے پہلے قرآن پاک ختم کیا، اور کئی ایک سورتیں زبانی حفظ کر لی تھیں۔ حرم میں اس وقت شیخ حسن سب سے بڑے قاری تھے، ان سے قرأت کا سبق لیا۔ کلکتے آگئے تو گھر کی چار دیواری مدرسہ اور والد استاد تھے۔ اردو کا سبق نہیں تھا۔ وہ مرکب حروف لکھ کر دیتے دونوں بھائی مشق کرتے۔ اس طرح اردو لکھنے کا آغاز کیا۔ [illegible] والد ہی سے ہوئی۔ اس زمانے میں مولوی محمد یعقوب دہلوی ایک مستند ماہر درسیات تھے ان سے بھی دو ایک کتابیں پڑھیں۔ والد بیمار ہو گئے تو مولوی نذیر حسین [illegible] سے بعض [illegible] کا سبق لیا [illegible] کے علاوہ دو اور استادوں سے پڑھنے کا اتفاق ہوا [illegible] مولوی محمد ابراہیم [illegible] دونوں [illegible] فن میں خوب تھے۔

شمس [illegible] سے بھی [illegible] کے بھائی ابو نصر بہتر [illegible] اور معاشی فراغت کے باوجود [illegible] مدرسے کے خادم [illegible] صاحب حافظ [illegible] سال میں دو دفعہ [illegible] کی عمر ہی میں کتابی تکمیل [illegible] لب کشائی [illegible] کے جو پیسے ملتے نہیں جمع [illegible] کا سب حصہ تعلیم میں [illegible] والد پڑھتے پھر استاد [illegible] اس کے بعد [illegible] یاد رہے [illegible] پھر موجب [illegible] مختلف موضوعات و معلومات [illegible] جو کتابیں جیب خرچ سے خود خریدتے وہ شب کو موم بتی جلا کر پڑھتے۔ اس طرح ان کی صحبت [illegible] کا ہو گیا اور چھوٹی سی عمر ہی میں لکھنے پڑھنے والے انسان کی سنجیدگی پیدا ہو گئی۔

مذکورہ اساتذہ کے علاوہ کئی اور اساتذہ سے فیض حاصل کیا۔ مثلاً مولانا محمد شاہ محدث حضرت جلال بخاری کے خاندان سے تھے۔ ان کا درس سنا تو خواہش کر کے ان سے بھی دو ماہ ترمذی شریف کا درس لیا۔ اس طرح درس نظامیہ سے سولہ یا پندرہ سال کی عمر میں اپریل سے قبل ۱۹۰۲ء میں فارغ ہو گئے۔ اس کے علاوہ لکھنؤ کے مشہور طبیب سید باقر حسین سے جو ایک سال کے لئے کلکتے ٹھہرے تھے،

والد کی خواہش پر سات آٹھ ماہ طب پڑھی۔ پھر ہاتھ اٹھا لیا کہ اس طرف طبیعت آتی ہی نہ تھی۔

ایک صاحب عبدالواحد خان سہسرامی کی بہن مولانا کے ہاں ملازم تھیں وہ کبھی کبھار بہن سے ملنے آتے۔ ان کی طبیعت میں شعر کہنے کا مذاق تھا۔ مولانا سے شاعری پر گفتگو کی تو مولانا کو بھی شاعری کی چیٹک لگ گئی۔ یہ تھا مولانا کی شاعری کا آغاز۔ اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر گوئی شروع کی۔ مشاعروں کا چسکہ پڑا۔ مشاعروں میں جاتے۔ [illegible] مولانا نے [illegible] سے رجوع کیا۔ غزل بھیجی تو اصلاح سے طبیعت خوش نہ ہوئی۔ شوق نیموی [illegible] وقت ایک مشہور محدث، محقق، مصنف، نقاد، شاعر اور پایہ کے زبان دان تھے۔ ان کا تلمذ اختیار کیا اور زبان و بیان کے متعلق گرانقدر معلومات حاصل کیں۔ مولانا [illegible] ہیں [illegible] ان کے علم و ادب کی نظر میں [illegible]

[illegible] ابوالکلام کی [illegible] نہ رہے بلکہ [illegible] ہو گئے۔ دوسرے [illegible] پیدا ہوئی [illegible] متقدمین کے [illegible] آپ کی شاعری نے تقریر، تحریر [illegible] رنگ و روغن دیا۔ تقریر میں زبان [illegible] تحریر میں [illegible] سے کوئی نئی راہ یا نیا [illegible] اس طرح ان کے رنگین کی جھلیں [illegible] لیتے ہیں لیکن [illegible] شاعری میں [illegible] تب و تاب نہیں۔

"لسان الصدق" ۱۹۰۳ء میں نکالا تو [illegible] سے تقریباً دستبردار ہو چکے تھے۔ ممکن ہے کبھی کبھار کوئی غزل یا نظم کہی ہو لیکن سولہ برس کے سن ہی میں شاعری کا پنڈ چھوڑ دیا۔ اور جب ۱۹۰۵ء میں "الندوہ" کی ادارت سنبھالی یا ۱۹۰۶ء میں "وکیل" امرتسر کے ایڈیٹر ہو گئے تو شاعری اگر طبیعت سے نہیں تو قلم سے ضرور نکل چکی تھی۔ پھر جب ۱۹۱۲ء میں "الہلال" نکلا تو شعر گوئی ان کی مطلقہ ہو چکی تھی۔

معلوم ہوتا ہے وہ شاعری کے لئے نہیں انشاء کے لئے پیدا ہوئے تھے۔ قدرت نے اسلامی ہندوستان کو اس زمانے میں دو عظیم شخصیتوں سے نوازا۔ شاعری میں اقبال، نثر میں ابوالکلام۔ "لسان الصدق" کی ابتدائی دہائی ان کے نثر و بلوغ کا سر آغاز تھا۔

مولانا نے یہی کہانی [illegible] آبادی [illegible] میں روایت کی ہے کہ ان کے والد کا حافظ عجائبات روزگار میں سے تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ خود ان کا بھی حافظہ عجائبات روزگار میں سے تھا۔ ان کے دل و دماغ سولہ برس کی عمر میں عربی، فارسی اور اردو کی عظیم کتابوں کا خزانہ تھے۔ فارغ التحصیل ہو گئے تو مولوی نذیر حسن کی خواہش اور والد کی اجازت سے طلبہ کی ایک ٹکڑی کو پڑھانا شروع کیا لیکن طبیعت کی پرواز کسی اور طرف تھی۔ بھائی کے ساتھ بمبئی چلے گئے۔ وہاں [illegible] سے [illegible] ایک سولہ سترہ سال کے نوجوان کو جو بظاہر چودہ سال کا معلوم ہوتا تھا [illegible] عالمانہ [illegible] دیکھ کر حیران ہو گئے۔

خود ان کے ساتھ [illegible] مولوی نذیر حسن اور مولوی محمد ابراہیم [illegible] وغیرہ کو ان کی عمر کے بارے میں تردد تھا۔ اس زمانے میں جب [illegible] مولانا عبدالحق نعمانی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اس وقت آپ کی عمر سولہ برس کی تھی۔

[illegible] گزرنا پڑی۔ فرمایا تھا:

ہندوستان میں [illegible] استعماری سے فتح یابی کے بعد [illegible] کو عیسائی بنا کر اپنی حکومت کے لئے ہندوستانی تیار [illegible] مسلمانوں کو اسلام سے چاٹ کرنا اور [illegible] وقت [illegible] ملک میں ایک جیتی اور جاری حالت ہے۔ میں (مولانا) اس وقت عمر کی دوسری دہائی میں تھا۔ کلکتہ اور بمبئی عیسائی مشنریوں کی اس تبلیغ و دعوت کا مرکز تھے۔ وہ اسلام کی تضحیک پر اپنے افکار کی بنیاد رکھتے تھے۔ میرے بھائی ابو النصر جو والد مرحوم کے طرز عقائد پر تشدد [illegible] مذہبی طبیعت رکھتے تھے۔ [illegible] پادریوں سے مقابلے میں بے جھجک تھے۔ آغا حشر سے اسی زمانے میں دوستی ہوئی وہ بھی مناظرانہ طبیعت کے تھے اور پادریوں کو چٹکلوں میں اڑاتے۔ چونکہ ہم تینوں کی طبیعت میں خطابت کا نیا انداز تھا اور پادریوں کے طرز تخاطب کی کاٹ

جانتے تھے۔ اس لئے ہم نے برس ڈیڑھ برس کے مناظروں میں پادریوں کو خاصا پریشان کیا۔ ہماری عادت ہوگئی تھی کہ جہاں پادری ہوتے وہاں پہنچ جاتے اور انہیں مختلف مباحث میں اتنا تنگ کرتے کہ آخرکار انہوں نے ہمارے خلاف گورنر بمبئی سے شکایت کی کہ ان نوجوانوں میں عیسائیت و حکومت دونوں کے خلاف سخت قسم کے معاندانہ جذبات پائے جاتے ہیں۔ جن سے مسلمانوں کی وفاداری کے متزلزل ہونے کا اندیشہ ہے۔ کچھ عرصے بعد ہم نے مناظروں اور مجادلوں کی عادت سے ہاتھ کھینچ لیا [illegible] محسوس کریں۔ اب میرے سامنے بعض بڑے بڑے قیمتی مقاصد اور نصب العین آ گئے۔

مولانا کے ابتدائی زمانہ فکر و نظر کے معاملوں میں قطعی نہ تھا وہ ان دونوں موروثی عقائد سے بغاوت کی راہ پر [illegible] کی تکمیل کے لئے لغت و ادب کا مطالعہ [illegible] اور [illegible] ان دنوں یہاں کے ایک [illegible] مرزا محمد حسین [illegible] سے استفادہ کیا۔ ان سے [illegible] گفتگو کرنے [illegible] سے خلاصی اور [illegible] سے نجات ملی۔ ان سے فارسی تحریر [illegible] مولانا محمد حسین آزاد کی آب حیات [illegible] فارسی ترجمہ کیا اور ان سے [illegible] ایک فارسی لغت [illegible] جس سے مطالعہ وسیع ہوگیا۔ وہ بمبئی میں [illegible] آغا خاں کے بنگلے میں شیخ رئیس ایک ایرانی فاضل [illegible] مقیم تھے۔ ان سے تقریباً سال بھر فارسی میں فیض پایا۔ ان کے علاوہ بعض [illegible] سے جو ترکی [illegible] زبان [illegible] سیکھے [illegible] پر نقش ہوگیا۔ شیخ رئیس سے زبان ہی نہیں، [illegible] اور کیمیائے قدیم سے متعلق بہت کچھ سیکھا۔ وہ ان سب میں ملکۂ تام رکھتے تھے۔

مرزا فرحت شیرازی ایران کے ایک فاضل یگانہ اور علوم و فلسفہ کی نئی راہوں سے آشنا تھے انہیں تحقیق و نظر کے جدید راستوں کا علم تھا وہ ان سب میں ایک گہری نگاہ رکھتے تھے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ مجھ پر بلاشبہ ان کی صحبت کے بھی حقوق ہیں، ان سے مجھے فارسی ادبیات اور بعض علوم میں معتدبہ فوائد حاصل ہوئے۔" اس زمانے میں ایک ترک سیاح ظاہر بیگ جو اپنی زبان کے علاوہ اور کئی زبانوں کے استاد تھے کلکتے پہنچے۔ ان سے آشنائی ہوگئی۔ چھے یا سات آٹھ مہینے ٹھہرا یا تھوڑی

بہت ترکی سیکھی، مولانا فرماتے ہیں کہ ترکوں سے متعلق جو تصور علامہ شبلی کی وساطت سے ہوا، وہ خاص کمال بیگ، یوسف ادیب اور، محمد عودت کا کلام شوق اور ترنم سے سنایا کرتے اور ہم ان سے محظوظ ہوتے تھے۔

بعض دوسری چیزوں سے قطع نظر سرسید کے افکار و اجتہاد کا یہی زمانہ تھا، مولانا ان سے کہاں تک متاثر ہوئے اس کی پوری [illegible] مولانا آزاد کی کہانی خود ان کی زبانی "ملیح آبادی" میں بہ تفصیل موجود ہے اور نہایت دلچسپ ہے۔ اس سلسلے میں [illegible] ہے۔ "شک جستجو کی علت ہے، جستجو سے تحقیق پیدا ہوتی اور تحقیق، وصول یقین تک [illegible]

میری پیدائش ایک ایسے خاندان میں ہوئی جو پیری مریدی اور رہنمائی رکھتا تھا، اس رہبانیت و پیشوائی کے خلاف خیالات میں [illegible] ابتدائی عقیدے [illegible] سے نجات پانا چاہتا تھا جو میری [illegible] کا ماحول [illegible] دل کی گرہ [illegible] اور جو چیزیں [illegible] لیکن کوئی مناقشہ نہ تھا، اس وقت دماغی حالت یہ تھی کہ:

۱۔ تقلید و رسوم کی بندشیں ٹوٹ چکی تھیں۔

۲۔ تقلید اور جمود کے [illegible] نقوش اگر نہیں [illegible] مدھم ضرور ہو گئے تھے۔

۳۔ [illegible] کا ماحول نہ تھا۔ "تلاطم فکر" کی وسعت سے ان کا میدان وسیع ہو رہا تھا۔

۴۔ طبیعت کا یہ حال تھا کہ وہ کسی نئی حقیقت کے لیے مضطرب و منتظر تھی۔ مولانا خود فرماتے ہیں کہ

"ان دنوں میں سرسید کی ایک بحث [illegible] کے مطالعے سے ترک تقلید کی راہ پر گامزن ہوا تھا، لیکن تب ان کی تقلید ہی علم یا فکر کا ملتجی تھا۔ کچھ عرصے کیلئے معتزلہ کی طرف رغبت ہو گئی لیکن یہ بھی ذہنی سفر کا ایک پڑاؤ تھا۔ غرض اس طرح چلتے چلاتے اپنے ہاتھوں ایک دروازہ کھولا اور قصر الحاد میں داخل ہو گیا۔ مختصر یہ کہ آبائی مذہب سے بغاوت کی اور اس نے پورے مذہب سے بغاوت کی راہ پر ڈال دیا۔"

غرض وہ شخص جو آگے چل کر "الہلال" کا مدیر اور ترجمان القرآن کا مصنف ہوا اس وقت ایک ایسے ذہنی اضطراب میں مبتلا تھا کہ اس کے عقائد و اعمال کی پوری دنیا ہل چکی تھی، وہ جو چاہتا وہ اس کو مل نہیں رہا تھا، جو موروثی تھا اس پہ قانع نہ تھا اور جس کی چاہت تھی وہ عنقا تھا۔ مولانا آزاد اس دور شک و اضطراب کی اس دلدل میں کب تک رہے اس بارے میں قطعاً کچھ کہنا مشکل ہے۔ اس سلسلے میں ان کی تحریریں ادھوری ہیں، اور اس مدت کا تعین کرنا مشکل ہے۔

مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی نے ذکر آزاد کے نام سے جو یادداشتیں لکھی ہیں ان میں کچھ واضح اشارات مل جاتے ہیں۔ مثلاً ذکر آزاد[1] میں مولانا سے منسوب ایک تحریر کے کلمات ہیں کہ

"میں اب پکا دہریہ ہو گیا، مذہبی عقائد و رسوم کی جن باتوں پر میں پہلے مضطرب تھا، وہ سب سے پہلے اوجھل ہو گئیں ... وہ سب مجھ سے ... میں ... نکلا تھا، وہ اور دور ہو گیا تھا"

الحاد کی حالت میری زندگی کا ایک تاریک ترین دور تھا۔ مولانا فرماتے ہیں[2]

چودہ برس سے لے کر بائیس برس تک میری یہی حالت رہی لیکن آخری دور ایک ایسے آدمی کا تھا جو مذہب کو عقل و علم کے ساتھ دیکھنا چاہتا ہے، لیکن میرے اندر ضد و دشمنی پیدا ہو گئی تھی ... یہی میری آخری سرحد تھی[3]

"ترجمان القرآن" جلد اول کے دیباچے میں رقمطراز ہیں:

"میرے دل کا کوئی یقین ایسا نہیں ہے، جس میں شک کے سارے کانٹے نہ چبھ چکے ہوں اور میری روح کا کوئی اعتقاد ایسا نہیں ہے جو انکار کی ساری آزمائشوں میں سے نہ گزر چکا ہو، میں نے زہر کے گھونٹ بھی ہر جام سے پیئے ہیں، اور تریاق کے نسخے بھی ہر دار الشفاء کے آزمائے ہیں، میں جب پیاسا تھا تو میری یہ تشنگیاں دوسروں کی طرح

---

[1] ذکر آزاد صفحہ ۲۵۹

[2] ذکر آزاد صفحہ ۱۱۳

[3] ذکر آزاد صفحہ ۲۵۹

نہ تھیں اور جب سیراب ہو تو میری سیرابی کا سرچشمہ بھی شاہراہ عام پر تھا ۔

آبے کہ خضر داشت ز سرچشمہ دور بود

لب تشنگی ز راہ دگر بردہ ایم ما

اسی مضمون میں ہے کہ:

۱۔ پیدائش اور خاندانی ورثے میں سے جو مذہب ملا تھا میں اس پر قانع نہیں رہا اور جونہی مجھ میں اتنی طاقت پیدا ہوئی کہ کسی چیز کو اپنے سے الگ کر سکوں، میں نے اسے الگ کر دیا اور پھر یک خالی دل و دماغ لے کر طلب و جستجو میں نکلا۔

۲۔ میرے مذہبی عقائد جو مجھے خاندان سے ملے تھے، میرے استادوں نے ان کی تلقین کی، نہ میری سوسائٹی ان کے لیے رہنما ہو سکتی تھی۔ یہ تمام چیزیں موافق ہونے کی بجائے میری راہ میں رکاوٹ کا حکم رکھتی تھیں، انہوں نے مجھے جو کچھ دیا وہ میں نے کھو دیا۔ مجھے جو کچھ مطلوب تھا وہ خود اپنی طلب و جستجو سے ڈھونڈ نکالا۔ مادے تک میٹیریلزم اور ریشنلزم کے جلوۂ سراب کو آبِ حیات سمجھتا رہا۔ اس راہ کی جتنی بیماریاں ہیں وہ بھی مجھے لگیں اور جتنے نسخے ہیں وہ بھی میں نے استعمال کیے۔ آخر کار سب سے بڑی بنیادی سچائی مجھ پر کھل گئی کہ مذہب کی راہ عقل و ادراک سے نہیں بلکہ خلوص اور جذبے میں جذبات سے طے کی جا سکتی ہے، اور مذہبی حقیقت کا پا لینا اس لیے مشکل نہیں ہے کہ مشکل ہے بلکہ اس لیے کہ وہ بہت ہی آسان ہے اور انسان کی سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ وہ سامنے کی آسان اور عام چیزوں کو ہمیشہ نظر انداز کر دیتا ہے۔

۳۔ مذہب اور عقل کے میدان بالکل الگ الگ ہیں اور دونوں کی ایسی پوزیشن نہیں ہے کہ ان کو باہم مخالف سمجھ کر توڑنے یا جوڑنے کی کوشش کی جائے۔ مادہ اور محسوسات کی راہ ہم ادراک سے طے کر سکتے ہیں مگر مذہب جس عالم کا پیغام لاتا ہے اس کے لیے ہمارے پاس صرف جذبہ ہے اور یہ بڑی بھول ہے کہ چاندی سونا تولنے کے کانٹے سے ہوا اور روشنی کا بھی وزن معلوم کرنا چاہیں۔[1]

---

[1] ذکرِ قرآن صفحہ نمبر ۲۶

اس سفرِ تشکیک والحاد کے ذکر کو مولانا سمیٹتے ہوئے اپنی اسی تحریر میں لکھتے ہیں:
"میرے تمام لاینحل سوالوں کے کیا کیا جواب ملے؟ یہ بہت لمبی چوڑی داستان ہے"
مختصراً۔ یک سفر کے بعد مولانا اس منزل پر آگئے کہ قرآن ایک عالم گیر مشترک سچائی کا نام ہے اور اس سچائی کا دوسرا نام اسلام ہے گویا توحید ربانی کی آخری آواز ہے۔

۱۹۱۲ء میں "الہلال" نکالا۔ تحریر کا [illegible] معنوی اعتبار سے قرآن کی آواز تھا۔ اس کے الفاظ قرآن کے الفاظ تھے۔ اس کے مطالب قرآن کے مطالب تھے۔ [illegible] ۱۹۱۲ء کے اداریہ میں لکھا۔

۱۔ "ہمارے پاس اگر کچھ ہے تو صرف قرآن ہی ہے۔ اس کے سوا ہم کچھ نہیں جانتے۔"

۲۔ "ہر وہ سچائی جو قرآن کے سوا [illegible] ہے [illegible]"
یک دوسرے [illegible] ۱۹۱۲ء میں

۱۔ "ہمارا قرآن [illegible] شریعت [illegible] اصلاح میں کوئی [illegible] کا شریک نہیں"

۲۔ "اسلام [illegible] کی [illegible] اور [illegible] کا نام ہے"

یک دفعہ ہم لوگ راقم الحروف، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، شیخ لیڈر منشی احمد دین، شیخ حسام الدین [illegible] حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، مولانا کی خدمت میں حاضر تھے۔ ملاقات کی روداد [illegible] میں درج ہے تاریخ [illegible] نہیں۔ اس گفتگو کے ارشادات بڑے قیمتی تھے [illegible]
"حضرت! آپ [illegible] کے میدان سے کیونکر نکلے؟"
مسکراتے فرمایا:

"اس کا جواب تو ترجمان القرآن کی دو جلدیں ہیں۔ تیسری جلد میں بھی اس کے باقیات آ رہے ہیں۔ البیان کا موقع ملا، تو انشاء اللہ ان سوالوں کی مختلف نوعیتوں کا جواب اس میں ہوگا، سورہ فاتحہ کے مباحث بجائے خود بتاتے ہیں کہ دماغی سفر کی وادیاں کتنی سنگلاخ تھیں، یہ ایک دور دراز کا سفر تھا جو میں نے بفضل تعالیٰ عمر کی دوسری دہائی کے آخری ثلث میں طے کر لیا، ورنہ اس قسم کی منزلیں کئی کئی دہائیوں میں طے نہیں ہوتیں۔"

قرآن نام ہے ایک عالمگیر سچائی کا۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ تمام مذاہب ربّانی کی سچائیاں جو ان کے پیروؤں نے گم کر دی تھیں، اس میں جمع ہو گئی ہیں۔ اس کی دعوت میں کوئی شک نہیں۔ پھر جس پر وہ کتاب اتری ہے، اس کی اپنی سیرت قرآن پاک میں موجود ہے۔ فی الجملہ قرآن، خدا کی دعوت، اور رسولؐ کی سیرت کا مجموعہ ہے۔ میں نے قرآن پاک کو قرآن ہی سے حاصل کیا۔ جہاں کوئی مشکل پیش آئی، سیرت سے حل کر دی۔ یہ تعلیم ایسے معلم کے شب و روز سے جا پہنچی ہے [illegible] کی سیرت اس کی دعوت کو فعال بناتی [illegible] عالمِ تمام [illegible] نے آخری مذہب اور خدا نے آخری نبی بھیج [illegible] آخری سچائی کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا [illegible] قیامت تک [illegible] کی ضمانت ہے۔

مولانا نے فرمایا،

"لوگ قرآن کے مطالعے سے سیرت کی طرف آتے ہیں، میں سیرت کے مطالعے سے قرآن کی طرف [illegible] ہو گیا، اور جب [illegible] تجلّی [illegible] کے بیابان سے نکل آیا۔"

سوانحی برگ و بار

میں [illegible] جو [illegible] کا موضوع تھے۔ پہلے [illegible] ہندوستان کے متعلقات [illegible] تھیں۔ [illegible] کلمات میں وہ [illegible] خود بخود [illegible] مولانا کو معلوم تھا کہ [illegible] کہ ہندوستان میں [illegible] میں نے مولانا کے متعلق بعض سوالات کیے تو وہ ٹال گئے۔

ایک زمانے میں سوانح نگاری میں [illegible] خاص چیزوں [illegible] نسب، شخصی حالات اور ان کے متعلقات کو اہمیت حاصل تھی۔ اب [illegible] میں وہ [illegible] چیزیں تذکرۃً فرعی اور واقعۃً اجمالی ہوگئی ہیں۔ آخر یہ کیا ہے کہ شرف و مجد کی وہ چیزیں تلاش کی جائیں کہ جس شخصیت کا تذکرہ مقصود ہو وہ ان جیسا میوں پر چلے یا بعض بڑے ستونوں سے نسبت دے کر اس کی فضیلت قائم کی جائے۔ اصل چیز علم و عمل کے آثار و مظاہر ہیں۔ ابوجہل قریش کے رؤسا میں سے تھا اور مکی تھا لیکن بلال حبش کا ایک کالا کلوٹا غلام تھا۔ پھر تاریخ کا فیصلہ موجود ہے کہ شرف کس کو حاصل ہوا؟ اور خاسر کون رہا۔

اگر معیار زمین یا قبیلہ ہوتا تو ابوجہل کے بدن پر بلال سے فضیلت ہوتی۔ لیکن تاریخ کی ترازو مختلف ہے۔ نتیجۃً بلال کے سر پر کلاہ افتخار ہے اور ابوجہل کے سر پر [illegible] خاک ہی ہے۔"

مولانا کی گفتگو [illegible] سید سلیمان ندوی نے بعض اشتہے چھوڑے ہیں" مولانا نے بات کاٹتے ہوئے کہا:

"[illegible] سلسلے میں [illegible] مجھے [illegible] [illegible] معلومات [illegible] اس کی [illegible] مولوی [illegible] لکھتے ہیں۔ بہرحال [illegible] غلط [illegible] کرتا [illegible] [illegible] ماضی [illegible] میں ان کے معنے ہیں اپنی سوچ کو غلطیات پر ڈال کر زبان کے گناہ کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ ان کے [illegible] جواب تک مسلک [illegible] کے تعصبات میں رہنا پسند کرتے ہیں اور ان کے نزدیک میرا ماضی و حال، حسب و نسب، مولد و مسکن، کلام و اقدام اور نظر و فکر، غرض صبح و شام میں سے کوئی بھی عیب و خطا سے خالی نہیں رہا تو ان عزیزوں کے لئے میں دعا ہی کر سکتا ہوں۔ کسی غلط یا صحیح چیز کی تردید و توثیق کی جاتی ہے۔ جس چیز کا سرے سے وجود ہی نہ ہو اس کے بارے میں تردید و توثیق کیا ہو؟"

میں نے عرض کیا۔

آپ کے اجداد میں سے کوئی بزرگ کبھی کھیم کرن میں رہے تھے یا خاندان میں سے کوئی شاخ کھیم کرن کی باشندہ تھی؟

فرمایا:

"میں نے [illegible] ہے۔ [illegible] کھیم کرن کا باشندہ ہونا [illegible] کا باعث نہیں۔ شاید میرے اجداد کھیم کرن کے ہوتے تو [illegible] نقصان ہوتا۔ [illegible] کی نسبت سے کوئی چیز [illegible] نہیں [illegible] طرف بڑھتا ہے۔ [illegible] کا محض باشندہ ہونا کسی [illegible] ہے — ہندوستان [illegible] بڑے بڑے شہر [illegible] باشندہ ہونے کی وجہ سے بڑے ہوئے [illegible] کے [illegible] بڑے لوگ [illegible] کے باشندے تھے [illegible] کے مولد بھی [illegible] معروف ہوئے۔ میرا خاندان کھیم کرن کا ہوتا تو اس میں ایسی کونسی چیز تھی جو مجھے [illegible] میں دیسنہ یا ہاپوڑ کا باشندہ ہوں۔ اگر [illegible] دیسنہ یا ہاپوڑ سے [illegible] سے اس سے نسبت دینا ضروری ہے، تو مجھے [illegible] نہیں۔ میں مانتا ہوں کہ میرے دوست مجھ سے بڑے ہیں۔"

مولانا کچھ دیر کے لئے رک گئے پھر فرمایا:

میرے خاندان میں تین خاندان جمع ہوئے تھے۔ ایک بابر کے زمانے میں ہرات سے آگرہ آیا تھا، دوسرا احمد شاہ ابدالی کے ساتھ ہرات سے لاہور پہنچا تھا، تیسرا [illegible] کے آخری محدث دہلی کا خاندان تھا۔ میری والدہ اسی خاندان سے تھیں۔ مولانا منور الدین والدہ کے نانا تھے، ان کے والد قاضی سراج الدین احمد شاہ ابدالی کے ساتھ لاہور آئے

تھے۔ اس نے پنجاب فتح کیا تو وہ لاہور میں قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ وہ قصور میں بیٹھے
تھے بالآخر ان کی شہادت ملتان میں نواب مظفر خان کے ساتھ ہوئی۔ ان معرکوں میں سکھوں
نے جو لوٹ مار کی اس کا نتیجہ تھا کہ بے شمار خاندان برباد ہو کر منتشر ہو گئے۔ ان میں قاضی
سراج الدین کا خاندان بھی تھا۔ وہ قصور سے نکل کر کیمبل پور چلے گئے۔ مولانا معز الدین
قاضی سراج الدین کے فرزند [illegible] پڑھتے
تھے۔ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
بلال حبشی اور صہیب رومی [illegible] سلمان فارسی [illegible] اسلام
کہلاتے تھے۔ میں نے [illegible] خاندان کے [illegible] نہیں۔ سید صاحب
کے تفوق سادات کو ٹھیس پہنچانا مقصود تھا، حالانکہ اس قسم کے بزدلانہ خیالات میرے دماغ
میں کبھی بار نہیں پاتے۔ میں نے تو اپنے دل کی رونق بڑھانے کے لیے عرض کیا تھا کہ
اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ایسے خاندان میں پیدا کیا جس میں صدیوں سے سلسلۂ علم و ارشاد قائم
و جاری ہے۔ سید صاحب میری تہی دستی کے اس سرمایہ پر صاد نہیں کرتے اور انھیں
یہ ساری چیزیں اپنی عمر کے آخری دور میں افسانہ نظر آتی ہیں، تو میں اس کہانی کے ورق لٹا

نہیں چاہتا جو اس سخن سازی کا پس منظر ہے۔ میں اپنی بات اس مختصر جملے پر ختم کرسکتا ہوں کہ سید صاحب مولانا اشرف علی تھانوی سے بیعت ہونے کے بعد شاہراہِ طریقت کی ایک ایسی منزل میں ہیں کہ ان پر دوستوں کے باطن کھلتے جاتے ہیں، اور جو چیزیں ان کے دوستوں کو خود اپنے بارے میں معلوم نہیں، وہ ان کے سامنے کھلی کتاب کی طرح پڑی ہے۔"

یکایک گفتگو کی باگ موڑتے ہوئے فرمایا

[illegible] اور جو خوفِ خدا [illegible] ہی رہے [illegible] اس خاندان [illegible] حضرت امام [illegible] بطن سے تھے [illegible] لیکن وہ حمید خانم کی [illegible] کے بطن سے تھے۔"

مولانا تھوڑی دیر رک گئے پھر فرمایا

خاندان [illegible] ہندوستان کے مسلمان [illegible] میں سے کون محفوظ رہا [illegible] خاندانِ غلاماں تو خیر تھا ہی خاندان غلاماں؟

سرسید احمد نے جامِ جم میں مغل بادشاہوں کی ہمدموں کے نام تک لکھے ہیں۔ اب اگر اسلام کے اصول نکاح کو ملحوظ رکھیں تو کتنی بڑی عمارت گر جاتی اور ملبہ رہ جاتا ہے۔

جہانگیر کی ماں کا نام جیپور راجہ بہارا مل تھی۔ شاہجہان کی والدہ کا نام جودھا بائی تھا —— اورنگ زیب عالمگیر کے بیٹے شاہ عالم بہادر شاہ نواب بائی کے بطن سے تھے۔ محمد معظم ان کا لقب ہے۔ بہادر شاہ نظام بائی کا لخت جگر تھا۔ جہاندار شاہ کی والدہ کا نام نظام بائی تھا

عالمگیر ثانی کی ماں راجپوت بانی تھیں اور ابوالمظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ لعل بائی کا فرزند تھا۔ علاؤالدین خلجی کی ماں جاٹنی تھیں، سکندر بن بہلول لودھی کی والدہ سنارن تھیں اور اس کا نام ہیّا تھا۔"

مولانا تھوڑی سی دیر رک گئے پھر جامی کے دو شعر سنائے جو [illegible] بارہا تھے لیکن ان کے الفاظ سے جو مفہوم میری سمجھ میں آیا وہ یہ تھا کہ [illegible] سے متعلق بات ہے جو حسب و نسب کے تعاقب میں رہتے اور آبروؤں میں نقب لگا کر [illegible] کی تحقیق کرتے ہیں۔

پھر فرمایا:

"[illegible] تو وجود میں [illegible] صاحب کو جو [illegible] اس طرح ان کی [illegible] ہو جاتے تو [illegible] سے بارے میں: کیوں خیال نہیں فرماتے کہ میں [illegible] ہوں اور وہ اس دور میں [illegible] مجھ میں تھیں وہ [illegible] تھیں اور جو خطائیں تھیں وہ میری ہیں۔"

مولانا ٹھہر گئے پھر فرمایا:

"پاکستان سے اپنے بارے میں مجھے ہر چیز معلوم ہو جاتی ہے، ایک زمانہ آئے گا جب پاکستان کے لوگ ممکن ہے میرے متعلق بھی آراء میں تبدیلی کریں۔ وہ چیزیں جو اس وقت سر بہ مہر ہیں اور وہ حقیقتیں جو جذبات کے جو نہ ہے کا [illegible] ہو چکی ہیں چند برس میں

بس یہی دس پندرہ سال تک تاریخ کا نوشتہ ہو جائیں گی تب معلوم ہوگا کہ ہندوستان میں اسلام پر کیا بیتی، پاکستان نے خود اپنے ساتھ کیا سلوک کیا اور جو لوگ علم و نظر دونو رکھتے تھے کیونکر ایک سیاسی سیلاب کی نذر ہو گئے۔

مولانا کی آواز قدرے بھرّا گئی فرمایا:

"[illegible] تاریخ [illegible] جو [illegible] رہا ہے اور فجر ہو گی [illegible] تب [illegible] ہوگا [illegible] میں پہنچ ہی کا [illegible] ان کی سوختہ [illegible] تب [illegible] ان کا قلم تب اس غریب الدیار کے لئے میر ہوتا۔

[illegible] نہیں ہوا [illegible] کا خاطر [illegible] کا [illegible] دو [illegible] ہو [illegible] کردوں سے [illegible] وہ علامہ شبلی کی یاد [illegible] ہو سکتی ہیں؟"

[illegible] **چہرہ مہرہ** بڑی آنکھیں [illegible] سے تیکھے [illegible] کا خوف سے تھے۔ [illegible] پیشانی [illegible] اپنا شغل تھا کہ [illegible] کے ذہنی پس منظر میں کیا ہے؛ چہرہ [illegible] جمال [illegible] حسن طبیعت [illegible] کی تصویر طبیعت باغ و بہار، فطرت کم آمیز، مزاج میں سطوت، عوام سے بے نیاز، ان سے ملنا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔ اس حد تک خلوت پسند کہ تنہا آئے اور تنہا چلے گئے۔ فقر و استغنا کے پیکر اور صبر جمیل کا مجسمہ۔ کئی کئی دن مہمان شرف ملاقات سے محروم رہتے۔ گفتگو کے بادشاہ، علم کے بحر ناپید کنار، خطابت کے شہسوار قلم کے ایسے دھنی کہ پروفیسر رشید احمد صدیقی الفاظ کو ربوبیت و نبوت کا جامہ پہنا دیتے۔ اور دماغ سوچنے کے بجائے پوجنے کی طرف چلا جاتا۔ اردو زبان کے سب سے بڑے خطیب (ORATOR) لیکن مجموں

سے نفور، سفر کے دلدادہ، سیاست دانوں میں عبقری، حافظہ بے پناہ، کتابوں کے وسیع مطالعے کے مجنون، قرنِ اول کے شیدا دماغ، مسلمانوں کی تصویر، عیب بینی اور عیب جوئی سے متنفر، قرآن کے مفسر، [illegible] پر بقول حسن نظامی اتنا عبور کہ مصر و شام کے علماے جدید بھی اس گہرائی اور گیرائی تک پہنچنے سے معذور، آزادی کی جدوجہد کے سالار، گمشدہ اسلاف کی یادگار، مستقبل کے نباض، چال میں طنطنہ، [illegible] میں [illegible]، بولتے تو پھول جھڑتے، مطالب سے [illegible] جاندار [illegible] وجدان جھومنے لگتے، سماعت [illegible] [illegible] ۱۹۱۰ء میں [illegible] کی پہلی [illegible] جس نے مسلمانوں کی [illegible] [illegible] کے [illegible] [illegible] میں ایک [illegible] [illegible] مسلمانوں کی [illegible] [illegible] میں اس [illegible]۔

وہ [illegible] سب سے بڑے [illegible] سب سے بڑے سیاستدان تھے لیکن [illegible] کے لحاظ سے [illegible] [illegible] نے پہلے اس سبب سے بڑے [illegible] وہ کالیاں [illegible]۔

حسب و نسب

پروفیسر محمد اجمل خاں [illegible] یونیورسٹی میں استاد تھے [illegible] سے شائع [illegible] ایک وقت پرائیویٹ سیکرٹری ہوئے تو مولانا کی وفات تک ساتھ رہے۔ [illegible] خود ایک فاضل انسان تھے، اردو، فارسی عربی اور انگریزی میں خصوصی ملکہ تھا۔ مولانا سے متعلق ایک نامکمل سا مضمون اردو ادب علی گڑھ نے آزاد نمبر میں لکھا۔ "آجکل" دہلی میں بھی ایک واجبی سا مضمون تحریر کیا۔ مولانا کے نام بعض خطوط اور ان کے جوابات کا ایک کتابچہ "ملفوظاتِ آزاد" مرتب کیا اور وہ کئی ناشروں نے چھاپا۔ لیکن ان کی تحریروں سے مولانا کے سوانحی خطوط شاذ ہی ملتے ہیں، ابوالکلام ان میں نہیں ہے۔

مہادیو ڈیسائی اور پیارے لال گاندھی جی کے سیکرٹری رہے۔ انہوں نے مہاتما جی کے سوانح و اسفار پر قلم اٹھایا ہے لیکن ان کے سوا کسی بڑے لیڈر کے سیکرٹری نے اس کام کی ضرورت

محسوس نہیں کی۔ قائد اعظمؒ کے متوسل موجود ہیں، مولف نہیں۔ جواہر لال نہرو کے سیکرٹریوں کا بھی یہی خلا ہے۔ ابوالکلام آزادؒ کے سیکرٹری اجمل خان خود صاحب قلم تھے ان کے قلم سے غبار خاطر کا دیباچہ معمولی چیز نہیں۔ مولانا کی وفات کے بعد آزاد ساہتیہ اکیڈمی کے سیکرٹری بنائے گئے۔ حتیٰ کہ راجیہ سبھا کے ممبر ہو گئے لیکن ان سے مولانا کے متعلق جو توقع رہی تا آنکہ واصل بحق ہو گئے۔ حق یہ ہے ان کے تعلقات دوستانہ ہی نہیں برادرانہ تھے۔ ایک دفعہ راقم نے اس سوال پر کہ مولانا ذات پات کے اعتبار سے کیا تھے؟ راقم سے کہنے لگے مولانا کا حسب و نسب ان کا علم و ارشاد ہے۔ خواجہ حسن نظامی نے مولانا کو سید لکھا ہے، مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی نے ذکر آزاد میں صدیقی۔ مولانا کے والد پیر [illegible] ہاتھ [illegible] معتقد ہوا کرتے۔

ذکر آزاد میں ملیح آبادی نے مولانا سے یہ نقل کیا ہے کہ:

[illegible] خود [illegible] پیری مریدی بھاری پڑتا تھا۔ اللہ سلامت [illegible] کر چھوڑ دیا۔"

مولانا فرماتے ہیں:

"ہندوستان میں [illegible] پیری مریدی کے نام پر [illegible] ہندوستان کا [illegible] الا ماشاءاللہ، بلکہ خدا کی مخلوق بھی ان کی بدولت [illegible] محروم ہو رہی ہے۔ والد حضرت [illegible] کے مریدوں کا حلقہ [illegible] میں پھیلا ہوا تھا [illegible] مریدوں کی ارادت کے مظاہر دیکھتا تو مجھے وحشت ہوتی، ہر چیز میں بے سروپا قدامت کے نظارے تھے۔ دہر قدامت کے محاسن اوجھل اور مفاسد سر اٹھائے رہتے تھے۔ یہ تمام انسان کی پرستش و تعبید کا ایک المیہ تھا جس سے طبیعت ابا کرتی۔ مریدوں کا تانتا بندھا رہتا، ان سادہ دلان اعتقاد کا طول و عرض دست بوسی اور قدم بوسی تھا۔ میں عقیدت کی اس مصیبت سے پریشان تھا۔ یہ صحیح ہے کہ ہم پیرزادے تھے، لیکن ہمارے پاؤں میں کیچڑ لگا ہو، ہمارے پاؤں دھلے

رہوں، جسم کو طہارت کی ضرورت ہو، وہ مرید تھے کہ پاؤں چومتے، ہاتھوں کو بوسہ دیتے،
قدموں کی دھول آنکھوں پر ملتے۔ [illegible] نہیں تھا۔ وہ کونسی چیز تھی جس
نے ہمیں بالا کر دیا تھا، علم و عمل کیا ہیں؟ مریدوں کی عقیدت کا اندازہ [illegible] کا احاطہ کرنے
سے قاصر تھا۔ وہ حضرت والد کے وعظ و بیان سے مسحور تھے۔ ان لوگوں نے ہندوستان
کے شہروں سے نکل کے [illegible] تھے۔
پیروں کو پرستش کا بدل بنا لیا تھا۔

[illegible] دیا۔ [illegible]
[illegible]
ہے، ہندوستان میں [illegible]
[illegible] کی ساخت میں نسلوں سے
[illegible] ذات
[illegible] خرافات [illegible] نے بھی ان خود ساختہ
بتوں پر اعتقاد کر لیا۔

[illegible] سوال ہے
[illegible] کی ولادت
ہیں [illegible] شرف میں [illegible] وقت
[illegible] علم و تقویٰ در عمل اس شرف کے عناصر ترکیبی ہیں

بود و ماند

[illegible] ہندوستان [illegible] کے تھے وہ پہلے بمبئی میں
ٹھہرے، جہاں والد نے پہلے ہی زمین کا ایک ٹکڑا لے کر مسجد بنوائی۔ اس کے ساتھ
ایک بہت بڑا خام احاطہ تھا۔ وہاں قاسمی فیملی [illegible] چاہتے تھے لیکن کچھ عرصہ بعد کلکتہ چلے گئے۔ لنگ
اسٹریٹ میں کرایہ کا مکان لے کر رہنے لگے اور ۱۹۰۸ء میں منتقل کیا۔ اس طرح بمبئی کی جائیداد کا [illegible]
چوپٹ ہو گیا پھر کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ جائیداد کا حشر کیا ہوا؟
مولانا آزاد نے "الہلال" نکالا تو [illegible] تھے جس میں دفتر اور مکان کرایہ پر لیا۔ وہ چھوڑ

دریا گنج، پھر کلب روڈ میں اُٹھ آئے۔ یہ ایک عمدہ بنگلہ تھا۔ جب تک مرکزی کابینہ میں شامل ہو کر دہلی نہیں آ گئے، اسی بنگلے میں رہے۔ مولانا ملیح آبادی نے "ذکرِ آزاد" میں لکھا ہے کہ رپن میں کا مکان دو منزلہ تھا لیکن چھوٹا ہونے کے علاوہ بوسیدہ تھا، اوپر کی منزل میں مکانیت کم تھی اور نیچے کی منزل اتنی تاریک اور مرطوب تھی کہ ہر وقت پانی رِسا کرتا تھا۔" ملا واحدی لکھتے ہیں کہ مولانا دہلی میں تھے تو دریا گنج کے علاقے میں ہمدرد دواخانے کے مالک حکیم عبدالحمید کی کوٹھی کرائے پر لے رکھی تھی مولانا کے عہد و وجیہ پنڈت موتی لال نہرو بھی اس علاقے میں رہتے تھے۔ ۱۹۲۰ء سے پہلے حکیم اجمل خان کے ہاں شریف منزل بلیماران میں یا ڈاکٹر انصاری کے دولت کدے دریا گنج میں ٹھہرتے تھے۔ ۱۹۲۳ء کے بعد آصف علی سے تعلق خاطر ہو گیا تو ان کے ہاں دریا گنج میں ٹھہرنے لگے۔ وزیر تعلیم بننے کے بعد مرکزی حکومت سے وظائف ملے تو ... جیسے کہ وہاں چلا گیا۔

مولانا ۱۹۵۸ء میں ... پر فالج کا حملہ ہوا ... ۲۲ فروری کی رات ... بجے ۱۹ فروری ... آخر میں ... روڈ پر پہنچے ... جامع مسجد اور لال قلعہ کے مابین ... مولانا شوکت علی کی قبر سے تھوڑے فاصلے پر ... میں دفن کیے گئے۔ مزار کھلا ہے لیکن اس کے اوپر سنگی عبادہ ... ہے، اور چاروں طرف ... روشنیاں ہیں۔

مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی نے اپنے نام مولانا کے خطوط اور ... میں مولانا کی بعض تحریریں ... صفحہ ۳۰۶ پر تحریر ذیل ہے (تلخیص)

لال قلعہ اور جامع مسجد کے درمیان اب جو میدان ہے یہاں دہلی کے سب سے زیادہ گنجان محلے آباد تھے، قلعہ کے لاہوری دروازہ سے جامع مسجد کی طرف اردو بازار تھا۔ خانم بازار بھی اسی طرف تھا، اسی حصے میں امرا کی بڑی بڑی حویلیاں تھیں، منشی ذکاء اللہ کا آبائی مکان قلعہ اور مسجد کے درمیانی حصے میں تھا۔ اس سارے علاقے کو انگریزوں نے ایک ہی بار بارود سے اڑا کر دیکھتی آنکھوں ویرانہ کر دیا تھا۔
مولانا آزادؔ کی آخری آرام گاہ ٹھیک اسی جگہ ہے۔

اے خاک پاک خاطر جاناں نگاہ دار
کیں نور چشم ماست کہ در بر کشیدہ

ملیح آبادی نے ذکرِ آزاد (صفحہ ۲۰۲ تا ۲۰۳) میں لکھا ہے کہ:

خوراک

مولانا اپنے معمولات میں وقت کے بڑے پابند تھے۔ خصوصاً کھانے اور سونے کے اوقات میں خلل پڑنا گوارا نہ تھا۔ میری [illegible] زمانے میں [illegible] خوراک [illegible] زیادہ [illegible] دودھ کا کھانا موقوف ہوگیا۔ ڈھائی [illegible]

[illegible]

کان سٹریٹ میں تھے [illegible] جاتے تھے جائے بھی پیتے [illegible]

[illegible]

آجاتا خوشی خوشی سے کھاتے۔ کبھی کسی کھانے کی تعریف یا مذمت نہ کرتے۔ اپنے باورچیوں سے بھی کسی شکایت میں مبتلا نہ ہوتے۔ ایک باورچی ایسا تھا کہ جو ترکاری ایک دفعہ لے آتا وہی روز لاتا اور دونوں وقت پکاتا تو [illegible] میں دیا [illegible] دیا۔

ملیح آبادی کلکتے میں مولانا کے ہاں تقریباً ۱۰ برس رہے تھے یعنی باہمی روابط کی مدت ۳۰ سال تھی۔

ایک دوسرا باورچی اپنے ہی ڈھنگ کا تھا کہتے ہیں یا تو نمک ہی نمک یا پھر سرے سے نمک غائب اور دونوں حالتوں میں جواز موجود۔ ایک دفعہ مونگیر سے باورچی منگوایا لیکن وہ کھانے پکانے میں کورا تھا۔"

۱۹۲۳-۲۴ء میں مالی مشکلات شباب پر تھیں۔ وہ مولانا از حد نفاست پسند، صاحب ذوق، نازک مزاج، شاہ خرچ آدمی تھے۔ [illegible] سے [illegible] سگریٹ قیمتی سے قیمتی پیا کرتے تھے لیکن ان دنوں میں گھٹیا سے گھٹیا سگریٹ پیتے تھے۔ [illegible] معمولی تو سونے کا [illegible] ہاتھ میں تھا۔ [illegible] دوست [illegible] ہوتی تھی [illegible] وقت میں [illegible] کوئی شخص نہیں [illegible] انسان تھے۔ اس حالت میں بھی ہشاش بشاش [illegible] رہتے تھے۔

"[illegible] جب دستر خوان [illegible] کھانوں کی [illegible] مختلف [illegible] وسعت [illegible] ان دنوں میں ایک [illegible] مولانا شوکت علی [illegible] سمجھا کہ ان دنوں [illegible] سے بیٹھے تھے [illegible] کے [illegible] مولانا محمد علی [illegible] طبیعت کے [illegible] وقت وہ مہمان تھے اور مولانا [illegible] سے ان کی پذیرائی اخلاق [illegible] مولانا محمد علی [illegible] اور اسی طرز کے دوسرے لوازمات کی فرمائش کر دی۔ [illegible] نے کہا وہ مہاتما جی سے [illegible] کا عہد کر چکے ہیں پھر پلاؤ سے قطعی اجتناب ہے۔ ان کے لیے کباب اور رس گلے منگوائے گئے تو شامی کبابوں کی ایک بڑی قاب اور دو سیر رس گلے چٹ کر گئے۔"

اس مہمان نوازی کے لیے ایک پشاوری تاجر سے روپیہ قرض منگایا گیا اور شیخ آبادی ہی قرض لائے تھے۔ مولانا مدۃ العمر تنگ دست ہی رہے۔ عموماً قرض لے کر گزر بسر کرتے۔ قرض اس قسم کے عقیدت مندوں سے لیتے جو قطعی غیر سیاسی ہوتے۔ قرض لوٹانے کا جو وعدہ کرتے اس سے ایک دو دن

ادھر اُدھر نہ ہوتے۔ ایک پنجابی کلکتے میں دودھ کا بیوپار کرتا تھا [illegible] سے بھی تعلق خاطر تھا۔ کئی دفعہ اس سے قرض لیتے لیکن قرضے کی فرمائش کے ساتھ ہی اگلی تاریخوں کا چیک بھیج دیتے۔ لاہور میں ایک نوجوان مختار اللہ ایک بڑے سینما کے مالک اور مشہور فلمساز ہیں۔ ان کے والد کلکتے میں بیوپاری تھے مولانا اپنی ضرورتوں کے لیے ان سے بھی روپیہ منگواتے کبھی سو کبھی دو سو لیکن چیک ساتھ بھجوا دیتے۔ ان صاحب نے [illegible] تبرکات کے طور پر کہ اس پہ نصف صدی گزر چکی ہے ان کے حالات میں محفوظ [illegible] ۔ [illegible] کی معمولی معمولی رقموں کے بہت سے خطوط بھی ان کے پاس ہیں۔

[illegible]

"[illegible] " [illegible]

" مولانا [illegible] تھا، بالائی منزل میں خود رہتے [illegible] کرایہ پر دے رکھی تھی، جس [illegible] تھیں ان سے جو کرایہ ماہانہ وصول ہوتا وہ ذاتی ضرورتوں میں کام آتا [illegible] کرایہ دار نہیں رہے تھے۔ قرض کا [illegible] بڑی ہی عسرت کا دور تھا۔ خوراک کا سامان آٹا، دال، چاول، گھی، تیل اور مسالے روزانہ ایک دکان سے آتا۔ ہر ماہ اس کا حساب ہوتا۔ ایک بنگالی معتقد کبھی کبھی اپنے گاؤں سے چھوٹی چھوٹی زندہ مچھلیاں لے آتا، کوٹھی میں ایک مختصر سا حوض تھا وہ مچھلیاں اس میں چھوڑ دی جاتیں۔ پھر دو تین روز پالی

جاتی تھیں، اسی طرح ایک دو معتقد کبھی بکرے کا گوشت دے جاتا اور کبھی مرغی کا اور اس طرح گوشت پکتا تھا اندر کوئی خادمہ نہ تھی باہر صرف ایک بنگالی خادم سید علی نامی مامور تھا جو بازار سے معمولی سودا سلف لاتا، اس کے علاوہ وہ صبحدم چائے کے پانی کو جوش دے کر اوپر بھیج دیتا یا دال چاول تیار کرتا تھا۔ کچھ عرصے بعد مولانا کی خوش دامن کے توسط سے ایک بہاری بیوہ [illegible] روٹی [illegible] تیار کر لیتیں، کھانا نہایت معمولی [illegible] مولانا خود چائے تیار کرتے تھے۔

مولانا کے متوسلین میں ایک [illegible]

[illegible]

مولانا [illegible] آپ [illegible]

۱۔ [illegible] انہیں مطلقاً [illegible]

۲۔ [illegible]

۳۔ [illegible]

۴۔ [illegible] دو بجے دن بہت سادہ کھانا کھاتے۔ نکلنے سے باہر سفر میں ہوتے تو مختلف معتقدین میں چائے کی پیالی اور چند بسکٹ کافی تھے۔

۵۔ وزارت کے دنوں میں دوپہر کا کھانا مچھلی کے دو ٹکڑے ہوتے تھے [illegible] قورمہ، دال ترکاری تھا۔ ان دنوں روٹی نہیں کھاتے تھے۔ البتہ رات کے کھانے میں بھی [illegible] روٹی اور چند [illegible] ادھر [illegible] کو چائے کے ہمراہ [illegible]

ضرور کھاتے [illegible] فرماتے۔

پھلوں سے کوئی رغبت نہ تھی۔ آخری عمر میں نارنگی کی قاش یا کسی پھل کی دو چار قاشیں سہ پہر کے ناشتے میں کھا لیتے تھے۔

جہاں تک چائے کا تعلق ہے مولانا کی چائے نوشی کا ذوق خمار خانہ ہیں وہاں تک جسمین [illegible] چینی [illegible] میں [illegible] کا [illegible] رکھتے تھے۔

۱۹۵۶ء میں [illegible] بھی [illegible] تھے [illegible] چھوٹے چھوٹے [illegible] بھی [illegible] کی رنگینی [illegible] تھے۔

پوشاک [illegible] تھے۔ [illegible] کا [illegible] کا شانی [illegible] مشائخ کا [illegible] کی جگہ اونچی لال ٹوپی بہت اونچی سخت اور قمیص پر سخت کلف لگے ہوئے [illegible] اور پاؤں [illegible] لمبے [illegible] رہتے [illegible] کانگرس میں [illegible] شروع کیا [illegible] کھدر [illegible] مدت تک [illegible] ہو گئے۔

[illegible] قمیص تنگ پاجامہ چست [illegible] ہو گئے۔ کوئی خاص تقریب ہو تو جیبی کا [illegible] پہنتے تھے۔ بعض دفعہ شانوں پر شال رکھتے۔ کچھ دنوں ترکی ٹوپی استعمال کی۔ پھر کلپاک پہنا۔ آخر اونچی سیاہ قراقلی کو خاص کر لیا۔ نہایت جامہ زیب تھے۔ جب پوری گرگابی پہنتے۔ یا سلیم شاہی جوتی [illegible] شوق سے پہنتے۔ مذہبی تقریبوں میں عمامہ باندھتے۔ زمانہ وزارت میں یورپ کا سفر کیا تو یورپین [illegible] بہت سے جوڑے ساتھ لے گئے اور وہاں پہنا کرتے تھے۔ ایک دفعہ سخت گرمی میں قراقلی پہنے بیٹھے تھے پنڈت نہرو نے کہا "مولانا اتنی گرمی اور اتنی گرم ٹوپی کی دوا آتش ہے؟" کہنے لگے میرے

بجائے محض وضع کی پابندی ہے۔"

انتقال کر گئے تو پتہ چلا کہ شیروانیوں ہی میں نہیں، قمیضوں اور پاجاموں میں بھی پیوند لگے ہوتے ہیں۔ ان کی بعض تصویروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا ٹوپی کی وضع قطع تبدیل کرتے رہے۔ کبھی مصری، کبھی ترکی، کبھی عراقی۔ آخر میں شیروانی مستقل ہو گئی۔ شروع میں عینک لگاتے تھے۔ پھر سیاہ چشمہ چڑھالیا۔ گویا آنکھیں ڈھانپ لی تھیں۔

عبادت

مولانا صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے [illegible] عام رسمی عبادت سے مختلف تھا وہ صوم و صلوٰۃ کو [illegible] سمجھتے [illegible] عوام کی سند کے قائل [illegible] فی سبیل اللہ بھی اسلام تھا۔ فرماتے ہیں:

> [illegible] صوم و صلوٰۃ کی رسمی پابندی [illegible] قرآن نماز [illegible] علاوہ [illegible] ہے۔ ہمارے [illegible] مرض سے [illegible] کہ وہ تندرست ہیں [illegible]

مولانا کو [illegible] آخری [illegible] حافظ [illegible] اس کی نگرانی میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ اس کی [illegible] دوستوں کو بھی [illegible] لوگوں قدر [illegible] میں وہاں [illegible] جھگڑا [illegible] کو ختم کر دیا [illegible] غریب تھے۔ ان میں کچھ لوگ دیسی شراب [illegible] کہلاتے تھے۔ انھیں اس کاروبار سے توبہ کرنی اور دوسرے کام کاج میں لگایا۔ [illegible] پہلے رانچی کے اس محلے میں دین کے فرائض کا پتہ نہ تھا مولانا نے سال بھر ہی میں ساری آبادی کو صوم و صلوٰۃ کی راہ پر لگا دیا اور وہ صحیح العقیدہ مسلمان ہو گئے۔

نظر بندی ختم ہو گئی تو [illegible] اسلامیہ قائم کیا۔ اس مدرسے کا افتتاح ۲۳ دسمبر ۱۹۲۰ء کو ہوا۔ مولانا حسین احمد مدنی صدر مدرس مقرر [illegible] گئے۔ ان دنوں آپ مولانا مدنی کے اقتدار میں نماز پڑھتے

تھے۔ جو لوگ آپ کے ساتھ جیل میں رہے ہیں، ان کی روایت ہے کہ مولانا نماز پابندی سے پڑھتے۔ البتہ جماعت پر راضی نہ ہوتے تھے ورنہ کسی کو خوبصورت سا قطعہ پڑھ کے مولوی کی طرح نماز پڑھنے کے لئے تنگ کرتے تھے۔

سید محمد الیاس کھٹوری نے "الجمعیت" دہلی کے آزاد نمبر میں مولانا کے "مذہبی رجحانات کی جھلک" کے زیر عنوان لکھا

۱۔ مولانا [illegible] پابندی [illegible] تھے

۲۔ [illegible] جلاس [illegible] میں [illegible] تھا۔ مولانا نے [illegible]

جاتے تھے

۳۔ مولانا [illegible] میں [illegible] مولانا [illegible] وغیرہ ساتھ تھے۔ [illegible] وغیرہ نے اقتدا کیا تھا۔ [illegible] لگے تو ایک دفعہ پھر قرات کی۔ آخر تک آنکھوں میں آنسو تھے۔

مولانا کی وفات کے بعد [illegible] آزادی [illegible] کی شوشے چھوڑے اور چٹکیاں لیں۔ ایک فرشتی [illegible] میں مولانا کی زندگی کے ہر پہلو پر مضامین لکھے گئے ہیں، لیکن کسی مضمون سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اتنے بڑے علامہ دہر کی نماز کا حال کیا تھا؟

یہ محض ایک نمبر تھا آجکل دہلی' حکومت ہند کا ماہنامہ۔ ایڈیٹر پنڈت [illegible] مکند عرش۔ وہ معارف نہ تھا۔ فرقان نہ تھا۔ برہان نہ تھا۔ [illegible] حکومت کے ماہنامے سے مولانا کی نماز کا حال معلوم کرنا محض ایک شوخی تھی۔ ملک نصر اللہ خان عزیز بھی "مدینہ" بجنور کے ایڈیٹر رہے۔ وہ پاکستان بننے سے پہلے جماعت

اسلامی میں شامل ہوگئے۔ انہوں نے اس خط کی اشاعت پر روزنامہ "تسنیم" لاہور میں ایک مضمون لکھا کردہ مدینہ کے ایڈیٹر کی حیثیت سے زیر دفعہ ۱۲۴ الف گونڈہ جیل میں سوا سال قید گزار رہے تھے کہ مولانا سندھی بھی میرٹھ جیل سے منتقل ہو کر وہاں آگئے اور ہم اکثر با جماعت نماز انہی کے اقتدا میں پڑھتے تھے، ملک صاحب لکھتے ہیں:

"میں بیسیوں دفعہ نکلتے دیکھا تو میں نے مولانا سے عرض کیا۔ میرا گمان ہے کہ آپ بعض اوقات نماز میں ناغہ کر جاتے ہیں"

مولانا نے فرمایا:

"میرے بھائی آپ کا ظن غلط ہے [illegible] کر دیتے ہیں۔ میں قید میں رمضان کے روزے قضا کرتا ہوں تو مدینہ میں جب موقع ملتا ہے ان کی قضا دے دیا کرتا ہوں"

ملک صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

"مولانا نماز بڑے خشوع و خضوع سے پڑھتے تھے۔ [illegible] ہو جاتا تھا۔ ملک کی تقسیم کے وقت [illegible] کار لائن میں [illegible] ہوتا تھا تو مولانا نماز کے لئے [illegible] اتر کر [illegible] میں چلے جاتے تھے، جس جاڑے میں دسمبر [illegible] کا مہینہ ہوتا لیکن فجر [illegible] ٹھنڈے پانی سے وضو کرتے۔"

راقم الحروف [illegible] ریٹائر ہو رہا تھا، ایک عجیب منظر میں کھڑا تھا۔ میں نے مولانا سے متعلق [illegible] بعض سوالات کئے کہنے لگا۔

صاحب میں کل ریٹائر ہو رہا تھا، مولانا آج ریٹائر ہو گئے۔ چالیس سال برطانوی ایگزیکٹو کونسلروں اور آزادی کے بعد قومی وزیروں کے ساتھ گزار رہے ہیں، لیکن مولانا بے مثال تھے۔ اس قسم کے آدمی روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ عید کی نماز جامع مسجد میں پڑھتے تو میں ان کے پیچھے صف میں کھڑا ہو جاتا۔ گن مین کی یہی ڈیوٹی ہے۔ سلام کے لئے منہ پھیرتے تو مجھے دیکھ کر مسکراتے۔ فرماتے ہاں میاں خدا ہی کو یاد

کرتا ہے۔ اس نئی دہلی میں ممبئی ہاؤس کے بائیں بازو پر مسجد ہے۔ مولانا کثر نماز پڑھنے وہاں جاتے۔ میں ساتھ رہتا۔ ہجوم زیادہ ہوتا تو میں بھی نماز پڑھتا۔ مولانا حسب معمول مسکراتے کہتے: سنگھیوں نے دیکھ لیا تو فساد کھڑا کر دیں گے۔ گورنمنٹ نے اپنا سرکاری گن مین بھی مسلمان کر دیا ہے۔ میں ہنس کر یوں عرض کرتا۔ حضور خدا ہی کو یاد کرنا ہے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے صوم و صلوٰۃ کی پابندی سے متعلق باتیں ہو رہی تھیں۔ ایک اخبار کا تذکرہ [illegible] گیا کہ اس کا پورا قبیلہ صوم و صلوٰۃ کا باغی ہے۔ میں [illegible] نے پچھلے دنوں آپ کے خلاف اپنی ایک نظم میں [illegible]

"شاہ جی [illegible] سیاست [illegible]

[illegible]

[illegible] سیاست [illegible] ہے۔"

فقر و استغنا

[illegible]

[illegible] کر لیں [illegible]

"میرا خاندان تو خود فقر اور مشائخ کا خاندان تھا۔ لیکن جہاں تک تصوف کا تعلق ہے قرآن کے اسلام میں اس کا وجود ہی نہیں۔ عربی فکر میں عجمی پیوند لگا ہے۔ یہ ایک فلسفہ ہے، دین نہیں۔ دینوی یا خانقاہی سلسلوں کا جو ڈھنگ اب ہے اور دعوت و ارشاد کی مسندیں جس طریق پر قائم ہیں وہ تمام تر مسلمانوں کے ذہنی انحطاط کی پیداوار ہے۔"

فرمایا:

"فقر کسب حلال سے پیدا ہوتا ہے۔ اور ایمان کسب حلال کے بغیر ممکن نہیں۔ مریدین کے نذرانوں پر شاہی ٹھاٹھ ضرور قائم ہو سکتا ہے۔ لیکن فقر کا استغنا کبھی پیدا نہیں ہوتا۔"

فرمایا:

علم [illegible] ہے۔ مگر فقر و استغنا [illegible] ہے [illegible] زندگی پر رونق ہوتی ہے۔ لیکن محض فقر و استغنا [illegible] ایسا درخت ہے جس میں پھول [illegible] نہیں لگتے۔ [illegible] "جو شخص صوفی ہوا اور [illegible] اور جس نے ان دونوں کو جمع کیا وہ محقق ہو گیا۔"

مولانا نے کہا:

[illegible] ہندوستانی [illegible] علمائی [illegible] ہاتھ ڈالا ہے۔
[illegible] مغلوب کر دیا ہے۔

مولانا نے اس ضمن میں علما [illegible] فرمایا: جن لوگوں نے اپنے مریدوں کی ذہنی [illegible] سے بچنے کو تیار نہیں وہ ماضی سے بے پناہ عقیدت [illegible] مستقبل [illegible] ہاتھ پر ہاتھ [illegible] تماشا [illegible] کبھی تماشائی بن جاتے ہیں۔"

فرمایا:

میں نے مسلمانوں کو جگانا چاہا اور ان کی آنکھیں کھل گئیں، لیکن پھر شاید اس سے ناراض ہو گئے کہ میں نے انھیں جگایا کیوں ہے؟ فقر و استغنا یہ نہیں کہ خانقاہ بنا کر درویش کہلائیں یا شیخ ہو جائیں اور مریدوں پر ظاہر کریں کہ وہ علائق دنیا سے بے نیاز ہیں۔

اس دنیا کو بدلنا، اس کے مطابق سے لڑنا اور مرد قوہی کو اس کی مثبت و منفی خواہش بنا دینا بھی فقر و استغنا ہے۔

مولانا سے جب کبھی کسی عنوان سے گفتگو ہوتی رہی، جسے روزنامچے میں بہ تفصیل درج کر لیا کرتا۔

یہ وہ تمام یادداشتیں ایک مفید ماخذ ہیں۔ کئی عنوانوں کی رعایت سے بعض سوانحی حالات کا خلاصہ یہ ہے

۱۔ مولانا [illegible] بڑے ہوتے تو [illegible] لاکھوں [illegible] ہوتی تھی [illegible] اس بوجھ کو اٹھانے سے انکار کیا، نتیجہ [illegible] فقر و فاقہ اختیار کیا۔

۲۔ مولانا کی [illegible] جدید و قدیم [illegible]

۳۔ [illegible]

۴۔ [illegible] مولانا [illegible] کی فروخت سے جو روپیہ حاصل ہوا، اس کی ایک بڑی رقم سے مولانا نے [illegible]

۵۔ ۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۰ء تک رانچی میں نظر بند رہے۔ حکومت نے نظر بندی کا الاؤنس دے رکھا تھا، اور کچھ کتابوں کی فروخت [illegible] سے گزر ہوتا تھا۔

۶۔ ۱۹۲۰ء میں رہا ہوئے، گاندھی جی سے ملاقات ہوئی اور جلد ہی ملکی سیاست کے سربرآوردہ راہنما ہو گئے۔ پہلی دفعہ تحریک عدم تعاون میں دو سال قید ہوئے۔ "قول فیصل" اسی مقدمہ کا معرکۃ آلارا بیان ہے۔

۷۔ ۱۹۲۳ء میں رہائی کے بعد انڈین نیشنل کانگریس کے خصوصی اجلاس منعقدہ دہلی کے صدر منتخب ہوئے۔ اس وقت گزر بسر کا ذریعہ البلاغ پریس تھا، یا بعض چھوٹی موٹی کتابیں تھیں۔

۸۔ ۱۹۲۳ء کے اواخر سے لے کر ۱۹۲۷ء کے آغاز تک اونے پونے بسر کی۔ پھر الہلال (دورِ ثانی) نکالا۔ لیکن مالی بحران کے باعث چھ ماہ بعد بند کرنا پڑا۔ اسی دوران میں تین سال کا عرصہ اس طرح گزرا کہ باقی پریس بیچ کر چند بھینسیں اور گائیں خریدیں اور ایک پنجابی دوست کے حوالے کر دیں، وہ دودھ کا تاجر تھا۔ اس طرح روزمرہ کے اخراجات پورے کیے جاتے۔ اس روایت کو انہی بزرگ نے خود راقم الحروف سے بیان کیا تھا۔

۹۔ ۱۹۳۰ء میں کانگریس کی نمکین ستیہ گرہ میں بحیثیت صدر گرفتار ہوئے، دو سال قید ہوئی۔ ۱۹۳۲ء میں رہا ہو گئے۔

۱۰۔ ۱۹۳۱ء میں ترجمان القرآن جلد اول کی فروخت سے تھوڑی بہت آمدنی ہوئی۔ پھر ۱۹۳۶ء میں دوسری جلد کی اشاعت ہوئی لیکن غربت نے ساتھ نہ چھوڑا۔ اس کی سب سے بڑی شہادت ترجمان القرآن کے کاتب منشی عبدالقیوم کا بیان ہے۔

۱۱۔ ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۹ء تک جوں توں گزر بسر کی، یہ امام الہند کا حال تھا۔ بلکہ وہی معاملہ تھا جو علامہ اقبال کے لیے معیشت کے اضطراب نے پیدا کر رکھا تھا۔ عجیب بات ہے کہ مسلمانوں کے یہ دونوں عبقری افلاس کے اس عالم میں تھے۔

۱۲۔ ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۶ء تک سیاسی کشمکش کے سال تھے۔ ابتداءً انفرادی ستیہ گرہ میں قید ہوئے پھر ۱۹۴۲ء سے لے کر ۱۹۴۵ء تک احمد نگر کے قلعہ میں نظر بند رہے۔ ۱۹۴۶ء میں غبارِ خاطر چھپی، پہلا ایڈیشن حالی پبلشنگ ہاؤس نے چھاپا۔ غالباً دس ہزار روپے میں حاصل کیا۔ دوسرا ایڈیشن نوابزادہ نصر اللہ خاں، مسٹر پربودھ چندر اور راقم نے مکتبہ آزاد کے زیرِ اہتمام شائع کیا۔ اس ایڈیشن کی رائلٹی کے پچیس ہزار روپے پیشگی ادا کیے۔ ۱۹۴۷ء سے اپنی رحلت ۱۹۵۸ء تک ہندوستان کی مرکزی حکومت میں وزیرِ تعلیم رہے۔ اپنی تنخواہ کا تین چوتھائی غریب اعمال طلبہ اور بے سہارا بیواؤں کو وظائف میں دیتے باقی ایک چوتھائی میں کوٹھی کے اخراجات پورا کرتے۔

۱۳۔ الہلال (دورِ اول) میں بعض تعلقداروں اور دو ایک والیانِ ریاست نے امداد دینا چاہی لیکن دو ٹوک انکار کیا۔ اس سلسلہ میں جو مقامات لکھے وہ فقر و استغنا کے شہ پارے ہیں۔

۱۴۔ مولانا کے عقیدت مندوں میں بعض بڑے بڑے روسا تھے ایک صنعت کار اور بہت

سے نا جو بھی تھے۔ لیکن کسی فرد یا جماعت کا احسان مند ہونا گوارا نہ کرتے۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ ابتدائی دور میں حکیم اجمل خان اور ڈاکٹر انصاری ان کی مالی مدد کرتے تھے لیکن ان کا فقر غیور کسی حالت میں بھی کسی دوست کے آگے ہاتھ پھیلانے کا روادار نہ تھا۔ حکیم اجمل خان [illegible] دوست سے پوچھتے کہ ان کی گزر بسر کیونکر ہوتی ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو [illegible] ہیں [illegible] [illegible] کے لیے [illegible] [illegible] کی تقریب میں شمولیت کے [illegible] [illegible] تھے [illegible]

[illegible]

ذکاوتِ حس

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] مولانا کی [illegible] جو دنیا کی شدید الاحساس شخصیتوں کو ہوتی ہے۔ مولانا [illegible] حالات کی برہمی اور واقعات [illegible] کے باعث ذکاوتِ حس کے [illegible] تھی۔

مولانا میں [illegible] حالات سے [illegible] ہوتے۔ [illegible] مخالفت سے طوفانوں سے مرعوب [illegible] کا نام بھی تقاضد [illegible] سے سمجھوتہ نہیں کر سکتے تھے۔

وہ خورد و نوش، پوشاک، رہن سہن، بول چال، لکھنا پڑھنا، اٹھنا بیٹھنا، بات چیت، غرض صبح و شام کے ہر دائرے میں نفاست پسند تھے۔ کوئی بات ان کی مرضی کے خلاف یا سوچ سے مختلف ہوتی تو ان کے اعصاب میں خلل آ جاتا۔ وہ کسی حالت میں بھی کوئی بات گوارا نہ کرتے وہ بہ قیامت اپنے دل پر گزار لیتے۔ البتہ جہاں ایک مرتبہ اعتماد ہیل جاتا پھر وہاں کبھی بھروسہ نہ کرتے۔ ان کے اس چلن کی مزاجی لوگوں نے شدید الاحساس ہونے کے باوجود بھی

سے بڑی گالی کھا کر بھی جواب دینا ایک طرف، اُف تک نہ کرتے اور خود کسی کو جواب کیا خلوت میں
بھی برا نہ کہتے۔ کسی کے متعلق غمازی میں دراز آتی تو اس کی قربت سے کنی کتراتے اور چپ ہو جاتے۔
مولانا محمد علی سے ملاپ ہو گیا تو ان کے دا... جیتے رہے اپنی طرف سے ایک لفظ بھی نہ کہا۔
ڈاکٹر سیف الدین کچلو پنجاب میں کانگریسی سیاست سے متمتع ہوتے تھے۔ اس کا طول و عرض یہ تھا کہ وہ
کانگریسیوں کی مدد سے صوبہ کانگریس کے صدر ہوتے یا کسی قسم کے ہندو کانگریسیوں کا ساتھ دیتے۔ مولانا
اس کو ناپسند کرتے، پنڈت جواہر لال نہرو کی میری تک ڈاکٹر سیف الدین [illegible] رہتے تھے
لیکن مولانا نے ڈاکٹر صاحب کے لیے [illegible] کانگریس کی حکومت [illegible] سے بند
کر دیے۔ مولانا کی نفرت کا [illegible] رشتہ کا کچا دھاگا
دیتے تھے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے ایک [illegible] خوب فقرہ کہا تھا
کہ آپ کے توے میں انسانی سر کا بال آ جائے [illegible]
کہ بھی رہا [illegible] اور [illegible] زیادہ پریشان [illegible] ہوتے۔ وہ
[illegible] تھے۔

فراغتے و کتابے و گوشۂ چمنے

[illegible] لکھے ہیں [illegible] کا ہر فقرہ بجائے خود
[illegible] ہے۔ [illegible]
[illegible] مولانا عمر بھر شدید قسم
[illegible] رہیں کب اور کہاں ٹھیرتے رہے اور تب
[illegible]

عقل معاش

شیخ مبارک علی تاجر کتب لاہور نے مولانا غلام رسول مہر کی وساطت سے ترجمان القرآن جلد اول خریدی تھی۔ وہ تمام خطوط جو اس سلسلے میں مولانا مہر کو لکھے، "نقشِ آزاد" کے نام سے چھپ چکے ہیں۔ ان کے متن اور مولانا مہر کی تشریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کاروباری مزاج بالکل نہیں رکھتے تھے۔ شیخ مبارک علی نے راقم سے خود بیان کیا کہ مولانا اس باب میں سادہ دل اور سادہ مزاج تھے۔ اگر براہ راست اپنے قلم کو معاش کا ذریعہ بناتے تو عسرت کے طویل دن نہ کاٹتے اور

ناشروں کے پیچھے پڑتے۔ ترجمان القرآن سے بیش بہا [illegible] حاصل کرتے، غبار خاطر سے ایک لاکھ روپیہ پیدا کرتے۔ انھیں خوشحال رکھنے کے لئے ان کا ادارۂ اشاعت اور البلاغ پریس کافی تھا۔ سال بھر میں ایک کتاب بھی ان کے قلم سے نکلتی تو وہ تجوری ثابت ہوتی۔ لیکن سیاست کی بے پناہ مشغولیتوں اور تنہائی کی بے عنوان لذتوں نے حصول معاش سے انہیں بے جوڑ کر دیا تھا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ روپیہ کیونکر پیدا کیا جاتا اور کیونکر سنبھالا جاتا ہے۔ [illegible] کے نہیں تھے۔ جانے کیا موضوع تھا فرمایا:

"روپیہ صرف بنئے پیدا کر سکتے ہیں [illegible] روپیہ [illegible] فقر اور سونا [illegible] میں شاذ ہی اکٹھا ہوتے ہیں۔"

[illegible] شامل

خودداری و غیرت مندی

[illegible]

تحریک [illegible] کو [illegible] وشرافت [illegible] مولانا چاہتے تو [illegible] روپیہ [illegible] زمانے میں [illegible] راجندر پرشاد اور بعض دوسرے [illegible] کے مہمان [illegible] کے ہاں مقیم تھے۔ کبھی دفعہ [illegible] ہوتے تو ہوٹلوں میں [illegible] قیام کرتے۔ [illegible] بھولا بھائی ڈیسائی [illegible] سیٹھ [illegible] دولت [illegible] موتی لال کا سورج بھون تھا۔ کئی ہندو، مسلمان، و پیدی ان کے قدموں میں دولت کا ڈھیر لگا سکتے تھے۔ لیکن انہیں کسی حال میں گوارا نہ تھا۔ کوئی دس سال وزارت میں رہے۔ وفات پائی تو جو کپڑے تھے ان میں پیوند تھے اور بنک بیلنس صرف چند سو روپے تھا۔

مولانا محمد علی جوہر ہندوستانی مسلمانوں کے بے نیاز راہنما تھے آخر عمر میں ذیابیطس کے ہاتھوں مرض الموت کا شکار ہو گئے۔ ان کے جیب وہاں علاج معالجے کے متحمل نہ تھے۔ ہندوستان کے

مسلمان امرا کو معلوم تھا لیکن اس آڑے وقت میں مہاراجہ الور نے آمادہ کیا کہ علاج کے لئے یورپ جائیں وہ سفر و قیام اور علاج معالجہ کے ذمہ دار ہوں گے۔ یہ تھا ایک ہندو مہاراجہ کا اخلاق اس شخص کے ساتھ جو کانگرس چھوڑ چکا اور جو صرف مسلمانوں کی باتیں کرتا اور اسلام سے بے پناہ شیفتگی رکھتا تھا۔ مولانا آزاد مہاراجوں کی دولت سے متمتع ہو سکتے تھے وہ چاہتے تو دولت کے انبار ان کے قدموں میں ہوتے۔ لیکن ان کی غیرت مندی اور خودداری کا یہ حال تھا کہ اس کوچے ہی سے ناآشنا تھے نظام دکن کو آزادی ہند کے فوراً بعد کشمکش کے آغاز ہی میں مشورہ دیا کہ ریاست کو ہندوستان سے لڑنا مناسب نہیں۔ [illegible] حیدرآباد کا ہندوستان کے مقابلے میں ٹھہرنا ناممکن ہے۔ [illegible] ہلاکت ہوگی ناحق سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔ [illegible] جو ہندوستان میں مسلمانوں کے تعلیمی [illegible] ان کی بے کسی دیکھ [illegible] ہندوستان سے [illegible] خود فیصلہ کرنے کی [illegible] حیدرآباد اور ہندوستان [illegible] رہ سکتے ہیں۔

نظام کے [illegible]

"مولانا آپ [illegible] کی باتیں کرتے ہیں [illegible] دہلی کے لال قلعہ پر قابض ہوں گے [illegible] جھنڈا لہرائے گا۔"

مولانا نے [illegible] کامیابی کے لیے دعا [illegible] ہوں۔"

حیدرآباد کا سقوط ہوا تو مولانا مسلمانوں کی بربادی کے احوال سن کر وہاں پہنچے تو لوگ خونریزی کے مرتکب ہو رہے تھے۔ انہیں روکا۔ مسلمانوں کی ڈھارس بندھائی۔ مسلمان عورتیں کنوؤں میں چھلانگیں لگا کر مر رہی تھیں۔ انہیں باز رکھا۔ نظام نے کھانے پر مدعو کیا۔ جو صاحب دعوت نامہ لے کر آیا اس سے کاغذ لے کر پشت پر لکھ دیا۔

"جس شخص کے سوءِ فہم اور نظر کج کی بدولت مسلمانوں کا لہو اس طرح بہا ہے میرے لئے اس کے دسترخوان پر آنا ممکن ہی نہیں۔ انسانوں کے خون سے ہاتھ رنگ کر مجھے دسترخوان پر مدعو کرنا انتہائی جسارت ہے۔"

طرزِ گفت گو | مولانا گفت گو کے عصری فرمانروا تھے۔ ہندوستان بھر میں ان سے بڑا گفتگو طراز نہ تھا۔ زبان ان کی لونڈی، بیان ان کا پیش کار اور علم ان کا مصاحب تھا۔ ان کے سامنے بڑے بڑوں کا شعلۂ گفتار بجھ جاتا۔ وہ لغو اور لغت گوئی سن ہی نہ سکتے تھے۔ کسی نے بات کی انہوں نے جھول محسوس کیا فوراً رشتۂ سخن کاٹ دیتے، میرے بھائی آپ یہ کہنا چاہتے ہیں اور جس کی بات ہوتی وہ حسرت و حیرت سے دیکھتا۔ در حقیقت وہ شخص خلق کا ہر گز محتاج نہیں ہوتا۔

ہندوستان کا کون مسلمان، ہندو، پارسی یا سکھ رہنما ہے جو پایہ کا گفتگو طراز نہ تھا۔ سب ان سے مرعوب ہوتے اور ان کے سحر میں بندھ کے رہ جاتے۔ [illegible] خان لکھتے ہیں:

"جی چاہتا تھا صبح سے شام تک ان کی تقریریں سنتے اور ان کی صحبت سے ذوقِ [illegible] حاصل کرتے رہو۔"

(اردو ادب صفحہ نمبر ۲۲ آزاد نمبر)

ملیح آبادی نے ذکر آزاد میں لکھا ہے:

مولانا بڑے رکھ رکھاؤ کے آدمی تھے۔ صورت میں [illegible] سے بھرا ہوا تھا۔ زیادہ سے زیادہ سنجیدہ اور خشک سے خشک مباحث و معاملات میں بھی ان کا ذہن ویسے ہی رواں تھا جیسے [illegible]۔ بے تکلف صحبت میں مزاح بھی رشتے سے [illegible] گفتگو میں بھی ظرافت کی لطیف چاشنی رہا کرتی تھی۔

لیکن ان کا مزاح، پھکڑ، ابتذال اور طعن نہ تھا۔ وہ ثقاہت کے حدود میں رہتے اور نہایت شستہ و رشتہ مذاق رکھتے۔

وزارتی مشن کے زمانے میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری دہلی میں تھے ان کی تقاریر سے فسادات کا ابتدائی دور رک گیا اور یہ کوئی معمولی چیز نہ تھی۔ ملک فیروز خان نون نے دہلی میں کہا تھا کہ پاکستان نہ بنا تو ہم چنگیز خان و ہلاکو خان بن جائیں گے۔ شاہ جی نے وہیں ایک بڑے جلسے میں سخت نکتہ چینی کی اور فرمایا:

"فیروز خان کو شاید اپنے نام کی مناسبت سے چنگیز خان و ہلاکو خان کے مسلمان ہونے

کا گمان ہوا ہے۔"

اگلے روز شاہ جیؒ مولانا سے ملے تو مولانا نے ایک موضوع اُٹھا کر کئی موضوع پیدا کئے ہے

دکھا دے مجھے اے زمین سخن

کہ میں نے تجھے آسماں کر دیا

مولانا گفتگو کرتے تو لفظ ملک مروارید ہوتے یا رنگا رنگ پھولوں کا سبد۔ وہ تمام اجزا یکی نسخے کی طرح ہوتے۔ شاہ جیؒ سے کہا:

"سنا آپ تقریروں میں گالی دینے لگے ہو۔"

شاہ جی نے سوال پڑھ لیا اور کہا: "حضرت آپ سے کس نے کہا ہے؟ جس نے ایسا پڑھا ہو وہ گالی دے سکتا ہے؟"

مولانا: "کوئی ذمہ دار راوی تھا، میں بھی بڑا متعجب ہوا۔"

شاہ جی: "آپ نے اعتبار کر لیا؟"

مولانا: "اعتبار کا سوال نہیں، محض تعجب ضرور تھا، ہاں یاد آیا کوئی چھ برس پیشتر[25] آپ نے لاہور میں میرے رشتہ داروں کے چند اشعار سنائے تھے، تو فقرہ تھا جس میں گالی وغیرہ خیال تھا کہ کوئی شخص کسی قسم کا بیہودہ شعر یاد رکھتا ہے وہ شاید غصے میں گالی بک گیا ہو۔"

شاہ جی مسکرا کر ہنس پڑے۔ ہم لوٹ پوٹ ہو گئے۔ مولانا کی زبان سے پنجابی الفاظ اس طرح نکل رہے تھے گویا قالم پر سنگ ریزے لڑھک رہے ہیں۔

پروفیسر آل احمد سرور نے اُردو ادب کے تازہ نمبر میں ایک تاثر کے عنوان سے لکھا تھا۔

"ساہتیہ اکاڈمی کے اجلاس کی صدارت مولانا ہی فرماتے تھے۔ میں نے سال کی بہترین غزلوں اور نظموں کا انتخاب منظوری کے لیے پیش کیا اور انعام کے لیے اختر الایمان کی سفارش کی تو ہنس کے فرمایا۔" ان کا نام ہی غلط ہے۔ نظم کیسے اچھی ہوگی۔"

مولانا کبھی چیزوں پر ٹوکتے اور ان سے روکتے تھے مگر اسلوب کلام سے ضرر ہوتا ان کے لہجے میں کوئی آزار نہ تھا۔

تکیہ کلام

ملیح آبادی نے ذکر آزاد میں لکھا ہے۔

"مولانا جب کسی کو بنانا چاہتے یا اس سے پیچھا چھڑانا چاہتے تو اکثر میرے بھائی کہہ کر باتیں کرتے تھے۔ یار لوگوں نے اس کو اپنے سے اعزاز جان لیا تھا۔ لیکن بولتے چالتے یہ جملہ ان کا تکیہ کلام بن گیا اور آخر عمر تک زبان پر چڑھا رہا۔"

ممکن ہے بتہ میرے بھائی سے یہی منسوب ہو۔ میں حقیقت یہ ہے کہ مولانا جب کسی رفیق، معتقد، عزیز [illegible] دوست [illegible] بات چیت کرتے تو میرے بھائی ان کا تکیہ کلام ہوتا وہ [illegible] مخاطب سے اسی طرح کلام کرتے تھے۔

معاملات میں صفائی

[illegible] تھے۔

[illegible] وجود قدم [illegible] سے آزاد [illegible] تھے۔ [illegible] لیتے [illegible] گرد کا جیک [illegible] معلوم ہوتا نہیں کہ داخلی بے چینی ہے۔

[illegible] کے ہاں ہیں۔ ان کے والد تھے [illegible] آگئے اور انتقال [illegible] میں بیان کیا "ہم لوگ شروع ہی سے ایک ہیں تھے۔ [illegible] وفات کے دو تین ماہ بعد آپ تک [illegible] کلام آزاد [illegible] آپ کے والد کی وفات [illegible] افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کریں، بڑی خوبیوں کے آدمی تھے۔ وہ یہاں تھے تو ان سے ڈیڑھ سو روپیہ قرض حسنہ لیا تھا وہ رقم اس خط کے ساتھ منی آرڈر کر رہا ہوں۔ وصول فرمالیں۔ والسلام۔"

خواجہ صاحب کہتے ہیں اگلے روز منی آرڈر مل گیا۔

مولانا رحلت کر گئے تو کسی کے مقروض نہیں تھے۔ لیکن بہت سے طلبہ اور بہت سی بیوائیں ان کے جنازے میں دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھیں۔ معلوم ہوا کہ مولانا انھیں ہر ماہ کی پانچ تاریخ

کو اپنی تنخواہ میں سے مدادی وظائف دیا کرتے تھے۔

اعتقاد و مسلک

مولانا پر اعتقاد و مسلک کے چار دور گزرے۔

۱۔ وہ پیدائشی پیرزادے تھے اور جو اسلام انہیں ورثے میں ملا وہ محض رسم و تقلید کا مذہب تھا۔

۲۔ اس تقلیدی و رسمی مذہب کے خلاف ابتدائی عمر میں شک اور اضطراب کی خلش پیدا ہوئی جس نے انکار اور دہریت کی طرف ڈال دیا اور سرسید مرحوم کے افکار نے دل و دماغ کا احاطہ کر لیا۔

۳۔ اس دماغی سفر نے ایک عبوری کروٹ لی اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ مذہب کی راہ عقل و درک سے نہیں بلکہ حس اور دل سے ملتی ہے اور اسی سے قلب کی جانفشی ہے۔

۴۔ وہ جدید و قدیم کے مطالعہ سے اس حقیقت کو پہنچے کہ قرآن تمام مذہبی سچائیوں کا احیاء اور صداقت ربانی کا آخری صحیفہ ہے۔ اس کی تعلیمات معاشرۂ انسانی کی فلاح و نجات کیلئے قطعی ہیں اور وہ تمام انسانوں کو ایک خدا کی چوکھٹ پر لانے کی دعوت ہے۔ فرماتے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ معاشرۂ انسانی کے لیے حکمت و علم اور ہدایت کمل ہے۔ ہم آزادی سے ذکر کر آئے ہیں کہ مولانا مذہباً سلف صالحین کے مسلک پر استوار تھے۔ اور عقائد میں مسلک سلف سے تجاوز گوارا نہ تھا۔ لیکن عمل میں بڑے روادار تھے۔ وہ مذہب میں خشونت، یبوست، تنگ دلی، تنگ نظری، ظاہر پرستی اور بیرونی رسوم کے ذہنی جمود کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ فرمایا:

> "میں اعتقاد توحید و رسالت اور عمل صالح کو نجات کے لیے کافی سمجھتا ہوں۔ اس کے سوا مجھے اور کچھ معلوم نہیں۔ قرآن کریم مسلمانوں کا حقیقی امام ہے۔ وکل شیءٍ احصیناہُ فی امامٍ مبین"
>
> (الہلال جلد ۲ نمبر ا صفحہ ۲۴)

مولانا کے دل میں ہر دینی وجود کے لیے احترام تھا۔ کسی طرف سے کسی مذہبی دنگل میں کبھی شریک نہ ہوتے لیکن جن شخصیتوں نے اثبات حق کے لیے مصیبتیں جھیلیں اور تاریخ میں دعوت و عزیمت کا سفر کیا ان کے سوانح و افکار شروع سے آخر تک ان کی شخصیت پر چھائے رہے۔ مثلاً امام احمد

جیلیؒ اور امام ابن تیمیہؒ ان کے قافلۂ جہد و فکر کے راہنما تھے۔

ہندوستان میں امام ولی اللہ اور ان کے خاندان سے یک گونہ تعلق تھا۔ غرض ہر وہ شخصیت جس نے دینِ حق و امت کے لیے اپنے دور کے استبداد کا مقابلہ کیا، اس سے ان کے فکر و عمل کا گہرا رابطہ تھا۔ اکثر لوگ ان سے بعض فقہی مسائل اور شرعی امور کے علاوہ مروجہ رسوم کی مذہبی چھاپ یا مقامی رنگ و روغن پر سوال کرتے۔ مولانا فقہی و علمی سوالوں کا جواب تو ضرور مرحمت فرماتے لیکن جس سوال میں فتنہ چھپا ہوتا اس کا جواب نہ دیتے۔ اور خاص عقیدت مند اصرار کرتا تو لکھ دیتے، مقامی علما سے رجوع کریں۔ فرمایا:

"جو رسوم و رواج عوام کے ذہن و عقائد میں رچ بس گئے ہیں ان کی اصلاح کا یہ طریقہ نہیں کہ عوام کے جذبات کو مشتعل کریں۔ اس سے اصلاح نہیں ہو سکتی بلکہ اور نئی اجتماعی مفاسد پیدا ہو جاتے ہیں۔ [illegible] صبر و تحمل سے کام لیا جائے۔ جلد بازی [illegible] درست نہیں [illegible] حتیٰ [illegible] عمل و تسمیہ [illegible] اختیار [illegible] اور [illegible] نہیں ہے۔"

(آزاد کی کہانی صفحہ ۲۹۲)

مولانا عمل حق میں کوئی پیچیدگی نہ پاتے تھے۔ فرماتے:

"ایک معمولی شدبد کا مسلمان بھی قرآن و سیرت کے مطالعے سے اصل اسلام کی تہ کو پہنچ سکتا ہے۔ ساری خرابی مسلمانوں نے عمل میں پیدا کر لی ہے۔ عمل صالح سے دستبردار ہو کر انسانی معاشرے میں اصلاح و انقلاب کے دروازے بند کر دیے ہیں اور اس کے ذمہ دار اکثر علما و مشائخ ہیں۔"

راست گفتاری

مولانا سے طلبہ کی ایک جماعت نے سوال کیا۔
"مولانا، آدمی بڑا کیونکر بنتا ہے؟"

فوراً جواب دیا:

"چند عالمگیر سچائیاں ہیں جنہیں اختیار کرنے سے آدمی بڑا بن جاتا ہے۔"

گاندھی جی سے تعلقات کی استواری کا ذکر آیا تو کہنے لگے۔

"مجھے جو چیز ان کی پسند آئی وہ مقیہ و سچائی ہے۔"

بعض تاریخی شخصیتوں کی راست گفتاری کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"جو شخص سچائی سے محروم ہو وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ راست گفتاری و راستبازی خدا کی غیر مترقبہ نعمت ہیں۔ جو سچ بولتا ہے وہ خدا کی بارگاہ میں سرخرو ہوتا ہے اور اس کا دل ہمیشہ مطمئن رہتا ہے۔ سچائی بہادری کا دوسرا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نبی و ولی کو اس سے بہرہ مند کرتا ہے جو اس کے خوف سے پیشانی کو روشن رکھتے اور اس کے ڈر سے [illegible] ہیں۔

فرمایا:

"قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بار بار جھوٹے پر لعنت کی ہے۔ کسی کے لیے لعنت نہیں، عالمی تجربہ بھی یہی ہے جھوٹ بیشتر مضرتوں اور شکستوں کا نقطہ آغاز اور بہت سی برائیوں کو جنم دیتا ہے۔

وہ لوگ جو دوستوں سے بغض و حسد رکھتے اور جنہیں جھوٹ کی عادت ہے اپنے سب و شتم دشنام [illegible] سچائی اور راست گفتار ہوتے تو ان کی زندگیاں اجیرن ہو جاتیں۔ اور وہ طبعی موت سے بہت پہلے مر جاتے۔ سچائی ایک طاقت ہے جو کسی لشکر سے مسخر نہیں ہوتی اور اس کے لیے کسی دور میں کوئی زوال نہیں ہے۔"

نفاست پسندی

مولانا کا مذاق ہر معاملے میں نفیس تھا، ہر چیز نفاست سے رکھتے اور نفاست سے برتنا چاہتے تھے، اپنا علمی اور سیاسی سفر بھی نفیس لوگوں کے ساتھ شروع کیا۔ ان کا رہنا سہنا، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، بولنا چالنا، لکھنا پڑھنا، غرض سفرِ حیات کا ہر قدم نفیس تھا۔ ایسی کسی چیز کا تصور ہی نہ کر سکتے تھے جو قبیح یا مکروہ ہو۔ مذاق کی نفاست کا یہ حال تھا کہ "الہلال" کے ابتدائی

دور میں تو معاصرین سے ادبی نوک جھونک کرتے رہتے۔ لیکن ناگوار الفاظ سے قلم و زبان کبھی آلودہ نہ کیے۔ اس کے بعد اس روش ہی سے دستبردار ہوگئے۔ وہ کسی کی ہتک یا ہجو کا تصور ہی نہ کر سکتے تھے۔ ان پر تحریک خلافت کے بعد حاسدوں نے بہت سے رکیک حملے کیے لیکن کبھی رسید تک نہ دی۔ مسلم لیگ کا شباب ان کے لیے قیامت ہوگیا۔ قائد اعظم نے تو حد کر دی۔ ملک میں ہنگامہ سا ہوگیا۔ وقائع نگاروں نے چاہا مولانا جواب دیں [illegible] مسٹر جناح کو اس گالی کا جواب ضرور ملنا چاہیے۔ فرمایا:

"چھوڑیئے، مسٹر جناح [illegible]"

سید عطاء اللہ شاہ بخاری [illegible] موضوع خطابت تھی [illegible]

"ایک روشن دل و دماغ کا آدمی اپنی [illegible] غیر شائستہ الفاظ نہیں لاتا۔ وہ الفاظ جن میں کھردراپن ہو اور مقصود کسی کی [illegible] مجھ [illegible] معذور [illegible]"

[illegible] کے بعد جوڑ [illegible] میں مولانا کو ازراہ تعریض مغل اعظم [illegible] پاسیوں کا [illegible] مولویوں کا [illegible]

سادگی

[illegible] حقیقت [illegible] کا حال [illegible] میں [illegible] وفات پائی۔ [illegible] قیمت سمجھے۔ [illegible] دوستوں کا انتخاب [illegible] ان کے [illegible] دوست مولوی لال [illegible] اور چھوٹا بھائی [illegible] غبار خاطر کے خطوط [illegible] کوٹ [illegible] کے معاملے میں رؤسا کی طرح شاہ خرچ تھے۔ جب مالی آسودگی ہوئی تو مصری اور ترکی سگریٹ پیتے اور مسلسل پیتے۔ اس کے علاوہ ہر چیز میں سادگی اور کفایت رکھتے۔ کھانا تو بالکل ہی سادہ تھا جو کھا لیتے کسی ملازم سے کبھی باز پرس نہ کی۔

مولانا نے غبار خاطر میں اپنے ذاتی ملازم حمید اللہ کا ذکر نہایت شفقت سے کیا ہے۔ وہ کسی مرید کا لڑکا تھا۔ ملیح آبادی نے "ذکر آزاد" میں لکھا ہے۔

میں نے مولانا سے دریافت کیا: "یہاں دہلی میں باورچی خانے کا خرچ کیا ہے"؟

فرمایا: "یہی بارہ تیرہ سو"

دوپہر کا کھانا چھوڑ چکے تھے، دعوتوں کا معاملہ الگ تھا اور کسی نے دیے دو تین ہی تھے۔

عرض کیا: "گھی کہاں سے آتا ہے؟"

فرمایا: "گھی نہیں ڈالڈا آتا ہے۔"

مفتی آبادی لکھتے ہیں: "یہ سنا تو میں ہنس [illegible] معلوم ہوا عبیداللہ ہر روز ایک مرغی کی قیمت لیتا لیکن ایک مرغی کی یخنی مولانا کو تین روز [illegible] وہ دونوں ہاتھوں سے مولانا کو لوٹ رہا تھا۔ اس سے پیشتر [illegible]

"میں نے مولانا سے [illegible] دوسرا [illegible] مولانا [illegible] اور [illegible] سے [illegible] تھا۔"

معلوم [illegible] بھی ہے اور مرنے کے بعد اس کا بھاری بنک بیلنس نکلا تھا۔

رحمدلی

مولانا خلق [illegible] والدین [illegible] اکثر غریب [illegible] اور [illegible] زمانے میں [illegible] کو ترستے تھے۔ [illegible] وفات [illegible] رحمدلی کی [illegible] فرماتے تھے۔ ان کا دل اتنا گداز تھا کہ [illegible] آنکھوں میں آنسو ہی آنسو تھے۔ جب دہلی [illegible] اور مسلمانوں کے بیچ [illegible] شعلہ زار ہوگئے تو [illegible] دہلی کے علاقے میں مارے مارے پھرتے، مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کے سہارا دیتے، ان کا حوصلہ بندھاتے اور آیات قرآنی سنا کر ان کے حوصلوں کو بلند کرتے تھے۔ اپنی کوٹھی کو بعض ایسے خاندانوں کے لیے پناہ گزین کیمپ بنا دیا جو دہلی کے رؤسا میں سے تھے۔ جنہوں نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اور پاکستان جانے کے لیے پر تول رہے تھے۔

مولانا نے اسی زمانے میں مولانا عبدالحق بابائے اُردو کو پناہ دی۔ سید سلیمان ندوی پاکستان آ

رہے تھے تو بھارتی کسٹم کے افسروں نے تلاشی لے کر بعض چیزیں روک لیں۔ سید صاحب لوٹ کر مولانا کے ہاں گئے اور چھٹکارا حاصل کیا۔

مولانا کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اپنے بڑے سے بڑے دشمن کی افتاد میں سراپا شفقت ہو جاتے اور کسی سے انتقام لینے کے عادی نہ تھے۔

شب و روز

مولانا کی بعد کی عمر میں شب و روز کا تصور [illegible] وہ اس قسم کے حباب بنے تھے جن میں [illegible] معمول [illegible] سیاست میں قدم رکھا۔

[illegible] تحریک خلافت کی [illegible] سے پہلے [illegible] واقعہ ہوا تو شب و روز کا [illegible] مجلسی تصور [illegible] [illegible] خود تنہائیوں [illegible]

[illegible] متعلق [illegible] جا سکتے ہیں کوئی شخص [illegible] کے شب و روز بیان کرنے سے قاصر [illegible] مختلف گوشوں سے لوگ آتے مگر اپنے ظروف میں [illegible] فکر و خیال کی [illegible]

[illegible] صحبت [illegible] پڑھتے [illegible]

وہ شخص خوش قسمت [illegible] تو بھیوں کا بیں کھو جاتے ہیں [illegible] کئی برس کا حصہ

بیتے وزارت کا زمانہ خالی گزر گیا اور [illegible] کے علاوہ صرف ایک مصروفیت تھی اور وہ یورپ کی تاریخ، سیاست، فلسفہ، مذہب اور بعض دوسرے مباحث پر فرانسیسی و انگریزی کی نو مطبوعہ کتابوں کی خرید اور ان کا مطالعہ تھا۔ [illegible] دس برس کی عمر سے [illegible] کی عادت میں پڑا ہوا تھا۔

عیب بینی و عیب گوئی سے نفرت

عیب بینی، عیب چینی اور عیب گوئی سے اس درجہ متنفر تھے کہ اس طبیعت کے راویوں سے

کبھی کبھی کر جاتے اور انھیں ٹوک دیتے تھے۔ فرماتے روح، نگاہ اور زبان کی اس بیماری کے مہلک ہونے میں شک ہی نہیں، صرف وہی لوگ اس پر راضی ہوتے یا اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، جن کی عقلوں کو زنگ لگ گیا ہو۔ اس غیبت یعنی یا عیب چینی کی بدولت اتنے بگاڑ پیدا ہوئے ہیں کہ ایک ایسی عمارت جو اخلاص فی العمل سے استوار تھی وہ صرف منہدم ہوگئی بلکہ مکینوں میں تو تکار کا اور ڈھیر کا نتھا وہیں بار بار مستحکم ہو گیا۔ سیاست میں ایسی دھما چوکڑی مچی کہ منافقت درست ہوگئی۔ غیبت کیا ہیں، انسان کے اعمال کی گھڑیاں۔ ہم اگر ان گھڑیوں کو روک یا ٹوک نہیں سکتے تو ان کی نشر و اشاعت سے کیوں بچتے نہیں؟ یہی ایک دوسرے کو بدظن کرتے اور باہم گرسانی معصیت کے مرتکب ہوتے ہیں۔

فرمایا میں نے دوسروں کے عیب ڈھونڈنے کے بجائے ہمیشہ ان کی خوبیاں تلاش کی ہیں۔ جو لذت خوشبو تلاش کرنے میں ہے وہ کسی اور چیز میں نہیں، محاسن کی ڈھونڈتے ہی سے آدمی اپنے محاسن کو بڑھا اور چمکا سکتا ہے۔

مدح وقدح سے پرہیز

آپ مدح اور [illegible] دونوں سے [illegible] سے اجتناب کرتے [illegible] تو کسی بعض شخصیتوں کی توصیف و ستائش نہیں کی، نہ اس باب میں الفاظ کی سخاوت کے عادی نہ تھے۔ کبھی کسی شخصیت کا ذکر کرتے تو بہت نپے تلے الفاظ میں، کوئی جماعت رحلت کر جاتا تو بہت محتاط الفاظ میں تعزیت کرتے۔ علامہ شبلی کے بارے میں بہت کچھ لکھ سکتے تھے، [illegible] باوجود [illegible] [illegible] [illegible] تھے اور ان سے [illegible] حد تک متمتع بھی ہوئے تھے۔ سید سلیمان ندوی کی حیات شبلی کے آٹھ سو چھتیس صفحات ہیں، مولانا اگر شبلی پر دس صفحے لکھ دیتے تو بے نظیر ہوتے اور فی الجملہ ان کی سیرت کا خلاصہ ہوتا۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ کے بعض اہل قلم اسی باعث آپ سے کچھ ناخوش رہتے تھے۔ سید سلیمان ندوی کی ناخوشی کا آغاز حیات شبلی سے متعلق آپ کے سکوت سے ہوا تھا۔ ”الہلال“ میں صرف [illegible] کی سیاسی تعزیت کی، اس کے علاوہ کسی ہم عصر کے بارے میں کبھی کچھ نہیں لکھا۔

قدح کے بالکل قائل ہی نہ تھے۔ الہلال کے ابتدائی دور میں مسلم لیگ اور علی گڑھ کے بعض راہنماؤں پر ”افکار و حوادث“ لکھے اور چٹکیاں لیں۔ مولانا محمد علی آپ کے سیاسی حریف تھے ان سے بھی

پارۂ نثر مطایباتی چھیڑ چھاڑ کی ہلکی قسم کی ان ابتدائی جہتوں کے سوا طعن و طنز کی بے ادبی جہت سے اٹھا لیا اور قدرت کے بارے میں اپنے جنابِ مکرم و زباں کا روگ ہے ورنہ کوئی سا روگ لگا کر انسان زندگی نہیں گزار سکتا۔ مولانا ظفر علی خان کی شاعری پر تحسین کرتے لیکن فرماتے کہ ہجو گوئی ان کے قلم کی ابکائیاں ہیں وہ ہجو نہیں کرتے گالی باندھتے ہیں۔

احوالِ مطالعہ | گاندھی جی سے ملاقات ہوئی تو ذکرِ مولانا آزاد سے متعلق بعض سوال کیے۔ گاندھی جی نے فرمایا:

"پنڈت جواہر لال نہرو سیاست میں [illegible] ہیں [illegible] جو کچھ سیاسی [illegible] ہے [illegible] کا بھی وہی حال ہے [illegible] حضرت [illegible] ہے۔"

مولانا آزاد [illegible] گاندھی جی [illegible] گاندھی جی کا [illegible] اپنے [illegible] منظر میں [illegible]

اگلے روز [illegible] ملے۔ مولانا [illegible] سے متعلق سیاسی بیان [illegible] جواب نہیں دیتے [illegible] کہا

"اسی [illegible] سیاست [illegible] جواب دینے [illegible] سکتے تھے لیکن [illegible] نہیں دیتے۔"

ہالوز جنید پرشاد خود فارسی اور اردو کے [illegible] ان سے کہا [illegible]

"اس [illegible] برجستہ گوئی [illegible] مولانا کا دماغ سینکڑوں دماغوں کا نچوڑ ہے، قدرت نے انھیں ڈھال کے وہ سانچہ ہی توڑ دیا ہے جس میں اس مرتبے کے انسان ڈھلتے تھے۔ مولانا انسانی قامت میں ہندوستان کا سب سے بڑا کتب خانہ ہیں۔"

ہم نے ان ریمارکس کا ذکر سید عطا اللہ شاہ بخاری سے کیا، تو فرمایا:

"مولانا مسلمانوں کے عہدِ گم گشتہ کی ذہانت و فراست کا مجسمہ اور وہ علی رضی اللہ عنہ کے

علم و نظر کا گنجینہ ہیں۔ وہ آیتِ ربانی ہیں نئی نسل و مسلمانوں کے گمشدہ اقبال کی نئی جہت تصویر ہیں۔"

مولانا بیشتر مطالعہ، مشاہدہ اور تجزیہ کا معدن تھے۔ ان کی زندگی ان سہ گونہ عناصر سے تیار ہوئی۔ وہ کہتے ہیں حرف شناسی کے آغاز سے لے کر وصال میں حیات مستعار کی آخری ہچکی تک مشاہدہ و تجربہ کے مطابق انسان تھے۔

مولانا کا بیان تھا کہ:

"میرے وظیفہ جو حاجات کبھی رہتی ہیں سے کتابوں کی خریداری سے بھی بخل نہیں کیا۔ میرا واحد شوق کتابوں کا حصول تھا اور ان کے وجود رکھنے میں سے کتابوں کی فضائیں مستحکم ہوں۔ ابھی [illegible] سے [illegible] مطالعہ کی [illegible] تک پہنچ گئی۔ یہی [illegible] ذوق شوق کتابیں پڑھنے [illegible] حافظہ ایسا غضب کا [illegible] اور [illegible] کا [illegible] بڑے بھائی [illegible] میں [illegible] نہیں [illegible] کتابوں کے معاملے میں اس طرح تھا کہ گویا میرا [illegible] ۔ [illegible] کتاب کے بغیر اپنا وجود ادھورا محسوس ہوتا۔ [illegible] شوق کتابوں کا حصول اور ان کا مطالعہ تھا [illegible] کوئی چیز نہیں اس درجہ مضطرب نہ کرتی جتنا وہ کسی کتاب کے لیے مضطرب ہوتے تھے وہ عادت سے بجائے ذاتی کتب سے [illegible] نایاب سے نایاب [illegible] کتابوں کی خریداری تھا۔ مصر، عراق، شام اور قسطنطنیہ کے تمام بڑے کتب خانے ان کی نظر سے گزر چکے تھے وہ کتابوں کے عشق ہی میں سال سال دو دو سال ان ملکوں میں رہتے تھے۔ ان کے شوق کا یہ عالم تھا کہ غیر ملکی لائبریریوں سے دو سو کتابوں کی نقلیں لائے تھے۔ اس کے علاوہ ہر سفر میں کتابوں کے دس پندرہ صندوق ہوتے۔ اس وقت مختلف عرب ملکوں میں جتنی شہرہ آفاق کتابیں موجود تھیں نہیں نقل کروالیا تھا۔ میں نے ان سب کو اپنے حافظہ میں اتارا لیکن ان کی وفات کے بعد جب صدمہ ٹھہر گیا اور دیکھا تو کتابوں کے صندوق خالی تھے۔

معلوم نہ ہو سکا کہ اب کہاں [illegible] اور کون کون سے نئے [illegible] دریافت ہوئی ہیں۔

میرا حال یہ تھا کہ دس برس کی عمر میں ناشتے کے جو پیسے ملتے ان کو جمع کرتا اور ان سے کتابیں خریدتا تھا۔ اس وقت اردو پڑھنا اگرچہ ایک تعلیمی بدچلنی خیال کی جاتی تھی لیکن میں اردو کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ دن کو درسی مطالعہ کرتا اور رات کو ایک دوست کے گھر جا کر [illegible] یہ مطالعہ [illegible] بہت پہلے شروع ہو گیا تھا۔ میرے شوق کا یہ عالم تھا [illegible] کا شوق [illegible] ہو گیا [illegible] خرید [illegible] یہ تھا کہ ہر مضمون کی [illegible] پڑھنے میں [illegible] کرتا تھا [illegible] پڑھی تو اس [illegible] اردو کی [illegible] کھلی [illegible] مولانا محمد حسین آزاد [illegible] شبلی [illegible] مدرسے کے قریب جو [illegible] ان سے کما حقہ [illegible] مطالعہ [illegible] سے مجھے [illegible] ڈھونڈ ڈھونڈ کر [illegible] اخبارات کی ایڈیٹری [illegible] مجھول کی کہانی کی رسالہ [illegible] کے رسائل آتے تھے [illegible] کتب [illegible] خرید [illegible] شوق کا ساتھ دیا [illegible] بعض رسائل میں اجرت پر مضامین لکھ کر [illegible] میں تھا کہ میں کتابوں پر نوٹ لکھتا [illegible] سفر [illegible] میرا مطالعہ [illegible] ان ہستیوں سے جن کا وجود ایک ادارہ و تحریک تھا کما حقہ استفادہ کیا۔ [illegible] مولانا شبلی ایک ادارہ و تحریک تھے اور ان کا کتب خانہ بھی بجائے خود منفرد و یگانہ تھا اور اس زمانے میں اس سے محروم رہنا بدقسمتی تھی۔

عیسائی مشنریوں سے مناظرے و مباحثے کیے تو اس کے [illegible] مجموعی لحاظ سے مسلمانوں کے حق میں رہے لیکن

جو فائدہ مجھے پہنچا وہ یہ تھا کہ آریہ سماج کی معرفت، ہندو دھرم، اور ان مشنریوں کی معرفت، عیسائی مذہب سے آگاہ ہوا۔ یہ بھی ایک مطالعہ تھا۔

رچرڈ ہال دمشق کا ایک مسیحی پادری تھا۔ وہ یورپ کے مدرسہ الہیات کا سند یافتہ اور اپنے علم میں بے نظیر تھا۔ اس سے دوستی ہو گئی۔ اس دوستی کی بدولت قدیم و جدید مسیحی حلقوں کے مدارس، اور بائبل سے متعلق مختلف مشرب کے مبلغین کا مطالعہ [illegible] عجیب ہیئت [illegible]۔ میری جستجو کا یہ عالم تھا کہ [illegible] قدیم دیکھنے والا بن گیا [illegible] ان کے نو [illegible]۔ ایک دو سوال ایسے تھے جو ان کے لئے نئے تھے، مجھے احساس ہو گیا کہ [illegible] فوراً ہی [illegible] آیا۔

الہامی [illegible] کا ذخیرہ [illegible] اور [illegible] نقد و نظر کی جدید [illegible] پڑھ لیا تھا [illegible] فلسفہ، الہیات [illegible] منطق [illegible] جتنی [illegible] کتابیں تھیں وہ سب میرے مطالعے میں آ چکی تھیں۔ اب میں خود ایک [illegible] میں مطالعے کی منزلیں [illegible] طے کی تھیں [illegible] سے دیکھی [illegible] اس کی شاعت کی [illegible] میرے اثاثہ و کتب میں [illegible] جو میں نے نصف صدی تک جمع کی ہیں۔ جب [illegible] میں انگریزی اور فرانسیسی سے ناواقف تھا [illegible] ۱۹۲۰ء کے بعد سے صرف انگریزی اور فرانسیسی ہی دیکھتا ہوں۔ ان کے علم کا نقطہ بہ نظر غیر کسی دوسری زبان کے ادب کو دیکھنے کی فرصت ہی نہیں دیتا۔ ہماری زبانوں کے مصنف اپنے قاریوں سے انصاف نہیں کرتے وہ، انہیں مرعوب کرنا چاہتے ہیں لیکن انگریزی اور فرانسیسی زبان کے اہل قلم اپنی اختیاری اور تاریخی غلطیوں کے باوجود قارئین کو معلومات دیتے اور ایشیائی زبانوں کی طرح دماغوں کا شکار نہیں کرتے۔ ہر اچھی چیز مطالعے کی ہے۔ الہیات، مذہبیات، عمرانیات، تاریخ، فلسفہ، ادبیات، سیاسیات اور جدید سائنسی علوم سے متعلق جو کتاب بھی یورپ میں چھپتی ہے،

انتظار کر رکھا ہے کہ ناشر اس کی پہلی کاپی مجھے بھیج دیتے ہیں اور میں اس کے مطالعے سے جلد فارغ ہو جاتا ہوں۔ ایشیا یورپ کے مادی غلبے سے بسرعت نکل جائیگا اصل سوال یہ ہے کہ اس کے ذہنی غلبہ سے کیونکر نکلا جائے۔ اور وہ کونسی شکل ہے کہ ہم اس کی علمی قیادت کو چیلنج کر سکیں"

مولانا کی معلومات کی وسعت ناپیدا کنار تھی۔ مفتی سید احمد میرٹھی نے "جمعیت" دہلی کے "آزاد نمبر" میں لکھا تھا کہ:

"اس کے علاوہ [illegible] بوقلمونیوں کے سلسلہ [illegible] یہ تھا کہ انقلاب فرانس سے متعلق کسی نے سوال کیا تو اس کا جواب اس طرح دیا گویا خود انقلاب فرانس کے بانی ہیں۔ ایک صاحب سے [illegible] کی تاریخ [illegible] تفصیلات بیان کیں کہ وہ شخص مبہوت ہو گیا۔ ایک [illegible] نے [illegible] قید خانے میں فلسفہ کے نام سے [illegible] سے مولانا [illegible] علم سے متعلق مذہب تھا۔ ایک دن [illegible] یورپی فلسفے [illegible] کتاب [illegible] دو چار ساتھیوں کے ساتھ [illegible] مولانا کی خدمت میں [illegible] فلسفے پر بعض [illegible] سمجھ میں نہیں آتے [illegible] میرے پاس چھوڑ دو میں اسے کل کسی وقت دیکھ [illegible] کیا بات ہے —

اگلے روز وہ نوجوان مولانا کے پاس گئے مولانا نے دریافت کیا تمہاری سمجھ میں کیا چیز نہیں آئی؟ انھوں نے کہا تو اس میں سے کچھ نہیں سمجھے۔ مولانا نے پہلے اس کے ابتدائی مطالب بیان کئے پھر ساری کتاب کی حقیقت بتادی اور ساتھ ہی ساتھ نشاندہی کر دی کہ مصنف نے فلاں فلاں جگہ ٹھوکر کھائی ہے۔ وہ نوجوان جو فلسفے میں کسی کو پٹھے پر ہاتھ دھرنے نہیں دیتا تھا، دنگ رہ گیا۔ ہر کسی سے کہتا تھا کہ مولانا کا دماغ قدرت کا معجزہ ہے۔"

نیاز فتح پوری نے ان کی اس عظمت ہی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:

"ان کی زندگی ایک خاص سانچے میں ڈھل کر رہ نہ جاتی جو ہمارے سامنے آئی تو وہ خدا جانے کیا کیا ہو سکتے تھے۔ وہ اگر عربی شاعری کی طرف توجہ کرتے تو متنبی و بدیع الزماں ہوتے۔ اگر محض دینی و مذہبی فلاح اپنا شعار بنا لیتے تو اس عہد کے ابن تیمیہ ہوتے، اگر محض علوم حکمیہ کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیتے تو ابن رشد اور ابن طفیل سے کم درجے کے متکلم و فیلسوف نہ ہوتے۔ اگر وہ فارسی شعر و ادب کی طرف متوجہ ہوتے تو عرفی و نظیری کی صف میں انہیں جگہ ملتی۔ اگر وہ تصوف و اصلاح اخلاق کی طرف مائل ہوتے تو غزالی اور رازی سے کم نہ ہوتے، اور اگر مسلک اعتزال اختیار کرتے تو دوسرے واصل بن عطا ہوتے۔"

اسی مضمون میں نیاز لکھتے ہیں کہ:

"ایک بار حکمائے اسلام کے سلسلے میں ابن طفیل کا ذکر آیا تو مولانا نے اس کی مشہور کتاب حی بن یقظان کی پوری داستان ایک نشست میں اس طرح سنا دی گویا وہ اس کے حافظ تھے۔"

اور یہ سب مطالعے کے کرامات تھے۔

فرمایا "اس وقت میری عمر ۶۱ برس ہے۔ آٹھ سال نکال دیں باقی سال کے دن شمار کریں تو ۲۱۹۰ ہوتے ہیں۔ اب اس میں قید و بند کے دن بھی ہیں، علالت کا زمانہ بھی اور اِدھر اُدھر کی مشغولیتوں کے ایام بھی، میرا خیال ہے کہ میں نے عمر کے اس موڑ تک پندرہ ہزار کتابیں ضرور دیکھی اور پڑھی ہیں۔ اور بہت کم کتابیں ایسی ہوتی ہیں کہ انہیں الف تا یے پڑھا جائے۔ اکثر کتابیں اپنے چند صفحات ہی میں جاسوسی کر دیتی ہیں کہ ان میں کیا ہے؟

خلوت پسندی

- تنہائی خواہ کسی حالت میں آئے اور کسی شکل میں، میرے دل کا دروازہ ہمیشہ کھلا پائے گی۔
- ابتدا ہی سے طبیعت کی افتاد کچھ ایسی واقع ہوئی تھی کہ خلوت کا خواہاں اور جلوت سے گریزاں رہتا تھا۔
- لوگ لڑکپن کا زمانہ کھیل کود میں بسر کرتے ہیں، مگر بارہ تیرہ برس کی عمر میں میرا یہ حال تھا کہ کتاب

سے کہ کسی گوشے میں جا بیٹھتا اور کوشش کرتا کہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہوں۔

- لوگ اگر میری حالت سے رُخ پھیرتے ہیں تو بجائے اس کے کہ دل گلہ مند ہو اور زیادہ منت گزار ہونے لگتا ہے۔

- میں نے سیاسی زندگی کے ہنگاموں کو نہیں ڈھونڈا تھا، سیاسی زندگی کے ہنگاموں نے مجھے ڈھونڈ نکالا۔

- جب کبھی قید خانے میں سنا کرتا ہوں کہ فلاں قیدی کو قید تنہائی کی سزا دی گئی ہے تو حیران رہ جاتا ہوں کہ تنہائی کی حالت آدمی کے لیے سزا کیسے ہو سکتی ہے؟ اگر دنیا اسی کو سزا سمجھتی ہے تو کاش ایسی سزائیں [illegible]

(غبار خاطر مکتوب ۲۹ اگست ۱۹۴۲ء)

مولانا کی خلوت پسندی [illegible] مولانا غلام رسول مہر کو پاکستان سے [illegible] ہفتہ گزر گیا لیکن [illegible] قاضی عبدالغفار بھی [illegible] ٹھہرے ہوئے [illegible] مہر نے ان سے کہا کہ مجھے واپس جانا ہے [illegible] دن ہو گئے ہیں [illegible] عجیب قصہ سنایا کہ [illegible] بارہ روز سے [illegible] ہیں۔

مولانا مہر سے [illegible] دسویں دن ملاقات ہوئی [illegible] کو کسی اور صحبت پر اُٹھا رکھتے ہیں، اور میں اگلے روز اجازت لے کر رخصت ہو گیا۔

مولانا ملاقاتوں کے عادی ہی نہ تھے۔ وہ اپنی خلوت کو عبادت اور اپنی تنہائی کو انجمن سمجھتے تھے۔

ذاتی احباب

مولانا کا زمانہ تعلیم دوستوں سے خالی رہا۔ والد انتہائی سخت گیر تھے۔ ان کے نزدیک بچوں کے لئے گھر سے باہر کی آب و ہوا مضر تھی۔ کسی کھیل کود یا سیر و تفریح کا تصور ہی نہ تھا۔ بچپن کچھ گھر کی چار دیواری میں تھا۔ مولانا کا بیان ہے کہ وہ گھر کی چوکھٹ

سے باہر قدم نہ رکھ سکتے تھے۔ صرف جمعہ کے دن والد کی معیت میں جامع مسجد جاتے یا ان سے خادم خاص حافظ ولی اللہ کے ہمراہ سال میں صرف دو دفعہ شہر جا سکتے تھے۔ اس حالت میں کسی دوست کے پیدا ہونے یا کسی کے دوست بننے کا سوال ہی نہ تھا۔

جب قلم کا سفر شروع کیا اور خطابت کے میدان میں قدم رکھا تو دوستوں کا ایک مختصر حلقہ پیدا ہو گیا۔ لیکن سیاست کے خارزار میں داخل ہوتے ہی ختم ہو گیا۔ طبیعتاً کم آمیز تھے۔ اس کے بعد دوستانہ روابط لفظ متروک ہو گئے۔ حتیٰ کہ عمر کے نصف ثانی میں غیر سیاسی احباب کی صحبتیں عنقا ہو چکی تھیں۔ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کی روایت کے مطابق ابتدائی عہد میں شفاء الملک حکیم سید محمد صادق لکھنوی، خان بہادر رضا علی وحشت [illegible] ڈپٹی نجم الدین و دیگر [illegible] مولانا سے گہری دوستی تھی۔ [illegible] لکھنوی [illegible] کے شائق معالج حکیم [illegible] طبیب [illegible] وحشت کلکتہ کے نامور شاعر اور مشہور [illegible] میں سے تھے [illegible] مولانا کی دوستی [illegible] کے ابتدائی دنوں سے تھے [illegible] مولانا سے مل کر سیاسی [illegible] ملیح آبادی سے ملنے آنے لگے۔

> [illegible] لڑکپن میں بھی ایک دوست تھے۔ ہماری خوب چھنتی تھی۔ میں نے اس سے بڑھ کر ذہین آدمی دیکھا ہی نہیں۔ [illegible] سید جمال الدین افغانی کے رفقاء میں سے تھے اور کلکتہ میں حبل المتین نکالتے تھے۔ اس اخبار کا انقلاب ایران میں بڑا ہاتھ تھا۔ آخر عمر میں نابینا ہو گئے۔ فارسی اور عربی کے بے پناہ لسان تھے۔ ڈپٹی نجم الدین اسّی برس کے تھے اور مولانا کے ان احباب میں سب سے معمر تھے۔ سید جمال الدین افغانی کی محبت سے متاثر ہو کر ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور اس کے بعد قومی تحریکوں میں حصہ لیتے رہے۔ ان ڈپٹی صاحب ہی کے بھتیجے قطب الدین الہلال کے مینیجر رہے۔ اس زمانہ میں گریجویٹ تھے۔ ان کا بیاہ سلطان ٹیپو شہید کے خاندان میں ہوا تھا۔ قاضی نور الانام کی مولانا سے دوستی کا ایک ہی سبب تھا کہ وہ شعار

کے برمحل استعمال میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ انہیں حفظ شعر میں یہ خصوصیت حاصل تھی کہ جب تک چاہتے شعر میں گفتگو جاری رکھتے۔ مولانا مضمون کی رعایت سے مناسب حال شعر پڑھتے ورنہ برمحل بنا دیتے۔ پھر جب مولانا عملی سیاست میں داخل ہوئے تو ان کا حلقۂ احباب یکسر بدل گیا۔ جو لوگ ان کے ہم سفر تھے، انہی میں سے بھی دوست بنتے چلے گئے۔ [illegible] حکیم اجمل خاں، [illegible] الدین، [illegible]، پھر پنڈت موتی لال نہرو، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، پنڈت جواہر لال نہرو اور [illegible] بھائی ڈیسائی، [illegible] کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ ملک کے نامور سیاسی رہنما، معروف اہل قلم، [illegible] سیاسی عقائد ان سے مختلف تھے۔ لیکن شخصی طور پر عقیدت رکھتے، مولانا سے خلوص برتتے اور التفات کرتے تھے۔ مثلاً غلام رسول مہر کی ذہنی وجاہت پر اعتماد کرتے، عبدالمجید سالک کو خوش مذاقی سے [illegible] ان کی بذلہ سنجیوں سے محظوظ ہوتے، [illegible] خصوصی [illegible]۔ آصف علی پر بھروسہ کرتے اور [illegible] کو بھائی کہتے تھے۔ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی (نواب صدر یار جنگ) سے ان کی [illegible] اس وقت [illegible] مولانا کے صدیق [illegible] بھی ہیں جنہیں سیاست سے [illegible] ہیں۔ ورنہ اس سفر کے مختلف راستوں میں بھی ان کے قدموں کی گرد سی چھاپ ہے۔

مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی ۵ جنوری [illegible] کو صبح کے وقت اپنے آبائی قلعہ بھیکن پور میں پیدا ہوئے۔ والد نے بیٹے کے نام پر حبیب گنج بسایا اور ان کے لیے ایک گڑھی بسائی۔ میر عثمان علی خاں نے دکن بلا کر صدر الصدور کے علاوہ نواب صدر یار جنگ کا خطاب عطا کیا۔ وہاں تیرہ برس تک مذہبی امور کے ناظم کی حیثیت سے کام کیا۔ پھر سبکدوش ہو کر ندوہ میں علامہ شبلی کے ساتھ شریک رہے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں شعبہ دینیات کے اعزازی صدر رہے۔ دار المصنفین اعظم گڑھ کے مستقل صدر اور مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے جنرل سیکرٹری ہوئے۔ کئی ایک علمی و ادبی کانفرنسوں کی صدارت

کی وہ جامع و مانع صد سالہ خطبات پڑھے جن کا ادبی و علمی دنیا میں ہمیشہ چرچا رہا۔ کئی ایک کتابوں کے مصنف تھے۔ مولانا آزاد سے پہلی ملاقات ۱۹۰۵ء میں ہوئی جب کہ آپ کی عمر ۳۹ برس اور مولانا ۱۷ برس کے تھے۔ ۱۹۵۰ء میں آپ نے وفات پائی۔

ایک صحبت میں کسی دوست کا گلہ کیا جا رہا تھا۔ فرمایا:

"اس طرح گلہ کرنے سے انسان اپنی شکست کو نمایاں کرتا ہے۔ دوستوں کے انتخاب میں احتیاط کرو۔ جیسا کہ تجربہ کرو، ہر شخص دوستی کا اہل نہیں ہوتا۔ لیکن دوست نہ ہو تو زندگی اجاڑ محسوس ہوتی ہے۔ جس طرح [illegible] ایسے ہی دوست سفر حیات کا [illegible] ہیں"

بذلہ سنجی

بعض دوستانہ محفلوں میں [illegible] کی [illegible] میں [illegible] ڈپٹی نذیر احمد [illegible] میں اور [illegible] کی [illegible] خندہ نگاہ کی رعایت سے خوب ہوتے [illegible] باتیں [illegible] ایک علیحدہ کتاب میں [illegible] سے تعلق [illegible] سے جوش اور [illegible] ہے۔

مولانا حبیب الرحمن [illegible] بے تکلف تھے [illegible] جو جی چاہا کہہ دیا سے رکتے نہیں تھے۔ مولانا سے کہنے لگے:

"حضرت یہ دہلی والے ایک اپنے سوا کسی کو دہلی والا تسلیم نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک جو لوگ اب دہلوی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ گذشتہ وصل کی منہدم عمارتوں کے روڑے ہیں۔ ان کے نزدیک اب ڈیڑھ پونے دو خاندان ہی دہلوی ہیں۔ باقی سب سادات کے زمانے میں ادھر ادھر سے آتے تھے، ڈپٹی نذیر احمد کو دہلوی نہیں مانتے۔ حسن نظامی کے بارے میں ماتھے پہ شکن ڈال لیتے ہیں، محمد حسین آزاد میں بھی مین میخ نکالتے ہیں اور حالی تو خیر پانی پت ہی کے تھے۔"

مولانا مسکرائے فرمایا:

"مولوی صاحب چھوڑیئے۔ آپ کیا بے مزہ کہانی لے بیٹھے ہیں۔ یہ سب خوش فکروں کی چونچلیں ہیں جانے کن حسرتوں کو یاد کر کے طعن و طنز کے رنگ میں انگڑائیاں لیتے ہیں۔"

مولانا حبیب الرحمٰن بات قطع کرتے ہوئے بولے

حضرت، وہ تو آپ کو بھی دہلوی نہیں [illegible]

فرمایا:

"مولوی صاحب وہ ٹھیک کہتے ہیں [illegible] کا نام تھا۔ اب دہلی کا [illegible] سب ختم ہو چکا ہے۔

[illegible] دو چار محلے [illegible] زبان کے متوسلین کی جو [illegible] علی کی دستان تو [illegible] نہیں [illegible] معالی پہ سیری [illegible] پھکھا [illegible] پانی میں اتروایا۔ [illegible] نہیں دیکھیں [illegible] کے ساتھ [illegible] نہیں [illegible] لیا۔ استاد [illegible] ملال [illegible] دیکھتے [illegible] دہلوی ہونے کا ثبوت کیوں مانگتا ہے؟ اور اس کے دہلوی ہونے کی سند کہاں سے دی جا سکتی ہے؟"

مولانا [illegible] بعض سوالوں کو اس انداز کے جملوں کی مسکراہٹ کے حوالے کر دیتے تھے۔

عملۂ الہلال سے سلوک

"الہلال" کے عملے میں فضل الدین مولانا کے سیکرٹری اور پریس کے نگران تھے۔ "الہلال" ہفتہ وار کے منیجر قطب الدین، ڈپٹی نجم الدین کے بھتیجے اور ایک مستعد گریجویٹ تھے۔ ان کے علاوہ پریس اور دفتر کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ "الہلال" کے عملۂ اول میں سید سلیمان ندویؒ، مولانا عبداللہ انصاری، مولانا حامد علی صدیقی، مولانا عبدالرحید کانپوری

اور مولانا عبدالسلام ندوی ادارۂ تحریر میں رہے۔ ایک اور صاحب مرزا محمد عسکری انگریزی معلومات کی حد تک ادارہ تحریر کے معاون تھے۔ دوسرا دور ۱۹۲۷ء میں عبدالرزاق ملیح آبادی کا تھا۔ "الہلال" دورِ اوّل کی بندش کے بعد ۴۱ سال تک کسی نے کچھ نہ کہا۔ پاکستان بنا اور سید سلیمان ندوی ہندوستان سے پاکستان چلے گئے۔ معلوم ہوا مولانا سے ناراض ہیں۔ اس کا ذکر ایک علیحدہ فصل میں ہے۔ ان کے سوا اور کسی رکن ادارہ نے کبھی مولانا کی تحریر یا تقریر میں ان سے متعلق براہ راست یا بالواسطہ شکوہ یا شکایت کوئی گلہ شکوہ کیا۔ مولانا عبدالسلام ندوی سے کبھی ... مولانا کے ... نگارش کی نقل کرنا چاہی وہ معذب ہو کر رہ گیا۔ عبدالرزاق ملیح آبادی مولانا کے ساتھ ۲۹ سال رہے۔ وہ عیب و ثواب دونوں سے واقف تھے اور حق ولی سے رشتہ بھی ہے ... اپنے ... میں لکھتے ہیں،

"مولانا سے میری رفاقت کی مدت ۲۹ سال ہے۔ وہ جامع کمالات شخصیت تھے۔ عالم ... اور ولی تھے۔ مفسر قرآن تھے، ... تھے، ... نفسیات کے ماہر تھے، ادیب تھے، خطیب تھے۔ انشا پرداز تھے۔ صحافی تھے۔ سیاستدان تھے، قومی لیڈر تھے، مجاہد حریت تھے"

ہے رنگ لالہ و گل و نسریں جدا جدا

سب حیثیتیں بڑی تھیں، ہر حیثیت پر پیمبرانہ ... تبھی جانتے ہیں کہ توفیق ایزدی شامل حال ہوئی تو خود ان کے پیش نظر مقصد بھی تو وہ بلند تر ہوتا۔"

افسوس ملیح آبادی مولانا کے بعد ... دو سال ہی میں ... ہو گئے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"مسلمانوں کے ہاتھوں مولانا کو زندگی میں بڑے بڑے دکھ سہنا پڑے۔"

دراصل جن بزرگان عظام کو مولانا سے شکایتیں پیدا ہوئیں، سید سلیمان ندوی ان کا مقدمہ تھے۔ ان کی شکایت سرائی کا اور چھوڑ بہتان یا غیبت تھا۔ وہ غالباً اس گمان میں تھے کہ فلاں شیخ سے بیعت ہونے کے بعد انہیں قربت الٰہی کا اعتماد حاصل ہو گیا ہے اور مولانا چونکہ ان کے شیخ سے بے نیاز ہیں، لہٰذا گردن زدنی ہیں۔ ورنہ سلیمان سمیت عملۂ "الہلال" میں کبھی کسی نے یہ نہیں کہا، کہ مولانا کے ذمے ان کے واجبات ہیں یا مشاہرہ کی رقم بقایا رہ گئی ہے۔

مولانا کا عملہ سے وہی سلوک تھا جو بھائیوں کا آپس میں ہوتا ہے، وہ ایک کنبے کے لوگ باہم دگر

میل جول رکھتے ہیں۔

سفر کی عادت

مولانا خلوت پسندی کی عادت رکھنے کے باوجود سفری مزاج رکھتے اور سیروا فی الارض کے دلدادہ تھے۔ ابتدائی دور میں وہ ابھی سیاست میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ وہ ہندوستان کے ہر اس شہر میں گھومے پھرے اور ٹھہرے جہاں اجتماعی علمی تحریک یا کوئی اس طرح کا [illegible] دور تھا۔ اس وقت کلکتہ، بمبئی، لکھنؤ، دہلی [illegible] مرکزیت اسلامیہ تھی تو وہ ہندوستانیوں کے تمدنی [illegible] تھے۔ مولانا نے ان شہروں کا سفر [illegible] بنا لیا [illegible] سے زمانے میں بھی یہ شعار رہا۔ موسم گرما ہوتا تو مسوری [illegible] سے صحت افزا مقام پر چلے جاتے۔ ۱۹۰۰ء میں بلاد اسلامیہ کا سفر [illegible] ہندوستان [illegible] جب ملکی سیاست آزادی [illegible] ہندوستان [illegible] اور خلوت پسندی کے باوجود سیاست [illegible] ان کی [illegible] تھا۔ اپنے زمانہ وزارت میں [illegible] جہاں کہیں جاتے، وہاں کی مجلسوں کو خطاب کیا۔

فرمایا:

”میں نے اونچا علم صفت حاصل کیا ہے۔ [illegible] ذہنی بالیدگی بخشتی ہیں [illegible] سفر نہیں کرتے وہ بسم اللہ کے گنبد میں [illegible] ہیں۔ سفر انسان کو قوموں کی سرگزشت اور ملکوں کی تاریخ کا بالمشافہ علم بخشتا ہے جس طرح سائنس کے علموں میں حقائق اشیاء کا ادراک ہوتا ہے اسی طرح سفر سے صفات انسانی کی حقیقتوں کا علم ہوتا اور مختلف اقوام کے امزجہ و طبائع کا پتہ چلتا ہے“

موسموں سے لگاؤ

مولانا کو جاڑے کا موسم حد درجہ عزیز تھا۔ وہ سردی پر جان دیتے تھے۔ ان کے لیے کتابوں کی صحبت، سگریٹ کے کش، خلوت کا سرور، چائے کی پیالی اور جاڑے کی ٹھنڈک شرط کی حیثیت رکھتے تھے۔ غبار خاطر کے خط محررہ ۱۰ جنوری ۱۹۴۳ء میں لکھتے ہیں۔

”اوائل عمر سے میری طبیعت کا عجیب حال ہے۔ گرمی کتنی ہی معتدل ہو مگر مجھے جلد

پریشان کر دیتی ہے۔ ہمیشہ سرد موسم کا خواستگار رہتا ہوں۔ موسم کی خنکی میرے لیے زندگی کا اصلی سرمایہ ہے۔ سردی میں جس قدر بھی زیادتی ہو موسم کا حسن اور زندگی کا عیش ہے۔ میرے تخیل میں عیش زندگی کا سب سے بہتر تصور کیا ہو سکتا ہے؟ جاڑے کا موسم ہو اور جاڑا بھی قریب درجہ انجماد کا۔ رات کا وقت ہو، آتش دان میں اونچے اونچے شعلے بھڑک رہے ہوں اور میں کمرے کی ساری مسندیں چھوڑ کر اس کے قریب بیٹھا ہوں اور پڑھنے یا لکھنے میں مشغول ہوں۔ [illegible] خیال سے کہ سردی کا زیادہ سے زیادہ احساس [illegible]۔ خنک راتوں میں آسمان کے نیچے بیٹھ رہنے کی [illegible] سردی خوب پڑ رہی ہے۔ [illegible] رہیں کا موقع میسر کریں۔ میں نے کئی بار [illegible] وہاں جانے کا اصلی موسم یہی ہے۔"

غبار خاطر کے ایک دوسرے خط میں لکھا ہے:

"سخت سردی ہیں اگر چہ [illegible] سے جو انتظار [illegible] ہوتا ہے اس کا مزہ بھی [illegible] کی لذت کا [illegible] حاصل ہے۔"

سفارشوں سے احتراز

مولانا کاروباری سفارشوں سے ہمیشہ محترز و متنفر رہے۔ ایسی سفارش کو وہ مستحقین کی حق تلفی سمجھتے اور سفارش کرنا اپنے فرائض میں خیانت گردانتے تھے۔

اپنے بہنوئی وحید علی خاں کی [illegible] کلکتہ کارپوریشن کے چیف ایگزیکٹو افسر بنانا چاہتے ہیں جس سختی سے مولانا نے مسترد کیا اس کا ذکر ہمشیرگان کے تذکرہ میں آچکا ہے۔

ایک دوسرا واقعہ راقم کا آنکھوں دیکھا ہے۔ لاہور میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ایک معتقد کارخانہ دار تھے۔ انہیں لوہے کی ضرورت تھی اور لوہا ان دنوں مرکزی حکومت کے پرمٹ سے ملتا تھا۔ وہ شاہ جی کو اٹھا کر اور شاہ جی راقم کو لے کر دہلی گئے، وہاں بن بلائے مولانا کے ہاں پہنچے۔ مولانا نے ملنے سے انکار کر دیا۔ شاہ جی کو اپنے تعلق خاطر پر اعتماد تھا۔ اصرار کیا تو ٹانا

[illegible] چکے تھے۔ شاہ جی نہ ٹلے تو مولانا اندر سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آ گئے ان کا چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا۔ شاہ جی کی بات سنی تو آگ بگولہ ہو گئے فرمایا:

"۱۹۳۷ء سے مسلمان صوبوں کی کانگرسی وزارتوں اور ہندو صوبوں کے مسلمان وزیروں کا انچارج ہوں ان کا محاسبہ ضرور کیا ہے لیکن ان سے سفارش کبھی نہیں کی۔

آپ [illegible]

لوٹ گئے۔"

شاہ جی [illegible] تو شاہ جی [illegible] مند تھے، مولانا کے متعلق نہیں ایسے ذہنی [illegible] بہر کیف مولانا آزاد اس قسم کی سفارشوں [illegible]

مناظرہ سے اجتناب

[illegible] مناظرہ سے [illegible] لیکن [illegible] لیکن وہ کسی کو نہیں پہنچا [illegible] قول یاد ہے مناظرہ غلطی [illegible] ہیں۔ [illegible] کے علاوہ [illegible] ہیں۔ [illegible] سکوت بہتر ہے۔

سیاسی میدان میں [illegible] کبھی کسی نکتہ چیں، معترض، عیب گو اور افسانہ [illegible] کا جواب نہ دیا۔ جزوی ذاتیات میں ملوث ہوتے انہیں منہ نہ لگاتے۔ [illegible] دوستوں نے عرض کیا "فلاں اخبار آج کل آپ کا مریدہے اور پچھلے بیس سال کی مخالفت سے ہاتھ [illegible] کر رہا ہے۔" فرمایا "اس کے ایڈیٹروں کو پڑھ چکا ہوں۔ اب اخبار کو پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ جو لوگ کسی مقصد کے لیے زندگی بسر کرتے وہ تحسین و تنقید سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ وہ اس [illegible] نہیں کرتے کہ دنیا ان کے متعلق کیا سوچ رہی ہے۔ وہ خود اپنے متعلق سوچتے اور

ور اپنے قدموں کی نگرانی کرتے ہیں۔ مناظرہ علم کا اسراف اور مباحث کی تبذیر ہے۔ اگر اپنے فیصلوں کی سچائی پر یقین ہے تو اس کی پروا نہ کرو کہ دنیا تمہارے ارادوں کو شک کی نظر سے دیکھتی ہے۔ وہ لوگ بھی ہیں جن کے تصور میں تو کائنات اس کے خالق کی سب سے پہلی اور سب سے آخری غلطی ہے اور یہی ان کا سوءِ فہم ہے۔

پابندی اوقات

مولانا ان کے بعض معاصروں کی خفگی کا باعث ... وہ مستغنی تھا۔ وہ عادت سے انسان تھے۔ کسی کے ہاں جاتے نہ بلاتے ... نہیں اس درجہ گم سم تھے کہ بعض لوگ جو سیاسی زندگی میں ان کے ہم سفر اور ابتدا سے شروع میں ہم قدم تھے، اسی باعث آخر تک بگڑے رہے ... میں ... مولانا اس قسم کی ناراضی کو ذہن کی مرگی کا نام دیتے اور ... رہنے دیتے۔

پابندی اوقات کا یہ حال تھا ... کے مطابق ایک دن پانچ بجے شام گاندھی جی آگئے مولانا کو خبر کی تو ... نہیں ... سے ... ہو سکے ... اس وقت ملنے سے معذور ہوں، کل صبح چھ بجے تشریف لائیں۔ گاندھی جی مہاتما تھے، بشاش بشاش لوٹ گئے اور اگلے دن چھ بجے صبح تشریف لائے۔

دیوان سنگھ مفتون ایڈیٹر ریاست کا مضمون ... میں چھپ چکا ہے کہ وہ مولانا سے طے شدہ وقت کے مطابق مل رہے تھے، اجمل خان آئے ... سے فون آیا ہے کہ پنڈت جی ملنے آرہے ہیں۔ جواب دیا، ... اس وقت عزیز بیٹھے ہیں ... اجمل خان چنانچہ الٹے پاؤں گئے اور ... پنڈت جی روانہ ہو چکے ہیں اور راستے میں چند منٹ پنڈت گوبند بلبھ پنت کے ہاں ٹھہریں گے۔ فرمایا وہاں فون کر دو کہ اب سے ڈیڑھ گھنٹے بعد تشریف لائیں۔

غرض اوقات کی پابندی مولانا کے معمولات کا لازمہ تھی۔ وہ چھوٹے سے چھوٹے معمول کو بھی کسی بڑی سے بڑی مصلحت پر قربان کرنے کے لیے تیار نہ ہوتے۔ ان کا معمول تھا کہ رات جلد ہی سو جاتے۔

ہندوستان آزاد ہوا تو پندرہ اگست کو رات بارہ بجے ہندوستانی پارلیمنٹ (لوک سبھا)

[illegible] جشن عام تھا۔ چودھری خلیق الزمان بھی صف اُٹھا کر ترنگا پرچم کو سلام کر رہے تھے، اگر کوئی غیر حاضر [illegible] تو وہ حضرت ابو الکلام تھے جنہوں نے برطانوی ماندوں سے نہ رات کے بعد یہ دن فتح کیا تھا۔

پنڈت نہرو نے دوستوں سے بیان کیا کہ مولانا اس رات سوئے بھی نہیں۔ ان کی آنکھوں سے نیند کھو چکی تھی۔ وہ اضطراب کی حالت میں کروٹ سے رہے تھے کہ ہندوستان میں انسان قتل ہو رہا تھا نہیں اس روز سب سے زیادہ خوش ہونا چاہیے تھا وہ اس رات سب سے زیادہ ملول تھے۔

قلم و زبان کا فرق

مولانا کی تحریر [illegible] تقریر [illegible] تحریر ہوتی۔ وہ گفتگو کرتے تو معلوم ہوتا کتاب کے ورق الٹ رہے ہیں۔ ان کی تقریر مربوط و مرتب [illegible] منطقی [illegible] [illegible] کی کہانی ان کی زبانی [illegible]

"[illegible] ان [illegible] جو کچھ لکھا وہ [illegible]

جس [illegible] کی زبان [illegible] [illegible] وقت کے ساتھ [illegible] جیسے [illegible] ابتدائی [illegible] [illegible] زبان میں [illegible] اور آسان و سہل زبان میں قلم [illegible] قلم و زبان [illegible] میں کوئی فرق [illegible] کے سب [illegible] زبان و بیان میں [illegible] الفاظ و مطالب کی روانی و [illegible] میں [illegible] خلافت کے دنوں میں [illegible] ان کی زبان و قلم [illegible] تھے۔

معاصروں سے تعلق

معاصروں سے تعلقات میں رکھ رکھاؤ تھا۔ کانگریس ہائی مانڈ سے باہر ان کے دوستانہ روابط سے متعلق کچھ کہنا مشکل ہے۔ بس پہلی دفعہ [illegible] سے معلوم ہوا کہ مولانا حبیب الرحمن شیروانی ان کے صدیق قدیم ہیں۔ خلافت کے [illegible] میں علی برادران، حسرت موہانی اور مولانا ظفر علی خان وغیرہ معاصروں میں سرفہرست تھے، [illegible] سے علاقہ تھا۔ لیکن متقدمین میں حکیم اجمل خان اور ڈاکٹر انصاری کے سوا باقی سب

ان سے کٹ گئے ورنہ خود بھی ان سے الگ تھلگ ہی رہے۔ حتیٰ کہ ایک واصل بحق ہو گیا۔ مولانا محمد علی قیادت میں ان کے حریف تھے، لیکن محمد علی عوام میں تھے اور ابوالکلام عوام کیا خواص سے بھی الگ رہے۔ مولانا شوکت علی مولانا محمد علیؒ کے بڑے بھائی تھے۔ مولانا آزاد نے ان کے متعلق کہا تھا کہ شوکت علی اور ظفر علی خان کسی تحریک کا قلعہ دنوں میں اٹھا سکتے ہیں لیکن قلعہ تیار ہو جائے تو انہیں نکال دو، ورنہ یہ ڈھانا شروع کر دیں گے۔ حسرت موہانی کے متعلق مولانا کا خیال تھا کہ سیاست ان کے [illegible] نشان ہیں۔

مولانا آزاد کی ہندوستان کی خدمت گاندھی جی کے ہم خیال تھے، ہم مذاق نہیں۔ راجندر پرشاد یا راجا جی، کرپلانی کے نزدیک گاندھی جی [illegible] ہندوستان کا [illegible] جدت کی شگفتگی [illegible] کی کمی دیکھتے تھے لیکن مولانا آزاد گاندھی جی کو ہندوستان کی سب سے بڑی سیاسی طاقت [illegible] زندہ انسان اور جواہر [illegible] دوست بنے تھے [illegible] بڑا احترام تھا [illegible] خلافت تھا ان کے متعلق [illegible] سردار پٹیل [illegible] کا جواہر [illegible] رہے۔ البتہ ادب کے میدان میں [illegible] حریف نہ تھا جو تھے وہ خوشہ چین ہی تھے۔

کس طرح لکھتے تھے

ملیح آبادی لکھتے ہیں، مولانا کو لکھتے دیکھ کر عجیب حظ حاصل ہوتا۔ ان کے ہونٹوں پر ایک خفیف سا دلفریب تبسم کھلتا اور انگلیوں میں ناچتا ہوا قلم کاغذ کے میدان میں سرپٹ دوڑتا۔ لکھتے وقت چہرہ ہی نہیں پورا سراپا دیکھنے کے لائق ہوتا۔ حسن مجسم بن جاتے تھے۔ شاید اپنی تحریر سے خود بھی لطف اٹھاتے تھے، لیکن لکھ چکتے تو اتنے چاؤ سے سنواری ہوئی تحریر پر بے رحمی سے ٹوٹ پڑتے۔ سطروں پر سطریں کٹتی چلی جا رہی ہیں، لفظوں کا قتل عام ہو رہا ہے پھر نظر ثانی کی گئی تو پھر نظر ثانی سے بھی طبیعت غیر مطمئن ہ

اب پھر چھری چلنے اور قیمہ بنانے لگتی۔ مسودہ ایسا گٹ بٹا ہوتا کہ بارہا خود انہی سے رجوع کرنا پڑتا۔ پھر وہ نقل کر چکتا تو دوسرے دن یہ نقل بھی قیمہ ہو جاتی۔ مولانا تحریر میں ایک ایک لفظ چُن چُن کر اور تول تول کر بٹھاتے تھے۔ محمد حسین آزاد بھی اسی رنگ ڈھنگ کے انسان تھے کہ الفاظ کی کتر بیونت آخر تک جاری رکھتے۔ ایک لفظ بے محل ہو جائے تو سارا طلسم ٹوٹ جائے۔

مولانا نے ادب، سیاست، مذہب، تاریخ، تصوف تمام میدانوں میں جولانیاں دکھائی ہیں اور ہر میدان کو سر کرتے رہے ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ ایسا [illegible] اس [illegible] میں پیدا نہیں ہوا۔

(ذکر آزاد صفحہ ۱۴۳ تا ۱۴۴)

"[illegible] وقت [illegible] ہمیشہ آزاد رہے۔ [illegible] [illegible] ایک ہی کاتب [illegible] [illegible] جواب [illegible] کی طرف سے پرزہ آ رہا ہے [illegible] زیادہ [illegible] مضمون کی [illegible] دو دو چار چار نسخے آتے ہیں لیکن آٹھ بجے رات تک وہ سب چلی آ رہی ہے مضمون میں فلاں پیرا [illegible] دیا جائے اور اب اس طرح لکھا جائے۔ ایک بالکل نئی عبارت۔ اس سے مطلب یہی نہیں کہ یہ عبارت پہلی عبارت کے برابر ہے، کم ہے یا زیادہ، کئی دفعہ پتھر پر کانٹ چھانٹ کی جاتی تھی کہ مولانا کے لکھنے کا شیوہ یہی تھا۔"

(ذکر آزاد صفحہ ۱۰۸)

مولانا تحریر میں سحر پھونکنے اور جادو جگانے کے عادی تھے۔ قدرت نے خود انہیں

ہاتھ سے ذہانت و فطانت کا ایک سانچہ تیار کیا اور صرف ابوالکلام کو ڈھال کے یہ سانچہ توڑ ڈالا:

(تذکرہ آزاد صفحہ ۳۹)

مولانا نوشتن میں ست تھے ورنہ خط میں کوئی خصوصیت نہ رکھتے تھے۔ غبار خاطر کا مسودہ قلعہ احمد نگر کی یادگار ہے۔ آخری طویل خط جو موسیقی سے متعلق ہے، راقم کے پاس ہے۔ فل سکیپ سائز، بلیو [illegible] ایک ورق، چند صفحات پر مسلسل لکھی ہوئی، دوسری طرف خط کا مسودہ، کاٹ چھانٹ بہت [illegible] زیادہ [illegible]۔

مولانا چونکہ تحریر کے عادی تھے اس لیے بہت کم لکھتے یا کاٹتے تھے بعد میں تیار ہو کے تک قلم برداشتہ [illegible] کرتے تھے۔ لکھتے ہوئے کوئی پروا نہ کرتے تھے۔ رسالت کو سیاسی خطوط [illegible] مسودے تیار کرتے [illegible]۔ علمی یا ادبی، سیاسی یا شخصی ایجاد لکھتے پھر طبیعت لگی نہ تھی بس چٹ پٹ لکھ ڈالتے تھے۔

ذاتیات سے پرہیز

مولانا فطرتاً بے حد ذکی الاحساس و نازک مزاج شخص تھے۔ گو عمر کے ابتدائی حصہ میں [illegible] کے شوقین تھے تو اس کے بعد تمام زندگی نہیں رہے کہ ان کا وجود ایک امانت تھا۔ بات چیت کی محفلوں میں شگفتہ ہوتے یا قرطاس و قلم کی صحبتوں میں ذرا [illegible] سے بہتر [illegible] بعض تحریکات [illegible] بعض اداروں کے معاملے میں قلم ذرا شوخ رہا لیکن پھر محسوس ہوا کہ یہ روش غلط ہے تو اس سے ہاتھ اٹھا لیا۔

بہر صورت میں لوگوں نے رنگ سے رنگ جمے کیے اور جوت میں آیا کہہ ڈالا لیکن آپ نے ذاتیات کے مباحث اپنے قلم زبان کے لیے شجر ممنوعہ ٹھہرا لیے۔ اور ان سے عمر بھر بے نیاز رہے۔ کسی کو رسید ہی نہ دی۔

ملیح آبادی نے ذکر آزاد میں ۲۴ نومبر ۱۹۲۰ء کا ایک خط نقل کیا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب علی برادران سے تعلقات منقطع تھے اور وہ ان پر کہیں نہ کہیں ایک آدھ جملہ کس دیتے تھے۔ اس خط میں لکھتے ہیں۔

"بعض اشخاص نے مجھ سے کہا ہے کہ اپنے کسی مضمون میں آپ نے شوکت علی صاحب

کو بہت برا لگتا ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے آپ کی کوئی تحریر اس قسم کی نہ نکلی ہوگی۔ بہرحال اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ شخصیتوں کی برائی نہ کی جائے اور جو کچھ لکھا جائے اعتدال سے باہر نہ ہو۔

مسلم لیگ نے مولانا کے خلاف جو طوفان بدتمیزی اٹھایا وہ بدکلامی و گفتار کی انتہا پر تھا۔ نیاز مند قدرتاً ان پہ برہم تھے۔ رحمٰن احمد، روزنامہ آزاد دہلی جو [illegible] طعن و طنز کی زبان استعمال کرنے لگے۔ مولانا کو پتہ چلا تو رحمٰن کو بلا بھیجا، احقر دہلی پہنچا، فرمایا۔

"زندگی نہ بھڑک اٹھنے کا نام ہے نہ بجھ جانے کا۔ نہ سلگتے رہنا ہی زندگی کا نام ہے۔ معاملہ مشتعل نہ ہو تو ٹھیک ہے۔ لیکن [illegible] ہر شخص کی اپنی زبان ہے اور [illegible] ہونی چاہیئے۔ [illegible] زبان ہے تو پھر قومی [illegible] کہتے ہیں [illegible] کبھی سخت و سنگلاخ الفاظ سے قومی معاملات حل نہیں ہوتے۔ میں جانتا ہوں آپ لوگوں کو مجھ سے اخلاص ہے [illegible] دوستی ہے لیکن دشمن نہیں [illegible] سے سب سے موزوں رہتے اور دل کی جگہ زبان سے [illegible] رہتے ہیں۔ نہیں [illegible] دن اس کا شدید احساس ہوگا [illegible] تاریخ سبق حاصل کر لیں گے۔ بہرحال یہ بات حلق سے نیچے نہیں اترتی ہے کہ آپ لوگ برہنہ دشنام اور آوارہ زبانوں کے ساتھ بازار میں اتر جائیں۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو راقم کی موجودگی میں کہا "شاہ جی خطابت آپ کو عطیۂ الٰہی ہے اور جو چیز عطیۂ الٰہی ہو اس میں درشتی نہ ہونی چاہیئے۔ جو لوگ حریف نہیں ان کے ذرے آفتاب بھی بہتر ہے۔ طعن و طنز دیوانوں اور انسانوں کی بیمار زبانوں کا ہذیان ہیں۔ آپ ماشاءاللہ خطابت کے سمندروں سے موتی نکالتے ہیں آپ کو ان چھوٹی موٹی ندیوں سے کیا نسبت؟ جو صرف سنگ ریزے، کاٹھ اور ریت پھینکتی ہیں۔

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں کسی مسئلے پر کچھ کہہ رہے تھے تو مولانا مظہر علی اظہر کی اس تقریر سے پریشان ہو گئے جس میں انہوں نے قائداعظمؒ کو کافرِ اعظم کہا اور ان کے نکاح کا قصہ چھیڑ رکھا تھا، فرمایا:

"یہ سیاسی لڑائی نہیں۔ ایک ایسی مبتذل بات ہے جو الفاظ کی رعایت سے گھٹی ہے۔ تین دفعہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر فرمایا۔ مولوی صاحب آپ بازی ہار گئے ہیں۔"

فرمایا:

جو لوگ قومی اخلاق سے مبرا بات نہیں جانتے وہی ہتک آمیز واہیات کو زبان دیتے ہیں۔"

صبر و تحمل

مولانا نے زندگی میں اتفاق سے جو صعوبات برداشت کئے ہیں اس کی ہو بہو تصویر تھے۔ ان کا وجود فی الحقیقت صبر و تحمل کا پیکر تھا۔ وہ تحمل (قوتِ برداشت) کا عام پہاڑ کی طرح ژالہ باری سے بے نیاز پتھر بن کر کھڑے تھے۔ ان میں شکوہ پہاڑوں کا اور تحمل زمینوں کا تھا۔ دشمن ان کی جان کے در پے تھے۔ ان کی پشت میں خنجر بھونکے گئے۔ مسلمانوں نے اپنی نفرت کی وحدانیت کا جامہ پہنا لیا۔ لیکن زبانوں کی آوارگی اور نشتر سے ان کی حقوق کو چوٹ لگی اور ان کے اخلاق مسلط ہوتے تھے۔ جب حقیقت کا سورج چمکا اور حقائق ان کے سامنے آئے تو مخالفین خود بخود معدوم ہو گئے سب نادم ہیں۔ ان کے خلاف کسی نے کیا نہیں کہا تھا۔ جو تھی سو تھے انہوں نے بھی تحریک پاکستان کے دنوں میں پتھر اور پھول مارے، لیکن قدرت نے شیخ الاسلام جس نے جو کہا سب کچھ سنا اور سہا فرمایا تو بس اتنا کہ آندھیوں میں گرد اڑتی اور طوفانوں میں پانی اچھلتا ہے۔" علی گڑھ کے طلبہ نے ۱۹۴۷ء میں اسٹیشن پر ان سے جو وحشیانہ سلوک کیا، پھر سری نگر میں لیگ کے منچلوں نے ان کے خلاف جو طوفان اٹھایا وہ سب ایک شعبدہ پن تھا۔ ملک کی سیاسی جدوجہد میں ایسا کبھی نہ ہوا تھا۔ ملک تقسیم ہو گیا تو پروفیسر رشید احمد صدیقی کے الفاظ ہیں، مولانا آزادؔ سرسید ثانی تھے کہ یونیورسٹی کو ہندوستان کی قیامتِ صغریٰ کے فرقہ وارانہ الاؤ سے نکالا، اور اس کا وجود بچا لیا اور یہ سب ان کے

صبر و تحمل کی کرامات تھیں۔

اپنے بارے میں سکوت

مولانا اپنے بارے میں مہر بلب ہی رہے۔ کوئی سوانح نگاری کے لیے مساعی ہوتا تو خوبصورت الفاظ میں ٹال دیتے۔ گو باتوں باتوں میں بسا اوقات سوانح عمری کے کئی ورق کھل جاتے لیکن اس غرض سے کچھ حاصل کرنا مشکل تھا۔ [illegible] ان کے خاص روابط تھے وہ کئی [illegible] کے باوجود [illegible] سوانح [illegible] کتاب [illegible] محض ایک ادبی مطالعہ ہے۔ مولانا مہر خود [illegible] تھے۔ مولانا کے سوانح لکھنے کا ارادہ کیا، مولانا سے طلب فرمایا وہ لاہور سے [illegible] ہی [illegible] خالی کے خالی [illegible]۔

[illegible] جواب [illegible] فرمائیں تو معلومات [illegible] ٹھیک ہے لیکن [illegible] علمی مسائل کی وجہ سے [illegible] بہت [illegible] ہیں گے اور [illegible] آئی [illegible] اور [illegible] دے جاتے کھلا انکار کرتے لیکن [illegible]۔

ان [illegible] کے باوجود ان کے سوانح [illegible] سے [illegible] موجود ہیں۔ ملیح آبادی نے ابو الکلام [illegible] یادداشت بیانی ہے لیکن دیباچے میں لکھا ہے کہ مولانا جب بھی مسودہ دیکھتے اور وہ خوشنودی کے [illegible] لگ جاتے تو پھر ہمیشہ کے لیے فرد ہو جاتا۔ کچھ ایسا ہی قصہ تذکرہ کے دیباچے میں فضل دین نے لکھا تھا۔ تذکرہ میں سب کے حالات لکھے ہیں لیکن اپنے بارے میں صرف شاعری کی ہے۔ تاہم ان کے سوانح حالات کے لیے ہماری آزادی اور غبار خاطر بہت بڑی بنیادی دستاویز ہیں۔

اس کے علاوہ ان کی رحلت کے بعد بعض رسائل کے ابوالکلام نمبر ہیں۔ کئی ایک اہل قلم کے رشحات کا مجموعہ مرتبہ ہمایوں کبیر ہے۔ پھر ان کے خطبات، خطوط اور الہلال و البلاغ کے فائل ہیں کہ ان سب میں انہیں ڈھونڈھا جا سکتا ہے۔

لیکن سوانحی خطوط کی اس فراوانی کے باوجود بعض سوالات کا جواب ملنا مشکل ہے۔ ایک جواہر لال کے سوا کہ وہ خود ایک عظمت کا نام تھا اور کسی بھی کانگریسی زعیم نے اپنے اس عظیم ساتھی پر قلم نہیں اٹھایا۔ کانگریس کی مجلس عاملہ کے کاغذات موجود ہوں تو ان کے سیاسی تدبر کی وہ تجلیاں بھی سامنے آجاتیں جو شاید ان کے مسلمان ہونے کی وجہ سے مرتب نہیں ہو سکی ہیں۔ اور نہ بھارتی حکومت کے محکمہ مطبوعات ہی نے اس تحریکی ہندوستانی سماج کے معمار و سوانح کی ضرورت محسوس کی ہے۔

راقم کے عرض کرنے پر فرمایا:

"عظیم سوانح عمریاں عوام کی تربیت کرتی ہیں ایک عظمت سوانح [illegible] ہندوستان کے دور دراز کے پرپیچ [illegible] جا بجا [illegible] میں اس قدر خصوصیت [illegible] ہیں [illegible] اجتماعی تحریک کی سرگزشت ہوتی ہے۔"

بعض لوگ اپنے سوانح خود لکھتے ہیں ہندوستان کی تاریخ [illegible] فرمایا:

"ہندوستان [illegible] اردو [illegible] تقسیم کے [illegible] پاکستان چلی گئی ہے۔ [illegible]"

موسیقی کا شوق

[illegible] خط [illegible] ۵ جون ۱۹۶۳ء میں رقمطراز ہیں:

"مجھے فن موسیقی سے [illegible] شوق رہ چکا ہے، اور اس کا اشتغال کئی سال تک جاری رہا تھا۔ ابتدا اس کی یوں ہوئی کہ ۱۹۰۵ء میں جب تعلیم سے فارغ ہو گیا تھا اور [illegible] پڑھانے میں مشغول تھا تو کتابوں کا شوق مجھے اکثر ایک کتب فروش خدا بخش کے یہاں لے جایا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے فقیر اللہ خان سیف کی "راگ درپن" کا ایک نہایت خوشخط اور مصور نسخہ دکھایا اور کہا کہ یہ کتاب فن موسیقی میں ہے۔ میں نے وہ کتاب لے لی۔ جب تک موسیقی کی مصطلحات پر عبور نہ ہو اور کسی ماہر فن سے اس کی مبادیات سمجھ نہ لی جائیں کتاب کا مطلب سمجھنا مشکل تھا۔ اب جو یہ رکاوٹ پیش آئی تو طبیعت کو سخت الجھن

ہوئی، خیال ہوا کسی واقف کار سے مدد لینی چاہیئے۔ مسیتا خاں نامی ایک شخص والد
مرحوم کا مرید تھا اور ان سے بیعت کے بعد اس پیشے سے تائب ہو گیا تھا۔ میں نے
اس کو راضی کیا اور وہ قدرے تذبذب کے بعد بہت خوش ہوا کہ مرشد زادے کی
توجہ اس کی جانب مبذول ہوئی ہے۔ ہفتے میں تین دن مقرر کیے، پھر ہر روز سہ پہر
کے وقت اس کے مکان پر جانے لگا اور دو تین گھنٹے موسیقی کے حصول کا شغل
جاری رہتا۔ مسیتا خاں نے تعلیم [illegible] جو اس فن کے
استادوں کا عام طریقہ ہے۔ بہرحال موسیقی کے بارے میں [illegible] اور بہت
دیر تک انگلیاں اس سے آشنا رہیں۔

اس وقت میری عمر سترہ برس سے زیادہ نہ تھی۔ اب جو اس کوچے میں قدم رکھا تو جہاں
تک [illegible] چار پانچ سال [illegible]
جاری رہی [illegible] اس سے
[illegible] نہیں۔ اس
سے [illegible] ہوں
لیکن موسیقی [illegible] کا
مداوا اور جسم [illegible] کی ساری بیماریوں کا علاج ہے۔

روئے نکو معالجۂ عمر کوتاہ است
ایں نسخہ از بیاض مسیحا نوشتہ ام

مجھے اگر آپ زندگی کی سبھی راحتوں سے محروم کرنا چاہتے ہیں تو صرف اس ایک
چیز سے محروم کر دیجیے آپ کا مقصد پورا ہو جائے گا۔

جس زمانے میں موسیقی کا اشتغال جاری تھا، طبیعت کی خود رفتگی اور محویت کے بعض
ناقابل فراموش احوال پیش آئے جو اگرچہ خود گزر گئے لیکن ہمیشہ کے لیے دامن زندگی پر
اپنا رنگ چھوڑ گئے۔ اسی زمانے کا ایک واقعہ ہے کہ آگرہ کے سفر کا اتفاق ہوا۔ اپریل
کا مہینہ تھا اور چاندنی کی ڈھلتی ہوئی راتیں تھیں۔ جب رات کی پچھلی پہر شروع ہوتے

کرتی تو چاند پردہ شب ہٹا کر یکایک جھانکنے لگتا۔ میں نے خاص طور پر کوشش کرکے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ رات کو ستارے کر تاج محل چلا جاتا اور اس کی چھت پر جمنا کے رخ بیٹھ جاتا پھر جونہی چاندنی پھیلنے لگتی ستار پر کوئی گیت چھیڑ دیتا اور اس میں محو ہو جاتا۔ کیا کہوں اور کس طرح کہوں کہ فریب تخیل کے کیسے کیسے جلوے انہی آنکھوں کے آگے گزر چکے ہیں ؎

گہے بمیکدہ ام، یک وقت مستی میں
کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

رات کا سناٹا، ستاروں کی چھاؤں [illegible] چلتی رات چاروں طرف تاج کے میناسے مراقبے جیسے تھے برجیوں دم بخود بیٹھی تھیں بیچ میں چاندنی [illegible] تھا جمنائی [illegible] تھیں اور ستاروں کی [illegible] رہی ہیں حیرت سے [illegible] رہی تھیں [illegible] ظلمت کی [illegible] فضائیں اپنا پردہ [illegible] لگے [illegible] کے نغموں سے نغمے

[illegible]

[illegible]

کچھ دیر تک فضا تھی [illegible] سے سن رہی ہے پھر آہستہ آہستہ ہر تماشائی حرکت میں آنے لگتا [illegible] بڑھنے لگتا یہاں تک [illegible] آ کھڑا ہوتا۔ ستارے دیدے پھاڑ پھاڑ کر تکنے لگتے درختوں کی ٹہنیاں کیفیت میں آ کر جھومنے لگتیں، رات کے سیاہ پردوں کے اندر سے عناصر کی سرگوشیاں صاف صاف سنائی دیتیں۔ بارہا "تاج" کی برجیاں اپنی جگہ سے ہل گئیں اور کتنے ہی مرتبہ ایسا ہوا کہ ستارے اپنے کاندھوں کو جنبش سے نہ روک سکے۔ آپ باور کریں یا نہ کریں مگر یہ واقعہ ہے کہ اس عالم میں بارہا میں نے برجیوں سے باتیں کی ہیں اور جب کبھی

"تاج" کے گنبد خاموش کی جانب نظر اٹھائی ہے تو اس کے لبوں کو ہلتا ہوا پایا ہے۔

تو مپندار کہ ایں قصہ ز خود می گویم
گوش نزدیک لبم آر کہ آوازے ہست

مرحوم مرزا محمد ہادی سے لکھنؤ میں شناسائی ہوئی۔ وہ موسیقی میں کافی دخل رکھتے تھے اور اس کے حروف کی اصطلاحات سے آشنا تھے۔ [illegible] میں [illegible] مولانا الفاظ کے [illegible] ہیں۔

مرزا محمد ہادی [illegible] تھیں [illegible] شاہ [illegible] ہیں۔

حجاز [illegible] موسیقی [illegible] آواز [illegible] وہ موجودہ [illegible] موسیقی [illegible] بحث [illegible] میں یورپ [illegible] موسیقی [illegible] دریا ہے۔

ہندوستانی درباروں میں موسیقی [illegible] شاہیوں کا ذکر کرتے ہوئے [illegible] موسیقی کچھ [illegible] پچھ [illegible] ایران کی ساسانی موسیقی کے کھنڈروں سے حاصل [illegible] ہندوستانی موسیقی [illegible] ہیں۔ ہندوستانی موسیقی دراصل ہندوستانی مسلمانوں کی موسیقی کا نام ہے [illegible] موسیقی [illegible] موسیقی کہی جانے کی مستحق۔ امیر خسرو [illegible] تھے۔ [illegible] مجتہد [illegible] اختراعات ہیں۔ ترانہ اور موسیقی بھی مسلمانوں ہی کی ایجادات ہیں۔ مسلمان بادشاہوں سے پہلے مسلمان صوفیوں نے موسیقی کی سرپرستی کی [illegible] گو [illegible] کی خانقاہوں میں وقت کے بڑے بڑے ماہر ہوتے۔ تغلق اور خلجی کے درباروں میں بھی ہندوستانی موسیقی نے قدردانی پائی۔ لیکن جس خاندان نے ہندوستانی موسیقی سے بحیثیت ایک فن کے اعتنا کیا وہ غالباً جونپور کا مشرقی خاندان تھا۔ [illegible] زمانے میں دکن اور مالوہ موسیقی کے علم و عمل کا محور تھے۔ ابراہیم عادل شاہ اس قیمتی جگت گرو کے شوق موسیقی نے بیجاپور کے گھر گھر میں وجد و سماع کا چراغ روشن کر دیا تھا۔ اکبر کی قدر شناسی کا ابوالفضل نے تذکرہ کیا ہے۔ جہانگیر نے اپنی تزک میں فنون لطیفہ سے اپنے استغراق کی پوری کہانی

لکھی ہے۔ اس کے دربار میں جس پایہ کے شاعر، مصور اور گویے تھے پھر کسی دربار میں اتنے باکمالوں کا اجتماع نہ ہوا۔

المختصر مولانا کا "غبار خاطر" میں یہ آخری خط ہندوستان میں مسلمانوں کے فن موسیقی پر اجمال کے ساتھ ایک جامع مقالہ ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ وہ علم و ادب ہی کے امام نہیں فن موسیقی کے بھی امام تھے۔ [illegible] غالب [illegible] کے سانچوں میں ڈھلے ہوئے تھے۔

مریدوں کا حلقہ

مولانا پیری مریدی کے روایتی سلسلوں سے [illegible] ہو چکے تھے۔ انہیں خود پیشہ [illegible] ہو [illegible] خیال تھا ہندوستان میں اسلام کے تمیٹ ہونے کا باعث [illegible] بھی [illegible] ہیں [illegible] سے [illegible] حقیقی قوتوں سے پیشہ ور خود [illegible] ہیں۔

[illegible] کے [illegible] عظمت [illegible] کی حیثیت سے لاکھوں لوگوں کو اپنی ارادت میں [illegible] تھا، لہٰذا وہ [illegible] شیوہ [illegible] گرد [illegible] عقیدت [illegible] جمع ہوتے تھے۔ [illegible] والد کا کلکتہ [illegible] مولانا پر [illegible] ادا [illegible] اعلان [illegible] قابل [illegible] شریک نہیں ہوگا [illegible] مختلف ہو گئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ والد کی تصنیفات و تالیفات کی طباعت و اشاعت تک گوارا نہ کی [illegible] ہی میں دم توڑ گئیں۔

والد کے مرید زیارت و قدم بوسی کے لیے بار بار آتے مگر ملنے سے انکار کر دیتے۔ آخر ان کے شدید اصرار پر ہفتہ میں ایک دن مقرر کر دیا کہ مرید جمع ہوتے۔ ایک کمرے میں دری کا فرش بچھ جاتا۔ سامنے کرسی ہوتی اس پر بیٹھ کر گھنٹہ بھر مجلس کرتے یہ ایک رسمی چیز تھی مسلسل نہ تھی۔ مریدوں سے ہدیہ لینا یا روپیہ اینٹھنا، ان کی سادگی اور غریبی سے خطرناک قسم کا مذاق سمجھتے تھے۔ والد قادری شیخ تھے۔ انہوں نے بیعت کی اجازت دی تھی۔ بعض خاص عقیدت مند مجبور کرتے تو بیعت لیتے لیکن

[illegible] پابندی شریعت کا حلف اٹھواتے تھے۔

[illegible] خوں سے سلوک

فرمایا: وہ لوگ جنہیں قدرت مجالس و محامد سے نوازتی ہے ان کے مخالف مزدور ہوتے ہیں لیکن ایسے حریف لائق اعتنا نہیں ہوتے۔ انہیں جواب [illegible] سے جواب نہ دینا ہی بہتر ہے۔ آدمی مخالفوں سے [illegible] نہیں ہوتا ہے۔ [illegible] افراد سے [illegible] سے ہونی چاہیے۔ جو [illegible] سے لڑتے ہیں وہ [illegible] خود گزند پہنچاتے ہیں۔ فرمایا۔ [illegible]

[illegible]

[illegible] ہیں۔

[illegible] حضور کے اسوۂ حسنہ میں ہے اس کے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ہے۔

[illegible] کی ہمہ گیری

[illegible] طبیعت کے مالک تھے۔ علما میں [illegible] میں یگانۂ روزگار، شاعروں میں شاعر سخن، مدبروں میں سرخیل، مفکروں میں [illegible] راہنماؤں میں سب سے آگے اور سیاست دانوں میں منفرد۔ دوسری کوئی اتنی جامع شخصیت [illegible] بعض بڑے بڑے انسان تھے اور سب اپنے اپنے فن و فضا میں سربرآوردہ تھے، لیکن بیک وقت [illegible] شخصیت میں اتنی خوبیاں جمع نہ ہوئی تھیں۔

[illegible] دفعہ علماء کے مجمعوں کی صدارت کی اور وہ آپ کے سامنے اس طرح ہوتے گویا سب سے

بڑی دینی درسگاہ کے حلقۂ درس میں ہیں۔ ۱۹۲۰ء میں مجلس خلافت مسلمانوں کی سب سے بڑی نمائندہ سیاسی تنظیم تھی۔ اس کی صدارت فرمائی۔ انڈین نیشنل کانگریس ہندوستان کی یورپی ذہانت اور سیاسی فطانت کا سب سے بڑا ادارہ تھا۔ اس کے ۱۹۲۳ء میں صدر ہوئے تو اس سے پہلے یا بعد اتنی کم عمر میں کوئی دوسرا صدر نہ ہوا تھا۔ پھر جب ہندوستان آزاد ہو رہا تھا تو برطانوی نمائندوں سے بات چیت میں قومی ہندوستان کے ترجمان تھے۔

ایک سیاسی ملاقات میں علی گڑھ کے بعض طلبہ نے کہا۔

"آج کے حالات میں مسلمان آپ کو اپنا ترجمان نہیں سمجھتے۔"

فرمایا "[illegible] میں نے کب [illegible] کیا کہ مسلمانوں کا ترجمان ہوں، میں جو کچھ [illegible] ہوں [illegible] خیالات [illegible] ہوں کہ [illegible] ترجمان ہوں [illegible] خیالات مسلمانوں کی نہیں اسلام کی آواز ہیں"

ادیبوں اور شاعروں میں ان [illegible] کا اندازہ [illegible] تمام شاعروں کے [illegible] سب [illegible] اور [illegible] کی رجوع [illegible] ہیں

زندانی زندگی

قلعہ احمد نگر سے [illegible] میں [illegible] ہیں۔

"قید و بند کی [illegible] میں پیش [illegible] جب [illegible] قید [illegible] تھے، پھر ۱۹۲۱ء، ۱۹۳۱ء، ۱۹۳۲ء اور ۱۹۴۰ء میں [illegible] آتی رہی اور اب پھر اسی منزل سے قافلہ بادپیمائی کو گزر رہا ہے۔ پچھلی پانچ گرفتاریوں کی گزری ہوئی مدت شمار کی جائے تو سات برس آٹھ مہینے سے زیادہ نہیں ہوگی۔ عمر کے ترپن برس جو گزر چکے ہیں، ان سے یہ مدت وضع کرتا ہوں تو ساتویں حصے کے برابر پڑتی ہے۔ گویا زندگی کے ہر سات دن میں ایک دن قید خانہ کے اندر گزرا۔ توراۃ کے احکام عشرہ میں ایک حکم سبت کے لیے بھی تھا، یعنی ہفتے کا ساتواں دن تعطیل کا مقدس دن سمجھا جائے۔ مسیحیت اور اسلام نے بھی یہ تعطیل قائم رکھی، سو ہمارے حصے میں بھی سبت کا دن آیا مگر ہماری تعطیلیں اس طرح بسر ہوئیں گویا خواجہ شیراز کے

دستور العمل پر کار بند رہیے

نہ گویمت کہ ہمہ سالہ مے پرستی کن

سہ ماہ مے خور و نہ ماہ پارسائی باش"

قلعہ احمد نگر سے رہا ہونے تک مجموعی قید میں دو سال گیارہ مہینے کا اضافہ ہو چکا تھا۔ اس طرح قید کی مدت دس برس سات ماہ ہوئی اور [illegible] سے نکل گیا۔ انتقال کے وقت عمر ۶۹ سال ۳ ماہ ۲ دن تھی۔ [illegible] سے دس برس سات [illegible] قید و بند میں گزرے، باقی ۵۸ سال ۸ مہینے ۱۲ دن قید و بند کی دیواروں سے باہر [illegible] ہیں

[illegible]

[illegible] افسوس [illegible]

پہلی دفعہ ۲۷ برس کی عمر میں [illegible] اور اپنی [illegible] ہیں [illegible]۔ اس نظر بندی میں تذکرہ لکھا، بعض دوسری تحریریں بھی تالیف [illegible] ان کی طبیعت ان کی اشاعت سے متعلق [illegible] مقامات بھی [illegible] مدون کیے۔ جن جیلوں میں رہے ان میں [illegible] جیل [illegible] ترجمان القرآن کی دوسری جلد [illegible] قلعہ احمد نگر [illegible] رہے۔

مولانا کے ساتھ جو لوگ قید و بند کے مختلف مرحلوں میں رہے وہ اپنی اسارت و رفاقت کا تذکرہ کئی ایک مضامین میں کر چکے ہیں۔ مثلاً پنڈت جواہر لال نہرو لکھتے ہیں کہ ہم ان کی [illegible] قابلیت سے مرعوب تھے۔ آصف علی کے لیے ان کا علم طور سینا تھا۔ مولانا اسد اللہ خاں میرٹھی ان کے ساتھ ڈسٹرکٹ جیل میرٹھ میں رہے۔ انہوں نے اپنے مضمون میں لکھا کہ مولانا کی شخصیت سے جیل خانے میں استبداد پر خوف طاری رہتا اور کوئی سپرنٹنڈنٹ کسی معاملے میں بھی چون چرا نہ کر سکتا تھا۔ ڈاکٹر سید محمود نے مولانا کی موت پر ایک مضمون لکھا کہ جیل [illegible] وہ اسوۂ یوسفی کا صحیح نمونہ تھے۔ مرحوم حافظ علی بہادر خاں بھی قید خانے میں ساتھ رہے ایک مضمون میں اپنی ہم صحبتی کے تاثرات بیان کرتے ہوئے

لکھا کہ "مولانا خبریں منگوانے اور خبریں بھجوانے میں جیل خانے کے ضابطوں سے بے نیاز تھے۔" چونکہ
ہر لحاظ سے تنہا تھے۔ اس لیے اندر بھی کوشش کر کے تنہا ہی رہتے۔ جیل خانے کا موسم حسب حال
نہیں ہوتا لیکن مولانا کے لیے ہر موسم گوارا تھا۔ کبھی کبھار دوستوں کے مذاق میں حصہ ضرور لیتے۔ جیسا کہ
ملیح آبادی نے "ذکر آزاد" میں لکھا ہے بیشتر دن کا بڑا حصہ قرطاس وقلم اور جرائد و کتب ہی میں گزارتے
"غبار خاطر" میں بھی اپنی اس تنہائی پسندی کا ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں:

> بعد میں اس تنہائی [illegible] سے میری طبیعت [illegible] اس
> سانچے میں ایسی ڈھل گئی کہ اب وہ سانچہ [illegible] نہیں ہو سکتا۔

[illegible]
[illegible]

بے مثال حافظہ

[illegible]
[illegible]
انہی سطروں [illegible] چھوڑ کر [illegible] بیالیس سال [illegible]
[illegible] ایک قلعہ [illegible] کچھ [illegible]
ازبر تھا۔

موسیقی سے متعلق [illegible] حافظہ [illegible] یاد تھے۔ [illegible]
میں ابتدائی [illegible] تاریخ [illegible] کا تجزیہ وتدقیق
کیے۔ ان کا دماغ [illegible] ادب، شعر، تاریخ، فلسفہ اور سیاست و معیشت کے خزانوں
کا خزانہ تھا۔ قدرت نے جدید وقدیم علوم [illegible] ہندوستان کوئی ذہانت کا بڑا آدمی نہیں دیا۔
گاندھی جی انہیں [illegible] میں اپنا استاد کہتے۔ پنڈت جی [illegible] ڈاکٹر رادھا کرشن ہندوستان
کے عظیم فلسفی تھے، مولانا نے ان کی کتاب فلسفہ کا دیباچہ لکھا۔ مولانا کی وفات پر ان کا تاثر یہ تھا کہ
علم کا سہاگ جاتا رہا۔

ڈاکٹر حسین نے ان کے حافظے کے متعلق کہا تھا کہ مولانا کا حافظہ فی الواقعہ حافظہ سے کچھ ماورا
تھا، وہ حافظے کی مدد سے نہیں غیب کی مدد سے بولتے تھے اور ان کے سامنے ہر کوئی گنگ ہوتا تھا۔

ڈاکٹر سید عبداللہ نے ٹھیک کہا ہے کہ وہ اس صدی کے سقراط تھے۔ انہیں مسلمانوں کے ہاتھوں زہر کا پیالہ پینا پڑا۔ اور وہ پی کر [illegible] ہو گئے۔

حریفوں کی تحسین

راقم پچھلے دنوں اپنا روزنامچہ دیکھ رہا تھا تو بعض نجی محفلوں میں حریف شخصیتوں سے متعلق مولانا کے کلمات نظر پڑے۔ مثلاً ایک سوال پر قائداعظمؒ سے متعلق جون ۱۹۶۷ء میں فرمایا:

"تاریخ کا اتفاق [illegible] فیصلہ [illegible] ہے۔ ہندوستان [illegible] سے [illegible] صحیح تھی یا غلط [illegible] قائداعظم [illegible] کیا ہے [illegible] شخصیت [illegible] خود [illegible] کر دیا ہے۔

[illegible]

[illegible]"

[illegible] متعلق [illegible] غلط باتیں کرتے ہیں۔ فرمایا:

"[illegible] کے زمانہ اختلاط کی گفتگو ہے۔ دوسرے [illegible] اس سے بھی زیادہ بھی [illegible] برتتے تھے [illegible] کا فن ہے۔"

کسی نے کہا مولوی [illegible] اسماعیل میرٹھی نے [illegible] روایت کی ہے [illegible] آپ کے خلاف ایک قسم کا طعن تھا۔ فرمایا:

"اسمٰعیل شیفتہ کے پوتے ہیں اور شیفتہ کو غالب سے تلمذ تھا۔ وہ اس شرف کے باوجود کبھی کبھار غزل میں مشورہ کیا کرتے تھے۔ اسمٰعیل کا دل آئینہ ہے اس میں کبھی کبھار غبار آ ہی جاتا ہے۔"

چودھری خلیق الزماں کا ذکر چھڑا تو فرمایا:

"کسی کی غلطیاں یاد نہ کیا کرو، ہمیشہ اس کی خوبیاں سامنے رکھو، چودھری صاحب سیاست کی بھول چوک ہیں۔"

کسی نے بیان کیا، لاہور موچی دروازہ میں مسلم لیگ کا جلسہ عام تھا۔ خان لیاقت علی خاں نے خطاب کیا اور آپ کو ننگی گالیاں دی ہیں۔

فرمایا: "آپ کا خیال ہے انہیں ڈھکی ہوئی گالیاں دینی چاہیئے تھیں۔ سیاست کی اس بزم میں جب فضا میں چاروں طرف نیزے تنے ہوں آپ ان سے کیا توقع رکھتے ہیں؟"

یہ دُہراتے رہتے تھے۔ کسی نے بتایا کہ [illegible] سے مستعفی ہو کر لیگ میں چلے گئے ہیں۔

فرمایا: انہیں بہت پہلے [illegible]۔ وہ [illegible] مستقل مزاج انسان نہیں۔ مدت سے [illegible] رہے تھے۔ جب [illegible] تو سرحد میں لیگ کے [illegible] ہوں گے۔ پاکستان [illegible] ان کے متعلق گورنمنٹ آف انڈیا [illegible] خان [illegible] بھائی [illegible] کے [illegible]۔ [illegible] کہ وہ مرکزی اسمبلی کے [illegible] ہیں اور ان کے خلاف [illegible] کے پاس کوئی استغاثہ [illegible] ہے، [illegible] لیگ میں چلے گئے۔"

فرمایا: "اپنے مخالفوں کی تحسین [illegible] کے لیے سب سے بڑی سزا ہے۔"

شاعری سے موانست

شاعری سے خاص موانست رکھتے تھے۔ اپنے ادبی سفر کا آغاز ہی شعر گوئی سے کیا تھا۔ مشاعروں میں التزاماً جاتے، گلدستوں میں چھپتے اور اساتذہ سخن سے واسطہ رکھتے، لیکن پھر پندرہ سولہ برس کی عمر میں شاعری کا پنڈ چھوڑ دیا۔ شاعری کا ذوق غایت درجہ شستہ و رفتہ تھا۔ عربی، فارسی اور اردو کے ہزاروں اشعار حفظ تھے۔ انہیں تحریر و تقریر میں برجستہ استعمال کرتے، معلوم ہوتا شعر اس مضمون ہی کے لیے تھا۔ شاعروں سے متعلق گفتگو کر کے بہت خوش ہوتے۔ ان سے متعلق نقد و بحث کرتے، ان کی فنی خوبیوں

فنی غلطیوں کا جائزہ لیتے۔ عیب بتاتے تو خوبی کے ساتھ۔ ان کے مطالعاتی شعراء عربی و فارسی کے متقدمین تھے۔ عربی شاعری کے متعلق ان کا خیال تھا کہ شاعری کی ماں ہے لیکن اب بانجھ ہو چکی ہے۔ فارسی شعرا میں سے متقدمین کی ایک بڑی جماعت کے معترف تھے۔ لیکن اس زمانے کی فارسی شاعری کو پارس کے ادبی کھنڈر کی گرد کہتے۔ اردو شاعری میں غزل کے شیدائی تھے۔ درد، میر، غالب، اکبر، شبلی، اقبال، حسرت، فانی اور اصغر سے متعلق ایسے تو سماں باندھتے۔ یوں [illegible] سے لے کر [illegible] تک رجاتے اور بہجاتے تک۔

شاعری پر گفتگو کرتے وقت [illegible] ہوتے ہوتے [illegible] ہوتی اور ایک [illegible] سیاست [illegible] کی صحبت میں بیٹھے ہیں [illegible] ہیں وہ [illegible] کے بعد [illegible] جاتے ہیں

سوال [illegible] صحبت میں [illegible]۔

س۔ مولانا [illegible] ہیں سے؟

ج۔ جانتے [illegible] نہیں ہوتا [illegible] خود بخود چلے آتے ہیں

س۔ علامہ اقبال [illegible] ہے؟

ج۔ کسی بھی دوسرے شاعر نے ہندوستانی [illegible] اس قدر اثرات نہیں چھوڑے ہیں۔

س۔ غالب [illegible]؟

ج۔ شاعری کے ابوالآباء تھے۔

س۔ حالی؟

ج۔ دل گداختہ لے کر آئے تھے اور ہر کہیں اپنی ہی سیرت کی شرافت ڈھونڈتے تھے۔

س۔ محمد حسین آزاد؟

ج۔ گو شاعری کے چمنستان میں گلگشت کی ہے۔ لیکن ان کا اصل میدان انشاپردازی تھا۔ جہاں وہ نمک کو نبات اور کنکر کو موتی بنا دیتے ہیں۔

س ۔ علامہ شبلی؟

ج ۔ ان کی شاعری میں شہنائی کا لہجہ اور تلوار کا نغمہ تھا۔

س ۔ اکبر الٰہ آبادی؟

ج ۔ خندہ و گریہ کا آمیختہ تھے۔

س ۔ ظفر علی خاں؟

ج ۔ تلوار اس تیزی سے چلاتے رہے [illegible] وقت وار [illegible] ہو جاتی [illegible] تو رہے وطنی تھے۔

س ۔ حسرت موہانی؟

ج ۔ غزل میں رند، صحافت میں [illegible] سیاست میں [illegible] ہر قسم کے مسلمان تھے۔

[illegible] شاعری [illegible] اس کی محبت میں [illegible] کو بھول جاتا ہے۔

[illegible]

رفیقۂ حیات

[illegible] کلکتہ میں [illegible] ہے۔ [illegible] آبادی لکھتے ہیں کہ فرشتہ صفت انسان تھے [illegible] ایک بیٹا اور پانچ بیٹیاں تھیں۔ جن میں سے ایک بچی بولقراء کے ساتھ بیاہی گئی۔ سب سے چھوٹی [illegible] زلیخا بیگم تھیں۔ وہ [illegible] تو انہوں نے مرشد کے قدموں میں ڈال دی [illegible] بھی [illegible] بہت خوش ہوئے۔ زلیخا نام رکھا۔ پھر یہ بچی بچپن سال کی عمر میں [illegible] جب وہ [illegible] تھے [illegible] بروایت حمیدہ سلطان، مولانا کی [illegible] سے [illegible] مولانا کی شادی [illegible] کی عمر میں ۹ سالہ زلیخا بیگم سے ہوئی اور وہ [illegible] سی بات [illegible] سے [illegible] جا رہا تھا۔ مولانا کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ [illegible] کی بڑی وجہ یہ تھی کہ مولانا نے سیاسی زندگی میں قدم رکھا تو قید و بند کے مختلف مرحلوں اور [illegible] کی [illegible] کے باعث [illegible] رہتا۔ [illegible] میں ان لوگوں ہی سے گھر کی چہل پہل قائم رہتی۔ مولانا آفتاب الدین کا سلسلۂ نسب حضرت ابوبکر صدیق سے ملتا تھا۔ وہ بغداد کے ایک ممتاز خاندان سے تھے۔ مولانا کے سالے [illegible] ایک ہونہار نوجوان تھے۔ "الہلال" میں غالب پریس کے انچارج تھے۔ یکایک بیمار ہو گئے۔ مولانا نے کلکتے کے علاوہ مسوری، رانچی اور دہلی سے علاج کرایا لیکن [illegible] اور وہ راہیِ مرگ ہو گئے۔ ان کی [illegible]

ملیح آبادی نہیں ایک مختصر تصویر ہے۔ معلوم ہوتا ہے انتہائی خوش شکل اور قد آور نوجوان تھے۔

مولوی آفتاب الدین ذکر کرتے ہیں کہ ملیح آبادی کی روایت کے مطابق بازار سے سامان خورد و نوش لاتے اور اس بارے میں ان کے کچھ خاص اصول تھے جن سے بال برابر ہٹنا بھی نہیں گوارا تھا۔ چونکہ ترکاری ایک دن سے آتے ہوئے پکا تو روبی تی۔ ملیح آبادی کہتے ایک ہی ترکاری کیوں، وہ بڑی معصومیت سے فرماتے فصل کی چیز ہے۔

مولانا کی [illegible] کے صحن میں [illegible] ایک بڑا چمن تھا ملیح آبادی نے مولوی صاحب سے کہہ دیا، صحن کے ایک حصہ میں ترکاری بوئی جاسکتی ہے مولوی صاحب نے اسی دن گوبھی کاشت کردی [illegible] ملیح آبادی چیخ اٹھے کہ حضرت [illegible] ترکاری سے نجات دیجئے۔ فرمایا "فصل کی چیز ہے" مونگ کی دال شروع کی تو دونوں وقت [illegible] ملیح آبادی سے مولوی صاحب سے [illegible] ملائی شامل اور [illegible]

مولانا [illegible] تھے۔ اس لیے عمر کا ایک [illegible] زلیخا بیگم نے عسرت کے اسی عالم میں [illegible] نہیں پہنچ [illegible] کے ایام قید میں [illegible] خدمت کرتیں۔ مولانا کے لیے [illegible] تیار کرتیں، خود کھلاتیں۔ [illegible] تھوڑی سی دال کبھی وقت کبھی سبزی [illegible] دیتی۔ مولانا [illegible] نہیں تھا [illegible] خاص [illegible] سے سودا سلف لاتا۔ کبھی کبھار باورچی رکھ لیتے لیکن عادات کا عجز ٹکنے نہ دیتا۔ جن دنوں مولانا تفسیر لکھ رہے تھے، معمول یہ تھا کہ دو بجے رات کو اٹھ بیٹھتے، لکھنا شروع کر دیتے۔ موسم گرم ہوتا تو زلیخا پنکھا جھلتی کئی دفعہ رتجگا سے نرگسی آنکھوں میں سرخ ڈورے پیدا ہوتے۔ ایک دفعہ حمیدہ سلطان کی والدہ نے پوچھا۔ بھاوج آنکھیں گلابی ہو رہی ہیں۔ جواب دیا۔ رات بھر مولانا کو پنکھا جھلتی رہی ہوں۔ یہ کیسے ہوسکتا

سے ہے کہ وہ جاگیں، محنت کریں، تفسیر لکھیں اور میں آرام سے سوتی رہوں۔

مولانا کے دل میں زلیخا بیگم کے لیے بے انتہا محبت اور بے پناہ احترام تھا۔ ایک عقیدت مند کی شادی پر اپنے خط ۵ جنوری ۱۹۴۲ء میں لکھتے ہیں کہ ازدواجی زندگی تین چیزیں پیدا کرتی ہے سکون مودت، رحمت۔ سکون عربی میں ٹھہراؤ اور جماؤ کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ انسان کی طبیعت میں ایسا ٹھہراؤ اور جماؤ پیدا ہو جائے کہ زندگی کی بے چینیاں اور پریشانیاں اسے ہلا نہ سکیں۔

مودت سے مقصود محبت ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ازدواجی زندگی کی بنیاد محبت پر ہے۔ اور محبت کا یہ رشتہ اس وقت تک پائیدار رہتا ہے۔ جب تک رحمت کا سورج شوہر اور بیوی کے دلوں پر چمکتا رہے یعنی شوہر اور بیوی [illegible] محبت [illegible] ایک دوسرے کی غلطیاں اور خطائیں [illegible] رہیں گویا ازدواجی زندگی [illegible] محبت کی شکل بدلنے کا نام ہے۔ آزاد اور زلیخا [illegible] ہو گئے۔ تمام زندگی ایک مثالی [illegible] کی اور [illegible] ہو گئے۔

زلیخا کی رحلت

زلیخا بیگم نے اپنی تمام زندگی ایک آئیڈیل بیوی کی طرح گزاری۔ مولانا کے قدم بقدم [illegible] رہیں۔ [illegible] مولانا جیل میں نہ ہوتے [illegible] ان کے لیے [illegible] مولانا سے پہلے ہوتے [illegible] تھے۔ مولانا قید و بند میں ہوتے [illegible] لیکن [illegible] بند ہو کر زندگی گزار دیں۔ مولانا اگست ۱۹۴۲ء میں قید کیے گئے تو زلیخا [illegible] تھیں۔ دوسری جنگ عظیم کی دھمکیں رنگون تک پہنچ چکی تھیں [illegible] پر کسی وقت جاپانی حملہ کا خطرہ موجود تھا۔ [illegible] مولانا کے متعلق بھی ایک خبریں گشت کرتی تھیں۔ [illegible] جنوبی افریقہ لے جا کر نظر بند کیا گیا ہے۔ بعض ان کے توپ دم کیے جانے کی خبریں اڑاتے تھے۔ زلیخا کے لیے یہ تمام خبریں پریشانی کا موجب تھیں۔ پچھلے دو سال سے دق کا مرض متعاقب تھا۔ ان خبروں نے ایسا پریشان کیا کہ آزردہ اور نالہ غم کشیدہ ہو کر رہ گئیں۔ بیماری نے چت کر دیا۔ دوا چھوٹ گئی۔ غذا برائے نام رہ گئی۔ وضعداری کا یہ حال تھا کہ ہاتھ تنگ تھا۔ لیکن کسی کو شبہ تک نہ ہونے دیا کہ دوا و غذا کی مقدرت نہیں۔ اپنے

ڈاکٹروں سے ایک ہی بات کہتیں کہ خدا کے لیے ایک مرتبہ مولانا سے ملادو۔ اس اذیت و کرب میں ۹ اپریل ۱۹۴۳ء کو بیگم کی عمر بسر ہوگئی۔ اور مولانا کی یاد ساتھ لے کر ہمیشہ کے لیے ابد کی نیند سوگئیں۔

ملیح آبادی لکھتے ہیں۔

"جس روز ان کا انتقال ہو رہا تھا، مجھے [illegible] نگاہوں سے بھی صورت نہ دیکھی تھی۔ [illegible] وقت تھا میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگیں۔ آپ میرے بھائی [illegible] میں آپ کی ہمیشہ شکر گزار رہی ہوں۔ مولانا کا [illegible] پہلے [illegible] پاس [illegible]

مولانا [illegible] تھے۔ مولانا نے غبار خاطر کے خط محررہ ۱۱ اپریل ۱۹۴۳ء میں اپنی طبیعت کے ضبط و [illegible] زندگی کی [illegible] جس درد سے اٹھایا ہے [illegible] مولانا لکھتے ہیں ——

"[illegible] کو جب [illegible] خدا حافظ کہنے کے لیے آئی [illegible] خدا حافظ کے سوا [illegible] سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکتی تھی۔ جو [illegible] کے چہرے [illegible] خاموش [illegible] آنکھیں خشک تھیں لیکن چہرہ اشکبار تھا۔ پھر خود [illegible] ہمیشہ خاموش [illegible]

گذشتہ [illegible] برس [illegible] اور [illegible] ہیں جن میں میں نے اس کو افسردہ خاطر سے کبھی نہ دیکھا تھا۔ کیا یہ جذبات کی وقتی کمزوری تھی جو اس کی طبیعت پر غالب آگئی؟ میں نے اس وقت ایسا ہی خیال کیا تھا لیکن اب سوچتا ہوں تو خیال ہوتا ہے کہ شاید اسے صورتِ حال کا ایک مجہول احساس ہونے لگا تھا۔ شاید وہ محسوس کر رہی تھی کہ اس زندگی میں یہ ہماری آخری ملاقات ہے۔ وہ خدا حافظ اس لیے نہیں کہہ رہی تھی کہ میں سفر کر رہا تھا، وہ اس لیے کہہ رہی تھی کہ خود

سفر کرنے والی تھی۔"

حکومت کی قساوتِ قلبی ظاہر تھی کہ اس نے مولانا کو بیوی کی تیمارداری ہی سے محروم نہ رکھا بلکہ انہیں جنازے میں شرکت کے لیے بھی رہا نہ کیا۔ مولانا کو اطلاع بھی اخبارات سے ہوئی کہ ان کی رفیقۂ حیات ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئی ہیں۔ تمام ملک میں رنج و اندوہ کا اظہار کیا گیا حتیٰ کہ ۱۸ اپریل ۱۹۴۳ء کو کلکتہ میں صوبائی مسلم لیگ کا ایک تعزیتی جلسہ محترم عبدالرحمن صدیقی کی زیرِ صدارت منعقد ہوا۔ سید حسین شہید سہروردی، [illegible] غلب احسن، مولانا [illegible] اور لیگ کے دوسرے رہنماؤں نے جلسے سے خطاب کیا۔ مولانا ۱۹۴۵ء میں رہا ہوئے تو [illegible] سیدھے [illegible] گئے۔ ۳۶ سال کی رفاقت مٹی کا ایک ڈھیر تھا اور اس کو [illegible] بیٹھے ہوئے تھے [illegible] ہو رہی تھی۔

مولانا کی وفات

[illegible] سیاست [illegible] ایک [illegible] وہ اپنے دور کے سب سے بڑے ادیب، ایک عظیم خطیب، ایک عظیم مفکر اور عالم تھے [illegible] ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو اپنے لیے سوچتے ہیں۔ وہ ملک کے مستقبل پر سوچتے تھے۔ [illegible] ہندوستان کے لیے جی رہے تھے۔ ایک عمر آزادی کی جدوجہد میں [illegible] جب ہندوستان آزاد ہوا تو اس کا نقشہ ان کی منشا کے مطابق نہ تھا۔ وہ دلگیر رہتے تھے۔ [illegible] خون کا ایک سمندر [illegible] اور [illegible] کنارے پر کھڑے ہیں۔ ان کا دل [illegible] سے بہت زیادہ [illegible] کے چرکوں سے مجروح تھا۔ انہیں مسلمانوں نے سالہا سال اپنی زبان درازیوں سے زخم لگائے اور وہ ان تمام حادثوں کو اپنے دل پر گزارتے رہے۔ المختصر آزادی کے بعد بھی ساڑھے دس سال کی ساعت میں ان کے لیے [illegible] ہوئے۔

۱۹ فروری ۱۹۵۸ء کو آل انڈیا ریڈیو نے خبر دی کہ مولانا آزاد علیل ہو گئے ہیں۔ اس رات کابینہ سے فارغ ہو کر آئے تو بشاش تھے۔ کسی مرض کا شائبہ نہ تھا۔ حسبِ معمول صبح سویرے اٹھے اور غسل خانے میں گئے۔ یکایک فالج نے حملہ کیا اور اس کا شکار ہو گئے۔ پنڈت جواہر لال نہرو اور دوسرے رفقا فوراً پہنچے۔ ڈاکٹروں کی قطار لگ گئی۔ مولانا بے ہوشی کے عالم میں تھے۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ ۴۸ گھنٹے گزرنے کے بعد وہ رائے دے سکیں گے کہ مولانا خطرے سے باہر ہیں یا خطرے میں ہیں۔ [illegible]

[illegible] ریڈیو کے اعلانات نے برِعظیم میں تشویش پیدا کردی۔ اور یہ عالم ہوگیا کہ مولانا کی حالت [illegible] سے خالی نہیں ہے۔ ہر کوئی ریڈیو پر کان لگائے بیٹھا اور مضطرب تھا۔ مولانا کے بنگلہ میں ڈاکٹر [illegible] پرشاد صدر جمہوریہ ہند، پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم، مرکزی کابینہ کے ارکان، بعض صوبائی [illegible] کے اعلیٰ افسر اور اکابر علماء کے علاوہ ہزارہا انسان جمع ہوگئے۔ سبھی پریشان تھے۔ ۲۱ فروری کو [illegible] کا خدشہ یقینی ہوگیا کسی کے حواس قائم نہ تھے۔ پنڈت جواہر لال نہرو رفقا سمیت شکستہ چہرے سے [illegible] بیٹھے تھے۔ [illegible] حزن و ملال کی تصویر تھے۔ [illegible] چلی تھیں جب [illegible] تو پھر بیہوش ہی [illegible] سے وقت [illegible] قرآن خوانی شروع ہوئی۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی [illegible] محمد میاں، مفتی عتیق [illegible] تلاوت [illegible] مشغول تھے۔ آخر [illegible] سورۂ یٰس [illegible] مولانا کی [illegible]

اس وقت [illegible] مضطرب [illegible] حضرت تھے، جونہی رحلت کا اعلان ہوا [illegible] جمع ہوگئے تمام ہندوستان [illegible] کا [illegible] سب سے بڑے شہروں میں [illegible] تبدیل ہوگئی [illegible] کیلئے [illegible] کی [illegible] جن سے تمام ہیں کعبہ [illegible] ایک [illegible] پنڈت جواہر لال نہرو موت کی خبر سنتے ہی دس منٹ میں پہنچ [illegible] بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ انہیں یاد آگیا کہ مولانا نے آج ہی صبح انہیں [illegible] خدا حافظ کہا تھا۔ ڈاکٹروں نے [illegible] جسم کی موت کا اعلان کردیا۔ اور [illegible] جسم کی موت کے بعد [illegible] دماغ کیونکہ [illegible] ڈاکٹر بدھان چندر رائے [illegible] بخشش دینا چاہا تو مولانا نے آخری سہارا لے کر آنکھیں کھولیں فرمایا۔ "ڈاکٹر صاحب اب اللہ پر چھوڑیئے" [illegible] سے پہلے معالجین کے آکسیجن گیس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "مجھے اس پنجرہ میں کیوں قید کر رکھا ہے؟ اب معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔" میجر جنرل شاہنواز راوی تھے کہ تینوں دن بے ہوش رہے۔ بس چند منٹ کے لیے ہوش میں آتے۔ کبھی کبھار ہونٹ جنبش کرتے تو ہم کان لگاتے کہ شاید کچھ

کہنا چاہتے ہیں معلوم ہوتا کہ آیات قرآنی کا ورد کر رہے ہیں۔ پنڈت نہرو کے دو منٹ بعد ڈاکٹر راجندر پرشاد آ گئے۔ ان کی آنکھوں میں بھی آنسو ہی آنسو تھے۔ آن واحد میں ہندوستانی کابینہ کے شہ دماغ پہنچ گئے۔ ہر ایک کا چہرہ آنسوؤں کی پھوار سے تر تھا اور ادھر ادھر ہچکیاں سنائی دے رہی تھیں۔ مسٹر مہابیر تیاگی سراپا درد تھے۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن نے آبدیدہ آواز میں کہا "ہندوستان کا آخری مسلمان اٹھ گیا۔ وہ علم کے شہنشاہ تھے۔" رتنا مینن سکتے میں تھے۔ پنڈت پنت یاس کے عالم میں تھے۔ مرارجی ڈیسائی بے حال تھے۔ [illegible] بلک رہے تھے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین کے حواس معطل تھے۔ مولانا قاری طیب غم سے نڈھال تھے۔ مولانا حفظ الرحمن کی حالت دگرگوں تھی۔ [illegible] میں مولانا کی بہن آرزو بیگم تڑپ رہی تھیں کہ

"اب کوئی [illegible] نہیں بچا"

[illegible] تصنیف [illegible] میں رو رہی تھیں۔ اندرا کہہ رہی تھیں [illegible] تھیں۔ ہم ایک عظمت سے محروم ہو گئے۔

پنڈت نہرو [illegible] تمام عمر خواہش [illegible] رہے۔ ان کے جنازہ میں عوام کے بجائے خواص کی بڑا ہوئی۔ لیکن جنازہ [illegible] ورکنگ ایڈورڈ روڈ کے [illegible] سے باہر دو لاکھ سے زائد عوام کھڑے تھے۔ اور جب جنازہ [illegible] ڈنک رج [illegible] ہوا [illegible] کے علاقہ میں پہنچا تو پانچ [illegible] ہو چکے تھے۔ [illegible] میت کو غسل دیا گیا [illegible] صبح کوٹھی کے پورٹیکو میں میت [illegible] سب سے پہلے [illegible] پھول چڑھائے۔ پھر وزیر اعظم نے اس کے بعد غیر ملکی سفراء [illegible] میت کی زیارت کر دیکھتے ہی ڈھائیں مار مار کر رونے لگیں۔ ان کے ہونٹوں پر [illegible] "مولانا آپ بھی چلے گئے، ہمیں کس کے سپرد کیا ہے؟" ہندو دیویاں اور [illegible] مولانا کی نعش کو ہاتھ باندھ کر پرنام کرتی رہیں۔ ایک عجیب عالم تھا۔ چاروں طرف غم واندوہ اور رنج وگریہ کی لہریں پھیلی ہوئی تھیں۔

پنڈت جواہر لال نہرو کی بے چینی کا یہ حال تھا کہ ایک رضاکار کی طرح عوام کے ہجوم میں گھس جاتے اور انہیں بے ضبط ہجوم کرنے سے روکتے۔ پنڈت جی نے یہیں دلی سیکورٹی افسروں کو دیکھا تو ان سے پوچھا۔

"آپ کون ہیں؟"

"سکیورٹی افسر"

"کیوں؟"

"آپ کی حفاظت کے لیے۔"

"کیسی حفاظت، موت تو اپنے وقت پر آکے رہتی ہے۔ بچا سکتے ہو تو مولانا کو بچا لیتے۔"

مسٹر پربودھ چندر [illegible] تھے۔ پنڈت جی سے [illegible] ان کے سکیورٹی افسر بھی [illegible] ہو گئے۔ [illegible] جب [illegible] جنازہ [illegible] جونہی بنگلہ سے باہر [illegible] ہندوستان رو رہا ہے۔ مولانا [illegible]

[illegible]

[illegible] مولانا اپنے [illegible] کبھی پیدا نہیں ہوں گے۔ [illegible] ہم تو کبھی نہ دیکھ سکیں گے۔"

[illegible] پاک کو [illegible] ہندوستان کے قومی جھنڈے میں لپٹا ہوا تھا [illegible] دہلی کی روایت کے مطابق غلاف کعبہ ڈالا گیا تھا۔

پنڈت نہرو، مسٹر ڈھیبر [illegible] مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، جنرل شاہ نواز، پروفیسر ہمایوں کبیر، بخشی غلام محمد اور مولانا کے ایک عزیز جنازہ گاڑی میں سوار تھے۔ ان کے پیچھے دوسری گاڑی میں صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر راجندر پرشاد اور ڈاکٹر رادھا کرشنن نائب صدر کا موٹر تھا۔ ان کے بعد موٹروں کی ایک لمبی قطار تھی جس میں مرکزی وزرا، صوبائی وزرائے اعلیٰ اکثر گورنر اور غیر ملکی سفرا بیٹھے تھے۔ ہندوستان کی فوج کے تینوں چیف جنازے کے دائیں بائیں تھے۔ تمام راستہ پھولوں کی موسلا دھار بارش ہوتی رہی۔ دریا گنج سے جامع مسجد تک ایک میل کا راستہ پھولوں سے اٹ گیا۔ جب لاش مسجد تک پہنچی تو ایک طرف علما و حفاظ قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ دوسری

طرف اکابر دفن سر جھکائے کھڑے تھے۔ اس وقت میت کو بری فوج کے ایک ہزار نوجوانوں،
ہوائی جہاز کے تین سو جانبازوں اور بحری فوج کے پانچ سو بہادروں نے اپنے عسکری بانکپن
کے ساتھ آخری سلام کیا۔ مولانا احمد سعید دہلوی صدر جمعیت العلمائے ہند نے دو بج کر پچاس منٹ
پر نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر لحد میں اتارا۔ کوئی تابوت نہ تھا۔ ایک یادگار جسم شہید کفن میں سپرد خاک
کر دیا گیا۔ جب قبر کو مٹی دی گئی تو پنڈت جی [illegible] اس طرح رو رہے کہ ساری فضا
سوگوار ہو گئی۔ [illegible] رو رہے تھے اور آنسو تھمتے نہ تھے۔ مولانا کے مزار کا [illegible]
کے تحت [illegible]
ہے۔ اس [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] مولانا کی موت کے بعد بھی مسکرا دیے [illegible]
[illegible] کر آداب بجا لایا۔ کہنے لگے۔
[illegible]
[illegible] وقت [illegible]
موقوف ہو چکی تھی۔

سیاست میں داخلہ

"ہماں [illegible] میں مولانا نے ۱۹۳۵ء سے پہلے کے

۱۔ [illegible]

[illegible] تفصیلاً ذکر اپنی سوانح عمری کی پہلی جلد میں کروں گا۔

۲۔ [illegible] کی جب

[illegible]

۳۔ [illegible]

[illegible] حالات سوانح عمری

کی پہلی جلد میں درج ہوں گے۔"

۴۔ لارڈ ولنگڈن ۱۹۳۲ء میں وائسرائے ہو کر آئے تو انہوں نے تمام کانگریسیوں کے خلاف سخت کارروائی کی۔ مولانا لکھتے ہیں: "میں دہلی میں تقریباً ایک سال تک [illegible] مجھے دہلی ہی میں زیرِ حراست رکھا گیا۔ اس زمانے میں کئی ایسے واقعے ہوئے جو ہندوستان کے سیاسی مستقبل کے لیے بڑی اہمیت رکھتے تھے۔ ان کی تفصیل کے لیے بھی سوانح عمری کی جلد اول کا انتظار کرنا ہوگا۔"

پروفیسر ہمایوں کبیر نے دیباچے میں ۱۹۴۰ء کے بعد کے واقعات سے متعلق تیسری جلد کا ذکر کیا ہے۔ اگر ہماری آزادی دوسری جلد ہے تو مولانا کی وفات کے بعد کتاب اس ایک جلد ہی میں

ختم ہو گئی۔

مولانا نے نومبر ۱۹۵۷ء میں ہماری آزادی پر نظر ثانی کی۔ ان کا ارادہ تھا کہ نومبر ۱۹۵۸ء میں ان کی سترویں سالگرہ کے موقع پر کتاب شائع ہو لیکن یہ جلد بھی ان کی زندگی میں شائع نہ ہو سکی۔ وہ ۲۲ فروری ۱۹۵۸ء کو خالق حقیقی سے جا ملے اور اس طرح پہلی اور تیسری دونوں جلدیں مولانا کے ساتھ رحلت کر گئیں۔

مولانا فرماتے ہیں:

۱۔ "لارڈ کرزن نے ۱۹۰۵ء میں تقسیم بنگال کا فیصلہ کیا تو بنگال میں زبردست سیاسی و انقلابی جوش [illegible] ... ایک مستقل [illegible] ... ہو گیا۔

۲۔ شری شیام سندر چکرورتی اس دور کے انقلابیوں [illegible] تھے۔ ان کی وساطت سے [illegible] انقلابی [illegible] ... تھے۔ [illegible] ... مسلمانوں کو اپنے لیے [illegible] ... کے راستے پر چلتے ہیں۔ مشرقی بنگال کا لیفٹیننٹ گورنر بیم فیلڈ فلر علانیہ کہتا تھا کہ حکومت مسلم جماعت کو ایسی نظر سے دیکھتی ہے جیسے کوئی شوہر اپنی محبوب بیوی کو۔ انقلابیوں کی مسلمانوں سے نفرت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ان کی پکڑ دھکڑ کے لیے حکومت نے پولیس کے خفیہ محکمے میں یوپی کے مسلمانوں کو بھرتی کر رکھا تھا۔ مولانا لکھتے ہیں کہ شیام سندر چکرورتی وغیرہ ان کے انقلابی رفقاء کو شروع میں میرے اوپر بھروسہ نہ تھا۔ مجھے اپنی خاص محفلوں سے الگ رکھا۔ لیکن جب میں نے جلد ہی ان کا اعتماد حاصل کر لیا تو وہ مجھ پر

بھروسہ کرنے لگے۔ اس وقت مسلمانوں کی سرگرمیاں بنگال اور بہار تک محدود تھیں۔ اور بہار اس وقت صوبہ بنگال کا حصہ تھا۔ یہیں سے انہیں انقلابی جماعت کو وسعت دینے پر آمادہ کر لیا اور دو برس کے اندر اندر شمالی ہندوستان کے سبھی بڑے شہروں اور بمبئی میں انقلابیوں کی خفیہ انجمنیں بن گئیں۔

[illegible]

ملیح آبادی ذکر آزاد میں لکھتے ہیں:

"[illegible] مولانا [illegible] اور [illegible] (۱۹۲۰ء) میں آیا تو اس وقت تک مولانا [illegible] کے قائل تھے۔ [illegible]"

(ذکر آزاد صفحہ ۲۶۲)

مولانا آزاد کی سوانح [illegible] ہندوستان [illegible] آف انڈیا) سے کابل میں قائم ہونے والی عارضی ہندوستانی حکومت [illegible] آزاد کے [illegible] ایک دستاویزی ثبوت ترتیب دی۔ جو [illegible] برطانوی انٹیلی جینس بیورو کی رپورٹوں پر مشتمل تھی۔ [illegible] رپورٹوں کا حاصل یہ تھا۔

"پہلی جنگ عظیم کے دوران [illegible] میں ہندوستان کی جو وقتی حکومت کابل میں قائم ہوئی اس کا منصوبہ مولانا آزاد نے تیار کیا تھا۔ انہی کی ہدایت پر مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور دوسرے لوگ کابل گئے تھے۔ حضرت شیخ الہند بھی آپ ہی کے مشورہ سے حجاز چلے گئے تھے۔ اس رپورٹ کا نگارندہ برطانوی انٹیلی جینس بیورو کا ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل ٹیوین تھا۔ اس نے ۱۳ اکتوبر ۱۹۱۶ء کو مذکورہ رپورٹ تیار

کی۔ مسٹر ویویان کی ایک دوسری رپورٹ کے مطابق صوبہ سرحد سے آزاد قبائل کے بعض سرداروں کی درخواست پر مولانا نے ایک بنگالی انقلابی ڈاکٹر کو وہاں بھجوایا۔ اُن کے علاوہ طلبہ کی ایک جماعت کابل روانہ کی۔ اسی رپورٹ کے مطابق خود مولانا آزاد کابل جا کر رہے تھے۔ حکومت نے انہیں پکڑ کے رانچی میں نظر بند کر دیا اور اس طرح یہ رشتہ منقطع ہو گیا۔

ایک دفعہ چند مسلمان نوجوانوں نے [illegible]

[illegible]

[illegible]

کسی منڈی میں فروخت ہوتا ہے [illegible]

[illegible] ڈیفنس آف انڈیا رولز کے تحت [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] معلوم ہوا کہ [illegible] کے نام

[illegible] مضمون [illegible] اپنے [illegible] کے ہاتھ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ناکام ہو گئے [illegible] بند کر دیا [illegible] مولانا کانگرس سے [illegible] کانگرس کی

سے عدم تشدد پر کاربند ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ مولانا [illegible] کے حصول میں آپ کی مدد کے لیے تیار ہو گئے۔ نوجوانوں نے بتایا کہ جیسے رہبر لوگ کانگرس سے متعلق نہیں ورنہ کانگرس کی پالیسی ہم سب حسب حال ہے۔ [illegible] چند برسوں سے کانگرس نے جو سلوک کیا اس سے ہم بنگالی بے حد کبیدہ خاطر ہیں۔ لیکن اس نزاع کے باوجود مولانا آزاد نے اپنے احترام سے ہمارے دل خالی

نہیں ہونے دیتے۔ کوئی دقت ہو تو بہ قابل اعتماد ہے سو تو ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ وہ ہمارے اقدام سے متفق ہو رہے ہیں لیکن ہمارے جذبے کی حوصلہ افزائی ضرور کرتے ہیں ہمارے یک سے مولانا کے تعلقات اتنے بھرپور ہیں وہ ان کی خواہش ستہ نہیں کرتے۔ نہ جانے مولانا سے انہوں نے کس طرح خط یا بہرحال یہ خط ... پنجاب پولیس کی ہینڈ ہو گیا۔

۱۹۰۶ [illegible] ہندوستان سے [illegible] ترکی کے سفر کر گئے [illegible] ہوئے [illegible]

مولانا کا بیان ہے:

[illegible] لوگوں سے ملاقات ہوئی جن میں مصطفےٰ کامل [illegible]

[illegible]

[illegible] قومی سلامتی کی [illegible]

[illegible] ہندوستانی مسلمانوں [illegible] جنگ میں [illegible]

چاہیے تھے [illegible] مجھے [illegible]

مسلمان [illegible] حمایت و معاونت کرنی چاہیے۔ [illegible]

تدبیر کرنا چاہیے کہ برطانوی حکومت اپنی اغراض کے لیے انہیں ناجائز طور پر استعمال نہ کر سکے۔ مجھے اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ہندوستانی مسلمانوں میں ایک نئی تحریک شروع کی جائے اور میں نے فیصلہ کیا کہ ہندوستان واپس جا کر زیادہ انہماک کے ساتھ سیاسی جدوجہد کروں گا۔

[illegible]

مولانا فرماتے ہیں کہ:

"ہندوستان واپس آ کر میں کچھ دنوں غور کرتا رہا کہ مجھے کیا طریق اختیار کرنا چاہیے اور کیا پروگرام بنانا چاہیے۔ میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اپنی موافقت کے لیے رائے عامہ پیدا کرنا چاہیے اور اس کے لیے ایک اخبار جاری کرنا ضروری تھا۔ "الہلال" اسی غور و فکر کا نتیجہ تھا۔"

(ہماری آزادی)

ادھر پہلی جنگ عظیم [illegible] ختم ہوئی [illegible] مسلمانوں کا حال [illegible] نہیں بڑی مشکلوں سے وفد [illegible] کے سامنے پیش [illegible] اس میں [illegible] برس صرف ہو گئے۔

[illegible] جب [illegible] کہ [illegible] رہیں [illegible] جو [illegible] جاتے تو مردود ہو۔"

(حیات اجمل صفحہ ۸۰)

[illegible] باہمی فساد کا موجب ہوا [illegible] انگریزی [illegible] حکومت نعمت غیر مترقبہ تھی [illegible] سندھ کے وڈیرے اور بلوچستان کے [illegible] انگریزوں کے دست و بازو بنے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ علی گڑھ کا سیاسی [illegible] انگریز پرستوں کی بدولت [illegible] کا معاون ہو گیا [illegible] مولانا احمد رضا خان [illegible] دیوبند کی [illegible] ان کی جماعت نے ہر اس تحریک کے خلاف فتوے صادر کیے جو انگریزوں کے خلاف عدم تعاون یا ترک موالات وغیرہ کی شکل میں اٹھی۔ مرزا غلام احمد نے نبوت کا ڈھونگ رچا کر جہاد منسوخ کر ڈالا۔ ان کے علاوہ اکثر مشائخ اور پیروں نے اپنے علم و عمل اور قول و فعل کی پوری کائنات انگریزوں کی جھولی میں ڈال دی اور انہی کے ہو گئے۔ انگریزوں کی اسی خواہش کا ترجمہ چکڑالوی فرقہ تھا۔

مسلمان ہندوستان میں فاتح کی حیثیت سے آئے اور کئی راست باز زبانیں مختلف لشکروں کے ساتھ آتی رہیں اور بعض علماء تبلیغ مشائخ مختلف وقتوں میں وارد ہوئے۔ ان کی بدولت ہندوستان میں اسلام پھیلا۔ لیکن ایک خاص دور کے بعد مسلمانوں ہی کے ہاتھوں اسلام کو ضعف پہنچا۔ جب مسلمان حکمران تھے تو اس ضعف کا سبب فرمانروا تھے۔ جب مسلمان انگریزی حکومت کی رعیت ہو گئے تو اس کا موجب وہ سیاست دان تھے جن کے قول و فعل کا اوڑھنا بچھونا انگریزوں سے ملتا تھا [illegible] ساتھ ہی بعض علماء و مشائخ کی ایک بڑی جماعت [illegible] خوشنودی کو [illegible] [illegible] مسلمان [illegible] تحریک [illegible] مجاہدین [illegible] ہندوستان [illegible] تحریک کو [illegible] سکھوں کے ہاتھوں [illegible]

دوسری بغاوت [illegible] ۱۸۵۷ء میں ہوئی [illegible] انگریزوں نے اس بغاوت سے جو سلوک [illegible] پنجابی مسلمانوں سے [illegible] دوسرے قصبے تھے۔

تیسری تحریک علماء صادق پور کی انفرادی طور سے اجتماعی کوششیں تھیں جو انگریزی حکومت کے وحشیانہ استبداد [illegible] ان مقدمات کے مجرم اور سرغنہ گروہ سب کے سب مسلمان تھے۔

چوتھی تحریک، پہلی جنگ عظیم کے دوران (۱۹۱۴ء) میں حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی کے ارشد تلامذہ نے بیرون ملک جا کر مرتب و منظم کی۔ مولانا عبید اللہ سندھی ان کے سربراہ تھے۔ ان کے علاوہ حاجی ترنگ زئی آفندی، مولانا سیف الرحمٰن قندھاری، مولانا منصور انصاری، مولانا عزیز گل کاکا خیل، مولانا احمد اللہ پانی پتی، مولانا ظہور محمد سہارنپوری، شیخ عبدالرحیم

سندھی، ... شاہ محمد دین انصاری، مولانا تاج محمود امروٹیؒ، مولانا فضل ربی پشاوری، مولانا محمد اکبر یاغستانی، مولانا فضل محمود پشاوری، خان عبدالغفار خان، ڈاکٹر [illegible] محمد احمد چکوالی اس تحریک کے دست و بازو تھے۔ اس تحریک کو بھی برطانوی سلطنت کے مسلمان جاسوسوں نے غرق کیا۔ اس کی تفصیلات مختلف کتابوں سے معلوم کی جا سکتی ہیں۔ مختصر یہ کہ سی آئی ڈی کے مسلمان اہل کاروں نے حرمین شریف تک حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے رشید تلامذہ کا تعاقب کیا۔ ان کے خدمت گار ہو گئے اور ان کے تمام راز ہائے سربستہ انگریزی حکومت کے حوالے کیے۔ مولوی محمد میاں منصور [illegible] عبدالمجید [illegible] معاوفی سے [illegible] [illegible] تفصیلات حاصل [illegible] مبارک علی [illegible] تقوی [illegible] مولانا حسین احمد مدنی کے الفاظ میں [illegible] اس کے ساتھ [illegible] اردو مولوی عبدالحق [illegible] حسین [illegible] سی آئی ڈی [illegible] مولانا مدنی لکھتے ہیں [illegible] دونوں اسی [illegible]

[illegible] شیخ الہند مولانا محمود حسن [illegible] کا عزم رکھتے تھے اور اس کے لیے مذکورہ نقشہ بنایا تھا [illegible]

حضرت شیخ الہندؒ کی اس تحریک میں مولانا [illegible] نے کہاں تک ہاتھ بٹایا۔ اس بارے میں ضروری تفصیلات نہ تو حضرت شیخ الہند کے مختلف تذکروں سے معلوم ہوتی ہیں اور نہ مولانا عبیداللہ سندھی کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے۔ مولانا آزادؒ سے متعلق حضرت شیخ الہند کا مشہور قول ہے کہ ”ہم اپنی راہ بھول چکے تھے۔ ابوالکلامؒ نے وہ راہ دکھائی ہے۔“ لیکن اس فقرے کا تعلق ”ریشمی رومال“ کی تحریک سے نہیں بلکہ الہلال کی اس دعوت سے ہے جو ہندوستان میں مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ

[illegible] استعمار کے خلاف ایک احتجاجی بیداری کا ظہار تھا۔ [illegible] سے
[illegible] وابستہ رہے جو ہندوستان سے باہر اور ہندوستان کے اندر غیر ملکی غلامی کے خلاف
[illegible] جاری رکھی تھیں۔ مولانا نے ان حریت پسند اجتماعی تحرک کو صرف ایک نمونہ ہی نہیں
کی بنا ڈالی بلکہ قومی جدوجہد کا سیاسی ذوق پیدا کیا جس کے [illegible] "زمیندار"
جاری ہوئے وہ زمانہ ہندوستان میں مسلمانوں کے سیاسی سفر کا عوامی آغاز تھا۔ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] انہوں نے اپنی تحریک
کے لیے [illegible]
[illegible] دو خصوصیتوں کا [illegible]
[illegible] دوسرے
[illegible]
[illegible] خان بہادر
[illegible]
[illegible] نوزائیدہ وتنقید
[illegible]

[illegible]
[illegible] پنجاب

غرض یہ تحریک اس زمانے میں بے باک و پر جوش رہی تھی جیب الدین نے سفر [illegible] کیا اور
[illegible] میں نظر بند کر گئے۔ تحریک کی خصوصیت یہ تھی انقلابی تحریک تھی [illegible]
جنگ عظیم کے اختتام تک [illegible]۔ اور تشدد کی انقلابی سوچ سے عدم تشدد تحریک
(عدم تعاون) کی سیاسی [illegible]۔

"ہمدرد"، "کامریڈ" اور "زمیندار" تین مختلف المزاج جریدے تھے۔ ان کے مضامین بھی مختلف تھے لیکن ان کا ذہن اور نظر یکساں تھے۔ کامریڈ نے انگریزی دانوں سے خطاب کیا۔ "زمیندار" نے عوام کا ذوق پیدا کیا۔ "ہلال" اس جماعت سے ہم کلام ہوا جس نے ہندوستان کے عوامی سفر کی سیاسی لیڈر شپ کا تصفیہ پیدا کیا۔ اس زمانے کی لیڈر شپ کے اعضا و ارکان اپنے ہو [illegible] و نظار میں [illegible] سیاسی [illegible] سے بعد ہی اور مولانا [illegible] کی شعلہ نوائیوں کے باعث وہ اس وادی میں [illegible]

[illegible] تھے [illegible]

[illegible] جب [illegible]

[illegible] ہوئے۔

[illegible] ہندو مسلم [illegible] تصور [illegible] محفوظ [illegible] تھا۔ بعض ایسی صورتوں سے مسلمان [illegible] جو [illegible] سے ناموس [illegible] اجلاس کی صدارت کرتے [illegible] مجلس [illegible] کے ممبر ہوتے تھے [illegible] مسلمان اکثریت میں تھے وہاں سیاسی [illegible] کا تصور [illegible] ہندو مسلم [illegible] کی [illegible] تھا۔ یہ [illegible] مسلمانوں کا [illegible] سے اثرات سے مسلمانوں سے ملک ہونے کی باگ ڈور اس سے سپرد کر رہی تھی۔ [illegible] کا ذہن ہندوستانی مسلمانوں کا ذہن بن رہا تھا بنگال میں ابتدا مسلمانوں نے [illegible] سے خلاف سخت جدوجہد کی لیکن وہ منظم نہ تھی [illegible] تھی ایک ذہن تھا۔ نتیجۃً جدوجہد کچلی گئی۔

لارڈ کرزن نے بنگال کو تقسیم کیا۔ تو اس سے ایک نئی چیز پیدا ہوئی مسلمانوں نے تقسیم پر صاد کیا ہندوؤں نے انکار کیا، اس طرح ایک ایسی تحریک پیدا ہو گئی کہ مسلمان حکومت کے ساتھ تھے اور ہندو حکومت کے خلاف تھے۔ کہ ہندوؤں میں تقسیم بنگال کے خلاف ایک لہر دوڑ گئی۔ ایک طرف سیاسی مظاہرے شروع ہو گئے۔ دوسری طرف دہشت پسندوں نے بلاؤں آخر حکومت سپر انداز ہو گئی۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو تقسیم بنگال کا اعلان ہوا تھا۔ لیکن دسمبر ۱۹۱۱ء میں شہنشاہ جارج پنجم نے دہلی کے جشن

جنوری میں تقسیم بنگال کو منسوخ کر دیا۔ کلکتہ کے بجائے دہلی دارالحکومت قرار دیا ۱۹۱۲ء میں بنگال کو الگ صوبہ بنایا گیا۔ آسام اور اڑیسہ بھی الگ ہو گئے۔ غرض ۱۹۰۶ء سے [illegible] تک ایک ایسا زمانہ تھا کہ مسلمان سیاسی اعتبار سے وفاداری کا سفر طے کر رہے تھے۔ ہندوستانی قومیت کا تصور بے رنگ اور ڈانواڈول تھا۔ بلکہ بڑی حد تک متزلزل ہو چکا تھا۔

نواب سلیم اللہ خاں کی تحریک پر مسلم لیگ کی ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو ڈھاکہ میں رکھی گئی جس کا ذکر آ چکا ہے کہ محرک نواب وقار الملک اجلاس کے پہلے صدر تھے حسب ذیل تجویز کیا گیا۔

۱۔ برطانوی حکومت سے متعلق مسلمانوں کے دلوں میں وفاداری [illegible] کی جائے اور گورنمنٹ سے [illegible] ۔

۲۔ دوسرے فرقوں سے متعلق معاندانہ [illegible] جا سکے۔

۳۔ مسلمانوں کے [illegible] پیش کئے جائیں [illegible] ۔

اسی سال دسمبر [illegible] ۔ اجلاس دسمبر ۱۹۰۷ء کو کراچی میں [illegible] ۱۹۰۸ء [illegible] میں سر [illegible] الدین کی زیر صدارت [illegible] ہوا جس میں [illegible] مستعفی ہو گئے۔ پھر ایک سال کے اندر [illegible] اور دوسرے صدر میاں فضل حسین تھے۔ نواب وقار الملک نے [illegible] سیکرٹری شپ سے استعفیٰ دے دیا تو پھر سید حسن سیکرٹری اور حاجی محمد موسیٰ خاں جوائنٹ سیکرٹری مقرر کئے گئے۔ [illegible] میں سالانہ اجلاس [illegible] کی صدارت [illegible] منعقد ہوا [illegible] تیسرا اجلاس جنوری ۱۹۱۰ء میں بصدارت سر آغا خاں دہلی میں منعقد ہوا۔ مولوی [illegible] لیگ کے سیکرٹری منتخب کئے گئے۔

اس وقت تک مسلم لیگ کا دفتر علی گڑھ میں تھا لیکن ۱۹۰۷ء میں کالج کے ٹرسٹیوں اور صوبے کے لیفٹیننٹ گورنر میں اختلافات [illegible] ہو گیا تو صوبائی گورنر نے سر آغا خاں سے کہہ کر جنوری ۱۹۱۰ء میں

مسلم لیگ کا دفتر علی گڑھ سے لکھنؤ منتقل کرا دیا۔ اختلاف یہ تھا کہ نواب محسن الملک انگریز پرنسپل کی بالادستی کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اور اس ریزولیوشن کے خلاف تھے جو ہندی زبان کو رائج کرنے کے لیے لیفٹیننٹ گورنر نے پاس کیا تھا۔

دسمبر ۱۹۱۱ء میں تقسیم بنگال کی منسوخی کے اعلان سے مسلم لیگ کی لیڈر شپ میں کا مزاج خانہ زاد تھا مسلمانوں میں سیاسی طور پر [illegible] نواب سلیم اللہ خان ڈھاکہ نے ۴ مارچ ۱۹۱۲ کو مسلم لیگ کے اجلاس کلکتہ میں صدارتی خطبہ دیتے ہوئے کہا:

مسلمانوں کی وفاداری [illegible] حکومت نے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] سے [illegible]

نواب صاحب نے [illegible] [illegible] وقار الملک نے کہا [illegible] حکومت سے گویا مسلمانوں کی [illegible] نواب [illegible] دسمبر [illegible] [illegible] کا اعلان [illegible] مسلمانوں کی دلجوئی [illegible] [illegible] ۱۹۱۲ میں [illegible] سکریٹری بنائے گئے۔ اس زمانے میں [illegible] [illegible] نواب وقار الملک [illegible] ۱۹۱۲ [illegible] [illegible] یونیورسٹی [illegible] [illegible] سلام۔

اکتوبر ۱۹۱۲ء میں جنگ [illegible] علی گڑھ کے طلبہ نے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] مولانا شوکت علی نے [illegible] انجمن خدام کعبہ [illegible] دہلی سے آئے۔ ڈاکٹر مختار احمد انصاری دسمبر ۱۹۱۲ء میں [illegible] مشن لے کر ترکی گئے، اور وہاں چند ماہ رہے۔ ۳ اگست ۱۹۱۳ء کو کانپور کی مچھلی بازار مسجد کا [illegible] واقعہ پیش آیا تو اس حادثہ میں ہندوؤں نے مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ لیکن اس کے فوراً بعد

ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین پہلا فساد اجودھیا میں ہوا۔ وہاں گورنمنٹ کے حکم سے گائے کی قربانی بند کی گئی۔ ادھر مسلمانوں کی متبادل لیڈرشپ جس کا مزاج حکومت کے خلاف ہو، ابھی پیدا ہونی تھی ادھر دوسری موجود تھیں۔ لیکن ان کے وجود ابھی ڈھکے نہیں تھے۔ علامہ شبلی نعمانی ۱۸۸۳ء میں علی گڑھ کالج میں پروفیسر ہوئے۔ مسٹر بیک پرنسپل تھے۔ [illegible] نے ان کے [illegible] کو خود دیکھا تھا [illegible] کے [illegible] علی گڑھ چھوڑ کر لکھنؤ گئے اور ندوۃ العلماء میں جدید و قدیم کا امتزاج پیدا کرنے کے لیے [illegible]۔ جو علی گڑھ [illegible] سے سیاست [illegible]۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

۲۔ لیگ کا [illegible] قریب ہے۔ ڈیپوٹیشن [illegible] میں موجود ہیں۔

۳۔ جو ملکی حقوق ہندوؤں نے [illegible] حاصل کئے ہیں اب ان میں مسلمانوں کا حصہ [illegible] ہندوؤں کے خلاف [illegible] پیدا کر کے [illegible] سے [illegible] جاتی ہے۔

۴۔ شملہ ڈیپوٹیشن سب سے بڑا [illegible] تھا، جو [illegible] پر [illegible]۔

مسٹر آرچ بولڈ علی گڑھ کے پرنسپل تھے۔ انہوں نے وائسرائے کے سیکرٹری شملہ سے بحث کر کے شملہ ڈیپوٹیشن کی بنیاد رکھی۔ نواب محسن الملک کے نام ۱۰ اگست ۱۹۰۶ء کو خط لکھا کہ وہ مسلمانوں کا ایک وفد ترتیب دیں جو وائسرائے سے ملاقات کے لیے درخواست کرے۔ اس عرضداشت پر ملک عرض کے مسلمان نمائندوں کے دستخط ہوں۔

وائسرائے کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے وفد ایک ایڈریس تیار کرے جس میں وفاداری کا اظہار ہو اور حکومت کی طے شدہ پالیسی پر اظہار استحسان، طریقہ انتخاب جاری کرنے پر مسلم اقلیت کا نقصان بتایا جائے اور مذہبی عقائد کی بنا پر نامزدگی کا مطالبہ کیا جائے۔ اس ایڈریس میں یہ بھی کہا جائے کہ ہندوستان جیسے ملک میں زمینداروں کی رائے کو فوقیت دینا انسب ہے۔ المختصر طریقہ انتخاب کے بجائے نامزدگی پر زور دیا جائے۔ مسٹر آرچ بالڈ نے مزید کہا کہ وہ ایڈریس خود تیار کریں گے کیونکہ [illegible] استدعا کے [illegible] سے وہ بخوبی واقف ہیں۔

سر آغا خان وفد کے لیڈر قرار پائے۔ وہ انگریزی سلطنت کے لیے بہترین سیاستدان سمجھے [illegible] انہوں نے ایک سال قبل [illegible] میں ایک مضمون [illegible] ہندوستان کی [illegible] فوج کو علیحدہ کر کے ایک باقاعدہ مرتب فوج رکھی جائے جس سے [illegible] لیکن [illegible] ملازمت میں توسیع کی [illegible] جس سے [illegible] میں [illegible] تھیں۔

وائسرائے نے ایڈریس کے جواب میں مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کا اعتراف کیا اور میونسپلٹیوں، ڈسٹرکٹ بورڈوں اور قانون ساز کونسلوں میں مذہب کی بنا پر ان کا حق انتخاب تسلیم کیا۔ گویا یہ ایڈریس اور مطالبہ جو خود تحریر کرایا اس کو [illegible]۔

دی ٹائمز لندن نے یکم اکتوبر ۱۹۰۶ء کو مسلمانوں کی دانشمندی کے زیر عنوان طویل مقالہ لکھا۔ لطیفہ یہ تھا کہ اسی دن وفد وائسرائے سے ملا۔ مدیر نے اخبارات میں پہلی دفعہ آئی تھی کہ ہندوستان کئی اقوام کا ملک ہے۔ ۲ اکتوبر کو "ٹائمز آف لندن" نے ایک دوسرا مقالہ شائع کیا جس میں بنگال کے شورش پسندوں کی تحریک اور مسلمانوں کی وفاداری پر تحسین کی۔ ویسٹرن پریس برسٹل نے بھی ۲ اکتوبر کے شمارے میں مسلمانوں کے متعلق لکھا کہ وہ انگریزوں کی اطاعت کریں گے لیکن ہندو ہرگز اطاعت نہیں کرے گا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب انگریزوں نے ہندوستان میں، یعنی حکمران سیاست کو پلٹا۔ سر ولیم ہنٹر کے الفاظ میں مسلمان ۱۸۷۱ء تک ہندوستان میں دبائے گئے اور ان پر ہندوؤں کو غالب کیا گیا۔ مسلمانوں نے ۱۸۸۶ء تک تعلیمی امور کو ملحوظ

غرضکہ پھر ۱۸۹۸ء میں جب سرسید وفات پا گئے تو مسلمانوں نے سیاست سے صرف اتنی دلچسپی لی کہ کانگرس کی مخالفت کرتے رہے۔ مگر بعض مسلمان اس سے متفق نہ تھے لیکن وہ قلیل تھے۔ مثلاً جناب سید احمد رئیس مدراس ابتداء سے کانگرس کے ساتھ تھے، اور ۱۹۰۳ء میں کراچی کانگرس کے سالانہ اجلاس کے صدر ہوئے۔ انہوں نے شملہ ڈیپوٹیشن کے ایڈریس پر دستخط کرنے سے انکار کیا۔ حالانکہ اس زمانے میں وہ شملہ ہی میں تھے

کانگرس ۱۸۸۵ء میں [illegible] ۹۹ء میں [illegible] لیڈرشپ گاندھی جی کو منتقل ہوئی۔ مثلاً چونتیس برس میں تین مسلمان اس کے صدر رہ چکے تھے [illegible] طیب جی مدراس ۱۸۸۷ء (۲) نواب سید محمد بہادر [illegible] ۱۹۱۳ء [illegible]

[illegible] ۱۹۰۵ء میں [illegible] ہندوستان کے سیاسی ذہن سے [illegible] کا تعلق تھا، بنگال و مدراس اور [illegible] آزادی [illegible] تھیں۔ [illegible] ۱۹۰۵ء سے [illegible] قومی [illegible] نے قومی تحریک [illegible] بنگال کی تقسیم سے [illegible] حکومت پریشان ہوئی [illegible] پنجاب میں سردار اجیت سنگھ اور لالہ لاجپت نے سیاسی [illegible] کانگرس کے [illegible] خطبے میں [illegible] جس سے انگریز [illegible] ہو گئے اور تقسیم بنگال کے مسئلے [illegible] گورنمنٹ [illegible] صرف مشرقی بنگال ہی میں چوبیس [illegible] نیشنل اسکول قائم کئے گئے۔

مسٹر بپن چندر پال نے ۴-۳-۱۹۰۲ء میں اخبار "نیو انڈیا" نکال کر بنگال کو ایک نیا مزاج دیا۔ ہندوستان میں سیاسی آزادی کی نیو اٹھانے اور اس کا شعلہ بھڑکانے والے اخبار ہی تھے، ان کی بیداری ہی کا نتیجہ ۱۹۲۰ء کی تحریک لاتعاون کا جوش و خروش تھا۔ ۱۹۰۷ء میں بدیشی مال کے بائیکاٹ کی تحریک شروع ہوئی۔ پنجاب، آندھرا، سی پی، بنگال اور مہاراشٹر میں نیشنل یونیورسٹیاں قائم کرنے کی مہم چلی۔ سوامی ویویکانند کے بھائی بھوپندر ناتھ دت نے "یوگانتر" نامی اخبار نکالا جس

نے انگریزی حکومت پر کھلم کھلا تنقید کی۔ اس جرم میں اس کو طویل المیعاد سزا دی گئی۔ اربندو گھوش کو "بندے ماترم" کے جرم میں پکڑ لیا۔ بال گنگادھر تلک سوراجی کو ۱۹۰۸ء کو گرفتار کئے گئے اور چھ سال کی سزا دی گئی۔ لیکن سرکار نے از خود اپیل کر کے تین سال کر دی۔ ان کے علاوہ بے شمار اشخاص پکڑے گئے۔ تمام تفصیلات سیتا رامیہ پٹ بھابی کی "تاریخ کانگریس" میں درج ہیں۔ المختصر پہلی جنگ عظیم سے بہت پہلے ملک میں انگریزی حکومت کے خلاف تحریک سر اٹھا چکی تھی اور اس کے نقطے معمولی نہ تھے۔ اس بیداری کا [illegible] دنوں کلکتہ بھی [illegible] جوان ہوا اور [illegible] سے ان کے تعلقات قائم ہو چکے تھے۔

۱۹۰۸ء کی [illegible] نقطہ نگاہ ہندوستان کے مسلمان راہنماؤں سے مختلف ہو چکا تھا۔ [illegible] قلم کی [illegible] سے سیاسی [illegible] کے سیاسی نقطہ نظر سے مسلمانوں کو انگریزوں [illegible] ہندوستان کی غلامی سے دنیائے اسلام کو معرض خطر میں اس طرح ڈالا کہ اس کا وجود [illegible] الفاظ میں [illegible] کے تاراج ہونے کی [illegible] انہوں نے سب سے [illegible] ہندوستانی مسلمانوں کی سیاسی [illegible] پریشان تھے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ انگریز، اینگلو انڈین اور ہندوستانی [illegible] ملک میں ایک نئی روح پھونک رہے ہیں، لیکن ان کے اثرات [illegible] ہو رہے ہیں۔ اور مسلمان سرسید کی بدولت جمود و رجعت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ مولانا نے اس جمود و رجعت کو توڑنے کے لیے جون ۱۹۱۲ء میں "الہلال" جاری کیا۔ اور جمود و رجعت کی [illegible] "الہلال" قرآن و اسلام کی زبان میں خطاب کرتا اور ان مسائل پر بات کرتا جو مسلمانوں کو سرکاری سحر سے نکال سکتے تھے۔ جنگ بلقان کا محاذ [illegible] کے خلاف عوامی نفرت کو مشتعل کرنے کا بالواسطہ ذریعہ تھا۔ مولانا نے اس مسئلے کو دفن کر دیا۔

کانپور میں مچھلی بازار کی مسجد کے انہدام سے مسلمانوں میں ہیجان پیدا ہو گیا۔ اس پر حکومت

سے گولی چلا کر ناراضی کی ایک زبردست لہر دوڑا دی۔ ایک تحریک پیدا ہو گئی۔ مولانا نے الہلال میں اس مسئلے پر تحریک کی روح پیدا کی۔ آخر لارڈ ہارڈنگ وائسرائے ہند نے کلکتہ پہنچ کر صوبائی حکومت کے فیصلے پر خطِ تنسیخ کھینچا۔ مولانا نے اس مسئلہ پر جو تقریریں کیں وہ خطابت کے شہ پارے تھے۔ اور جو مضامین لکھے وہ قلم کے انگارے تھے۔ سید سلیمان ندوی نے لکھا کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے اس تحریک کو ملک بھر میں اس طرح گونجا دیا کہ حکومت کو سپر انداز ہونا پڑا۔

گو تحریک خلافت کے [illegible] فرقہ [illegible] دست و گریباں ہو رہے تھے۔ حتیٰ کہ ۱۹۲۲ء میں [illegible] گئی مسجد کے [illegible] سے برطانوی استعمار خوش ہو رہا تھا۔

ہندوستان میں [illegible] مذہب اور [illegible] عوام کی عصبیتوں کو ابھار رہے تھے [illegible] جلسوں اور جلوسوں کا آغاز [illegible] پہلی دفعہ اس [illegible] ہندوستان ہونے کے [illegible] ۱۹۲۲ء میں پنڈت مالوی کی سیادت میں [illegible] اعلان کیا۔ اس سال حکومت نے [illegible] پنڈت [illegible] کانگریس سے واپس آ رہے تھے۔ وہ بھی شامل ہو گئے۔ پولیس نے محاصرہ کیا لیکن سینہ گرد کامیاب رہے [illegible] ہو گیا۔

ان دنوں مسلم لیگ واضح طور پر سرکار کی آلہ کار تھی۔ مسٹر جناح نے پہلی دفعہ ۱۹۱۶ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ لکھنؤ کی صدارت کی۔ ان کی آمد سے پہلے لیگ سرکاری خواہشات کے تابع تھی۔ حکمرانوں کی خواہش کے مطابق اس کے قول و عمل کا سانچہ تیار ہوتا۔ مولانا نے لیگ کے اس ذہن کو ہدف بنایا۔ "افکار و حوادث" کا کالم الہلال کی ایجاد تھا۔ اس کالم کو مولانا خود لکھتے، وہ غالباً طنزیات و خطابیات پر ان کا پہلا اور آخری موضوع تھا۔ اس کے بعد مولانا نے کسی جماعت یا فرد پر کبھی طنز نہ کی۔

"الہلال" کا ابتدائی دور مارچ ۱۹۱۶ء میں ختم ہو گیا۔ لیکن لیگ مولانا کے قلم اور علامہ شبلی کے رشحات سے اتنی مجروح ہوئی کہ مسٹر محمد علی جناح کو صدر بنا کر دسمبر ۱۹۱۶ء کے اجلاس میں سنبھالا لیا۔ مسٹر جناح اس زمانے میں ہندو مسلم اتحاد کے سفیر تھے۔ انہی کی بدولت کانگرس اور لیگ میں سمجھوتہ ہوا۔ جس کے مطابق ہندوؤں اور مسلمانوں کے حقوق کا تعین کیا گیا۔ واضح رہے کہ سید نبی اللہ ۱۹۱۰ء میں لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ ناگپور کے صدر تھے [illegible] انہوں نے حکومت سے بہتر تعلقات کی اور ہندو مسلم اتحاد پر زور دیا تھا۔ لکھنؤ کے سالانہ اجلاس میں وہ صدر استقبالیہ تھے۔ [illegible] بعد ۱۹۲۲ء [illegible] ۱۹۲۸ء میں [illegible] صدر ہوئے تو [illegible] اجلاس علامہ [illegible] کی صدارت میں [illegible]

"الہلال" کے دوبارہ [illegible] "الہلال" کے بھی خریدار پیدا ہو گئے۔ اور کئی دفعہ [illegible] مسلمانوں کا [illegible] حقیقتاً [illegible] سال سے [illegible] الہلال کی [illegible] ضبط کر لئے [illegible] ۱۹۱۵ء میں [illegible] بھی ضبط ہو گئی۔ اس کے پانچ ماہ بعد [illegible] حکومت [illegible] طرح الاستقلال اور [illegible] الہلال کی [illegible] ڈیفنس آف انڈیا ریگولیشنز کے تحت ۲۳ مارچ ۱۹۱۶ء کو [illegible] بنگال چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ [illegible] پنجاب، دہلی، یوپی اور بمبئی کی حکومتوں نے بھی اسی قانون کے تحت اپنے صوبوں میں ان کا داخلہ بند کر دیا۔ مولانا ۳ اپریل کو رانچی چلے گئے اور وہاں مورآبادی کے گاؤں میں قیام کیا۔ لیکن حکومت نے چھ ماہ بعد مولانا کو وہیں نظر بند کر دیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ حکومت مولانا کے کچھ سرگرم ملاقاتیوں سے خائف تھی۔ اس کا خیال تھا کہ مولانا جنگ کے اس زمانے میں ان عناصر کے مددگار ہیں جو برطانوی حکومت کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔

آخر ۲۴ دسمبر ۱۹۱۹ء کو شاہ انگلستان کے اعلان پر مولانا کی نظربندی ملک کے دوسرے نظربندوں قیدیوں کے ساتھ ختم ہو گئی، اور وہ یکم جنوری ۱۹۲۰ء کو رہا ہو گئے۔ مہاتما گاندھی سے مولانا کی ملاقات جنوری ۱۹۲۰ء میں ہوئی۔ گاندھی جی جنوبی افریقہ سے واپس آ کر ملکی سیاست میں داخل ہو چکے اور چمپارن کے کسانوں میں کام کر رہے تھے۔ انہی کے سلسلے میں وہ رانچی گئے تو مولانا آزاد سے ملنا چاہا لیکن حکومت بہار نے اجازت نہ دی۔ مولانا رہا ہو کر دہلی پہنچے وہاں گاندھی جی سے ملے۔

رولٹ بل نے ملک میں بے چینی پیدا کر رکھی تھی۔ [illegible] ڈائر کی بے تحاشا [illegible] سے سارا ملک غم و غصہ کی حالت میں تھا [illegible] جنگ کے خاتمے نے [illegible] اتحادیوں نے ترکی سلطنت کا تیا پانچا کر دیا [illegible] سب کچھ سیاسی [illegible] سے ایک [illegible] مولانا کی [illegible] منصب [illegible] ہوم رول [illegible] وغیرہ [illegible] کو [illegible] ۳۰ مارچ ۱۹۱۹ء کو ہڑتال کا اعلان [illegible] کر دیا [illegible] پانچ آدمی [illegible] اور بیسیوں زخمی ہوئے [illegible] گرفتار کر لئے گئے۔ لوگوں نے [illegible] جلوس [illegible] شہید اور بہت سے زخمی ہو گئے۔ ہجوم مشتعل ہو [illegible] آگ لگا دی، اور [illegible] کے سفید فام [illegible] کو قتل کر دیا۔ [illegible] پانچ انگریز قتل کئے گئے [illegible] کے علاوہ ریلوے گودام اور شیڈ وغیرہ لوٹ لئے گئے۔ گوجرانوالہ اور قصور میں بھی ہنگامہ ہوا۔ قصور کا اسٹیشن جلا دیا گیا۔ گوجرانوالہ کا [illegible] آتش [illegible] روک دی گئی۔ لاہور [illegible] بھی [illegible] ہی خبریں آئیں۔ لاہور اور امرتسر میں مارشل لا لگا دیا گیا، جلیانوالہ باغ میں ۱۳ اپریل کو جنرل ڈائر نے ایک سو ہندوستانی اور پچاس انگریز سپاہی لے کر جلیانوالہ باغ میں بیس ہزار لوگوں پر بے تحاشا گولی چلائی۔ سولہ سو راؤنڈ ختم ہو گئے۔

سرکاری رپورٹ کے مطابق چار سو آدمی ہلاک اور ہزار اور دو ہزار کے درمیان زخمی ہوئے۔ ان زخمیوں کا پانی بند کر دیا گیا اور وہ جلیانوالہ باغ کی چار دیواری میں رات بھر تڑپتے رہے۔ پھر لوگوں کو

پیٹ کے بل رینگنے پر مجبور کیا گیا۔ دو سو اٹھانوے آدمیوں کو مارشل لا کے تحت گرفتار کیا، دو سو اٹھارہ کو سزائے قید دی گئی۔ اکاون کو پھانسی، چھیالیس کو عمر قید، دو کو دس دس سال اور گیارہ کو مختلف المیعاد سزا ملی۔ ایک سو دو افراد کو سول افسران نے مارشل لا کے تحت قید کیا۔ لوگوں کو سر عام بید لگوائے گئے۔ اور رنڈیوں کو نظارے کے لیے لایا گیا۔

گاندھی جی کو امرتسر جانے سے روک دیا۔ وہ پنجاب کی حدود ہی میں داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ ان کی جگہ پنڈت موتی لال نہرو، دیش بندھو داس، مدن موہن مالویہ وغیرہ نے امرتسر کی تحقیقات کی اور وہ تمام مظالم قلمبند کئے جو اس شہر پر [illegible] چکے تھے۔

اس صورت حال سے [illegible] متاثر ہوئے تھے اور [illegible] حکومت سے [illegible] گویا تھے۔ [illegible] مسلمانوں میں [illegible] تھا لیکن [illegible] جیلوں میں [illegible] کے ہاتھوں میں تھے۔ مولانا آزاد، مولانا محمد علی وغیرہ کے [illegible] ہو گئی۔ [illegible] لیڈر باہر [illegible] گاندھی جی [illegible] دہلی میں جلسہ [illegible] جس میں [illegible] اور دوسرے کانگریسی [illegible] خلافت سے متعلق [illegible] کے نقطۂ نظر کی تائید کی۔ [illegible] ترکی کے مسئلہ میں [illegible] ناکام ہو چکا تھا۔ آخر کار [illegible] اجلاس میں گاندھی جی نے عدم تعاون کا پروگرام پیش کیا۔ [illegible] مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، حکیم محمد اجمل خان اور مولانا آزاد شریک تھے۔ حکیم اجمل خان نے کہا:

"وہ اس پر غور کرنے کی مہلت چاہتے ہیں۔"

مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے کہا:

"وہ مراقبہ کئے بغیر تائید نہیں کر سکتے خدا کی طرف سے اشارہ ملنے پر وہ رائے دے سکتے ہیں۔"

مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی نے کہا:

"فی الحال وہ مولانا عبدالباری کے فیصلے کا انتظار کریں گے۔"

گاندھی جی نے مولانا آزاد سے پوچھا تو مولانا نے بلا تامل جواب دیا کہ:

"مجھے آپ سے کامل اتفاق ہے۔ یہی ایک اسلحہ ہے جس سے ہم برطانوی استعمار کا مقابلہ کر سکتے اور اپنے مقاصد کے مددگار ہو سکتے ہیں۔ ترکی کی مدد بھی اسی طرح ہو سکتی ہے۔

چند ہفتے بعد میرٹھ میں خلافت کانفرنس ہوئی تو گاندھی جی نے پہلی دفعہ "عدم تعاون" کا پروگرام پیش کیا۔ مولانا آزاد نے قرارداد کی تائید کی۔ ستمبر ۱۹۲۰ء کو اس پروگرام پر غور کرنے کے لیے کانگرس کا خاص اجلاس کلکتے میں منعقد ہوا۔ لالہ لاجپت رائے صدر تھے۔ گاندھی جی نے اپنا پروگرام پیش کیا اور بتایا کہ "سوراجیہ اور خلافت کے مسائل کس طرح حل ہو سکتے ہیں"۔ لالہ لاجپت رائے اور سی آر داس نے اتفاق نہ کیا، بپن چندر پال نے بھی اختلاف کیا۔ لیکن عدم تعاون کی تحریک کا ریزولیوشن بہت بڑی اکثریت سے منظور ہو گیا۔ اس کا ایک سبب یہ تھا کہ اجلاس کے مندوبین میں مسلمان شاید پہلی اور آخری دفعہ اکثریت میں تھے اور مذکورہ قرارداد انہی کے ووٹوں سے پاس ہوئی۔ عدم تعاون کا ریزولیوشن مولانا کے [illegible] کے مؤید تھے۔ اس تجویز کے [illegible] گاندھی جی نے ملک کے طول و عرض میں دورہ شروع کیا۔ مولانا [illegible] ترک موالات کے لیے تیار کیا۔ ان کے [illegible] مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی [illegible] متفق ہو گئے۔ لالہ لاجپت رائے اور سی آر داس بھی [illegible] ترک موالات سے متفق تھے۔

مولانا فرماتے تھے [illegible] کا پروگرام اصلاً شرعی [illegible] سے ماخوذ تھا، لیکن وہ الہلال میں عرصہ پہلے سب [illegible] پیش کیا [illegible] قبول کیا۔

خلافت کمیٹی نومبر ۱۹۱۹ء کے [illegible] ۱۹۱۹ء میں بمقام امرتسر منعقد ہوا۔ مولانا شوکت علی پہلے صدر تھے۔ جلیانوالہ باغ [illegible] عوامی جوش و خروش [illegible] دیا۔ کانگرس، مسلم لیگ اور جمعیت علمائے ہند کے سالانہ اجلاس بھی انہی دنوں امرتسر میں منعقد ہوئے۔ کانگرس کے صدر پنڈت موتی لال نہرو، مسلم لیگ کے صدر حکیم محمد اجمل خاں اور جمعیت العلمائے ہند کے صدر مولانا عبدالباری فرنگی محلی تھے۔ خلافت کانفرنس کا دوسرا اجلاس ۱۵ فروری ۱۹۲۰ء کو مولانا آزاد کی زیر صدارت بمبئی میں منعقد ہوا۔ جس میں انگلستان بھیجنے کے لیے ایک وفد تجویز کیا گیا۔ اس وفد کے ارکان مولانا محمد علی، سید سلیمان ندوی، مسٹر سید حسن، مسٹر حسن محمد حیات تھے۔ اس وفد نے ۲ مارچ کو مسٹر فشر نائب وزیر ہند کے سامنے اپنے مطالبات پیش کیے۔ مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم تھے۔ وفد ان سے بھی ملا۔ لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔

ترک موالات کی تحریک پر بعض ہندو حلقے اس لیے چیں بہ جبیں ہو رہے تھے۔ کہ خلافت کا مسئلہ خارجی

اور اسلامی ہے۔ مولانا نے ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا کہ اس مسئلے نے مسلمانوں میں برطانوی استعمار کے خلاف دخلی طور پر بال و پر پیدا کئے ہیں۔ اور سوال ایک غضب و جبر کے خلاف حق و انصاف کی معاونت کا ہے۔ مولانا محمد علی نے مدراس میں تقریر کرتے ہوئے کہہ دیا کہ افغانستان، ہندوستان پر حملہ کرے تو اس ملک کے مسلمان افغانستان کا ساتھ دیں گے۔

انگریزوں نے ہندوؤں کو بھڑکانے کے لیے ان کلمات کو استعمال کرنا شروع کیا۔ مولانا [illegible] نے شرعی مسئلہ پیش کیا کہ ہندوستان [illegible] ایسی گورنمنٹ قائم ہو جس میں دیگر قوموں کی طرح مسلمانوں کو بھی آزادی حاصل ہو تو اس صورت میں [illegible] کہ مسلمان اپنے وطن کو حملہ آوروں سے بچائیں، اگرچہ حملہ آور مسلمان اور خود خلیفہ کی فوج ہی کیوں نہ ہو۔

[illegible] انگریزی حکومت کے خلاف [illegible] غلامی کے خلاف [illegible] افغانستان مسلمان ملک تھا اور مولانا نے صرف مسلمانوں کا ذکر کیا تھا اس لیے انگریزوں نے [illegible] مسلمانوں سے بدگمان کریں۔ مولانا سے منسوب الفاظ برطانوی [illegible] کی شوخی تھے۔ [illegible] ترک موالات کی تحریک [illegible] نہیں کیا جاسکتا۔ جس کی کامیابی [illegible] مسلمانوں کے بعض اقلیتی فرقوں نے بھی یہی کہا۔ قائداعظم خلافت کی [illegible] نہیں رہتے تھے وہ ترک موالات کے پروگرام پر کانگریس سے الگ ہو گئے [illegible] مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ترک موالات کے خلاف قرآن و سنت [illegible] حضرات کا پس منظر تو معلوم تھا، لیکن مولانا اشرف علی تھانوی [illegible] شخصیت تھے۔ اس تحریک کے خلاف قرآن و سنت سے جواز پیدا کرنے لگے۔ ان کے بھائی مظہر علی تھانوی سی آئی ڈی کے ظالم ترین افسر تھے۔ انہوں نے شیخ الہند کے رفقاء پر انگریزوں کی وفاداری کے شوق میں انتہائی ظلم کئے تھے، مولانا تھانوی کو بھائی کے ان مظالم سے متعلق قرآن و سنت میں کوئی حکم نہ ملا، لیکن ترک موالات کی تغلیط کے بارے میں الہام ہو گیا۔ یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی کے اس طرز عمل نے عمر کے آخر میں

تک ان کے گرد اس قسم کے مریدوں اور ارادت مندوں کی بھیڑ جمع کیے رکھی۔ جو برطانوی حکومت کی ہو چکا کا بال اور اس کے آلہ کار تھے۔ حتیٰ کہ ان کے حلقہ نشینوں میں سی آئی ڈی کے اہل کار خاصی تعداد میں تھے۔ ان کے خلفاء میں اکثریت ان لوگوں کی تھی جو ہندوؤں کے حریف لیکن انگریز کے حلیف تھے۔ مولانا آزاد نے قرآن وسنت کی اس تحریف کا قرآن وسنت کے واضح احکام سے سدباب کیا۔ جس سے ان لوگوں کی مخالفت ادھوری رہ گئی۔

بریلی میں جمعیت علماء ہند کا جلسہ منعقد ہوا۔ مولانا آزاد صدر تھے، لیکن مولانا احمد رضا خاں ترک موالات سے متفق نہ تھے ان کے معتقد زیادہ تر تعصب کے تھے۔ [illegible] بعض معتقدین نے مولانا آزاد [illegible] کا نعرہ لگے مولانا نے [illegible] حاضرین میں ان کی نمایاں [illegible] مولوی احمد رضا خاں ان کے [illegible] سید سلیمان [illegible] تھے۔

مولانا عبد [illegible] کی مولانا آزاد [illegible]

"مولانا نے [illegible] سید سلیمان [illegible] اپنی فصیح [illegible] طویل تقریر [illegible] ممکن نہیں رہا لیکن مولانا [illegible] تقریر [illegible] سے مجسم عبادت ہو گیا [illegible] معجزہ تھی [illegible] قدرت بھی مسحور ہو گئے۔ مولانا کی تقریر [illegible] سید سلیمان اشرف نے [illegible] سوال کیا [illegible] نے ہمیں مطمئن کر دیا ہے۔ اب ہم تحریک خلافت کے مخالف نہیں رہے۔" مولوی احمد رضا خاں نے اعلان کیا کہ سب غلط فہمیاں دور ہو چکی ہیں اور اب ہم بھی سب کے ساتھ ہیں۔"

۱۶ مارچ ۱۹۲۰ء کو اتحادیوں نے استنبول میں اپنی فوجیں اتار کر قوم پرست ترکوں کے مکانات گھیر لیا اور ان کے گھروں میں گھس کر انہیں مار مار کر بے کو مالٹا بھیج دیا۔ جہاں انجمن اتحاد و

ترقی کے بہت سے ممبر قید تھے۔ شہر میں مارشل لا لگا دیا، اور اعلان کیا کہ جو شخص قوم پرست لوگوں کو پناہ دے گا، اسے سزائے موت دی جائے گی۔ سلطان ترکی نے ایک عدالت قائم کر کے مصطفےٰ کمال، علی فواد، ڈاکٹر عدنان اور خالدہ ادیب خانم وغیرہ کے لیے سزائے موت کا حکم صادر کیا۔ شیخ الاسلام نے فتویٰ جاری کیا کہ جو شخص ان میں سے کسی ایک کو قتل کرے گا وہ یقینی طور پر جنت کا مستحق ہو گا۔ مصطفےٰ کمال انگورہ پہنچ گئے اور وہاں ۲۳ اپریل ۱۹۲۰ء کو گرینڈ نیشنل اسمبلی کے نام سے حکومت قائم کی۔

وائسرائے ہند نے ۱۵ مئی ۱۹۲۰ء کے ایک بیان میں کہا: ترکی کا فیصلہ ان کی مرضی کے خلاف ہوا ہے جس کا انہیں افسوس ہے۔ لیکن وہ بے بس ہیں۔ ادھر اسی زمانے میں جلیانوالہ باغ کی فائرنگ سے متعلق ہنٹر کمیٹی کی رپورٹ شائع ہوئی۔ چونکہ رپورٹ ہندوستانیوں کے خلاف تھی اس لیے تمام ملک میں برہمی پیدا ہو گئی۔ ۲۸ مئی ۱۹۲۰ء کو مدارس میں کانگرس نے فیصلہ کیا کہ حکومت سے ترک موالات کی جائے۔ یکم جون ۱۹۲۰ء کو الہ آباد میں [illegible] منعقد ہوا جس میں ترک موالات کو باقاعدہ منظور کیا گیا اور [illegible] ایک کمیٹی قائم کی گئی، جس کے سپرد ترک موالات کی تحریک کی گئی۔ اس کمیٹی کے ارکان تھے مہاتما گاندھی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، مولانا حسرت موہانی اور حاجی محمد صدیق کھتری، بمبئی۔

۸ جولائی ۱۹۲۰ء کو لکھنؤ میں ایک زبردست جلسہ ہوا اور اسی دن سے ہجرت کی تحریک شروع ہو گئی۔ ہجرت کے [illegible] میں ایک مہاجر محبوب اللہ خان گورے کی گولی سے رحلت کر گئے، لیکن گورا کورٹ مارشل میں بری کر دیا گیا۔ بدستور عام ہڑتال کی گئی۔ جب مہاتما گاندھی ترک موالات کی تحریک کے لیڈر قرار پائے، انہوں نے حکومت کے دیئے تمام تمغے واپس کر دیئے۔ سلطان وحیدالدین نے سیورے کانفرنس منعقدہ ۱۰ اگست کا فیصلہ منظور کر لیا، جس کے مطابق تھریس کا بڑا حصہ اور سمرنا یونان کو دے دیئے گئے۔ اس کے علاوہ استنبول اور بعض دوسری بندرگاہیں اتحادیوں کو دے کر آرمینیا کا علاقہ وسیع کر دیا گیا۔ ترکی کے لیے صرف پندرہ ہزار فوج باقی رکھنے پر صاد کیا گیا۔ لیکن انگورہ کی قومی حکومت نے اس فیصلے کو ٹھکرا دیا۔ یونانی فوج کا مقابلہ کیا اور شکست فاش دی۔ ادھر ۲ جنوری ۱۹۲[illegible]ء کو ناگپور میں خلافت کانفرنس کا اجلاس ہوا۔ تمام مسلمان زعماء موجود تھے۔ کانگرس اور مسلم لیگ کے اجلاس بھی وہیں ہوئے۔ پنجاب کے مشہور لیڈر پنڈت رام بھجدت نے تحریک پیش کی کہ جب تک خلافت کا مسئلہ طے نہ ہو، شرا

کی مخالفت کی جائے نیز اعلان کیا کہ ہندو مسئلہ خلافت میں مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔ ڈاکٹر راج کمار چکرورتی (ڈھاکہ) نے اس کی تائید کی۔

۲۶ دسمبر ۱۹۲۱ء کو الہ آباد میں حکیم اجمل خان کے زیر صدارت خلافت کانفرنس منعقد ہوئی مسلم لیگ اور کانگرس کے اجلاس بھی یہیں ہوئے ان میں سول نافرمانی جاری کرنے کی تجاویز پاس کی گئیں۔ ادھر اگست ۱۹۲۲ء میں مصطفےٰ کمال نے یونانیوں پر حملہ کر کے اپنے ملک سے نکال دیا اور اس صورت حال پر یورپ کی طاقتوں نے لوزان کانفرنس طلب کی، جس میں شرکت کے لیے حکومت استنبول اور حکومت انگورہ دونو کو مدعو کیا۔ اس شرکت کے مذاکرات کو مصطفےٰ کمال نے بہانہ بنایا اور رفقا ہم جانب ہو گئے۔ انہوں نے یکم نومبر ۱۹۲۲ء کو نیشنل اسمبلی کا اجلاس بلوایا اور خلافت و سلطنت کو الگ الگ کر دیا۔ اس فیصلے پر سلطان وحید الدین نے ملک چھوڑ دیا اور ترکی کے عبدالمجید کو خلیفہ بنا دیا گیا۔ لوزان کانفرنس (نومبر ۱۹۲۲ء) میں ترکی کی طرف سے عصمت پاشا شریک ہوئے۔ پہلی بار لوزان کانفرنس ناکام ہوئی لیکن جولائی ۱۹۲۳ء میں ترکوں سے مصالحت ہو گئی تو ۲۵ جولائی ۱۹۲۳ء کو ہندوستان میں ترکی سے صلح کا جشن منایا گیا۔

مصطفےٰ کمال نے انگورہ میں حکومت قائم کر کے بالآخر خلافت کا منصب ختم کر دیا۔ یہ عالم اسلام کا عہدہ اتنا جیا، برعظیم کے مسلمانوں کو اس نقصان پر پریشانی ہوئی، انہوں نے ایک وفد ترکی بھیجنے کا ارادہ کیا لیکن حکومت ہند نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر مولانا شوکت علی کی زیر صدارت ۱۹ مارچ ۱۹۲۴ء کو لکھنؤ میں خلافت کانفرنس منعقد ہوئی جس میں خلافت کے خاتمے پر اظہار افسوس کے علاوہ جزیرہ عرب کی آزادی کا مطالبہ اور شریف مکہ سے اظہار نفرت کیا گیا۔

۱۹۲۵ء کا اجلاس ۲۵ دسمبر کو مولانا ابوالکلام آزاد کے زیر صدارت کانپور میں منعقد ہوا، مہاتما گاندھی بھی شریک ہوئے۔ مولانا حسرت موہانی صدر استقبالیہ تھے، انہوں نے اپنے خطبے میں ابن سعود کی مذمت کے علاوہ شاہ حجاز کو خلافت دینے کا اظہار کیا لیکن اگلے اجلاس میں مولانا محمد علی نے تجویز پیش کر کے مولانا حسرت موہانی کا خطبہ کارروائی میں سے حذف کرا دیا۔ اس کے برعکس سلطان ابن سعود کے داخلہ حجاز پر اظہار مسرت، اور شریف مکہ کے اخراج پر اظہار اطمینان کیا گیا۔

مولانا آزاد نے اپنے صدارتی خطبے میں جدید ترکی کے ظہور، مصر کی سیاسی حرکت، مشرق میں یورپ

کے معاملہ استعمار عراق، شام اور فلسطین میں انگریزی فرانسیسی حکم برداری، عثمانی خلافت کے خاتمہ، ترکی سے خاندان عثمانی کے اخراج، شمالی افریقہ میں امیر محمد بن عبدالکریم کی پے در پے فتح مندیوں، حجاز کے ناگہانی اور فوری تغیرات، شریف مکہ کی خود ساختہ عمارت کے انہدام، ابن سعود کے داخلہ حجاز، جزیرۃ العرب کی سیاسی صورت حال، شام میں قومی حرکت کی طاقتور نمود، خاندان قاچاریہ کے خاتمے، پہلوی شہنشاہیت کے قیام اور بعض دوسرے سیاسی ملکی، قومی اور بین الاقوامی مسائل پر روشنی ڈالی، فرمایا کہ:

"ہمارے لئے زندگی و سرگرمی کی اصل جگہ خود اپنی سرزمین اور اپنا وطن ہے۔ اس بات پر افسوس کیا کہ ایک چھوٹی سی مدت میں ہر ملک قدم اٹھا کر بہت آگے بڑھ گیا لیکن واپسی کے بجائے پیچھے دیکھ رہا ہے۔ وطن مذہبی منافرت اور تعصب [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]"

مولانا نے ہندوستان کے مسلمان فوجیوں کے ہاتھوں ترکی کی [illegible] [illegible] "ہندوستان کے بدقسمت مسلمان سب سے پہلے تیار ہوں گے کہ برطانوی شہنشاہیت کے لیے ان ترکوں کے سینوں پر گولیاں چلائیں جو اپنے قومی و وطنی حق کی حفاظت کے لیے دفاع پر مجبور ہوئے ہیں۔"

مولانا نے استعمار کے ہاتھوں مراکش و دمشق کی بربادی کا ذکر کرتے ہوئے جنوبی افریقہ سے ہندوستانیوں کی [illegible] زندگی کے نتائج پر تبصرہ کیا اور کہا:

"طاقت نے کمزوری اور غفلت سے [illegible] یہ سمجھ لیا ہے کہ [illegible] کرے گی۔ انصاف جس کا مطالبہ کمزوری کرے رحم ہے۔"

مزید فرمایا کہ:

"شریف مکہ کا وجود اسلام اور عرب کے لئے موجودہ عہد کی سب سے بڑی مصیبت تھا۔ وہ اپنا آخری لمحہ حیات بھی ظلم و استبداد کے بغیر بسر نہ کر سکا۔"

ایران میں قاچاری شاہیت کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا:

"کہ یہ انقلاب کیسا شاندار اور مکمل ہوتا اگر ایک نئی شہنشاہیت کے آغاز کی جگہ ہم ایران کی جمہوریت کا اعلان سنتے۔ ابن سعود کے داخلہ حجاز پر اظہار مسرت کیا کہ شریف مکہ ختم

ہو گیا۔"

مولانا نے خطبے کے آخر میں فرمایا کہ خلافت کمیٹی جس وقت قائم ہوئی تو اس کے پیش نظر دو مقصد تھے۔

۱۔ مسئلہ خلافت کے لیے ملک میں عام جد و جہد کرنا۔

۲۔ مسلمانوں میں ملکی آزادی کے لیے خصوصیت کے ساتھ ترقی پیدا کرنا۔

مولانا نے فرمایا کہ قومی مقصد کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ مسلمانوں کے قدم اس راہ میں بہت پیچھے تھے۔ مولانا نے خطبے کے اس حصے میں ہندوستان کی آزادی کے حصول اور اس کے لیے جد و جہد پر زور دیا اور کہا کہ مسلمانوں کی ترجیح یہ ہے کہ ہندوستان سے متحد [illegible] تسلط ختم [illegible] قوت سے تحریک [illegible] یہ تسلط برطانیہ [illegible] ہندوستان کے حق میں ہے [illegible] حکومت کی [illegible] مسلمانوں کے لیے ہندوستان [illegible] آزادی [illegible] نصب العین ہے۔ مولانا نے خطبے کے آخر میں پر زور دیا [illegible] سب سے ضرورت سے چل رہے اس سے [illegible] وقت ہمیں عوام کو "نوشت و خواند" کے تعمیری کام میں لگانا چاہیے۔ مولانا نے [illegible] دیکھا اور عوام کی تعلیمی تربیت کے لیے [illegible] پروگرام پیش کیا جس میں [illegible] مسجدوں سے مدرسوں کا کام لینا [illegible] صنعت و حرفت [illegible] مستقل ہو قرأت خانوں ریڈنگ روموں [illegible] خطبات [illegible] دعوت بھی شامل تھے۔

یہ ذکر آچکا ہے کہ مولانا ۲۱ دسمبر ۱۹۱۹ء کو رہا ہوئے۔ یکم جنوری ۱۹۲۰ء کو کلکتے پہنچے۔ پھر باہمی مذاکرات اور قومی مجالس میں شرکت کے لیے جیسے ورشاہ سفر کیا۔ اس کے دو مہینے بعد ان کی صدارت میں ۲۸ فروری ۱۹۲۰ء کو مجلس خلافت بنگال کی پراونشل کانفرنس ہوئی۔ ۳۱ کا [illegible] خطبہ جریدہ "حرب" اور "مسئلہ خلافت" ایک جامع و مانع دستاویز تھا۔ مسئلے کا ہر پہلو بیان کیا اور کوئی مبحث تشنہ نہ رہا۔ فی الجملہ اس موضوع پر سارا خطبہ ایک ایسی کتاب تھی کہ اردو یا کسی دوسری زبان میں اس سے بہتر کتاب نہ ہوگی۔ یہ سب سے بڑا خطبہ تھا۔ جو آج تک کسی قومی و سیاسی مجلس میں پڑھا گیا۔ اس کی حیثیت ایک مستقل تصنیف کی ہے۔

مولانا نے پہلی مرتبہ ۱۹۲۰ء میں آل انڈیا خلافت کانفرنس ناگپور کی صدارت فرمائی۔ یہ خلافت

کانفرنس کا دوسرا اجلاس تھا، پہلا اجلاس ۱۹۱۹ء میں مولانا شوکت علی کے زیرِ صدارت امرتسر میں ہوا، مولانا آزاد اس وقت رانچی میں نظر بند تھے۔

جمعیۃ العلماء ہند کا اجلاس اوّل ۱۹۱۹ء میں مولانا عبدالباری کے زیرِ صدارت امرتسر میں دوسرا اجلاس ۱۹۲۰ء، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے زیرِ صدارت دہلی میں اور تیسرا اجلاس ۱۸ نومبر ۱۹۲۱ء کو مولانا آزادؒ کے زیرِ صدارت لاہور میں۔ اس اجلاس میں مولانا نے دو خطبات دیئے۔ ایک تحریری ایک تقریری۔ تحریری خطبے میں مولانا نے علماء دین کے فضائل و مکارم اور فرائض و مراتب سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ:

"دنیا میں علم و یقین صرف وحی الٰہی اور علوم و حی [illegible] ہوتے ہیں اس کے سوا علم و یقین کا اس سماء دنیا کے نیچے وجود نہیں۔ اس کے سوی جو کچھ ہے وہ جس قدر بھی ہے [illegible] قرآن پکار پکار کر کہتا ہے کہ ظن ہے، تخمین ہے، قیاس ہے، [illegible] ہے، [illegible] ہے، وسوسہ ہے، ریب ہے، ظلمت ہے، ظلمات بعضہا فوق بعض ہے"

مولانا نے اس موقع پر [illegible] کے متعلق قرآن حکیم کی مختلف آیتوں کا حوالہ دیتے ہوئے تین مختلف مذاہب اصلاح کا ذکر کیا جو ان دنوں ہندوستان، مصر، [illegible] ایران، تیونس، بلاد ترکستان و افغانستان میں نشو و نما پا رہے تھے۔ پہلا مذہب اصلاح امرائی سے موسوم تھا، ہندوستان میں سرسید اور ان کے جانشین، ترکی میں سلطان محمود اور اس کے وزراء، مصر میں محمد علی پاشا اور تیونس میں خیرالدین وزیر اعظم تونس اس کے داعی تھے۔ دوسرا اصلاح سیاسی کا مذہب تھا۔ اس کو مسلمانوں کے سیاسی زوال اور قومی اضمحلال کا صدمہ استغراق تھا۔ اس کے سب سے بڑے داعی سید جمال الدین افغانی اور ترکی میں سید مدحت پاشا اور ان کے حامی تھے۔

تیسرا مذہب اصلاح دینی و سیاسی سے موسوم تھا، ہندوستان میں الہلال اس کا داعی تھا، اس کا مطمح نظر مسلمانوں کو بدعات و توہمات سے نکال کے قرآن و سنت کے تابع کرنا اور ان کے گمشدہ اقتدار کو واپس لانا تھا۔ ترکستان اور بلاد روسیہ میں شیخ [illegible] الدین، مصر میں شیخ محمد عبدہ، شام میں شیخ عبدالرحمٰن کواکبی، اور شیخ کمال الدین قاسمی اس مسلک اصلاح کے داعی تھے۔

مولانا نے فرمایا: جمعیت العلماء ہند، الہلال کی بے روک صداؤں کا یوسف مقصود ہے۔

علمائے حق کی راست بازی کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نے ان علماء امت کا ذکر کیا جو قرن اول سے حق و صداقت کے پشتیبان تھے فرمایا:

"ہمارے لیے راہِ عمل تجدید و احیاء ہے نہ کہ تاسیس و اختراع"

تقریری خطبے میں مولانا نے عوام کے جذبات کو جھنجھوڑتے ہوئے انہیں قرن اول کے غزوات کی مثالیں دے کر ہمت دینے کا سبق دیا۔ صوبائی مجلس خلافت آگرہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۲۱ء کے خطبہ صدارت میں مسلمانوں کے جذبات کو ابھارتے ہوئے آگرہ کے تاریخی [illegible] کا تذکرہ کیا کہ خطابت اپنی معراج پر تھی۔ مولانا نے تحریک خلافت کے متعلق فرمایا:

"اس شہر نے ایک [illegible] ہندوستان [illegible] کر دیا جو [illegible] ہندوستان کی آزادی کا مسئلہ ہے جس سے ہندوستان کا [illegible] ہو گیا۔"

فرمایا:

"میں ہی [illegible] نے سب سے پہلے ۱۹۰۵ء میں [illegible] ہندوستان کی [illegible] اس سب [illegible] کانفرنس [illegible] جس نے [illegible] کا فیصلہ کیا [illegible] حکیم اجمل خان:"

مہاتما کانگرس کے سب سے بڑے [illegible] ہیں انہوں نے پہلی دفعہ ۵ دسمبر ۱۹۲۳ء کو دہلی کے اسپیشل اجلاس کی صدارت کی۔ یہ اجلاس کانگرس لیڈرشپ کے دو گروہوں کو جوڑنے کے لیے تھا۔ ایک گروہ کونسلوں کے حق میں اور دوسرا اس کے خلاف تھا۔ مولانا نے انہیں اکٹھا کیا اور صداقت کے پیمانے تعاون کا راستہ پیدا کیا۔ یہ کوئی معمولی چیز نہ تھی۔ مولانا نے کانگرس کو شکست سے بچایا اور دونوں گروہوں کے نقطہ ہائے نگاہ میں ہم آہنگی پیدا کر کے باہمی تصادم ختم کیا۔

مولانا کا یہ خطبہ ایک فلسفی مدبر کا ادبی زبان میں خطاب ہے۔ مولانا نے مسند خلافت کے پس منظر میں ترکی کی نشاۃ ثانیہ اور اس کے ملی وجود کی بقا و استحکام پر اظہار خیال کرتے ہوئے کھلے لفظوں میں بیان کیا کہ سوراج کے ملنے میں تاخیر ہوئی تو یہ ہندوستان کا نقصان ہوگا۔ لیکن ہندو مسلم اتحاد جاتا رہا تو

عالم انسانیت کا نقصان ہوگا۔

مولانا نے اس زمانے میں ملک کے طول و عرض کا دورہ کیا۔ پشاور سے کلکتے تک اور دہلی سے مدراس تک ہر جگہ ہزارہا انسانوں سے خطاب کرتے رہے۔ آل انڈیا خلافت کانفرنس کی دو دفعہ صدارت کی اور کئی ایک صوبائی کانفرنسوں کی صدارت فرمائی۔ ناگپور کا خطبہ صدارت دستیاب نہیں ہو سکا۔ مولانا نے ایک ایسا ذہن پیدا کیا جو پہلے مفقود یا محدود تھا۔ جہاں تک عوام کا تعلق ہے ملک بھر میں قومی رہنماؤں کی ایک ڈار پیدا ہو گئی اور اس ڈار کے پیدا کرنے میں ابو الکلام پیش پیش تھے۔

مولانا کی دور نظری اور مستقبل بینی کا حال یہ تھا کہ انہوں نے ۲۲ اکتوبر ۱۹۱۴ء کو کلکتے کے ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

> یورپ کی مسیحی طاقتیں ترکی سے نام اسلام مقامات مقدسہ چھین لینا چاہتی ہیں اور دولت عثمانیہ کو... یہ نہیں بلکہ ترکی حکومت کو آپس میں بانٹ لینے کی متمنی ہیں۔

پہلی جنگ عظیم ختم ہوئی تو یہی ہوا کہ خلافت عثمانیہ پارہ پارہ ہو گئی اور مسلمان ریاستیں اپنی علیحدگی سے برطانیہ، فرانس اور اٹلی کے تصرف، عملداری اور انتداب میں آگئیں۔ ان حالات میں تحریک خلافت نے ہندوستان کو جو کچھ دیا وہ یہ تھا:

۱۔ ہندوستان میں حساس آبادی اجتماعی طور پر بیدار ہو گیا اور ملک غیر ملکی غلامی سے گلو خلاصی حاصل کرنے کے لیے متحد ہو گیا۔ انگریزوں کو بھی احساس ہو گیا کہ ہندوستان نے اپنی منزل کی طرف قدم اٹھا لئے ہیں اور اب اس کی سیاسی تحریک کا رکنا ممکن نہیں۔

۲۔ ملک کی پرانی لیڈر شپ ختم ہو گئی اور اس کی جگہ نئی لیڈر شپ کا آغاز ہوا۔

۳۔ مسلمانوں کی ذہنی سرزمین میں برطانوی وفاداری کا جو بیج بویا گیا تھا، اس کی جگہ مسلمانوں میں برطانوی غلامی سے تنفر کے جذبات پیدا ہو گئے اور انگریز دوست لیڈر شپ کے بجائے استعمار دشمن لیڈر شپ نمایاں ہو گئی۔

۴۔ ۱۸۵۷ء کے بعد یہ ایک نئے ہندوستان کا آغاز تھا۔

۵۔ مسلمان برطانوی استعمار کی عالمی سیاست سے واقف ہو گئے۔

۶۔ ہندوؤں کی وطنی سیاست کا مزاج انقلابی ہو چکا تھا، لیکن مسلمانوں کی معاشی پسماندگی اور عمرانی پسماندگی کے باعث رجعتی لیڈر شپ نے ان پر جو اپنا اثر و رسوخ اور تسلط و اقتدار قائم کر رکھا تھا وہ تحریک خلافت کی بدولت ختم ہو گیا۔

۷۔ تحریک خلافت کا مسلمانوں کو انعام یہ تھا کہ ان میں پامردہ استادوں کے علاوہ جواں مرد کارکنوں کی جماعت پیدا ہو گئی جس نے برطانوی استعمار سے ٹکر لینے کی رسم ڈال دی۔ اس سے پہلے مسلمانوں کی لیڈر شپ ان لوگوں کے ہاتھ میں تھی جو بزدل یا بد دل تھے۔

۸۔ یہ خصوصیت تحریک خلافت کو حاصل ہوئی کہ اس نے عوام سے [illegible] میں ترک موالات کا [illegible] ہندو [illegible]

۹۔ اس تحریک کی بدولت ادب و شعر کا [illegible] سیاست و صحافت کے مذاق میں [illegible] تبدیلی [illegible]

۱۰۔ اس تحریک سے پہلے [illegible] ناخواندہ [illegible] تحریک خلافت نے [illegible] کو مشاکی یکجائی پیدا کی۔

[illegible] ملیح آبادی نے مولانا آزاد کی زندگی [illegible] اس میں مذہب کی [illegible] سے [illegible] مذہبی بغاوت [illegible] دماغی [illegible] سرسید کے افکار کی تحویل [illegible] آزادی [illegible] ترجمان القرآن کے مقدمہ میں چند اشارے ہیں [illegible] پر الحاد کا زمانہ بھی گزرا تھا۔

"المختصر الہلال" کی دعوت بھی وہی تھی جو آج مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا نصب العین ہے الا یہ کہ بحث کے جو زمان و مکان ہیں وہ تصوراتی و نظریاتی لحاظ سے مختلف ہیں۔ الہلال کے ابتدائی زمانہ میں مولانا آزاد نے مسلم لیگ کو بری طرح رگیدا، لیکن تب وہ کانگرس کے ترجمان نہیں تھے۔

وہ ہندو مسلم اتحاد سے انکار نہیں کرتے تھے لیکن مسلمانوں کی انفرادیت کو قائم رکھنے کے حامی و داعی تھے۔ ان کے نزدیک مسلمانوں کا ملی وجود ہی ان کی بقا کا ضامن تھا۔

عبدالرزاق ملیح آبادی "ذکر آزاد" کے صفحہ ۲۴۲ پر لکھتے ہیں کہ:

"مولانا مسلمانوں کو مذہب کی راہ منظم کرنا چاہتے تھے۔ ان کی اسکیم کا خلاصہ یہ تھا کہ مسلمان

کہ ایک امام ہو، اور امام کی طاعت کو وہ اپنا دینی فرض سمجھیں مسلمانوں میں یہ دعوت
مقبول ہو سکتی ہے اگر قرآن و حدیث سے انہیں بتا دیا جائے کہ امام کے بغیر ان کی زندگی
غیر اسلامی ہے اور ان کی موت جاہلیت پر ہوگی۔ جب مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد امام
کو مان لے تو امام ہندوؤں سے معاہدہ کر کے انگریزوں پر جہاد کا اعلان کر دے۔"

ملیح آبادی لکھتے ہیں کہ ان کے نزدیک مولانا ابوالکلام ہی اس امامت کے اہل تھے۔ مولانا نے اس غرض سے ملیح آبادی کو بیعت کے لیے [illegible] اور الفاظ بیعت کا مسودہ بھی لکھ دیا۔ ان کے سپرد پنجاب کا صوبہ کیا۔ حضرت شیخ الہند [illegible] سے بیعت [illegible] ملیح آبادی کو معلوم ہوا کہ فرنگی محل والے حضرت شیخ الہند کو [illegible] تو حضرت شیخ الہند سے تخلیہ میں ملاقات کی اور کہا کہ بعض لوگ امامت کے [illegible] آپ کا نام لے رہے ہیں [illegible] اس مسئلہ میں بھی حضرت شیخ [illegible]

میں تو ایک [illegible] ملیح آبادی نے کہا "پھر لوگ [illegible] امامت [illegible] رہے ہیں۔" شیخ نے فرمایا مولانا عبدالباری کے بہترین آدمی ہیں [illegible] ملیح آبادی نے کہا مولانا ابوالکلام آزاد کے [illegible] اس وقت مولانا ابوالکلام کے سوا کوئی شخص امام الہند نہیں ہو سکتا [illegible] اوصاف کا مجموعہ ہیں جو ہندوستان کے امام میں ہونے ضروری ہیں۔"

ملیح آبادی لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ کے جملہ مولانا عبدالباری سے بات چیت کی اور کہنے لگے:

"مولانا آزاد کے سوا کسی اور کا نام امامت کے لیے لینا قوم سے غداری ہے۔ میں پہلا آدمی ہوں جو مولانا آزادؒ کے ہاتھ پر بیعت کرے گا۔"

ملیح آبادی لکھتے ہیں کہ میں اس جواب سے مطمئن نہ ہوا۔ مجھے معلوم تھا کہ مولانا آزادؒ سے بڑی چشمک ہے گو ظاہری محبت و خلوص کی کمی نہیں۔ میں نے ان سے تحریر چاہی تو انہوں نے لکھ دیا۔ ملیح آبادی نے ذکر آزاد کے صفحہ ۳۷ پر وہ تحریر نقل کی ہے۔ ابھی یہ سلسلہ چل ہی رہا تھا کہ مولانا آزادؒ نے ملیح آبادی

رکھو کہ سرِدست اس قصے کو ترک کیجیے اور کام کرنے جائیے۔

مولانا کو پنجاب، سندھ اور بنگال پر مقابلتہً زیادہ اعتماد تھا۔ دہلی امامت کا سانچہ تیار ہو چکا تھا۔ اس زمانے میں دیوبند، مدرسہ [illegible] ندوہ اور فرنگی محل [illegible] کی تیاری اور تکمیل کے مرکز تھے لیکن ان کے ذہن میں مسلمانوں کی امامت کا حقدار وہ تھا جو ان سب اسنادِ فضیلت سے بے نیاز ہو۔ [illegible] مراکز کے پادھائی وردیوں میں جارہ وری کے تعصبات سے آگاہ تھے۔ [illegible] کا تھا جب مسلمانوں کی قیادت [illegible]

سے مطلع کیا تو آپ نے [illegible]

"حضرت [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اور [illegible]"

[illegible] ذہن سے نکال دیا اور [illegible] مطلقاً نظر انداز [illegible] نہیں بلکہ مخالف ہیں۔ مولانا محمد علی [illegible] مولانا آزاد کی امامت ہی کے نہیں بلکہ ذات کے بھی سخت مخالف [illegible]

مولانا آزاد نے [illegible] مدرسہ عالیہ کلکتہ [illegible] مدرسہ اسلامیہ قادریہ [illegible] ۱۹۲۰ء [illegible] افتتاحیہ خطبہ [illegible]

"علم خدا کی ایک پاک امانت ہے اور اس کو صرف اس لیے ڈھونڈنا چاہیے کہ وہ علم ہے۔ اس حکومت نے تم کو علم کے لیے نہیں معیشت کے لیے ذریعہ بنا دیا ہے۔"

مولانا کو اس زمانے میں علما کے مختلف دبستانوں کا تلخ سے تلخ تجربہ ہو کہ وہ اپنے سلسلوں کے طائفے بن کے بیٹھے، اور اپنے سے باہر کسی کو فضیلت دینے کے سوال پر ان کے علم و تقویٰ رخنی

ہی نہیں ہوتے۔ مسلمانوں کے متعلق مولانا نے محسوس کیا کہ ابھی ان میں سیاسی شعور کی اہمیت کا فقدان ہے اور اس کے وجوہ ہیں۔ ایک بڑا سبب یہ ہے کہ وہ مختلف مسالک کے خانوں میں اس طرح بٹے ہوئے ہیں کہ انہیں اسلام کی وحدت سے کہیں زیادہ مسالک کا بٹوارہ عزیز ہے، اور مشارب کی اس تقسیم پر وہ اسلام کی ملی وحدت کو بھی تیاگ دیتے ہیں۔

مولانا کے محسوسات کو ان کے ہی جامع الفاظ میں پیش کرنا مشکل ہے۔ لیکن مولانا نے تحریک خلافت کے دنوں میں [illegible] تجربات سے جب مسلمانوں کے جوش و [illegible] کا اندازہ [illegible] تھا وہاں بالآخر وہ اس نقطۂ نگاہ تک پہنچ چکے تھے۔

۱۔ ہندوستان کے مسلمان مختلف صوبوں میں بٹی ہوئی طاقت ہیں [illegible] اور [illegible] مختلف [illegible] ہیں۔

۲۔ مسلمانوں کی مذہبی [illegible] کی تحریک [illegible] سیاسی جدوجہد کی [illegible] جداگانہ مفادات رکھتے تھے۔

۳۔ [illegible]

۴۔ مسلمان [illegible] تھے اور وہ الگ رہ کر اپنے قومی وجود کو تحفظ دے سکتے تھے۔

۵۔ اب [illegible] فکری ساخت [illegible] تھی وہ [illegible] سے مختلف تھی۔ سوال یہ تھا کہ عصری تحریکوں کا مقابلہ کرنے کے لیے قومی جدوجہد کی ذہنی چھاپ کیا ہو؟ کیونکہ ہندوستان سید احمد شہید اور علمائے صادق پور کے فکر و نظر کی [illegible] تک نکل چکا تھا اور تمام دنیا کے سیاسی دھارے مختلف ہو گئے تھے۔

۶۔ ہندوستان میں سیاسی مقاصد کے لیے کسی مذہبی تحریک کی سیاسی کامیابی مختلف مذاہب کی موجودگی میں ناممکن تھی۔ ہندوستان کئی مذاہب اور کئی مسالک کا وطن تھا۔ یہاں ایک مذہبی تحریک کا دوسرے مذاہب کے پیروکاروں سے ٹکراؤ ناگزیر تھا اور یہ ہندوستان کی آزادی کے راستے کی ہیت

بڑی سوک تھی۔

۷۔ جس خلافت کے لیے ہندوستانی مسلمانوں نے منظم جدوجہد کی اس کو مصطفیٰ کمال کے ردِ عمل نے اپنے ہاتھوں معدوم کر دیا گو استعماری کی کارفرمائی کا نتیجہ تھا۔ مسلم عرب ملکی ریاستوں میں تقسیم ہو کر خلافت سے ہاتھ اٹھا چکے تھے۔ مولانا نے ہندوستانی مسلمانوں کے لیے اس خارجی سیاست کے بجائے داخلی سیاست کو اولیت دی کہ ہندوستان کی آزادی پر ایشیائی ممالک کی آزادی کا انحصار ہے اور ہندوستان کی آزادی کا صحیح نقشہ ہندو اور مسلمانوں نے [illegible] سے ابھرتا ہے۔

۸۔ مولانا نے ہماری آزادی سے قومی محبت میں یہی ہے

"[illegible] آزادی کے [illegible] ہندو [illegible]
کبھی سارے مسلمان [illegible]"

[illegible] اس کا تجربہ کر چکے ہیں۔

تحریک خلافت کے بعد ہندوستان میں ہندو مسلم [illegible] اور شدھی و سنگھٹن کی تحریکوں سے جو رنگ اختیار کیا وہ [illegible] خوفناک [illegible] ہندو مسلم فسادات کی صورت میں ٹوٹ گئے۔ ۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۶ء تک ۱۰۰ [illegible] میدان میں [illegible]۔ ۱۹۲۷ء میں اتحاد دوبارہ بحال کیا جو چند ماہ بعد ختم ہو گیا۔ ۱۹۲۸ء میں سائمن کمیشن سے متعلق ان کا [illegible] تھا جو ہندوستان سے حریت پسند [illegible] سے اتفاق نہ کرتے، مظاہروں میں شریک ہوتے اور ہنگامے رہے۔ ۱۹۲۹ء میں کانگریس کا سالانہ اجلاس پنڈت جواہر لال نہرو کے زیر صدارت لاہور میں منعقد ہوا۔ کانگریس نے مکمل آزادی کا ریزولیوشن پاس کیا۔ [illegible] شریک ہوئے مگر ملک کی [illegible] سے [illegible] بد دل تھے۔ مولانا محمد علی وغیرہ کانگریس چھوڑ کے جا چکے تھے۔ ادھر جمعیت لیڈر شپ نے مسلمانوں کو بالواسطہ و بلاواسطہ متاثر کرنا شروع کیا اور ایک حد تک متاثر کر دیا۔ اس دوران میں فرقہ وارانہ منافقت طے کرنے کے لیے قبل ازیں کئی اتحاد کانفرنسیں ہوئیں، ایک کانفرنس کا نتیجہ نہرو رپورٹ تھی، لیکن وہ رد ہو گئی۔ ملک میں مسلمانوں کی خلافتی لیڈر شپ جس میں پہلے ہی رقابتی چشمک تھی ایک دوسرے کے مد مقابل دو سیاسی مسلکوں میں بٹ گئی اور [illegible] ہو گئی۔ ادھر ہندو مسلم

مسئلہ موجود تھا یعنی نہرو رپورٹ کے مرحلہ میں مسلمان سیادت کی تقسیم کا باعث ہوا۔ مولانا محمد علی کا شخصی ٹکراؤ بھی تھا۔ مولانا محمد علی نے کانگریس سے علیحدگی اختیار کی تو وہ لوگ جو انگریزوں کی خوشنودی کے لیے جی رہے تھے۔ مولانا محمد علی کے گرد جمع ہو کر فرقہ واریت کا ستون ہو گئے۔ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے ترجمان ہیں۔ مولانا آزاد نے اس مرحلہ میں فی نفسہ حصہ نہ لیا۔ اور وہ سب کچھ چپ چاپ سہتے رہے جو ان کے حریف ان سے متعلق سیاستاً یا تعریضاً کہتے۔ مولانا نے ان دنوں یا اس کے بعد سیاسی اتار چڑھاؤ کے مختلف مرحلوں میں بلکہ تحریک پاکستان کے [illegible] کے خلاف بھی [illegible] لب و لہجہ بڑی زبان استعمال کی [illegible] رہے۔

[illegible] میں دہشت پسند [illegible] میں [illegible] کانگریس [illegible] [illegible] [illegible] دہشت پسندی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] زیادہ [illegible] اعلان [illegible] ہوا

[illegible] کانگریس [illegible] سوراج پارٹی [illegible] [illegible] حاصل ہوئی اور وہ پارلیمانی محاذ پر سرگرم رہی۔ [illegible] ہے۔ [illegible] بیان کیا کہ قومی آزادی کا مسئلہ حقیقت [illegible] ہندوستان سے بات چیت [illegible] مجبور تھے۔ [illegible] کانگریس [illegible] نہرو رپورٹ ختم کر دی [illegible] ہندوستان کا موقف مکمل آزادی ہے۔ حکومت نے [illegible] ایک سال بعد [illegible] تحریک شروع [illegible]

۱۹۳۰ء میں تحریک شروع کی گئی۔ کانگریس نے ستیہ گرہ شروع کیا۔ گاندھی جی نے ڈانڈی مارچ کیا، جگہ جگہ نمک سازی کی گئی کوئی چار ماہ کے اندر جیل بھر گئے۔ گاندھی ارون میثاق کے وقت ستر ہزار کے لگ بھگ سیاسی قیدی تھے۔ جن میں چھ ہزار مسلمان تھے۔ صوبہ سرحد میں قصہ خوانی بازار کا خونچکاں حادثہ ہوا۔

گورنمنٹ نے کئی سو خدائی خدمت گاروں کو جیل میں ڈالا، کانگرس کے ساتھ خدائی خدمت گار، احرار اور جمعیت علماء کے زعماء و رہنما بھی تھے۔ انہوں نے بھی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ کانگرس خلاف قانون جماعت قرار دے دی گئی تو ایک کے بعد دوسرا صدر اور اس کی نامزد ورکنگ کمیٹی کے ارکان پکڑے جاتے رہے۔ مولانا آزاد بھی صدر منتخب کیے گئے اور وہ بھی پکڑے گئے۔ انہوں نے جانشین ڈکٹیٹر انصاری [illegible] صاحب نے [illegible]

مولانا [illegible] ڈیڑھ سال قید [illegible]

مساعی [illegible] نتیجہ تھا کہ [illegible] گیر انسان تھے اور ایک زمانے [illegible]

[illegible] ٹکڑے [illegible] پکڑے گئے۔ مولانا آزاد بھی [illegible] قید رکھا گیا۔

[illegible] مولانا محمد علی گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے گئے اور لندن ہی میں رحلت کر گئے [illegible] کانفرنس میں [illegible] فیصلہ کیا گیا کہ وہ انگریزوں [illegible] سرکاری مسلمانوں سے شامل نہ ہوئے زیادہ انگریزوں کی شہ پر اڑے رہے کہ انصاری کو مسلمانوں کی نمائندگی کا حق ہی نہیں پہنچتا۔ ادھر مسلمانوں کی صورت حال یہ تھی کہ احرار جداگانہ انتخاب کی حمایت میں کانگرس سے الگ ہو گئے اور پنجاب میں ایک ابھرتی ہوئی طاقت تھے۔ ان کی بدولت تحریک کشمیر پیدا ہوئی اور تقریباً بیس ہزار مسلمان قید ہوئے کئی نوجوان کشمیر کے سرحدی مورچوں پر شہید ہوئے۔

ادھر ۱۹۳۵ء تک حالات نے کئی پانسے پلٹے۔ خان عبدالغفار خان سالہا سال صوبہ سرحد سے

باہر رہے ان کے لیے اپنے صوبے میں داخلہ ممنوع تھا۔ مولانا محمد علی کی وفات کے بعد مسلمانوں کے اکثریتی صوبوں کا حال یہ تھا کہ بنگال میں مسلمانوں کی رجعتی لیڈرشپ کا صوبائی اسمبلی کے یورپی ممبروں سے گٹھ جوڑ تھا۔ سرحد میں خان عبدالغفار خان عوام کی اکثریت کے محبوب تھے۔ لیکن صاحبزادہ عبدالقیوم اور خان بہادر قلی خان جیسے ٹیڈی وفادار حکومت کے ہاتھ کی چھڑی اور جیب کی گھڑی تھے۔ سندھ سرکاری وڈیروں کے ہاتھ میں تھا اور عوام [illegible] تھے۔ بلوچستان [illegible] سیاسی [illegible] تھا اور عوام سرداروں کے محکوم تھے۔ پنجاب میں سیاسی مسلمان یونینسٹ تھے۔ ہندو، مسلمان اور سکھ آپس میں متحارب تھے۔ مسلمانوں کا مقدر انگریزوں کے [illegible] کے ہاتھ میں تھا۔

[illegible] ۱۹۳۵ء [illegible] پنجاب کے مسلمان [illegible] رہنماؤں کی سیاسی [illegible] مسلمان [illegible] اکثریت کا [illegible] کانگرس کا [illegible] وہ ذہن [illegible] تقسیم [illegible] نہ تھی۔

مولانا اس وقت کے لیڈروں سے الگ تھلگ [illegible] منہاج تھے ۱۹۲۲ء میں انہوں نے [illegible] ۱۹۲۵ء میں صوبجاتی خودمختاری سے متعلق قانون حکومت ہند پاس ہوا تو [illegible] سیاسی [illegible] شروع ہوئی۔ گاندھی جی نے مرن برت رکھ کر اچھوتوں سے متعلق [illegible] ختم کرائی۔ سکھوں نے پنجاب میں مسلمانوں کی برائے نام اکثریت کو مسلمان راج کا نام دے رکھا تھا۔ یہ لوگ کانگرس سے ہمنوائی کی توقع رکھتے تھے لیکن کانگرس کی مجلس عاملہ نے [illegible] یہ ممکن بھی نہ تھا۔

سکھوں کا خیال تھا کہ وہ کانگرس [illegible] رہتے ہیں کیونکہ ان کی [illegible] ہندوؤں کی چھاپ ملی ہوئی ہے۔ دوسرے مسلمان من حیث الجماعت کانگرس سے باہر ہیں اور وہ کانگرس کے ساتھ ہیں لیکن مولانا آزاد نے اس عصبیتی ذہن پر پانی پھیر دیا۔ اکالی کانگرس سے الگ ہی تھے اور الگ ہو گئے۔ انتخاب میں کانگرس کا مقابلہ کیا [illegible] جو کانگرس میں تھے۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق تھا وہ شرومنی اکالی دل سے مختلف ذہن نہ رکھتے تھے۔ انہوں نے خلوت وجلوت میں بیان کیا کہ:

"مولانا آزاد ان کے راستے کی سب سے بڑی روک ہیں وہ نہ تو ان کو چلنے دیتے ہیں اور نہ ان کی آواز کانگرس ہائی کمان میں رسا ہوتی ہے۔"

مولانا کانگرس ہائی کمان میں مسلمان ممبروں کے انچارج تھے۔ لیکن پنجاب میں سنگھٹن اور لالی کچھ اس طرح متحد تھے کہ صوبائی کانگرس کے کرتا دھرتا تھے وہ نہ تو اپنے ذہن کی چھاپ ترک کرتے ورنہ مسلمانوں ہی کے معاملے میں صاف دل تھے۔ ہمیشہ [illegible] کانگرس کی [illegible] دیتے جو مولانا سے موافق نہ ہوتا [illegible] سیف الدین [illegible] مولانا [illegible] تھے۔ میاں [illegible] مستثنیٰ تھے [illegible] ان کی طبیعت [illegible] تھی اور [illegible] ہندوستان [illegible] [illegible]

[illegible]

وہ عوام کے [illegible] [illegible] اپنی ذات یا اپنے مستقبل [illegible] ہیں۔

سیاست کا جوار بھاٹا

[illegible] ۱۹۳۲ء [illegible] جس [illegible] کی حیثیت [illegible] ناکام ہوئی، بنگال اور پنجاب کے مسلمان [illegible] زیادہ [illegible] تیار تھے [illegible] فیصلہ [illegible] ہندو [illegible] فرقہ وارانہ [illegible] اقلیت [illegible] انگلستان نے اگست ۱۹۳۲ء میں کمیونل ایوارڈ کا اعلان [illegible] ۱۹۳۲ء [illegible] لکھ کر ہندوؤں اور اچھوتوں [illegible] قوموں میں [illegible] کمیونل ایوارڈ میں ترمیم کی گئی اور مارچ ۱۹۳۳ء میں [illegible] وفاقی [illegible] تجویزیں درج تھیں ان تجویزوں پر غور کرنے کے لیے برطانوی پارلیمنٹ نے [illegible] کمیٹی بنائی جس کے صدر لارڈ لنلتھگو تھے۔ اس کی رپورٹ اکتوبر ۱۹۳۴ء [illegible] اس کا نتیجہ ۱۹۳۵ء کا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ تھا جس کے تحت صوبائی خود مختاری کا آغاز ہوا اور مرکز کے لیے ایک ایسی وفاقی حکومت تجویز کی گئی جس میں صوبائی حکومتوں کے علاوہ ریاستوں کی رضامندی پر ان کے شمول کا نقشہ بنایا گیا۔ درحقیقت چار ساڑھے چار سال کا یہ عرصہ ایک لحاظ سے آئینی جدوجہد اور اس کے ردوقبول کا دور تھا۔

۱۹۳۵ء کا ایکٹ فی الواقعہ کوئی آزادی کی دستاویز نہ تھا۔ لیکن بہر حال وہ ہندوستان کو اختیارات

منتقل کرنے کی طرف ایک قدم ضرور تھا۔ اور منزلِ مقصود کے دستوری سفر کا ایک پڑاؤ تھا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ ایسٹ انڈیا کمپنی سے لے کر شاہِ انگلستان کی فرمانروائی کے مختلف ادوار سے ہو سکتا ہے۔ ملکہ الزبتھ نے ۱۶۰۰ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو ہندوستان میں تجارت کرنے کی سند دی تھی، لیکن ایسٹ انڈیا کمپنی کا اقتدار بہت عرصہ بعد شروع ہوا۔ اس نے راجاؤں اور نوابوں کی اندرونی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر عمل و دخل شروع کیا۔ اس کی [illegible] شکل [illegible] مدراس، بمبئی اور بنگال میں صوبجاتی حکومتیں قائم کی گئیں۔ اور یہ حکومتیں اپنے اپنے ادوار میں [illegible] مرکزی اور بااختیار جماعت کے سامنے جواب دہ تھیں۔ ۱۷۷۳ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے ریگولیٹنگ ایکٹ کے نام سے ہندوستان کے لیے ایک قانون پاس کیا [illegible] پریذیڈنسی [illegible] بنگال پریذیڈنسی کو مدراس اور بمبئی پر [illegible] گورنر جنرل [illegible] سال تک گورنر جنرل کے اختیارات [illegible] کا تعلق تھا [illegible] حکومت کا استحکام [illegible] ۱۸۳۳ء میں [illegible] مرکزیت کو مزید تقویت حاصل ہوئی، مدراس اور بمبئی کی حکومتوں سے قانون سازی کے اختیارات [illegible] بنگال کا گورنر تمام ہندوستان کا گورنر جنرل [illegible] ہو گیا۔

۱۸۵۷ء کے ہنگامہ آزادی کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کا خاتمہ ہو گیا اور سلطنت شاہ انگلستان کو منتقل ہو گئی اور پارلیمنٹ نے ہندوستان کی حکومت چلانے کے لیے وزیرِ ہند کا تقرر کیا جس کی امداد کے لیے دس سے لے کر چودہ ارکان تک کی انڈیا کونسل بنائی گئی۔ ۱۸۶۱ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے انڈین کونسلز ایکٹ پاس کیا جس کی رو سے بمبئی، بنگال، مدراس، یوپی، پنجاب اور سرحد میں قانون سازی کے لیے کونسلیں قائم کی گئیں۔ لیکن گورنر جنرل کو تمام معاملات میں ہمہ گیر اختیارات حاصل رہے۔ لارڈ کرزن گورنر جنرل ہوئے تو ان کا نقطۂ نگاہ یہ تھا کہ تمام اختیارات مرکز کے پاس رہیں۔ لارڈ منٹو آئے تو انہوں نے بعض صوبائی اختیارات کی تنسیخ چاہی۔ اس غرض سے اصلاحات کے لیے شاہی کمیشن مقرر ہوا۔ اس نے ہندوستان کے سفر و مطالعہ کے بعد ۱۹۰۸ء میں رپورٹ پیش کی۔ ماحصل یہ تھا کہ مرکزی حکومت کے اختیارات میں کوئی ترمیم کیے بغیر صوبوں کو بعض امور میں خود اختیار بنا دیا جائے۔ ۱۹۰۹ء کا انڈین کونسلز ایکٹ بھی سفارشات

کا نتیجہ تھا ور سی کا نام منٹو مارلے ریفارمز تھا۔ اور لارڈ منٹو سبکدوش ہوگئے تو لارڈ ہارڈنگ گورنر جنرل ہو کے آتے انہوں نے اگست ۱۹۱۱ء میں ملک معظم کی حکومت کو تیار کیا کہ صوبوں کی تقسیم جدید ہو اور دارالحکومت کلکتے کے بجائے دھلی قرار دیا جائے۔ چنانچہ تقسیم بنگال منسوخ کی گئی۔ صوبہ بہار و اڑیسہ قائم ہوا۔ دھلی دارالحکومت قرار پایا۔

برطانیہ کے مشہور سیاستدان مسٹر مانٹیگو نے ۱۹۱۷ء میں دارالعوام میں ہندوستان کو بتدریج ذمہ دار حکومت سونپنے کے سلسلے میں [illegible] ۱۹۱۸ء میں مونٹیگو چیمسفورڈ رپورٹ شائع ہوئی اور اس میں صوبوں کے لیے دو عملی کی سفارش کی گئی۔ چنانچہ ۱۹۱۹ء [illegible] گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ اسی رپورٹ کی بنا پر تیار ہوا [illegible] کے زیر نگرانی رہتے لیکن [illegible] نافذ ہو جاتی مجلس قانون ساز [illegible] موجودہ [illegible] ۱۹۲۷ء [illegible] کا تقرر ہوا تھا۔

کمیشن نے [illegible] ہندوستان کا دورہ کیا [illegible] ۱۹۲۸ء [illegible] دوسرا [illegible] ۱۹۲۹ء [illegible] ۱۹۳۰ء میں کمیشن نے [illegible] اپنی رپورٹ پیش کی [illegible] اس رپورٹ کا [illegible] گول میز کانفرنس کا انعقاد تھا۔ جہاں تک ہندوستان کے نمائندوں [illegible] گول میز کانفرنس کے مذاکرات باہمی مفاہمت سے محروم رہے لیکن اسی کا نتیجہ یا حاصل برطانوی حکومت [illegible] تھا۔ جو ۱۹۳۵ء کے ایکٹ یعنی صوبجاتی خود مختاری اور مرکزی وفاق کی آئینی دستاویز کا چہرہ تھا۔

پہلی گول میز کانفرنس ۱۲ نومبر ۱۹۳۰ء کو منعقد ہوئی اس میں کل چھیاسی ڈیلیگیٹ شامل ہوئے جن میں سولہ ہندوستانی ریاستوں، ستاون برطانوی ہندوستان اور تیرہ انگلستان کی مختلف سیاسی جماعتوں کے نمائندے تھے۔ ادھر اگست ۱۹۳۰ء میں حکومت مسٹر جیکار اور سر تیج بہادر سپرو کی معرفت مہاتما گاندھی اور کانگریسی زعما سے یرودا جیل میں بات چیت کر رہی تھی۔ ابتداً گفتگو ناکام ہوگئی لیکن ۲۱ جنوری ۱۹۳۱ء کو مہاتما گاندھی اور ان کے بیس رفقا یکایک رہا کر دیئے گئے۔ ۲۶ جنوری ۱۹۳۱ء کو گاندھی ارون میثاق ہوگیا۔ ۱۴ اگست

...گو کانگرس نے گول میز کانفرنس میں عدم شمولیت کا فیصلہ کیا۔ لیکن سر تیج بہادر سپرو اور مسٹر جیکار کی درمیان داری کے باعث مہاتما جی ۲۵ اگست کو گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے رضی ہو کر انگلستان پہنچ گئے۔ مگر کانفرنس ہندو مسلم مسئلے میں کسی مفاہمت کے بغیر ختم ہوئی۔ مہاتما گاندھی ۲۸ دسمبر ۱۹۳۱ء کو واپس بمبئی پہنچے تو ملک میں لارڈ ولنگڈن نے آرڈی ننسوں کا تشدد برپا کر رکھا تھا۔ یوپی میں تمام آرڈی ننس نافذ تھا۔ سرحد میں سرخ پوشوں پر گولیاں چل [illegible] کے بڑے بڑے رہنما جیلوں میں تھے۔ دھر بنگال میں کئی آرڈی ننس [illegible] قوانین کی زد میں تھا۔ ۱۹۳۲ء [illegible] خلاف قانون قرار دے دی [illegible] کانگرس ہندوستانی [illegible] منظور کر لی تھا [illegible]

ڈاکٹر [illegible] میں حکومت کے ہاتھوں [illegible] خان مسلسل قید رہے اگست ۱۹۳۶ء میں کانگرس [illegible] بعد خان عبدالغفار خان رہا کر دیے گئے [illegible] عمر کا پچاسواں سال شروع ۱۹۴۲ء [illegible] ملک سے [illegible] سے برطانوی حکومت [illegible] جیل میں رہے۔ [illegible] دوسری جلد [illegible] رہے۔ [illegible] ۱۹۲۶ء [illegible] شمولیت [illegible] کا ممبر ہونے کے باعث اس کے مختلف جلسوں میں شریک ہوتے اور اپنی رائے دیتے لیکن عوام سے رابطہ [illegible] منقطع کیا کر خطابت ہی سے دستکش رہے۔ انہیں عوام میں [illegible] سخت مشکل تھا۔ ترجمان القرآن جلد دوم کا ابتدائیہ موتی نگر کانگرس کیمپ لکھنؤ میں ۳ اپریل ۱۹۳۶ء کا لکھا ہوا ہے۔ ظاہر ہے ترجمان القرآن کی دونوں جلدیں تحریک خلافت کے بعد زیر قلم آئیں اور ان کا زمانہ تصنیف شدید ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۰ء کا درمیانی عرصہ ہے۔

۱۹۳۷ء میں صوبائی خود مختاری کے انتخابات ہوئے تو کانگرس کو پانچ بڑے صوبوں میں کامل اکثریت حاصل ہوئی اور چار صوبوں میں وہ سب سے بڑی واحد پارٹی تھی۔ البتہ پنجاب اور سندھ میں [illegible] کی حد تک تو نمائندگی کا تناسب نمایاں تھا۔ لیکن مجموعی [illegible] ان دو صوبوں میں وہ کوئی طاقت نہ تھی۔ اسی طرح بنگال میں بھی اس کی تعداد وزارت سازی کے مطابق نہ تھی۔ لیکن کانگرس کی اس جیت نے ملکی سیاست کا پانسہ پلٹا۔ ملک کی حد تک کانگرس اور [illegible] دو نئی حقیقتیں تھیں۔ [illegible] اور کانگرس [illegible] عوامی تحریک۔ انتخابی نتائج سے پنجاب، سرحد اور بنگال میں مسلم لیگ کی غیر نمایاں کامیابی کے باوجود ایک ایسا نقشہ پیدا [illegible] مولوی فضل حق سے قائد اعظم [illegible] کی حکومت تھی۔ [illegible] ۱۹۳۶ [illegible] بن جانے کے بعد قائد اعظم [illegible] رہی۔ وہاں خان بہادر [illegible] کر کے خان بہادر محمود [illegible]

اگر یو پی میں کانگرس کو [illegible] چوہدری خلیق الزمان کی معرفت مسلم لیگ سے [illegible] ہوتا۔ لیکن ۱۹۳۷ء میں پنڈت جواہر لال [illegible] لکھ گئے ہیں تمام نواب محمد اسماعیل [illegible] اور چوہدری خلیق الزمان سے بات چیت ہوئی۔ وہ دونوں تیار تھے کہ کانگرس کے پروگرام [illegible] ہماری آزادی میں ملی ہے۔ نواب صاحب اور چوہدری صاحب کو قدرتاً امید تھی کہ [illegible] حکومت میں مسلم لیگ کی جانب ذریعہ دو لیگ کے نمائندہ وزیر ہوں۔ [illegible] مگر پرشوتم داس ٹنڈن مشتعل ذہنیت کے نمائندے تھے۔ انہوں نے پنڈت جواہر لال نہرو کو متاثر کیا۔ پنڈت جی نے چوہدری خلیق الزمان اور نواب اسمٰعیل میرٹھی کو لکھا کہ ان دو میں سے ایک کو وزارت میں لیا جا سکتا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں کہ صورت حال کچھ ایسی تھی کہ ان دو میں سے ایک نہ تو وزارت میں شامل ہو سکتا تھا اور نہ صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لیے مفید تھا۔ نتیجہ دونوں نے معذرت کر دی اور یہ وہ دن تھا کہ تاریخ ملکی تقسیم کی طرف مڑ گئی۔ ان انتخابات میں نتائج کے اعتبار

[illegible] مقصود قلیتی صوبوں، بمبئی اور یو۔پی میں نمایاں کامیابی حاصل کی تھی، ورنہ جن صوبوں کا نام پاکستان [illegible] میں انتخابی اعتبار سے اس کی نمائندگی کا مسئلہ بھی ناقابلِ اعتنا رہا۔ بنگال میں صوبائی گورنر لیگ کی وزارت [illegible] بنا تھا۔ لیکن کرشک پرجا پارٹی کی کامیابی نے کھیل بگاڑ دیا۔ یو۔پی میں لیگ کی کامیابی کا ایک بہت سبب جمعیت علمائے ہند کا تعاون تھا۔ جمعیت کا خیال تھا کہ لیگ آئندہ کانگرس سے تعاون کرے گی اور وزارت میں اشتراکِ عمل ہوگا۔ مگر صورتِ حالات پیدا ہو گئی۔ انگریز کانگرس کی کامیابی سے سیاستہ بد حواس تھے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ہے وہ خود نکالا اور یہی ان کا لقب [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مولانا کی [illegible] جو سال [illegible] بیان کیا کہ:

> ان کے [illegible]
> [illegible] اعانت
> کرتے تھے۔ [illegible]
> ہوتی۔ وہ [illegible] شخصیت تھے۔ [illegible]
> تھے۔ ہم نے ملک کو جس قومی جد و جہد کے لیے تیار کیا اس کے تدبر و استقلال کی جرأت
> تھی۔

خان عبدالغفار خان حکومتِ پاکستان کی طویل نظر بندی گزار کے رہا ہوئے تو راقم کے ہاں مہمان [illegible] ہے۔ کانگرس ہائی کمانڈ کے متعلق مختلف باتیں ہوئیں، ایک دن مولانا کا ذکر کرتے ہوئے

فرمایا کہ:

"کانگریس ہائی کمانڈ۔ گاندھی جی کی عظمت۔ جواہر لال کی شجاعت اور مولانا آزاد کی ذہانت کا نام تھا۔ وہ کانگریس کو مباحث کے نتائج سمجھنے میں مدد دیتے اور قرار دادوں کے الفاظ انتخاب کرتے تھے۔ کئی دفعہ پنڈت جواہر لال نہرو کے انگریزی الفاظ بدل دیتے تو حیرت ہوتی کہ نہیں، انگریزی الفاظ و معانی پر اتنی دسترس ہے۔"

غرض مولانا [illegible] نے [illegible] بڑے [illegible] تھے [illegible] شخصیت کا [illegible] معاصرت و معاندت کی نذر ہو گئی تھی۔

[illegible]

اور یہ [illegible] کی افتادِ طبع کا اقتضا [illegible]

مولانا آزاد علم کی اُن بلندیوں پر تھے [illegible] وہ جلوت کے بجائے خلوت کے انسان تھے۔ معاصرت کی [illegible] عوام میں گھلنے [illegible] حصولِ آزادی کے آخری [illegible] مسلمانوں نے ان کی قائدانہ [illegible] کو سخت نقصان پہنچایا۔ ادھر تحریکِ پاکستان نے تو ہوا کا رُخ [illegible] اُدھر [illegible] عقیدت کے باوجود دامن کش تھے۔ ان سے جمعیت علمائے ہند کو ارادت ضرور تھی۔ ان کے نزدیک شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمۃ ہی تھے۔

پنڈت موتی لال نہرو، پنڈت جواہر لال نہرو اور چند دوسرے ہندو دانشوروں کے دل [illegible]

سب سے بڑی جگہ تھی اور وہ ان کے احترام کو ملحوظ رکھتے لیکن مولانا بہرحال ہندو نہیں تھے کہ ہندو عوام ان کی مورتی کے مندر یا ہیرو ورشپ کے شوالہ میں ان کی مورتی رکھتے اور ان کی عبقریت زبان زد عوام ہوتی۔ پھر مسلمانوں کی ناراضی نے مولانا کو اس درجہ مبتلا کر دیا تھا۔ سردار پٹیل جیسے ہندو رہنما ان سے شدید عداوت رکھتے اور ان کی رایوں سے ٹکراتے تھے۔ پنجاب کا سکھوں سے [illegible] تھا کہ وہ ہائی کمانڈ میں ان [illegible] لگنے نہیں دیتے۔ سبھاش چندر بوس انقلابی لیڈر تھے۔ آزاد ہند فوج [illegible] کا [illegible] تھی۔ کانگرس [illegible] ہوئے [illegible] کا شدید [illegible] مولانا سے [illegible] اپنے حلقوں میں مولانا کو مغل اعظم [illegible] ان کے نزدیک [illegible] میں ان کا [illegible] وجہ سے تھا۔

مولانا کانگرس کے کھلے اجلاسوں میں کم ہی [illegible] کانگرس [illegible] انتہائی [illegible] مولانا [illegible] کانگرس [illegible] پارٹی سے [illegible] کانگرس [illegible] مولانا کا [illegible] ہو گیا۔ وہ کانگرس [illegible] پارٹی [illegible] اور وہ کانگرس میں نقب لگاتے تھے [illegible] کے [illegible] مولانا [illegible] کسی مسئلے [illegible] کانگرس کا [illegible] مولانا [illegible] یا شات کی [illegible] مولانا کرتے آخری [illegible] کے [illegible] آزادی کے [illegible] پر [illegible]۔ اس [illegible] کانگرس [illegible] گئے۔ [illegible] کی [illegible] مولانا کی [illegible] کانگرس کا [illegible] مقرر ہی تھا۔ [illegible] رسٹیٹمین [illegible]:

"مولانا آزاد نے تقریر کی تو عوام پر رعب داب ہو گیا، وہ نقش کا پچ ہو گئے اور ایک سرے سے دوسرے سرے تک مبہوت ہو کر بیٹھے رہے۔"

مولانا بہر وجوہ مسلمانوں کی بیدردی اور ہندوؤں کی سرد مہری کا شکار رہے۔ مسلمان انہیں سیاسی مسلمان دیکھنا چاہتے تھے اور ہندوؤں کے نزدیک وہ سرتاسر مسلمان تھے۔ ان کا وجود صرف ان کی عبقریت تھا۔

تحریک پاکستان کے آخری سات آٹھ سال میں مسلمانوں کا جوش و غضب ان کے خلاف

آتشکدہ ہوگیا۔ خود علماء نے اس الاؤ کا تماشا کیا۔ اکثر علمائے کرام اور فضلائے عظام جو اپنے تئیں تقویٰ وعلم کا سرچشمہ خیال کرتے تھے، مولانا کے خلاف عوام و خواص کی یاوہ گوئی اور لیگی صحافت کی شاتم خانی کے مزے لیتے رہے۔ یہ الگ بات ہے کہ پاکستان کی ایک چوتھائی صدی ہی میں وہ خود بھی سب و شتم کا شکار ہوگئے اور نئی پود ان کے احترام سے خالی ہوگئی۔

۲۔ شاہ برطانیہ کے ولی عہد ۱۹۲۱ء میں اصلاحات کا افتتاح کرنے ہندوستان وارد ہوئے تو کانگریس نے ان کے استقبال کی تقریبات وغیرہ کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا جس سے حکومت ہند بڑی مشکل میں پڑ گئی۔ ولی عہد کے ہندوستان میں [illegible] کا آخری [illegible] منتقب [illegible] ہو۔ تینوں مسٹر سی آر داس [illegible] نے ایسی [illegible] دس علی [illegible] تھے [illegible] سمجھوتہ ہو جائے وہ دہلی میں وائسرائے سے مل کر [illegible] مسٹر داس [illegible] مولانا سے ملے اور ان سے [illegible] کلکتہ میں ولی عہد کا بائیکاٹ [illegible] کی تجویز تھی ہندوستان کے سیاسی مستقبل کو طے کرنے کے لیے ایک گول میز کانفرنس بلائی جائے۔ مولانا [illegible] باہمی مشورے کے بعد گول میز کانفرنس کی تجویز پر راضی ہوگئے لیکن [illegible] کانفرنس سے پہلے تمام کانگریسی [illegible] گاندھی جی اس وقت قید میں نہیں تھے [illegible] مسٹر داس [illegible] مولانا نے جو بیان تیار کیا [illegible] وہ بیان [illegible] گاندھی جی کے پاس بھیجی گئے۔ انہوں نے [illegible] نہیں [illegible] کر پہلے تمام سیاسی لیڈر [illegible] کانفرنس کی تجویز پر غور [illegible] اس دوران بات چیت میں ولی عہد کا [illegible] ختم ہوگیا۔ کلکتہ میں [illegible] ولی عہد چلے گئے تو وائسرائے نے گفتگو ہی ختم کردی۔ اب گاندھی جی نے بمبئی میں [illegible] گول میز کانفرنس [illegible] کا ذکر کیا تو وائسرائے نے رسید ہی نہ دی۔ ناگہاں چورا چوری کے حادثے پر گاندھی جی نے تحریک موقوف کردی۔ اس کا سیاسی حلقوں میں شدید رد عمل ہوا اور سارے ملک میں شکست کی فضا پیدا ہوگئی۔ حکومت نے اس فضا کو غنیمت جانا۔ گاندھی جی کو پکڑ لیا انہیں چھ برس قید کی سزا دی۔ نتیجۃً عدم تعاون کی تحریک دم توڑ کر ختم ہوگئی۔

مسٹر داس نے محسوس کیا کہ اب ۱۹۲۳ء میں قانون ساز مجلسوں پر قبضہ کر کے سیاسی نصب العین

...کے حصول کا ذریعہ بنانا چاہیے وہ گیا کانگریس د... ۱۹ء کے لگ بھگ رہا ہوئے انہیں استقبالیہ کمیٹی نے صدر منتخب کیا۔ پنڈت موتی لال نہرو۔ مسٹر وٹھل بھائی پٹیل اور حکیم اجمل خان نے ان کی تجویز سے اتفاق کیا۔ لیکن راج گوپال آچاریہ، مسٹر ولبھ بھائی پٹیل اور بابو راجندر پرشاد متفق نہ ہوئے۔ ان کا استدلال تھا کہ حکومت اس سے یہ نتیجہ نکالے گی کہ گاندھی جی کی قیادت سے انحراف کیا گیا ہے۔ کیونکہ گاندھی جی ۱۹۲۱ء میں کونسلوں کے بائیکاٹ کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ اب ان کی غیر حاضری میں اس فیصلے کا استرداد ان پر عدم اعتماد کے مترادف ہوگا۔ جب مسٹر داس کی تجویز کانگریس کے اجلاس میں رہ گئی تو وہ صدارت سے مستعفی ہوگئے اور کانگریس [illegible] جس ایک شدید [illegible] دونوں فریق انہیں ساتھ ملانے کے خواہاں تھے۔ [illegible] تو مولانا کو کانگریس کے سپیشل اجلاس دہلی کا صدر منتخب کیا گیا [illegible] فیصلہ ہو گیا کہ دونوں فریق [illegible] سوراج پارٹی نامی [illegible] تعمیری کام [illegible] سوراج پارٹی [illegible] پٹیل [illegible] کے پریذیڈنٹ منتخب ہوئے۔ [illegible] پیدا ہوگئی۔ سوراج پارٹی نے [illegible] سے قبل ہی [illegible] کر دیا۔

مولانا نے اپنے [illegible] اور [illegible] ۱۹۲۰ء کے ایک مقالے میں بھی [illegible] تحسین کی ہے۔ مولانا کا خیال تھا کہ وہ زندہ رہتے تو [illegible] کا سیاسی مقدر مختلف ہوتا۔ [illegible] کی رحلت کے بعد [illegible] کے پیروؤں نے ان کے خیالات کی اس طرح تنقیص [illegible] سیات سے مسلمانوں کو [illegible] ذہنی [illegible] ہوگیا۔

پنڈت موتی لال نہرو نے انہی دنوں بیان دیا تھا کہ مولانا آزاد ۱۹۲۳ء میں آڑے نہ آتے تو کانگریس ضعف [illegible] کا شکار ہوتی۔ ورنہ ملک کا نقصان ہوتا۔

مولانا ۱۹۲۳ء میں کانگریس کے سب سے کم عمر صدر تھے۔ اور جواہر لال ۱۹۲۹ء میں نوجوان صدر [illegible] وہ مولانا سے دو سال بڑی عمر میں صدر ہوئے۔ مولانا کے ساتھ دولت کا گھمنڈ نہ تھا۔ وہ فقر و استغنا

کے انسان تھے۔ ان کی صدارت کا سبب ان کا علم اور ان کا تدبر تھا۔

۳۔ کانگریس ۱۹۳۵ء کی آئینی اصلاحات کے تحت صوبائی خودمختاری کے انتخابات میں حصہ لینے کے لیے تیار نہ تھی۔ اس کا خیال تھا کہ صوبائی وزارتوں کے باوجود اختیارات گورنروں ہی کے ہاتھ میں رہیں گے۔ گورنر وسیع اختیار ہونے کے باعث جب چاہے گا وزارتوں یا اسمبلیوں کو توڑ دے گا۔ ادھر مرکز کا نقشہ بھی ایک کمزور وفاق کا تھا جس میں والیان ریاست کا پلہ بہت بھاری رکھا گیا۔ اور ان سے یہی توقع کی جا سکتی تھی کہ وہ [illegible] ہندوستان [illegible] کانگریس کی [illegible] انتخابات [illegible] حقیقت [illegible] بات عوام کی سیاسی تعلیم اور بنیادی مسائل [illegible] حصہ [illegible] کامیابی کے بعد کانگریس کے رہنماؤں میں وزارتیں بنانے پر اختلاف تھا [illegible] گورنروں سے حاصل [illegible] وزارتیں نہ بنانا بہتر [illegible] جب گورنروں [illegible] عوام میں کانگریس کی طاقت بڑھے گی۔

گورنروں نے کانگریس کے اس تذبذب و تامل کو [illegible] وزارت سازی کے سلسلے میں ختم کرنا [illegible] پارٹیوں کو دعوت دی جن کی کانگریس سے [illegible] اسمبلی میں اکثریت تھی [illegible] ان لوگوں نے وزارتیں بنائیں جس [illegible] کانگریس کے ہاتھوں شکست خوردہ عناصر نے سنبھالا لیا، وہ اپنی [illegible] کے لیے پر پرزے جمع کرنے لگے۔ وائسرائے نے کانگریس کے رہنماؤں سے جو بات چیت کی اس میں گورنروں کی مداخلت کا معاملہ صاف کر دیا کہ کانگریسی رہنماؤں کے تمام خدشے محض سوچ کی گرہیں ہیں۔ اس سے کانگریس کی عاملہ میں عہدے قبول کرنے کا رجحان پیدا ہو گیا۔ اس دوران میں کانگریس عہدے قبول کرنے کے خلاف ایک فضا پیدا کر گئی

جی پنڈت جواہر لال نہرو صدر تھے۔ وہ عہدوں کے خلاف قطعی طور پر بیان دے چکے تھے اس مسئلے پر غور کرنے کے لیے ورکنگ کمیٹی کا اجلاس واردھا میں ہوا تو اس بارے میں سب پس و پیش کر رہے تھے۔ مولانا نے عہدے قبول کر لینے کے نقطہ نگاہ کی تحریک کی ایک طویل بحث کے بعد گاندھی جی نے مولانا سے اتفاق کیا تو معاملہ صاف ہو گیا۔

ہائی کمانڈ نے ایک پارلیمنٹری بورڈ بنایا جو کانگرسی وزارتوں کی نگرانی کے علاوہ انہیں عمومی ہدایتیں دینے کا مجاز و مسئول تھا۔ مولانا آزاد، سردار پٹیل اور ڈاکٹر راجندر پرشاد اس کے ممبر مقرر ہوئے تھے۔ اس بورڈ نے تقسیم کار کی، بنگال، بہار، یوپی، سی پی، سندھ اور سرحد کے صوبوں کی نگرانی مولانا کے سپرد کیے گئے اور انہیں کے ... [illegible] ... ہوگئیں۔

مسلم لیگ نے کانگرس کے خلاف ... [illegible] ... میں الزامات لگائے گئے کہ ... [illegible] ... کانگرسی وزارتیں مسلمانوں ... [illegible] ... نا انصافی کر رہی ہیں اور ان میں ... [illegible] ...

لیگ نے ... [illegible] ... لیکن یہ ایک سیاسی ... [illegible] ... لیگ ... [illegible] ... کامیاب ہو گئی ... [illegible] ... شائع کیے ... [illegible] ... کے فسادات ... [illegible] ... ایک آدھ ... [illegible] ... لیگی ... [illegible] ... بہت تھے۔

کانگرس کے جو ... [illegible] ... نے مختلف صوبوں کی وزارتوں نے شائع کیے ان میں یوپی وزارت کے ... [illegible] ... کی پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوتا اور وہ ... [illegible] ... اردو میں تھے۔ لیکن لیگ سیاسی ... [illegible] ... کے میدان میں تھی اس کے نزدیک ... [illegible] ... وہ لوگ جو انگریزوں کے ہاتھوں قومی وقار ... [illegible] ... کے عادی تھے کانگرس وزارتوں کے خلاف ڈھونڈ ڈھونڈ کر جرم تلاش کرتے اور ان کی صفائی کو ... [illegible] ... جرم ہی کا حصہ قرار دے کر مسلمانوں کو بھڑکاتے تھے۔ یہ ایک سیاسی عمل تھا جو ہمیشہ جنگ اور سیاست ... [illegible] ... قسم کے حربے کام آتے ہیں۔ لیگ نے یہی کیا جو لوگ انگریزوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے روزمرہ ... [illegible] ... نہیں کرتے تھے بلکہ اسلامی سلطنت کی بربادی پر طاقتور حکمرانوں کے لیے سپاسنامے لے کر حاضر

ہوتے تھے۔ وہ انفرادی و وقتی طور پر کانگریس کے خلاف اچھالتے رہے۔ یہی ذہن ہندوستان کی تقسیم کے بعد اقلیتی صوبوں میں مسلمانوں کی ایک بڑی تباہی کا باعث ہوا تھا۔ ان کا وجود شل ہو گیا اور ان کے لیے نظریہ ظاہر تین راستے رہ گئے۔

۱۔ بھاگ کر پاکستان چلے جائیں جو سب کے لیے ناممکن تھا۔

۲۔ ارتداد قبول کر لیں جو ان کے لیے زندہ قتل تھا۔

۳۔ ہندوستان میں [illegible] دوسرے درجہ کے شہری بن کر رہنا ہے۔ مولانا نے ہماری آزادی میں لکھا ہے کہ [illegible] بالکل بے بنیاد تھے۔ وہی رائے وائسرائے کے [illegible] صوبوں کے گورنروں کی تھی۔ اگر ان میں حقیقت کا شائبہ ہوتا تو [illegible] [illegible] [illegible] ہندوستانی [illegible] [illegible] [illegible] ہندوستان میں [illegible] کانگریس کو اپنی طاقت [illegible] ہندوستانی مسلمانوں کی متحدہ سیاسی طاقت کا [illegible] تھا۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران

دوسری جنگ عظیم ۳ ستمبر ۱۹۳۹ کو شروع [illegible] اس وقت
[illegible] جنگ چھڑ [illegible] ہندوستان [illegible] ہو چکی
[illegible] آسٹریا جرمنی [illegible] برطانیہ نے
[illegible]
[illegible] کیا۔ ادھر
[illegible] نے بھی [illegible] پر قبضہ کر لیا۔

ہندوستان [illegible] حکومت [illegible] ہوئے آئی
[illegible] پاس [illegible] وزیر اعظم برطانیہ
[illegible] اعلان جنگ [illegible] ہندوستان برطانیہ کے ساتھ ہے [illegible] کی
[illegible] سے پوچھے [illegible] اسمبلی [illegible] سفر سے پہلے کی یادگار تھی اس سے
[illegible] ہندوستان کو شریک
[illegible] ہندوستان کا عوامی یا قومی فیصلہ نہ تھا [illegible] معظم
[illegible] اور سلطنت برطانیہ کے نمائندہ نے اس کا فیصلہ کیا اور سارے ملک کو جنگ میں دھکیل دیا۔ ملک
کی چھوٹی بڑی سیاسی جماعتوں میں سے کسی نے جنگ میں شمول کا اعلان نہ کیا اور نہ برطانوی سرکار کی ہندوستانی
حکومت نے اعلان سے پیشتر ان سے پوچھا۔ چونکہ ہندوستان غلام تھا ہندوستانی وائسرائے اس کو جنگ میں جھونک
دینے کا مجاز تھا۔

مارچ ۱۹۳۹ء میں یعنی چھ ماہ پہلے کانگرس نے تری پوری کے اجلاس میں برطانیہ کی خارجہ پالیسی پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے معاہدہ میونخ کے علاوہ برطانوی حکومت کے اطالوی معاہدے اور ہسپانیہ کے باغیوں کی حکومت کو تسلیم کرنے کی صورت حال کو جمہوریت سے غداری، نظام عہد شکنی اور اجتماعی تحفظ کے نظام کی بیخ کنی قرار دیا اور بین الاقوامی فساد کے نشوونما پانے کا مسئول ٹھہرایا تھا۔

جنگ یورپ ابھی سر پر منڈلا ہی رہی تھی تو یورپ و امریکہ کی بعض انجمنوں کے افراد گاندھی جی کی بین الاقوامی حیثیت سے یہیں در پے تھے کہ وہ جنگ کو روکنے کے لیے کوئی تدبیر کریں۔ گاندھی جی بقول آزاد ان دنوں شدید ذہنی بحران سے گزر رہے تھے۔ ان کا عدم تشدد پر اعتقاد بڑھ رہا تھا۔ ان کی رائے تھی کہ ہونے والی جنگ میں ہندوستان کو کسی صورت میں بھی شریک نہیں ہونا چاہیے۔ خود مولانا بشرطیکہ [illegible] سے ہندوستان کو آزادی ملتی ہو، [illegible] ان کا خیال تھا کہ یورپ دو حصوں میں بٹ گیا ہے۔ ایک نازی ازم اور فاشزم کا بلاک ہے دوسرا جمہوری طاقتوں کا مجموعہ ہے۔ ہندوستان کو جمہوری طاقتوں کا ساتھ دینا چاہیے، بشرطیکہ ہندوستان آزاد ہو [illegible] کی زنجیروں سے ہندوستان جمہوریت کے لیے بہت کچھ کر سکتا ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو کو بحیثیت مجموعی مولانا سے اتفاق تھا اور وہ گاندھی جی کے جنگ کے بارے میں نظریے سے متفق نہ تھے۔ کانگرس نے اعلان جنگ کے بعد ہی ستمبر کو واردھا میں اجلاس کیا۔ دوسرے کے خلاف جنگ کو ہندوستانی [illegible] تیز کر دیتے ہوئے [illegible] کانگرسی ممبروں [illegible] ابھی [illegible] بقول کانگرس کی عاملہ نے اپنی قرارداد میں برطانوی [illegible] ہوتے ہوئے نازی ازم اور فاشزم [illegible] قومی آزادی [illegible] قرار دیتے ہوئے [illegible] صورت ہی میں جنگ کے متعلق فیصلہ کر سکتی ہے کہ ہندوستان کی آزادی کو تسلیم کیا جائے اور وہ ہندوستان ایک آزاد قوم کی حیثیت سے جمہوریت کش طاقتوں سے نبرد آزما ہو۔

یہ دور ہندوستان ہی کے لیے نہیں تمام دنیا کے لیے نازک تھا۔ کانگرس ایک زبردست معرکے کے سر پر تھی۔ ہندوستان جنگ میں شریک ہو یا اپنی آزادی کے لیے جدوجہد کرے۔ یہی دو چیزیں اس کے سامنے تھیں۔ سوال تھا کہ اس کا فیصلہ کن دور میں، کانگرس کا صدر کون ہو۔ کانگرس کی صدارت کا انتخاب مولانا پچھلے سال مولانا اس خواہش کو رد کر چکے تھے۔ اب مرحلہ نازک بھی تھا اور سنگین بھی۔ گاندھی جی نے

مولانا سے اصرار کیا کہ وہ صدارت قبول کریں۔ چنانچہ مولانا راضی ہو گئے۔ مسٹر ایم۔ این۔ رائے مقابلے میں تھے جو معمولی سے ووٹ حاصل کر کے رہ گئے۔ مولانا نے رام گڑھ کانگرس کے سالانہ اجلاس کی صدارت کی اور جو خطبہ پڑھا اس میں جنگ سے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا وہی کانگرس کی اس قرارداد کی بنیاد تھے جو اس اجلاس میں منظور کی گئی۔ مختصراً یہ کہ ہندوستان اس صورت ہی میں شریک جنگ ہو سکتا ہے کہ اس کو آزادی دی جائے اور ملک برطانوی استیلا و استحصال سے کامل آزاد ہو، ادھر کانگرس ہائی کمانڈ کے حکم پر ستمبر ۱۹۳۹ء میں کانگرس کی صوبائی وزارتوں نے استعفیٰ دے دیا۔

مولانا کی صدارت سے پہلے سبھاش چندر بوس سے گاندھی جی کا اختلاف اس حد تک ہوا تھا کہ سبھاش صدارت سے مستعفی ہو گئے [illegible] صدارت [illegible] تھی [illegible] جو ورکنگ کمیٹی میں شامل ہوئے [illegible] انہیں [illegible]۔

مولانا ہندوستان کی آزادی کے حصول پر اتحادیوں کے ساتھ جنگ میں شامل ہونے کو تیار تھے لیکن گاندھی جی [illegible] تھے وہ کسی حالت میں بھی جنگ میں نہ جانے دیتے۔ [illegible] کا نقطہ نظر [illegible] کی نہیں [illegible] عقیدہ بنا لیا تھا۔ [illegible] لکھتے ہیں کہ

> "جواہر لال نہرو، سردار پٹیل [illegible] کے بعد کی منزلوں میں [illegible] تھے لیکن راجندر پرشاد [illegible] کرپلانی اور شنکر راؤ دیو گاندھی جی کے مرید تھے"

جولائی ۱۹۴۰ء میں کانگرس کی مجلس عاملہ نے اپنے اجلاس منعقدہ پونا میں مولانا کی قیادت [illegible] کی۔ قرارداد کا خلاصہ یہ تھا کہ ہندوستان کی جنگ آزادی کی بنیاد عدم تشدد پر ہے لیکن فاشزم اور آمریت کی جنگ میں ہندوستان بھی اپنی آزادی کے بعد ہی جمہوری طاقتوں کا ساتھ دے سکتا ہے۔ سردار پٹیل نے پونا میں جنگ کے سوال پر مولانا کی ہمنوائی کی لیکن پھر ایک مہینے کے اندر اندر ہی راجے جی اور گاندھی کے ہم خیال ہو گئے کہ وہ ہر حالت میں اہنسا کے طرفدار رہیں۔ جولائی ۱۹۴۰ء میں راجندر پرشاد اور بعض دوسرے ممبروں نے مولانا کو خط لکھا کہ

جنگ کے بارے میں انہیں گاندھی جی کے خیالات سے اتفاق ہی نہیں عقیدت بھی ہے

اور وہ چاہتے ہیں کہ کانگرس ان کی پیروی کرتی رہے، لیکن چونکہ صدر (مولانا) کو ان سے اختلاف ہے اس لیے وہ سمجھتے ہیں کہ ورکنگ کمیٹی کے ممبر نہ رہیں۔

اس خط پر جواہر لال نہرو، راجگوپال آچاریہ، آصف علی اور سید محمود کے سوا تمام ممبروں کے دستخط تھے۔ مولانا لکھتے ہیں، انہیں سخت تکلیف ہوئی کہ خان عبدالغفار خان جو ان کے مخلص و معتمد ہم خیالوں میں تھے، گاندھی جی کے موافق ہوگئے۔ مولانا نے اس خط کو اس وقت خفیہ رکھا اور ساتھیوں کو لکھا کہ برطانوی حکومت ہندوستان کی آزادی کو تسلیم نہیں کرتی اور جنگ میں ہماری شرکت کا سوال محض ایک علمی مسئلہ رہ گیا۔ مولانا کے ان دلائل سے وہ ساتھی راضی ہوگئے اس طرح استعفیٰ کا بحران ٹل گیا۔

وائسرائے نے اگست ۱۹۴۰ء میں مولانا کو دعوت دی کہ وہ ان سے ملیں تاکہ ایگزیکٹو کونسل کے ارکان کو اختیارات بڑھا دیئے جائیں اور اس طرح کانگرس حکومت میں شریک ہو جائے۔ مولانا نے انکار کر دیا کیونکہ ساتھیوں کا یہی فیصلہ تھا۔ مولانا کا یہی موقف تھا۔ لیکن مولانا نے ملاقات کو نہایت بے معنی سمجھ کر جواب دے دیا تھا۔ گاندھی جی نے جنگ کے شروع میں وائسرائے کو ملاقات کے لیے لکھا تو اس نے انکار کیا تھا۔ مولانا کے انکار پر اخبارات نے مذاق اڑایا۔ مولانا کی تار نمبر ۷۵۰، وائسرائے کی تار نمبر ۷۵۱، کا جواب ہے۔ گاندھی جی نے مولانا کے نام ایک خط میں تار نمبر ۷۵۰، کی تائید و تحسین کی۔

حالات کانگرس کی گاندھی جی سے مختلف تھی۔ بڑی وجہ مرکزی مسئلہ تھا۔ کانگرس کے نزدیک قومی آزادی کی حیثیت سب سے اولیت کی تھی، اور برطانیہ اس کی مخالف تھی۔ کہ ہندوستان کی آزادی، اس کے مفادات کی نفی تھا نتیجۃً کانگرس نے انفرادی ستیہ گرہ کا فیصلہ کیا۔ مولانا برطانوی سرکار کے خلاف زیادہ وسیع و شدید تحریک چلانے کے حق میں تھے۔ لیکن گاندھی جی انفرادی ستیہ گرہ سے آگے بڑھتے نہیں تھے۔ چنانچہ گاندھی جی کے آشرم کے ایک درویش ونوبا بھاوے پہلے ستیہ گرہی نامزد کیے گئے۔ دوسرے پنڈت جواہر لال نہرو۔ اس طرح ہندوستان میں ایک علامتی تحریک پیدا ہوگئی۔ مولانا پنجاب سے لوٹ رہے تھے کہ الہ آباد ریلوے اسٹیشن پر گرفتار کر لیے گئے۔ انہیں دو برس کی سزا دے کر نینی جیل میں رکھا گیا۔ جنگ اس تیزی سے الٹ پلٹ رہی تھی کہ اتحادیوں کو شکستوں پر شکستیں ہو رہی تھیں، ادھر جرمن فتوحات نے دنیا کو ہلا دیا اور جنگ خونخوار عفریت ہوگئی۔ جون ۱۹۴۱ء میں جرمنی نے روس پر حملہ کر دیا۔ دوسرا اس کے چھ مہینے بعد جاپان نے پرل ہاربر (امریکہ) میں جنگ

پھیر دی، اس طرح تمام دنیا عالمگیر جنگ کی لپیٹ میں آگئی۔ جاپان نے چند ہفتوں ہی میں ملایا اور سنگاپور کو فتح کر لیا، پھر برما پر قبضہ کیا۔ اس سے آگے ہندوستان تھا، خلیج بنگال میں جاپانی جہاز پھرنے لگے تھوڑے ہی دنوں میں ان کا انڈیمن اور نکوبار پر قبضہ ہوگیا۔ امریکہ شروع سے برطانیہ پر زور دے رہا تھا کہ ہندوستان سے سمجھوتہ کرے اب اس نے زیادہ دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ ہندوستان سے مسئلہ طے کیا جائے۔ چنانچہ طوعاً و کرہاً برطانیہ کو مفاہمت کی خواہش پیدا ہوئی۔ چرچل برطانوی قدامت پسند تھا اس نے دوسری گول میز کانفرنس کے دنوں میں گاندھی جی کے سوٹ سمیت سینٹ جیمس (شاہی محل) میں داخل ہونے پر احتجاج کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

"وہ برداشت نہیں کر سکتا [illegible] برطانوی سلطنت [illegible] عظمت [illegible] [illegible] ہو [illegible] کی توہین ہے [illegible] سلطنت [illegible] نہیں [illegible]۔"

مسٹر روزویلٹ [illegible] ہندوستان سے بات چیت کرے چنانچہ دسمبر ۱۹۴۱ میں [illegible] جواہر لال نہرو رہا کر دیئے گئے۔ [illegible] بارڈولی میں تھے۔ مولانا نے ورکنگ کمیٹی کا اجلاس وہاں طلب کیا مولانا لکھتے ہیں:

"گاندھی جی سے [illegible] زیادہ [illegible] سے دور ہوتے ہیں [illegible] درمیان [illegible] اختلاف تھا۔ [illegible] حالات کا جائزہ لے کر بنیادی طور پر [illegible] نتیجے نکال رہے تھے۔ گاندھی جی کا خیال تھا۔ برطانوی حکومت ہندوستان کو [illegible] پر تیار ہوتی ہے۔ میں سمجھتا تھا برطانوی حکومت یہ توقع رکھتی ہے کہ ہم اس سے تعاون کریں۔ لیکن وہ اب بھی ہندوستان کو آزاد کرنے کے لیے تیار نہیں۔ جنگ کے دوران برطانوی حکومت زیادہ سے زیادہ یہ کرے گی کہ ایک نئی ایگزیکٹو کونسل بنائے جس کے اختیارات زیادہ ہوں اور کانگرس کو اس میں کافی نمائندگی دے۔"

مولانا نے اپنی رہائی کے تھوڑا عرصہ بعد ایک پریس کانفرنس میں غیر ملکی اخبار نویسوں کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ:

"جنگ کے متعلق کانگریس کی پالیسی عقیدے کی نہیں۔ اگر جاپان ہندوستان پر حملہ کرے تو ہر ہندوستانی کو ہاتھ میں تلوار لے کر ملک کا تحفظ کرنا چاہیئے۔ لیکن یہ ہم اسی صورت میں کر سکتے ہیں کہ وہ زنجیریں کھول دی جائیں جن میں ہمارے ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے ہیں۔ اس پابہ زنجیری کے ساتھ ہم کیسے لڑ سکتے ہیں"

لندن کے "ٹائمز" اور "ڈیلی نیوز" نے اس پریس کانفرنس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا

"معلوم ہوتا ہے کہ گاندھی جی اور کانگریس کے لیڈروں کے درمیان اختلاف ہے"

گاندھی جی نے باردولی کے اجلاس میں [illegible] ۲۲ جنوری [illegible] کو [illegible] ہندوستان [illegible] ۱۹۴۲ [illegible] جرمنی [illegible] وہ کہاں ہیں [illegible] گاندھی جی کا خیال تھا [illegible] جرمنی [illegible] جاپان کی ہوگی۔ ان دونوں [illegible] کہ ہندوستان سے [illegible] بڑھ گیا۔ [illegible] خود چینی حکومت کی اہمیت بہت بڑھ گئی۔

جواہر لال نہرو [illegible] جنرل سے جنگ کے دوران [illegible] ہندوستان [illegible] اور جمہوریت سے ہمدردی رکھتے ہیں [illegible] ہندوستان [illegible] کانگریس کے زعماء سے ملاقات کر کے [illegible] چیانگ کائی شیک [illegible] ۱۹۴۲ کو دہلی پہنچے وہ چینی کے سوا اور کوئی زبان نہیں جانتے تھے۔ مولانا لکھتے ہیں کہ وہ اور جواہر لال نہرو ان سے ملے تو زبان کی دقت کے باعث ان سے گفتگو [illegible] کسی قدر [illegible] لیکن مادام چیانگ کائی شیک کی وجہ سے کہ وہ انگریزی جانتی تھیں، بات چیت میں سہولت ہوگئی۔ چیانگ سے گاندھی جی کی ملاقات ہوئی تو وہ چیانگ کو متفق نہ کر سکے۔

آخر چیانگ، مولانا اور پنڈت سے مطالعاتی تاثرات لے کر روانہ ہوگئے۔ انہوں نے مراجعت سے پہلے ایک بیان میں برطانیہ سے اپیل کی کہ جس قدر جلد ممکن ہو وہ ہندوستان کو سیاسی اختیارات سونپ دے کہ ان حالات میں جمہوریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ہندوستان کی آزادی کا اعتراف و اعلان

ضروری ہے۔

روزویلٹ اور چیانگ کائی شیک کے اصرار اور دباؤ کا نتیجہ تھا کہ چرچل نے سر کرپس کو ہندوستان سے مصالحت کی گفتگو پر مامور کیا — اس کا اعلان ۱۱ مارچ کی شام کو ۷ بجے بی بی سی سے ہوا۔ اخبار نویسوں نے فوراً ہی مولانا سے ردِ عمل دریافت کیا تو مولانا نے کہا:

"میں اس وقت کوئی رائے نہیں دے سکتا۔ جب تک صحیح تفصیلات معلوم نہ ہوں۔ البتہ ایک پرانے دوست کی حیثیت سے میں ان کا خیر مقدم کروں گا۔"

مولانا ان دنوں دہلی میں مقیم تھے [illegible] مولانا نے دعوت قبول کر لی۔ کرپس نے کانگریس کے علاوہ لیگ کے لیڈروں کو بھی [illegible] سبھا اور [illegible] عبداللہ بخش [illegible] پر [illegible] کرپس نے اپنی تجاویز کا [illegible] سے متعلق [illegible] وہ دوستی [illegible] کی اساس پر سمجھوتہ ہو سکتا ہے [illegible] گاندھی جی [illegible] ہیں [illegible] کے خیالات [illegible] ہندوستان [illegible] دل وجان سے [illegible] ہوں گے۔

اس گفتگو سے پتہ چلا۔ سٹیفورڈ کرپس نے [illegible] بات چیت کا خلاصہ اور برطانوی حکومت وہندوستانی قوم سے متعلق مفاہمت کی تجویزوں پر مشتمل تھی۔ ان کی تجویز تھی کہ:

۱۔ برطانوی حکومت فوراً اعلان کرے گی کہ جنگ ختم ہوتے ہی ہندوستان کو آزاد قرار دے دیا جائیگا۔

۲۔ ہندوستان کو یہ فیصلہ کرنے کا اختیار ہوگا کہ وہ برطانوی کامن ویلتھ میں شامل رہے یا نہیں۔

۳۔ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل جنگ کے دوران دوبارہ ترتیب دی جائے گی۔ اس کے ارکان کو وزیروں کا مرتبہ حاصل ہوگا اور وائسرائے کی حیثیت ایک دستوری ہیڈ کی ہوگی اس طرح اختیار عملاً منتقل کر دیا جائے گا لیکن اسے قانوناً منتقل کرنے کی کارروائی لڑائی ختم ہونے کے بعد ہوگی۔

مولانا نے سر کرپس سے واضح الفاظ میں یقین حاصل کیا کہ وائسرائے کی حیثیت انگلستان کے بادشاہ کی طرح دستوری ہیڈ کی ہوگی اور ایگزیکٹو کونسل کو برطانوی کابینہ کے سے اختیارات حاصل ہوں گے۔

مولانا نے پوچھا "کہ اس تنظیم میں انڈیا آفس کی حیثیت کیا ہوگی؟"
کرپس نے جواب دیا:

"یہ ایک تفصیل طلب معاملہ ہے جس پر انہوں نے اب تک غور نہیں کیا البتہ اس بارے میں کانگرس کے خیالات کا پورا لحاظ رکھا جائے گا۔ پھر قدرے سوچ کر کہا انڈیا آفس قائم رہے گا مگر غیر مؤثر بن کر رہے گا۔ مگر اس کی حیثیت وہی ہوگی جو دوسری ڈومی نینوں کے وزیر نو آبادیات کی ہوتی ہے۔"

ان تجاویز پر غور کرنے کے لیے کانگرس ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ۲۹ مارچ ۱۹۴۲ کو شروع ہوکر اپریل تک جاری رہا۔ گاندھی جی ان تجاویز کو [illegible] کے [illegible] تھے۔ [illegible] کا سبب جنگ سے ان کی نفرت تھی۔ جواہر لال کا موقف ان تجاویز [illegible] کی طرف [illegible] پر اصرار رہے تھے۔ دوسرے ممبر مجلس عاملہ [illegible] ان کی [illegible] کے [illegible] کی حالت دیکھتے رہتے۔ مولانا نے مجلس عاملہ کا دو روزہ اجلاس ختم ہوتے ہی یکم اپریل ۱۹۴۲ کو کرپس سے دوبارہ ملاقات کی۔ مولانا لکھتے ہیں۔

"انہوں نے محسوس کیا کہ کرپس کے بنیادی نقطہ نظر میں تبدیلی آگئی ہے [illegible] ان کے خیالات پہلے سے مختلف ہیں۔ [illegible] کانگرس کے بارے میں ان کا [illegible] رویہ معلوم ہوتا تھا۔"

مولانا نے انہی دنوں ایک جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ۔

"کرپس آئے تو پہلے [illegible] ہمارے سامنے تھے اور وہ [illegible] بصیرت کے انسان معلوم ہوتے تھے۔ لیکن جب ورکنگ کمیٹی کے [illegible] کی دریافت کے سلسلے میں ان سے دوبارہ ملا تو وہ ایک بدلے ہوئے انسان تھے۔ میں حیران تھا کہ انسان تو وہی ہے لیکن بات دوسری ہو گئی ہے۔"

مولانا نے اس کے وجوہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"میری ان سے پہلی اور دوسری ملاقات کے درمیان جو وقفہ ہوا اس میں حکومت ہند کے افسران اعلیٰ نے انہیں معکوس طور پر متاثر کیا۔ وائسرائے اور ان کے متعلقین نے انہیں محصور رکھا۔ اس طرح لندن اور دہلی کے درمیان تبادلہ خیال نے ان کی سوچ کا رُخ پھیر دیا۔"

کرپس خود سوشلسٹ خیال کے تھے اور مشہور سوشلسٹ لیڈر یوسف مہر علی سے ان کے دوستانہ مراسم تھے۔ راقم لاہور سنٹرل جیل میں تھا تو یوسف مہر علی بھی وہیں قید تھے۔ کرپس نے ہندوستان پہنچ کر انہیں اپنے خط میں لکھا کہ "میں اس قوم کا ایک فرد ہوں جو میری قانونی رائے لینے کے لیے مجھے ہزاروں پونڈ دیتی ہے۔ لیکن سیاسی رائے مفت دیتا ہوں تو قبول نہیں کرتی۔" کرپس روس میں انگلستان کے سفیر رہے اور سوویٹ کو اتحادیوں سے قریب لانے میں انہی کی سوجھ بوجھ کو دخل تھا۔ [illegible] کے مطابق کھنچاؤ کی حقیقی فضا استوار کرنے میں وہ کامیاب رہے تھے۔ روس اور جرمنی کی جنگ کے واقعات [illegible] کی تصدیق کرتے تھے کہ انگریزوں کے لیے [illegible] سفارت [illegible] کا نقطہ [illegible] تھا اور [illegible] ان پر اعتماد کرنے لگے تھے۔ چرچل [illegible] ہندوستان [illegible] ہندوستان کے لیڈروں کو [illegible] ہندوستانی [illegible] تعلق [illegible] ہوناں ان [illegible] کے [illegible] بات چیت [illegible] اور وہ چند دنوں [illegible] کے بعد [illegible] و [illegible] بتایا کہ:

۱۔ برطانوی حکومت جنگ کے دوران میں ہندوستان [illegible] تسلیم کرنے [illegible] تیار نہیں۔

۲۔ وہ کوئی [illegible] نہیں [illegible] دی [illegible] ہے۔

۳۔ [illegible] اور نہ دوران جنگ اس سے دستبردار ہونے کو تیار ہے۔

۴۔ آج [illegible] بھی [illegible] رہا ہے۔

۵۔ ہندوستان کی آزادی کے مسئلے پر برطانوی حکومت ایک نئے زاویے سے غور کر سکتی ہے لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ لڑائی بند ہونے کے فوراً بعد ہندوستان کو آزادی دی جائے گی۔

۶۔ جنگ کے بعد چرچل وزارت کی جگہ کسی دوسری وزارت نے لی تو یہ طے کرنا مشکل ہے کہ وہ کیا تدبیر اختیار کرتی ہے۔

۷۔ کرپس کی تجاویز منظور کرنے کے بعد یہ بات معلق رہے گی کہ برطانوی حکومت نے ہندوستان کے مستقبل کے متعلق کسی بات کا صاف صاف یقین دلایا ہے۔

مولانا نے ۹ اپریل کو کرپس سے ایک اور ملاقات کی اور ۱۰ اپریل کو ورکنگ کمیٹی کا اجلاس کیا۔ کانگرس نے افسوس کے ساتھ کرپس کی تجویز کو نامنظور کر دیا۔ کرپس نے جواہر لال کو ڈھب پر لانا چاہا۔ وہ چاہتا تھا کہ جواہر لال جمہوریتوں کی بقا کے نام پر آل انڈیا ریڈیو سے براڈکاسٹ کریں۔ جواہر لال مان گئے کیونکہ وہ نظریاتی انسان تھے اور فاشزم کے ہاتھوں تخت و تاراج سے ناخوش تھے۔ مولانا نے اس براڈکاسٹ کو برطانوی ڈپلومیسی کا شاخسانہ سمجھتے ہوئے پنڈت جی کو منع کیا۔ پہلے تو پنڈت جی بحث کرتے رہے پھر مان گئے۔ مولانا نے انہیں [illegible] براڈکاسٹ کریں گے۔ [illegible] تھا کہ پنڈت جی مسائل کو ہمیشہ بین الاقوامی نقطہ نگاہ سے دیکھتے [illegible] قومی سے زیادہ بین الاقوامی ہوتا۔ وہ کرپس کی تجویز کے مطابق [illegible] کے چین پر حملے کا رد عمل کیا تھا۔

جواہر لال اس وقت [illegible] ہندوستان کی [illegible] رہنماؤں کے شانہ بشانہ [illegible] سے رہ گئے [illegible] قدرت [illegible] سے جدا ہو جاتے تھے۔

راجگوپال آچاریہ بھی کرپس کی تجاویز [illegible] کے حق میں تھے۔ [illegible] مسلم لیگ کے مطالبہ تقسیم ملک کی [illegible] کانگرس لیجسلیچر پارٹی میں اس مطلب کا ریزولیوشن پیش کر دیا۔ [illegible] سے منظور کر لیا جائے [illegible] راجگوپال آچاریہ نے [illegible] مولانا نے اس کا نوٹس لیا اور آچاریہ سے کہا کہ [illegible] آچاریہ ۳۰ اپریل ۱۹۴۲ء کو کانگرس کی عاملہ سے مستعفی ہو گئے۔ [illegible] سے دو تین چیزیں مستفاد ہوتی ہیں کہ:

۱۔ ہندوستان کی آزادی کے متعلق بین الاقوامی جمہوریت کا دباؤ موجود ہے لیکن چرچل ہندوستان کو آزادی دینے سے گریز و فرار کرتے ہیں۔

۲۔ کانگرس کی مجلس عاملہ میں جنگ سے متعلق دو نظریات ہیں ایک ذہن کے رہنما گاندھی جی ہیں اور وہ سرے سے جنگ میں شمولیت ہی کا مخالف ہے۔ دوسرے ذہن کے نمائندہ جواہر لال ہیں اور وہ عالمی جمہوریت کی ویرانی کے صدمے کی تاب نہ لا کر جنگ میں شامل ہونا چاہتا ہے۔ تیسرے

ذہن کے نمائندے مولانا آزاد ہیں اور مولانا ہندوستان کی آزادی کو اساس بنا کر شریک جنگ ہونا چاہتے ہیں۔

۳۔ کرپس مشن نے مسلم لیگ کی واحد نمائندگی کے موقف کو اس طرح بالا کیا کہ ہندو مسلم مسئلہ شدید سے شدید ہوگیا اور واضح ہوگیا کہ مسلم لیگ کو نظر انداز کر کے ہندوستان کی آزادی کا سوال طے نہیں کیا جاسکتا۔

کرپس مشن کے ناکام ہونے سے ہندوستان کی سیاسی فضا میں مایوسی اور غصہ پیدا ہوا۔ اس شدید ردعمل اور سنگین صورت حال پر غور کرنے کے لیے ۲۷ اپریل سے ۲ مئی تک الہ آباد میں مجلس عاملہ کا اجلاس بلایا۔ اس کے علاوہ ۲۹ اپریل سے ۲ مئی تک مجلس عاملہ کا اجلاس ہوتا رہا۔ مولانا نے کرپس مشن سے مذاکرات اور اس کے نتائج پر ایک طویل خطاب کیا اور جو خطرات اس وقت ہندوستان کو درپیش تھے ان پر مکمل روشنی ڈالی۔ مجلس عاملہ نے فیصلے کی توثیق کی اور فیصلہ کیا کہ آزادی کی جدوجہد جاری رکھنے کے لیے مزید کارروائی کرنی چاہیے۔

مولانا کہتے ہیں:

میں نے دیکھا کہ گاندھی جی کا یہ تصور جاپان کی فتح اور اتحادیوں کی شکست فاش کا یقین سا تھا اور بعض حلقے یہ تصور اس قدر پختہ تھے کہ وہ یہ سوچتے ہی نہیں تھے کہ جاپان نے ہندوستان کو فتح کر لیا تو کیا نتیجہ ہوگا

گاندھی جی جنگ کے دوران کسی تحریک کو شروع کرنے کے خلاف تھے۔ ان کا خیال تھا کہ تحریک شروع ہوئی تو اس سے تشدد پیدا ہو جائے گا۔

مولانا لکھتے ہیں کہ:

"میں نفرادی ستیہ گرہ یا شخصی سول نافرمانی پر نہیں بڑی مشکل سے راضی کر سکا تھا لیکن اب ان کا ذہن ایک منظم عوامی تحریک کی طرف جا رہا تھا۔ اب وہ آغاز جنگ کی پوزیشن سے بہت آگے جا چکے تھے۔"[۹]

جاپان کے متعلق قیاس تھا کہ بنگال پر قابض ہونے کی کوشش کرے گا، مدراس کا حملہ ڈنڈیر سے کلکتے کی طرف ہوگا، ادھر حکومت نے کلکتے کو اس کے حال پر چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا اور سرکاری

عہدیداروں کو ہدایات دیں کہ اس صورت میں کلکتہ، ہوڑہ اور چوبیس پرگنہ کس طرح خالی کریں اور کن راستوں سے جائیں۔ دریائے پدما کو مقابلے کا پہلا محاذ، آسنسول اور رانچی کے درمیان دوسرا محاذ تجویز کیا گیا۔ آخری محاذ الہ آباد تھا۔ اس طرح پسپائی ہو تو شہروں کو برباد کر دینے کے علاوہ صنعتوں اور کارخانوں کو اڑا دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ جمشید پور کو خاکستر کر دینے کے پلان سے پورا علاقہ ہراساں تھا۔

مولانا نے گاندھی جی سے جاپان کے حملے کے خوفناک خطرے کا ذکر کیا لیکن گاندھی جی کا خیال تھا کہ جاپانی فوجیں ہندوستان میں آئیں تو وہ ہماری نہیں انگریزوں کی دشمن ہوں گی۔ انگریز اس وقت چلے گئے تو جاپانیوں کے ہندوستان پر حملہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں رہے گی۔ مولانا خود بھی گاندھی جی سے متفق نہ تھے۔ اپنے طور پر مولانا نے جاپانی حملے کی مدافعت کے لیے [illegible] میں رضاکاروں کے جتھے بھرتی کیے [illegible] ڈالیں۔

جولائی کے پہلے ہفتے میں کانگریس ورکنگ کمیٹی کا اجلاس وردھا میں ہوا۔ مولانا جب وردھا پہنچے تو گاندھی جی نے ان سے ہندوستان چھوڑ دو تحریک کا ذکر کیا کہ وہ ان خطوط پر سوچ رہے ہیں۔

مولانا لکھتے ہیں کہ:

"میں اس خیال کو کسی صورت میں تسلیم نہیں کر سکتا تھا، ایک عجیب سی کشمکش کا سامنا تھا۔ جنگ شروع ہوئی تو [illegible] مخالفت کے حق میں تھا، لیکن گاندھی جی متفق نہ تھے۔ اب جاپانی فوجیں ہندوستان کی سرحد تک آ پہنچی ہیں [illegible] فیصلے میں تھا۔ میرا خیال تھا کہ اس حالت میں انگریز کسی تحریک کو کسی حال میں بھی [illegible]۔ گاندھی جی خوش امید تھے کہ [illegible] انگریز تحریک کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے جیسے ستیہ گرہ میں رضاکارانہ گرفتاری کا عمل تھی۔ اب گاندھی جی کا خیال تھا کہ دوبدو مقابلہ کیا جائے اور حکم اسی حالت میں مانا جائے جب مجبور کر دیا جائے۔"

جواہر لال کو مولانا سے اتفاق تھا لیکن سردار پٹیل، ڈاکٹر راجندر پرشاد اور آچاریہ کرپلانی کے متعلق مولانا رقم طراز ہیں کہ:

"نہیں ٹھیک معلوم ہی نہ تھا کہ لڑائی کیا ہے؟ اور کس لیے ہے۔ وہ شاذ و نادر ہی معاملوں کو اپنے طور پر سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کی عادت تھی کہ اپنی رائے کو بہر حال

گاندھی جی کے تابع کریں، ان لوگوں کے ساتھ بحث نا فضول تھا ان کی ایک ہی دلیل تھی کہ ہمیں گاندھی جی پر بھروسہ کرنا چاہیے اور بس۔

مولانا لکھتے ہیں کہ:

"میں نے گاندھی جی سے کامل اختلاف کیا اس سے پہلے ایسا اختلاف کبھی نہ ہوا تھا، ہم ایک دوسرے سے ذہنی طور پر اتنی دور ہوگئے کہ باہمی تعاون نہیں ہوسکتا تھا۔"

گاندھی جی نے انھیں (مولانا) لکھا کہ:

"خیالات کے اس بعد میں انہیں (مولانا) صدارت سے مستعفی ہو کر کانگریس سے الگ ہو جانا چاہیے۔"

جواہر لال کے بیٹے بھی گاندھی جی سے [illegible] پٹیل بھی تک [illegible] شاید [illegible] جی نے [illegible] گاندھی جی سے [illegible] کہا کہ کانگریس [illegible] کے ہاتھ [illegible] ریزولیوشن پاس کیا جو ہندوستان چھوڑ دو [illegible] منسوب [illegible] ۱۹۴۲ء [illegible] بمبئی میں آل [illegible] کے [illegible] ایک [illegible] قید میں رہے [illegible] کے طول و عرض میں ایک طوفان [illegible] ہو گیا ہے۔ [illegible] کی بیٹی مس سلیڈ جو گاندھی جی سے متاثر ہو کر ہندوستانی طریق زندگی میں ڈھل گئی، اور گاندھی بھگت کہلاتی تھیں وہ جن کا نام میرا بہن تھا۔ گاندھی جی کے سیکرٹری مہادیو ڈیسائی کے ہمراہ وائسرائے سے ملنے دہلی گئیں، لیکن وائسرائے کے پرائیویٹ سیکرٹری نے اس سے کہا چونکہ گاندھی جی بغاوت کی باتیں کرتے ہیں لہٰذا ان سے وائسرائے کو ملنا منظور نہیں، اور حکومت جنگ کے زمانے میں کسی طرح کی بغاوت برداشت

کرسکتی ہے۔ مس سلیڈ یہ جواب لے کر واپس آگئیں۔ مہادیو ڈیسائی نے ان سے گفتگو کا اور پچھ معلوم کر کے بیان جاری کیا کہ یہ صحیح نہیں ہے کہ مہاتما جی نے برطانیہ کے خلاف کھلی بے تشدد بغاوت کا فیصلہ کیا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں کہ:

"بے تشدد انقلاب کی اصطلاح پنڈت جواہر لال کی ایجاد تھی گاندھی جی نے اس اصطلاح کو نہ صرف قبول کیا بلکہ اس کی باتیں کرنے لگے تھے۔"

مولانا نے مختلف کانگریسی لیڈروں کو [illegible] گاندھی جی [illegible] گرفتار ہو جائیں تو [illegible] گاندھی جی کی ہدایات پر سختی سے عمل [illegible] ضروری ہے۔

مولانا [illegible] تیار تھے [illegible] بھی تھی۔

مولانا [illegible] گاندھی جی [illegible] ہندوستان کی تحریک [illegible] گاندھی جی نے [illegible] کمیونسٹوں کے [illegible] کی وجہ سے [illegible] گاندھی جی نے بھی [illegible]

مولانا [illegible] تیار [illegible] حکومت نے تمام رہنماؤں کو [illegible] سمجھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ لیکن [illegible] بجے گئے اور پریذیڈنٹ [illegible] ہندوستان چھوڑدو کی قرارداد کی بحث کے لئے خط لکھنا شروع کیا۔ درد کی وجہ سے سیرپ سے کر سو گئے۔ ابھی تھوڑی ہی دیر میں بھولا بھائی ڈیسائی کے بیٹے دھیرو بھائی ڈیسائی نے جگایا کہ بمبئی کا ڈپٹی کمشنر برآمدہ میں گرفتاری کے وارنٹ لے کر انتظار کر رہا ہے۔ مولانا نے غسل کیا، کپڑے بدلے، پرائیویٹ سیکرٹری اجمل خان کو ہدایات دیں اور ڈپٹی کمشنر کے ساتھ چلے گئے۔ وکٹوریا ٹرمینس

پہنچ کر معلوم ہوا کہ اسپیشل گاڑی تیار ہے اور دوسرے لیڈر بھی گرفتار کر کے لائے جا چکے ہیں۔ گاندھی جی بھی اسی گاڑی میں سوار تھے۔ مسز نائیڈو گاندھی جی کے ساتھ تھیں۔ گاندھی جی اس وقت بہت ہی افسردہ تھے انہیں اس اچانک گرفتاری کا یقین نہ تھا۔ لیکن انگریز یہ بھی کر گزرے تھے، گاندھی کے ساتھ ان کی اہلیہ کستوربا بائی، ایک ذاتی سیکرٹری اور سروجنی نائیڈو کو آغا خان کے محل واقع پونا میں رکھا گیا اور باقی لیڈر قلعہ احمد نگر میں نظر بند کیے گئے۔ احمد نگر کے قلعہ میں دس ممبر تھے، مولانا، نہرو، پٹیل، آصف علی، ڈاکٹر راؤ دیو، گووند ولبھ پنت، پٹابھائی سیتارامیہ، ڈاکٹر سید محمود [illegible] قلعہ کا انتظام فوج کے سپرد [illegible] گیا تھا۔

مولانا نے جب [illegible] قید کے [illegible] وقت [illegible] اجازت بھی دے دی ہیں، قلعہ [illegible] شروع [illegible] خبریں [illegible] ایک خط لکھنے اور [illegible] گاندھی جی نے [illegible] دن کا برت رکھا۔ حکومت نے [illegible] کر دیا [illegible] ان کی موت کا [illegible] مولانا کو دو [illegible] صدمات سہنا پڑے، پہلے ان کی [illegible] وہ صدمہ تھا کہ [illegible] دل و دماغ پر [illegible] تیسرے مہینے مولانا کی بہن [illegible] بھوپال میں رحلت کر گئیں۔

اور ۱۹۴۴ء کے آغاز میں جنگ کا پانسہ پلٹ [illegible] قریب ہو رہا تھا۔ وائسرائے کو جب گاندھی جی سے کوئی خطرہ نہ رہا اس نے ڈاکٹروں کی رپورٹ پر، گاندھی جی بھوک ہڑتال سے صحت کھو چکے اور موت کے راستے پر ہیں، ان کی [illegible] سے بچنے کے لیے انہیں رہا کر دیا۔ گاندھی جی چند ہفتے زیر علاج رہنے کے بعد پھر سیاسی سرگرمیوں کا آغاز کیا اور خیال کیا کہ برطانوی حکومت سے ہندوستان کی آزادی کا [illegible] کرے گی۔ لیکن اب برطانیہ کو [illegible] کامیابی کا یقین تھا اس نے گاندھی جی کی پیشکش سے بے اعتنائی برتی۔ حکومت نے ۱۹۴۵ء کے نصف آخر میں قلعہ احمد نگر کے اسیر راہنماؤں کو اپنے اپنے صوبوں کی مختلف جیلوں میں بھجوا دیا۔

مولانا کو بنکورہ بھیج کر ایک دو منزلہ بنگلے میں رکھا گیا وہ قلعہ احمد نگر میں گئے تو ان کا وزن ۱۰۰ پونڈ تھا لیکن ساڑھے تین سال کی نظربندی میں ان کا وزن گھٹ کر ۳۰ پونڈ رہ گیا حتیٰ کہ اشتہا بھی ختم ہو گئی۔

لارڈ ویول نے جون ۱۹۴۵ء کی ایک شام کو کانگریس کے صدر اور ارکان عاملہ کی رہائی کا اعلان کیا اور بتایا کہ برطانوی حکومت ہندوستان کے مسئلے سے متعلق شملہ کانفرنس منعقد کر رہی ہے۔

مولانا اس اعلان کے اگلے روز کو رہا کر دیے گئے اور ریل گاڑی سے کلکتے پہنچے اسٹیشن پر انسانوں کا سمندر استقبال کے لیے موجیں مار رہا تھا۔ وہ اسٹیشن سے سیدھے اپنی اہلیہ کی قبر پر گئے وہاں پھول چڑھائے فاتحہ پڑھی اور گھر میں آ گئے۔ مکان اہلیہ سے خالی ہو چکا تھا۔

تفہیم سے تقسیم تک

یورپ میں جنگ [illegible] ۱۹۴۵ء [illegible]
[illegible] ہندوستان کی مدد سے [illegible] علاقوں [illegible] ہندوستان [illegible] فوجی [illegible] میں مقرر تھے [illegible] مولانا سے ان [illegible] ملاقات [illegible] جنگ سے متعلق ہو گئے۔ مولانا نے جواب دیا [illegible] لیکن اپنی غلامی [illegible] اپنے [illegible] نامہ کو لکھا کہ مولانا [illegible] کے مشرقی انسان ہیں لیکن [illegible] دماغ کے عظیم سیاست دان ہیں انھیں [illegible] کی کاٹ پر قدرت حاصل ہے۔

کرنل [illegible] نے ۴ جون ۱۹۴۵ء کو [illegible] عوام میں بیان دیا کہ ہندوستان کو ایک آزاد [illegible] حیثیت سے جنگ کے بارے میں فیصلے کرنے کا موقع دیا جائے گا۔ لارڈ ویول نے مولانا کو تار دیا کہ

وہ ۲۵ جون کو شملہ کانفرنس میں شریک ہوں۔ کانفرنس ہندوستان کے سیاسی مسئلے پر کوئی حل تلاش کرنے کے لیے بلائی گئی ہے۔ مولانا نے بمبئی میں کانگریس کا اجلاس طلب کیا۔ اجلاس نے مولانا کو بات چیت کا مجاز ٹھہرایا۔ مولانا نے کانفرنس سے پہلے لارڈ ویول سے ملاقات کی اور ان سے تجاویز معلوم کیں۔ مولانا چاہتے تھے کہ قلعہ احمد نگر میں ان کی لارڈ ویول سے جو خط و کتابت ہوئی تھی وہ شائع کریں لیکن لارڈ ویول نے مولانا سے خواہش کی کہ وہ [illegible] وہ خط و کتابت کبھی شائع نہ ہوئی اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ اس کا مضمون کیا تھا۔ مولانا لارڈ ویول سے [illegible]

[illegible]

[illegible] کہ ہم اپنے [illegible] کا حق نہیں پہنچتا۔ مولانا کے نزدیک [illegible] ایک [illegible] پارٹی [illegible] مسٹر جناح کو مسلمان نمائندے کے تقرر پر اعتراض تھا۔

لارڈ ویول نے جو فہرست تیار کی اس میں کانگریس اور لیگ کے علاوہ ایک سکھوں کا اور دو شیڈول کاسٹ کے نمائندے تھے جو کہ نمائندہ [illegible] تھی۔ اس لحاظ سے چودہ کی ایگزیکٹو کونسل میں سات ممبر مسلمان ہوتے مگر مسٹر جناح نے اتفاق نہ کیا۔ انہیں مسلمانوں کی واحد نمائندگی کے دعوے پر مسلمان ممبروں

اور خود نامزد کرنے پر آمادہ رہتی۔ لا نفرنس ناکام ہوئی تو بظاہر ایک تعطل پیدا ہوگیا۔ مولانا بھی اپنی صحت کے لیے کشمیر چلے گئے۔ جولائی اور اگست کے مہینے وہیں رہے۔

اُدھر انگلستان میں چرچل کی کنسرویٹو پارٹی کو انتخابات میں شکست ہوئی اور لیبر پارٹی برسر اقتدار آگئی۔ مسٹر ایٹلی وزیر اعظم ہوئے۔ مولانا نے انہیں ہندوستان کا مسئلہ حل کرنے کی خواہش پر مبارکباد کا تار دیا۔ انہوں نے مولانا کو لکھا کہ وہ عنقریب اس بارے میں [illegible] سال [illegible] کے دنوں میں [illegible] مولانا نے [illegible] چاہئیں۔ [illegible] سب کو [illegible] حکومت کو یقین تھا کہ [illegible] سے حل کر نہیں [illegible] ورکنگ کمیٹی [illegible] بعض تجاویز [illegible] انتخابات [illegible] کو [illegible] کی [illegible] پنجاب اور سندھ [illegible] سب سے بڑی پارٹی تھی اس نے تقریباً آدھی نشستوں پر [illegible] نشستیں [illegible] سندھ [illegible] وزارت سازی کے سلسلے میں یا کانگریس سے تعاون کی راہ [illegible] حیثیت میں مولانا نے [illegible] پنجاب میں [illegible] یہ بات [illegible] وہ واقف تھے بالخصوص [illegible] میں ذہنی طور پر تیار ہو چکے تھے۔ [illegible] دو دفعہ [illegible] ہوئے میں جہاں مولانا مقیم تھے [illegible] ہوئے۔ مولانا نے [illegible] قائد اعظم نے ہر جگہ روک دیا کہ کانگریس سے تعاون کرنا لیگ کے مسلک سے خارج ہے۔ چنانچہ انحراف رہ گیا۔

ملک خضر حیات [illegible] کانگریس پارٹی میں تعاون ہوگیا اور کولیشن بن گئی۔ مولانا لکھتے ہیں کہ اس کولیشن پر جواہر لال کے بعض دوستوں [illegible] نے انہیں میرے خلاف [illegible] مسلم لیگ کے بجائے یونینسٹ پارٹی سے کولیشن بنا کر کانگریس کے [illegible] کی نفی کی ہے۔ اس سلسلے میں کمیونسٹ پیش پیش تھے وہ روس پر حملے کے دن سے لیگ کے ساتھ [illegible] عوام میں جلسے کرتے تھے۔ ان کا [illegible] کیا گیا۔

اور کانگریس کے لئے وہی سب سے ہندوستان جنتا کی جنگ میں زیادہ سے زیادہ مفید ہو سکتا ہے۔ انہوں نے پنڈت جی کے کان میں بہت کچھ ڈالا۔ پنڈت جی کے ان دوستوں، عزیزوں اور رشتہ داروں کو مولانا سے متعلق بعض اخبارات کی اس روش پر بھی اعتراض تھا۔ کوئی ان کے تدبر کو خراج ادا کر رہا اور ان کی شخصیت کے عظیم ہونے کا معترف ہے اس طرح پنڈت جی ثانوی ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ پنڈت جی کا ذاتی اخبار ہیرالڈ لکھنؤ بھی مولانا ہی کی شخصیت کے محاسن گنوا رہا ہے۔ [illegible] پنڈت جی نے ورکنگ کمیٹی میں [illegible] پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا [illegible] سے مولانا [illegible] پنڈت جی [illegible] [illegible]

[illegible]

لیکن [illegible] غلط [illegible] [illegible] مولانا نے نہیں سمجھا [illegible] مولانا سے [illegible] جنرل آکن لیک سے [illegible] مولانا [illegible] اور کسی [illegible] لوگوں کے [illegible] کے سبب خوش یقین دلایا اور اس طرح ایک قضیہ طے ہو گیا۔

آزاد ہند فوج سے متعلق مولانا نے ایک بیان میں اعلان کیا کہ حکومت ہند نے جس طرح ہزارہا نوجوان قید میں ڈال رکھے ہیں۔ کانگریس ان کا مقدمہ لڑنے اور ان کی رہائی کے لیے جدوجہد کا فیصلہ کر چکی ہے۔ پنڈت جواہر لال نے اس مسئلے کو ملک کی زبردست عوامی تحریک بنا دیا۔

ملک کی آزادی لازم ہو چکی تھی اور ایک نیا ہندوستان وجود میں آ رہا تھا۔ لارڈ پیتھک لارنس نے ۱۹ فروری ۱۹۴۶ء کو پارلیمنٹ میں اعلان کیا کہ برطانوی حکومت ہندوستان کی آزادی کے سوال پر گفت و شنید کیلئے

ایک کیبنٹ مشن بھیج رہی ہے۔ لارڈ پیتھک لارنس وزیر ہند، تجارتی بورڈ کے صدر سر کرپس اور محکمہ بحر کے پہلے لارڈ اے وی الیگزینڈر اس کے ارکان ہوں گے۔

۱۵ مارچ ۱۹۴۶ء کو مسٹر ایٹلی وزیر اعظم انگلستان نے دارالعوام میں ایک یادگار تاریخی بیان دیا جو ہندوستان کی آزادی کو تسلیم کر لینے کا اعلان اور پچھلی غلطیوں کو بھول جانے کی اپیل تھا۔ ۲۳ مارچ کو کیبنٹ مشن ہندوستان پہنچا۔ مولانا ۲ اپریل ۱۹۴۶ء کو دہلی پہنچے۔ مولانا کے الفاظ میں:

"اس وقت سب سے [illegible] ہندوستان اور برطانیہ [illegible] [illegible] بات سے [illegible] حیثیت سے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] مرکز کے پاس ہوں۔ [illegible] صوبائی حکومتیں چاہیں تو مرکز کے سپرد کر سکیں۔"

مولانا [illegible] اپریل کو [illegible] پیش کیا۔ لارڈ پیتھک لارنس نے ان سے کہا کہ آپ [illegible] انکار کرتے رہے ہیں۔ آخر وہ بھی [illegible] متفق ہو گئے۔ [illegible] ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ کمیٹی کے ارکان نے جن میں گاندھی جی بھی شامل تھے، اس [illegible] قائل ہو گئے۔ گاندھی جی نے [illegible] گاندھی جی نے انہیں مطمئن کر دیا۔ اس کا مرکز [illegible]۔

مشن سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا اور کئی دن تک رہا پھر ایک وقفہ کے لیے مشن کشمیر چلا گیا وہاں سے ۱۲ اپریل کو دہلی واپس آیا اور مذاکرات شروع کیے۔ مولانا سے بہت سی ملاقاتیں کیں پھر کانگرس اور لیگ سے کہا گیا کہ وہ گفتگو کو آگے بڑھانے کے لیے اپنے نمائندے نامزد کریں۔ مولانا نے سردار پٹیل اور جواہر لال کو ساتھی منتخب کیا۔ گاندھی جی کو مشن نے از خود مدعو کیا۔ ۵ مئی کو شملے میں گفتگو شروع ہوئی جو ۱۲ مئی تک

جاری رہی۔ پُرتپاک معاہدوں کی بے ضابطہ میٹنگیں ہوتی رہیں۔ آخر طویل مذاکرات کے بعد تجاویز کا ایک نقشہ تیار ہوا۔ مسٹر اٹیلی نے ۲۰ مئی کو دارالعوام میں اس کا اعلان کیا۔ مولانا نے ابتدائی ملاقات میں جن تجاویز کا خاکہ دیا تھا کیبنٹ مشن کا پلان بڑی حد تک اسی کے مطابق تھا۔

شیخ عبداللہ نے انہی دنوں کشمیر چھوڑدو کا اعلان کردیا۔ مہاراجہ نے انہیں اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کرلیا۔ جواہر لال نہرو نے صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے کشمیر کا دورہ کیا تو مہاراجہ کی حکومت نے سرحد کشمیر میں داخل ہونے سے روک دیا [illegible] لارڈ ویول کی وساطت سے مولانا نے پنڈت نہرو [illegible] کے بعد [illegible] حیثیت [illegible] کا [illegible] مان گئے۔ وائسرائے نے [illegible] اور وہ دہلی واپس آگئے۔

القصہ [illegible] کو منظور کر لیا [illegible] کانگرس [illegible] نے پلان قبول کرلیا۔ پلان کا خلاصہ یہ تھا کہ:

۱۔ برطانوی ہند اور ریاستوں کی ایک یونین ہوگی جس کے [illegible] کے حامل ہوں گے۔ ان امور کے واسطے [illegible] جہاں تک دفاع کا تعلق ہے [illegible] لیے استعمال کرسکے گی۔ تمام فوج یونین کے تحت ہوگی [illegible] ہندوستان ایک ہی [illegible] کے تابع ہوں گے۔

۲۔ یونین کی ایک مجلس قانون ساز اور مجلس عاملہ ہوگی جو برطانوی ہند اور ریاستوں کے نمائندوں پر مشتمل ہوگی اور مرکز ہی کے سامنے جواب دہ ہوگی۔

۳۔ جو امور ہندوستانی یونین کے سپرد کئے جائیں گے ان کے علاوہ دوسرے تمام معاملات صوبوں کے اختیار میں ہوں گے جن میں مالیاتی اختیارات بھی شامل ہیں۔

۴۔ ان امور کے سوا جو یونین کے اختیار میں ہوں گے تمام اختیارات دیاستوں کے ہاتھ میں ہونگے۔

۵۔ صوبوں کو گروہ بندی کا اختیار ہوگا۔ جو اپنی الگ مجلس عاملہ اور مجلس منتظمہ رکھ سکیں گے ہر گروہ کو یہ حق ہوگا کہ وہ طے کر دے کہ کتنے صوبجاتی اختیارات مشترک کر لیے جائیں۔

۶۔ یونین اور گروہ کے دستور میں ایک شرط یہ بھی ہوگی کہ کوئی ایک صوبہ اگر یونین یا گروہ کے آئین پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس کرے تو اپنی اسمبلی کی اکثریت سے اس کی تجویز پاس کر کے نظر ثانی کر سکے گا۔

۷۔ دستور ساز اسمبلی ۳۸۵ ارکان کی ہوگی جن میں ۲۹۲ ہندو، مسلمان، سکھ اور ۹۳ دیسی ریاستوں کے نمائندے ہوں گے۔ ان کے علاوہ [illegible] بلوچستان اور ایک کورگ کا نمائندہ ہوگا۔ [illegible] سے کوئی ہندو نمائندہ [illegible] تمام میں تقسیم ہوں گے۔

۱۔ اے گروپ میں ۱۶۷ ہندو اور ۲۰ مسلمان ہوں گے۔ اے گروپ میں مدراس، سی پی، یو پی، بمبئی اور بہار کے نمائندے شامل ہوں گے۔

۲۔ بی گروپ میں ۲۲ مسلمان ۹ ہندو ۴ سکھ کل ۳۵ ارکان ہوں گے۔ یہ پنجاب، سرحد اور سندھ پر مشتمل ہوگا۔ سی میں بنگال و آسام کے صوبے ہوں گے۔

۳۔ سی گروپ ۳۶ مسلمان ۳۴ ہندو یعنی کل ۷۰ ارکان کا ہوگا۔ نیز نمائندے دہلی، اجمیر اور کورگ کے اے گروپ میں اور بلوچستان کا نمائندہ بی گروپ میں شامل ہوگا۔

یہ گروپ اپنے صوبوں کی آئین سازی کا کام کریں گے۔ ریاستوں کے ۹۳ ارکان ہوں گے جو ریاستوں کا دستور وضع کریں گے۔ ان نمائندوں کے سپرد پہلا کام تو یونین کا دستور بنانا تھا اس کے بعد پھر اپنے اپنے صوبوں کا گروپ اور دستور تیار کرنا۔ اگر کسی گروپ کی اکثریت یہ فیصلہ کرتی کہ گروپ بنتے تو گروپ بنتا۔ دستور کا طے کرنا دستور ساز اسمبلی کے اختیار میں تھا کہ وہ ملک کے لیے کس قسم کا دستور چاہتی ہے۔ دستور ساز اسمبلی کے لیے صرف ایک شرط تھی کہ وہ مندرجہ بالا نکات کی پابند ہوگی۔ اس پلان میں کانگریس کے موافق نکات حسب ذیل تھے کہ۔

۱۔ کانگرس کا مطالبہ کامل آزادی تسلیم کر دیا گیا۔

۲۔ سارے ہندوستان کے لیے ایک دستور ساز اسمبلی مان لی گئی۔

۳۔ ہندوستان کی وحدت برقرار رہی اور ایک مرکز بھی باقی رہا۔

۴۔ دستور ساز اسمبلی میں نمائندگی آبادی کے لحاظ سے رکھی گئی۔

۵۔ ہندوستان کی اساس ایک قوم پر رکھی گئی اور ہندو، مسلم، سکھ تین فرقے مانے گئے۔

اور کانگرس کے خلاف نکات یہ تھے کہ

۱۔ مرکز کمزور رکھا گیا۔

۲۔ صوبوں کو رجحان کے مطابق علیحدہ علیحدہ گروہ بنانے کی اجازت دی گئی، ہندوستان میں تقریباً تین خطے ہو سکتے۔

۳۔ اقلیتوں [illegible] کوئی فرقہ وارانہ مسئلہ [illegible] اکثریت کی رضامندی کے بغیر [illegible] یونین میں پیش نہیں کیا جا سکے گا۔

مسلم لیگ کے موافق نکات حسب ذیل تھے۔

۱۔ صوبوں کی گروہ بندی [illegible] گروپوں میں مسلمانوں کی حیثیت کو محفوظ رکھا گیا۔ جو عملاً مسلمانوں کی [illegible] بنگال میں [illegible] جو ہندو اکثریت کا [illegible] مسلمانوں [illegible] اور [illegible] سے سو باتوں میں صوبے خود مختار رکھے گئے۔

۲۔ گروپوں میں صوبوں کی شرکت لازمی قرار دی گئی وہ چاہیں بھی تو جلد علیحدہ نہیں ہو سکتے تھے۔

۳۔ بی اور سی دو مسلم گروپ اپنے اپنے حلقے کے لیے ہر قسم کا آئین چاہیں بنا سکتے تھے۔

۴۔ یہ شرط کہ کسی فرقے کی اکثریت کے بغیر کوئی فرقہ وارانہ سوال یا قانون انڈین یونین یا دستور ساز اسمبلی میں پیش نہ ہو سکے گا، مسلمانوں کے ہاتھ میں ایک زبردست حربہ اور بالفاظ دیگر ان کے تحفظ کا ایک وثیقہ تھا۔

۵۔ صوبوں کو یہ حق دے دیا گیا کہ دس سال بعد وہ دستور پر نظر ثانی کرا سکتے اور ہندوستان سے علیحدہ

ہونے کی تحریک پیش کر سکتے تھے۔ بالفاظ دیگر دس سال بعد کامل علیحدگی ہو سکتی تھی اور یہی
پاکستان تھا۔

مسلم لیگ کے خلاف نکات ذیل تھے۔

۱۔ مسلمانوں کے علیحدہ قوم ہونے کا نظری تصور تسلیم نہ کیا گیا۔

۲۔ دو دستور ساز اسمبلیاں نہ بنائی گئیں۔

۳۔ ملک تقسیم ہونے سے محفوظ رہا۔

۴۔ کوئی [illegible] صوبے [illegible] مساوی نمائندگی دی
[illegible] ۲۵ فیصد سے بھی کم یعنی [illegible] کے ایوان میں صرف [illegible] مسلمان تھے [illegible] فیصد
لیکن [illegible] کے جتنی خطرے ہو جاتے اور بعض [illegible] قباحتیں جو بعد میں تقسیم ملک کی نئی
سکیم کے باعث [illegible] ہوئیں کبھی پیدا ہی نہ ہوتیں۔ اگر کانگرس
اور لیگ [illegible] کرتے یہ ایسا ہی [illegible]
کانگریس [illegible] لیکن [illegible] کے ارادے پر
شیر [illegible] بیٹھے تھے۔

وزارتی [illegible] تصدیق [illegible] کانگرس کمیٹی کا اجلاس [illegible] میں طلب کیا گیا۔
[illegible] جولائی کو [illegible] اس پلان
کی منظوری [illegible] شدو مد سے
[illegible]
اکثریت سے پاس ہوئی
[illegible] کہ اس کی ذہانت وفراست
سے پلان پر آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے صاد کیا ہے لیکن مشہور مصرع ہے کہ ؏

ما درچہ خیالیم و فلک درچہ خیال

پنڈت جواہر لال نہرو نے ۱۰ جنوری ۱۹۴۷ء کو کلکتے میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے
ایک سوال کے جواب میں کہا کہ

"کانگرس دستور ساز اسمبلی میں اپنے تئیں معاہدوں کا پابند نہ سمجھے گی جس قسم کے حالات پیدا ہوں گے ان کے مطابق آزادانہ فیصلہ کرے گی۔"

پریس والوں نے کہا:

"تو گویا کیبنٹ مشن پلان میں ترمیم کی جا سکتی ہے۔"

جواہر لال نے کہا:

ہم نے صرف دستور ساز اسمبلی میں شرکت کا وعدہ کیا ہے، اور ہم کیبنٹ مشن پلان میں تبدیلی اور کمی بیشی کرنے کے مجاز ہیں۔

مولانا لکھتے ہیں:

"جواہر لال کا یہ بیان [illegible] ... [illegible]"

قائد اعظم نے پنڈت جی کی اس تقریر پر فوری ایک بیان دیا جس میں کہا کہ جواہر لال کی اس توضیح سے صورت حال واضح ہو گئی ہے۔ چنانچہ ۲۷ جولائی کو لیگ نے بمبئی میں ایک اجلاس منعقد کیا جس میں پنڈت جواہر لال کے اس بیان کو [illegible] کیبنٹ مشن پلان کی منظوری منسوخ کر دی پاکستان کے مطالبہ کا اعادہ کیا اور مسلمانوں سے ڈائریکٹ ایکشن کی تجویز منظور کی۔ مولانا پنڈت جی کے اس بیان سے سخت پریشان ہوئے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ [illegible] جب یہ ہے تو ۸ اگست کو کانگرس ورکنگ کمیٹی کا اجلاس بلایا اور [illegible] جواہر لال کی توثیق کا [illegible] سے دوبارہ اعلان کرایا [illegible] لیگ سے [illegible] لیکن قائد اعظم نے کانگرس کی توثیقی قرارداد کو تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ ان کا بیان تھا کہ کانگرس انگریزی موجودگی میں اس قدر جلد رائے تبدیل کر لیتی ہے تو انگریز کے چلے جانے پر اس کا طرز عمل کیا نہیں ہو گا؟ وہ اس وقت بھی اپنی پالیسی اور بیان میں حسب منشا تبدیلی لا سکتی ہے۔"

ادھر ۱۲ اگست کو وائسرائے نے پنڈت جواہر لال نہرو کو عبوری گورنمنٹ بنانے کی دعوت دی، ۱۵ اگست کو

کانگرس نے دعوت پر صاد کیا۔ پنڈت جی نے قائد اعظم کو دعوت شمولیت دی۔ انہوں نے انکار کیا۔ پنڈت جی قائد اعظم کے مکان پر گئے لیکن وہ راضی نہ ہوئے۔ گویا مسلم لیگ نے ڈائریکٹ ایکشن کا مطلب واضح نہ کیا تھا۔ لیکن بنگال کی مسلم لیگ منسٹری نے دس دن کی تعطیل عام کا اعلان کیا۔ جب کانگرس نے انترم گورنمنٹ قائم کی تھی کہ بنگال میں ہندو مسلم فسادات کا لاوا پھوٹ پڑا جو بہار میں عبوری گورنمنٹ نے جس کا مقرر کیا تھا میں ہر روز کلکتے میں خون، قتل اور آگ کا طوفان اٹھا۔ سینکڑوں جانیں ضائع ہوئیں۔ ہزاروں زخمی ہوئے اور کروڑوں کی جائیداد برباد کی گئی۔ سب سے زیادہ نقصان مسلمانوں کا ہوا [illegible]

ایک تاریخی سرگزشت میں [illegible] مسلم لیگ سے پاکستان سے تعلق ہے [illegible] قائد اعظم [illegible] [illegible] ہندوؤں سے [illegible] جب تک وہ خود زبان [illegible] مشکل تھا۔

مولانا ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۶ء تک مسلسل کانگرس کے صدر رہے [illegible] کے متعلق کئی [illegible] ۲۶ اپریل ۱۹۴۶ء کو پنڈت جواہر لال کا نام صدارت کے لیے تجویز کیا [illegible] کی [illegible] ہندو کی [illegible] صدارت سے الگ نہ ہونا چاہیے تھا۔ لیکن صدارت سے الگ ہوگئے تو نظر بظاہر اس کے وجوہ گئے تھے:

۱۔ مولانا [illegible] کی صدارت پر فائز تھے۔

۲۔ انہوں نے وزارتی مشن سے ہندوستان کی آزادی کے مسئلے پر گفتگو کی [illegible] کے تحت مستقبل میں [illegible] مسلم لیگ کے انتہائی سیاسی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ کانگرس کی صدارت پنڈت جواہر لال کو منتقل ہو تو بہتر ہے مسٹر جناح کی سیاسی زبان میں جواہر لال ہندو تھے۔

۳۔ مسٹر جناح مولانا سے بات ہی نہ کرتے تھے۔

۴۔ ان کی سیادت کو مسلم لیگ کے جماعتی خلفشار نے عوامی اعتبار سے بے حد صدمہ پہنچایا تھا کہ وہ مانتے ہیں

ان کی آواز اکثریتی اعتبار سے کمزور تھی اور ہندوؤں کے نزدیک وہ بہرحال مسلمان تھے۔

۵۔ وزارتی مشن تو اپنا منصوبہ ایک پلان کی شکل میں دے کر جا چکا تھا۔ لیکن لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی آمد کے بعد مولانا کی صدارت شاید اس کے لیے موزوں نہ تھی۔

۶۔ کانگریس کی عمومی نسلی اور مذہبی اعتبار سے مسلم لیگ نے ایک ایسی راہ پکڑ لی تھی کہ بہت سے متشکک ہندو بھی اکثریتی اعتبار سے سوچ کے ذمہ داری کے درجے میں چلے گئے تھے اور ورکنگ کمیٹی کے بیشتر [illegible] خود رہے تھے۔

۷۔ [illegible]

۸۔ مسلمانوں سے [illegible] تھے کہ مسلمانوں کا [illegible] تھیں [illegible] دستور کی [illegible] میں مسلمانوں [illegible] جو منصوبہ تیار کیا [illegible] نہ تھا [illegible] توضیح [illegible] کانگریس سے [illegible] ہو کر لیگ میں چلے جائیں۔

[illegible] مولانا سے [illegible] لیگ نے مسلمانوں کے ذہن سے اس قدر برگشتہ کر دیا تھا کہ مولانا ان کے نزدیک [illegible] مغضوب ہو چکے تھے۔

[illegible] تو مولانا کی تجویز [illegible] اس کا انتخاب سردار پٹیل پر چھوڑ دیا گیا جنہوں نے اپنے [illegible] پیش کیا لیکن وہ بعد میں غلط ثابت ہوا۔ اس کو چند دن بعد کابینہ سے الگ کر دیا گیا۔ اس کی جگہ ایک دوسرے پارسی ڈاکٹر جان متھائی کو منتخب کیا گیا جو کانگریسی تو قطعاً نہ تھا لیکن اس عہدے کے لیے موزوں تھا۔ مولانا پر زور دیا گیا کہ [illegible] میں [illegible] لیکن گاندھی جی کے اصرار اور پنڈت جی کی استدعا کے باوجود وہ تیار نہ ہوئے اپنی جگہ آصف علی کو بھجوا دیا۔

مسلم لیگ ابتدا شامل نہ ہوئی [illegible] بھی تھا اور [illegible] [illegible] سب کچھ ہی تھی اور [illegible] تھی۔ آخر لارڈ ویول کی تحریک پر ۱۵ اکتوبر کو مسلم لیگ [illegible] حکومت میں شامل ہوگئی۔ [illegible] بیان جاری کیا کہ مسلم لیگ [illegible] حق بجانب [illegible]۔ [illegible] مشن کی تجاویز سے [illegible] جاتے ہیں۔ مگر [illegible] کے نزدیک قابلِ اعتنا ہی نہ تھی۔

قائداعظم نے [illegible] میں نواب اسمٰعیل [illegible] تھی اور [illegible] کو شامل نہ کیا۔ [illegible] کے نزدیک اس کا سبب یہ ہے کہ خود [illegible] اور ان کے سیاسی [illegible]

[illegible] کہ اس [illegible] مسلمانوں کی [illegible]

[illegible] لکھتے ہیں۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مسٹر [illegible]

[illegible]

لیکن [illegible]

[illegible] کہ اس طرح [illegible] کی صورت ہی بدل جاتی۔ [illegible] کے باعث [illegible] کر دیا گیا۔ [illegible] کے چھوٹے چھوٹے [illegible] ہوتے رہتے۔ انگریزی فوجیں [illegible] پر مامور [illegible] تھیں۔ جواہر لال نے [illegible] [illegible] گئے۔ بعض [illegible] ہوئے [illegible]

بھی یہی مشورہ دیا لیکن پنڈت جی نہ مانے۔ پشاور پہنچے تو [illegible] نے سیاہ جھنڈیوں سے استقبال کیا اور سخت مزاحمت کی۔ قبائلی علاقے میں گئے جہاں انگریزی فوج کی بمباری رکوائی تھی اور انگریز اس علاقے کو ہمیشہ اپنی جنگی مشقوں کے لیے استعمال کرتا تھا تو وہاں سرکاری ملکوں نے راستوں میں پتھراؤ کروایا۔ واقعات معلوم رہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس سے ہندو ذہن مشتعل ہوتا تھا۔ وزیرستان پہلی جنگ عظیم سے انگریز کی جنگی مشقوں کا میدان تھا۔ جب [illegible] ہوئے تھے تو اس علاقے میں [illegible] تربیت کے لیے [illegible] انگریزی فوج [illegible] مشقوں کے لیے اسی علاقے میں آتے تھے۔

[illegible] کے حق میں تھے [illegible] منتظم تھے لیکن [illegible]

[illegible] کے تیز ہونے اور وزارتی پلان سے [illegible] سے وزیروں کے علاوہ جانیں [illegible] وزیروں نے مولانا سے [illegible] پنڈت [illegible] کی طرف [illegible] عظیم [illegible] لندن گئے [illegible] کی چیف [illegible] کا خیال تھا کہ ہم شریف [illegible] ہوتے ہیں [illegible] ہیں۔ لیکن زیر بحث رہا۔ مولانا لکھتے ہیں:

اس بات میں [illegible] کے لیے [illegible] درست قرار دیا تھیں [illegible] ہی رہے۔

[illegible] کی [illegible] کا سوال پیدا [illegible] اور سردار پٹیل نے مولانا پر زور دیا کہ وہ [illegible] ہوئے [illegible] بابو راجندر پرشاد کو [illegible] بنایا گیا۔ [illegible] جی نے اصرار کیا [illegible] ہوئے کہ مولانا وزارت میں شریک ہوں۔ چنانچہ مولانا محکمہ تعلیم کے وزیر ہو کر شامل ہو گئے۔

مولانا لکھتے ہیں کہ:

"لیگ اور کانگرس کا اختلاف بڑھتا ہی جا رہا تھا اور لیگ کے لوگ قدم قدم پر رکاوٹیں پیدا کر رہے تھے"

لیاقت علی کا بجٹ بظاہر کانگرس کے ان معاشی نظریات کے حق میں تھا جن کا اظہار پنڈت جواہر لال نہرو مختلف اوقات میں کرتے رہتے تھے لیکن اصل میں اسے کانگرس کو زچ کرنا مقصود تھا۔ سردار پٹیل اور راجگوپال آچاریہ بجٹ کے سخت خلاف تھے۔ وہ چاہتے تو اسی وقت تعطل پیدا ہو سکتا تھا [illegible]

[illegible]

[illegible] ہندوستان سے متعلق [illegible] خدمات [illegible]

[illegible] ویول نے [illegible] کی خدمات کی تعریف کرتے ہوئے مندرجہ ذیل کلمات کہے کہ

"میں ایک بہت ہی مشکل وقت میں وائسرائے بنا تھا۔ میں نے اپنی ذمہ داری پوری کرنے کی مقدور بھر کوشش کی۔ اب ایسی صورت پیدا ہو گئی ہے کہ مجھے مستعفی ہونا پڑ رہا ہے تاریخ بتائے گی کہ اس وقت پر میرا استعفیٰ دینا صحیح تھا یا نہیں۔ بہرحال میری آپ سے درخواست

سے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کریں۔ آپ لوگوں نے میرے ساتھ جو تعاون کیا میں شکرگزار ہوں۔"

اتنا کہا اپنے کاغذات سنبھالے اور اٹھ کر چلے گئے پھر دوسرے ہی دن دہلی سے روانہ ہو گئے۔ ان کی جگہ [illegible] ماؤنٹ بیٹن کا تقرر ہوا۔ وہ شاہی خاندان کے فرد تھے اور انگریزی فوج میں امیر البحر، مسٹر ایٹلی نے انہیں ۳۰ جون تک اقتدار منتقل کر دینے کی ہدایات دے کر روانہ کیا۔ وہ ۲۲ مارچ کو دہلی پہنچے اور ۲۴ مارچ کو اپنے عہدے کا چارج لیا۔

مولانا نے ان سے جتنی ملاقاتیں [illegible] [illegible] بگڑ رہے تھے [illegible] حکومت کا نقشہ بھی مخدوش ہو چکا تھا۔ ہندوستانی فرقہ وارانہ ذہن میں بٹ چکے [illegible] رہے تھے، بلکہ خونریزی کا باعث ہو رہے تھے۔ انگریز افسروں کا رویہ [illegible] رہے تھے [illegible] [illegible] کو ختم کر [illegible] ہو [illegible] [illegible] ہوتے [illegible] [illegible] کا ہاتھ تھا، ان کے علاوہ کرنٹ مینن [illegible] [illegible]

مولانا [illegible] ہندوستان کا نقصان تھا اور مسلمانوں [illegible] مسلم لیگ [illegible] ہندوستان [illegible] بٹوارے کے بعد آپس میں دوست ہو سکتے تھے۔ مولانا کے نزدیک اصل مسئلہ فرقہ داری نہیں معاشی تھا اور [illegible] کے درمیان نہیں طبقوں کے درمیان تھا۔ مولانا نے اپنے ساتھیوں پر زور دیا کہ [illegible] نفرت [illegible] کا آغاز ہوگی۔ [illegible] کے متعلق کوئی [illegible] نہیں [illegible] دونوں کے [illegible]

ہمیشہ ذہنی رشتہ رہے گی۔ لیکن مولانا مدنی تقسیم پر تُل چکے تھے وہ علی الاعلان کہنے لگے تھے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو یک ساتھ رکھنا ناممکن ہو چکا ہے۔ جو جماعت تقسیم نہیں چاہتے تھے لیکن ان کے نزدیک بھی اب کوئی دوسرا حل نہ تھا۔

مولانا لکھتے ہیں:

"میں تقسیم کے ہمیشہ خلاف تھا [illegible]
[illegible]
تقسیم کے رک جانے کا امکان تھا؟"

[illegible] ہی [illegible] ہے؟ اسی دن اور اس کے بعد [illegible] کرو دکھنے کے لیے مولانا نے [illegible] [illegible] تقسیم [illegible] [illegible] سے اتفاق کیا لیکن [illegible] [illegible] تقسیم ہو گیا۔ اس میں [illegible] سلطنت [illegible] حفاظت چاہتی تھی [illegible] طرح سے حاصل ہو جاتے تھے۔ کانگریس ورکنگ کمیٹی نے ۲ جون کو اس پلان پر غور کرنے کے لیے اجلاس طلب کیا جس میں صوبہ سرحد کے مسئلے پر غور کیا گیا [illegible] کی مشترکہ جدوجہد کو تیاگ کر صوبے کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ گاندھی جی کی ماؤنٹ بیٹن سے ملاقات کے بعد خان عبدالغفار خان قائداعظم سے ملے لیکن پاکستان بن جانے کے بعد ان سے خان وزارت اور خدائی خدمت گاروں سے جو سلوک ہوا وہ

اظہر من الشمس ہے۔

اس تقسیم پر ۱۴ جون ۱۹۴۷ء کو آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے صاد کیا۔ مولانا نے تقسیم کو ایک سیاسی حادثہ سے تعبیر کیا، اور اپنی تنقیدی تقریر میں کہا۔

"پانی پر چھڑی رکھ دینے سے ایسا معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے
لیکن پانی جوں کا توں رہتا ہے اور چھڑی کے ہٹتے ہی ظاہری تقسیم غائب ہو جاتی ہے۔"

سردار پٹیل نے مولانا کی تقریر [illegible] اختلاف کیا [illegible] میں [illegible] موجود [illegible] سردار پٹیل [illegible] [illegible] [illegible] تقسیم [illegible] [illegible] [illegible] بڑی تعداد [illegible] [illegible] پاکستان [illegible] نتیجہ [illegible]

غرض ۱۹۴۷ء میں اس وقتی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] قیامت صغریٰ [illegible] [illegible] دیواروں پر کیلوں سے ٹھونک دیا گیا۔ تقریباً ہر مکان کے اندر ایک کنواں تھا، جس میں عورتوں کی لاشوں کے ڈھیر تھے۔ ستم یہ کہ اس فساد کو خود کانگریس کے شکتی [illegible] جہازوں سے منظم کیا۔ [illegible] مسٹر [illegible] نرائن وزیر [illegible] بہار اس کے منتظم تھے، وہ غالی قسم کے ہندو، انتہائی فرقہ پرست، اور صوبے کے وزیر اعظم مسٹر سری کرشن سنہا کے حریف تھے۔ سنہا ایک سچا نیشنلسٹ تھا، لیکن لوگ اسے [illegible] افسوسناک پہلو

تھا کہ بابو راجندر پرشاد نے بھی [illegible] فسادات سے اختلاف کیا۔ جے پرکاش نارائن [illegible] گئے [illegible] سے
[illegible] وقت مولانا کو مطلع کر دیا۔ ان دنوں ہم دہلی ہی میں تھے۔ مولانا نے شیخ حسام الدین اور راقم کو بلوایا
[illegible] بہار میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلے جانے کی تیاری سے آگاہ کرتے ہوئے [illegible] کا رد عمل
پنجاب میں ہوگا۔ اس کا منصوبہ بن چکا ہے۔ ایک [illegible] میں [illegible] اس کی مذمت کر دو دوسرے [illegible] کر
دو کہ آپ ایک بڑا وفد لے کر بہار کے مظلوموں کی مدد کے لیے جا رہے ہیں [illegible] فوراً چلے جاؤ۔ شیخ
صاحب نے [illegible] صاحب کی وجہ
[illegible] فسادات سے مطلع کر کے ایک
[illegible] ہوئی
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کا انتظار ہو رہا
بھی [illegible] تھے۔

[illegible]
[illegible] سنگھ نے ماسٹر تارا سنگھ [illegible] اعلان کیا کہ پاکستان [illegible]
ہوگا۔ [illegible] پولیس، سکھوں اور
ششتیوں کے [illegible] جاتے تھے۔ [illegible]
مسلمانوں میں بھی بہت سے وحشی تھے۔ جا بجا ان کی [illegible]
فروخت ہو رہی تھیں۔ [illegible] تھیں۔ [illegible] محفوظ
تھے باقی سب ایک دوسرے کے [illegible] میں تھا۔ راولپنڈی کے مسلمانوں نے بدلے میں
ماسٹر تارا سنگھ کی بوڑھی والدہ کو [illegible] پر چیر دیا۔ ڈپٹی کمشنر کے علاقے میں مسلمانوں کے ساتھ یہی
ہوا۔ پورا ملک اغوا، خون، قتل، آگ اور وحشت کا گڑھ تھا۔

ان حالات میں ۱۴ اگست کو پاکستان قائم ہو گیا اور ۱۵ اگست کو ہندوستان آزاد ہوا۔ لیکن دونوں

طرف انسانوں کا لہو بہتا رہا اور تخت کا سودا بگڑاں ہوگیا۔ مسٹر ریڈکلف کو سرحدوں کا تصفیہ کرنے کے لیے مقرر کیا گیا۔ لیکن اس نے سیاسی فیصلہ کیا۔ گورداسپور کا ضلع مسلمانوں کی اکثریت کے باوجود ہندوستان کی نذر کیا، جہاں تک تقسیم ملک کے مرکزی اثاثہ کا تعلق تھا، اکثر قسمیں [illegible] ہوگئیں۔ لیکن دشواریوں کا ایک انبار تھا۔ ہندوستان کو تین چوتھائی اور پاکستان کو ایک چوتھائی فوج ملی۔ ملازموں کے متعلق [illegible] کہ [illegible] خطرناک ہوگی۔ [illegible] ماؤنٹ بیٹن سے ذکر کیا [illegible] کیے مسلمانوں کو حق دیا گیا کہ وہ مستقل [illegible] رہ سکتے ہیں [illegible] تھا کہ مسلمان ملازم پاکستان [illegible] پہنچ گئے [illegible] سے بھی کی ایک [illegible] جو [illegible] حفاظت [illegible]

[illegible] ہندوستان [illegible] تھا۔ [illegible] نتیجہ [illegible] ان کی [illegible] لیکن [illegible] جو مسافر [illegible] ایک [illegible] دوسری [illegible] موت کا [illegible] بن گئیں۔ [illegible] مسافروں [illegible] اس [illegible] سے نابلد تھے۔ ان کے نزدیک پاکستان [illegible] نہیں موت کے گھاٹ اتار دیتی تھیں [illegible] اور فوج کا [illegible] مسافروں [illegible] تو [illegible] ہیں۔ [illegible] عسکری [illegible] دکھا دیتا رہا۔

[illegible] فرقہ وارانہ [illegible] کا سربراہ بنا دیا۔ اس نے پہلے ہندو اور سکھ [illegible] مسلمانوں کے قتل عام کی بنا ڈالی اور مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا قتل عام [illegible] پنڈت جواہر لعل نے بعض معروف [illegible] میں جنوبی ہندوستان سے فوج طلب کی [illegible] اثرات سے محفوظ تھی۔ [illegible] بہت جلد [illegible] قابو کر لیا [illegible] ایک خونیں طوفان نکل گیا۔

اور دہلی کی حالت یہ تھی کہ کوئی مسلمان اس یقین کے ساتھ رات کو سو نہیں سکتا تھا کہ دوسرے دن وہ زندہ اُٹھے گا۔ مولانا نے جو مرثیے لکھے ہیں ان میں دونوں مسئلوں سے عظیم حادثہ [illegible] نہیں جھنجوڑ اور جگایا کہ انہوں نے اپنی پستی ہمت کا نام تقدیر رکھ دیا ہے۔ مولانا نے ان کی شریانوں میں لہو دوڑایا اور ان کی پژمردگی کو شگفتہ کرنے کے لیے کہا کہ

"یہی وہ جمنا ہے جہاں تاریخ کی [illegible] طلوع ہوئے تھے [illegible] پڑاؤ کیا تھا وہ صبح کی دھنیں رہی تھیں۔"

مولانا نے [illegible] دیا [illegible]

واقعات [illegible] ہے۔ گاندھی جی نے [illegible] کے لیے زمین کا پیٹ [illegible]

گاندھی جی [illegible] میں [illegible]

اس کا [illegible] کے وقعات [illegible] پٹیل [illegible] گاندھی جی [illegible] بھی [illegible] حقیقت سردار پٹیل [illegible] کے خلاف [illegible] مسلمانوں کو قتل [illegible] فسادات [illegible] اپنا رہا تھا جو ان کی لپیٹ میں نہ ہو۔

ہندوستان کی آزادی ۱۵ اگست کی شب کو بارہ بجے شروع ہوئی۔ ایک عظیم جشن منایا گیا، لیکن مولانا اس میں مطلقاً شریک نہ ہوئے۔ چودھری خلیق الزماں نے ترنگا کو سلام کیا۔ وہ ہندوستان سے وفاداری کا حلف اُٹھا کر [illegible] کے چند دن بعد [illegible] پاکستان آ گئے۔

مولانا آزاد دلی کی اس حالت کو سخت غمگین تھے۔ وہ محسوس کر رہے تھے کہ ان کے خوابوں کی دنیا اجڑ چکی ہے اور مسلمانوں کی بدقسمتی اور بزدلی شباب پر تھی۔ مولانا دیکھ رہے تھے کہ بعض مسلمان زعما سردار پٹیل کی چوکھٹ کا طواف کر رہے ہیں۔ ان کا [illegible] دل پہ ایک داغ تھا۔ نواب اسمٰعیل میرٹھی اور چودھری خلیق الزمان مولانا کے پاس گئے کہ وہ جامع مسجد کے پاس اردو باغ میں سردار پٹیل کو سپاسنامہ دینا چاہتے ہیں اور اس طرح مسلمانوں کو تحفظ [illegible] ہیں۔ مولانا نے ان سے کہا کہ اس طرح قومی حمیت مجروح ہوگی۔ [illegible] حمیت ہی سے باقی رہتی ہے۔ [illegible] بہت جلد حمیت جاتی رہے گی۔ [illegible]

[illegible]

مسلمان [illegible]

[illegible]

گاندھی جی [illegible] وہ [illegible] ہندوؤں [illegible] گاندھی جی [illegible] اور مسلمانوں کے تحفظ [illegible] گاندھی جی [illegible] ذیل شرطوں کو بہت ختم ہے۔

۱۔ ہندو اور سکھ مسلمانوں پر حملہ کرنا فوراً بند کر دیں اور انہیں یقین دلائیں کہ وہ سب بھائیوں کی طرح ساتھ ساتھ رہیں گے۔

۲۔ ہندو اور سکھ ہر طرح کی کوشش کریں کہ ایک مسلمان بھی جان و مال کے ڈر سے ہندوستان نہ چھوڑے۔

۳۔ چلتی گاڑیوں میں مسلمانوں پر جو حملے کیے جا رہے ہیں وہ فوراً بند کیے جائیں اور ہندوؤں اور

سکھوں کو جو اس طرح کے جلسوں میں شرکت کر رہے ہیں روکا جائے۔

جو مسلمان نظام الدین اولیاء، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کی درگاہوں کے آس پاس رہتے اور خوف کی وجہ سے اپنے مکانات چھوڑ کر چلے گئے ہیں انہیں واپس لاکر ان کے مکانوں میں آباد کیا جائے۔

خواجہ بختیار کاکی کی درگاہ کو جو نقصان پہنچا ہے حکومت [illegible] کی مرمت [illegible] جی کو [illegible]

[illegible]

[illegible] گئے۔ چنانچہ [illegible] ۱۹۴۸ء [illegible] پر [illegible] گئے۔ [illegible] سے دو دن [illegible] چھوڑ دیئے۔ مسلمانوں [illegible] کرتے ہوئے جان شیریں جان آفریں کے حوالے کر گئے۔ یہ ہندوستان کے بیٹے کا اس عظیم انسان کے ساتھ سلوک تھا جس نے ہندوستان کو آزادی حاصل کی اور کسی غرض کے بغیر ڈیڑھ [illegible] سال کی ایک غلام قوم کو آزادی سے بہرہ ور کیا [illegible] کے خلاف غم و غصہ کی ایک لہر دوڑ گئی [illegible] گاندھی جی کی حفاظت [illegible] جب اس [illegible] علامات موجود تھیں کہ مہاتما جی کے جان لیوا

سازش کر رہے ہیں نو سب کے وزیر داخلہ کی حیثیت سے مہاتما جی کی نگہداشت سردار پٹیل کا فرض تھا انہوں نے غفلت کی۔ سردار پٹیل نے آل انڈیا کانگرس ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں صفائی پیش کرتے ہوئے کہا کہ لوگ کانگرس کے دشمن ہیں وہ ان باتوں کو پھیلا رہے ہیں لیکن سردار پٹیل کے دل پر اس حادثے کا دکھ خفقان کی شکل میں تھا اور وہ دو سال کے اندر اندر رحلت کر گئے۔

مولانا کی عظمت کا احساس [illegible] سے نہیں کرتا تھا [illegible] کے لیے [illegible] ہوتیں [illegible] کی [illegible] کرتی ہیں [illegible] سے ہمکلام ہوتے لیکن کلام اپنا لیتے [illegible] ہوتا ہے [illegible] زبان [illegible]

[illegible] سے [illegible] کے [illegible] ہیں [illegible] نہیں مسلمانوں سے متعلق شکوہ تھا کہ [illegible] اور غبار کی [illegible] ہیں [illegible] کی مخلوق ہیں [illegible] ہیں مسلمان [illegible] زوال خارجی نہیں داخلی تھا [illegible] سے نسبت کرتے اور محض جذبات [illegible] سے پریشان رہتے تو ان کا [illegible] زوال سے اپنے سیاسی زوال [illegible] ہوتے تو ظاہر ہے کہ ان کا ملی وجود قومی خصائص سے محروم ہو گیا۔ یہ بہت مشکل ہے کہ ایک قوم زوال کے زینے پر قدم رکھتی ہے اور اس کا انحطاط کب شروع ہوتا ہے۔ جب زوال و انحطاط ہوتے اور قوم و ملک اس کی زد میں آ جاتے ہیں تو ایک زوال و ادبار کا احساس ہوتا اور قوم کو کے عوارض کا شکار ہونے کی خبر ملتی ہے۔

ہندوستانی مسلمان بادشاہتوں کی پیداوار تھے۔ انہی کے زمانے میں اسلام قبول کیا لیکن

میں جو تاریخ کا مرہون تھا۔ بادشاہوں نے ہندوستانی معاشرے کو مسلمان بنانے کی طرف توجہ نہ کی، ہندوستان میں مسلمانوں کے سب سے بڑے شہنشاہ اکبر اعظم نے اسلام میں ہندوستانی معاشرے [illegible] لگائے اور اپنے ہاں ہندو دھرم کی بعض ایسی رسمیں داخل کیں کہ اصل اسلام دھندلا ہو گیا۔ جن [illegible] نے اسلام قبول کیا ان میں ایک طبقہ ان چھوٹی ذاتوں کا تھا، جو ہندوؤں کے عزائی و معاشی سلوک سے بیزار تھے اور ان کے لیے ہندو سوسائٹی میں عزت کا کوئی مقام نہ تھا۔ ان کے مسلمان ہونے سے [illegible] اسلامی معاشرے میں [illegible] غالب تعداد [illegible] ان لوگوں نے [illegible] ذہنی طور پر [illegible] ہندوستان [illegible] مسلمانوں کی [illegible] سیاسی [illegible] [illegible] مسلمان زبردست مزاحمت کے باوجود [illegible] قومی تحریک [illegible] [illegible] مفقود [illegible] سلطنت پر صاد کیا۔ مسلمانوں کے ضعیف الاعتقاد [illegible] عقیدہ [illegible] کے مختلف [illegible] نبوت کی نئی اختراع کر کے نظریہ جہاد منسوخ کر ڈالا [illegible] ایک ایسی [illegible] مسلمان قوم جو ہندوستان میں اپنے اقتدار کی تلاش میں تھی اپنے حربی عقائد کی تلوار [illegible] گئی۔

تحریک خلافت میں ایک دور ایسا ضرور تھا، جب مسلمانوں میں سیاسی وحدت کے برگ و بار اُگ آئے لیکن تحریک کے ختم ہوتے ہی مسلمانوں کی وحدت بھی انتشار کا شکار ہو گئی اور وہ [illegible]

اس تحریک کے رہنما تھے ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہوگئے۔ تاآنکہ اتحاد ہی ختم ہوگیا۔ رہنماؤں کی صف میں تھا۔ جو لوگ متروک ہو چکے تھے یا جنہیں مرہٹہ نے اس غرض سے [illegible] اس انتشار کو ہوا دیتے رہتے۔ یوں یہ تحریک خلافت کے سربر آوردہ رہنما حسد و رقابت اور بغض و عناد کا شکار ہو کر تقسیم ہوگئے۔

اس وقت مسلمانوں کے رہنما مولانا ابوالکلام، مولانا محمد علی، ان کے بھائی شوکت علی، مولانا آزاد سبحانی، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا حسرت موہانی اور مولانا [illegible] تھے۔ ان کے علاوہ [illegible] بھی تھے [illegible] اور مولانا محمد علی کے [illegible] مولانا آزاد سبحانی [illegible] خلافت [illegible] سیاسی جوڑ توڑ کے [illegible] حقیقت [illegible] میں کوئی [illegible] تھے اور عوام سے ربط بڑھاتے ہوئے [illegible] تاریخ کے مطالعے نے ان میں ایک ایسے مدبر کا [illegible] روایات کے باعث اپنے معاصروں کی [illegible]

[illegible] ہماری [illegible] یہاں اس کی نظیر موجود [illegible] مولانا [illegible] موقع [illegible] پا کر [illegible] انگریز کی [illegible] گنگا سے نکل گئے۔ [illegible] مولانا شوکت علی [illegible] جگہ [illegible] ان کا [illegible] مولیا۔

مولانا غیر معمولی [illegible] ان کے علم و فضل سے مستفید ہوتے۔ عجب [illegible] تھا کہ مولانا اختلاف رائے کی پرورش میں لگے رہتے یا الگ ہو جاتے لیکن یک تو مولانا کے اختلاف کا انداز [illegible]

جو زیادہ فریق تھا رب نہ تھے دوسرے کانگریس اس پوزیشن میں نہ تھی کہ مولانا کو منتخب ہوں تیسرے مولانا کے سیاسی مشورے کانگریس کے لیے نہایت درجہ حیرت افزا تھے لیکن مولانا سے سردار پٹیل، آچاریہ کرپلانی، پٹابھی سیتا رامیا اور بعض دوسرے رہنما شاذ ہی متفق ہوتے۔ کبھی ذکر خان عبدالغفار خان نے عدم تشدد کے سوال پر مولانا سے اختلاف کیا کیونکہ مولانا عدم تشدد کو عقیدہ یا اصول نہیں مانتے تھے۔

آچاریہ کرپلانی نے ۱۹۴۰ء میں [illegible] ایک کتاب لکھی [illegible] گاندھی جی [illegible] کانگریس کے لیے [illegible] ہے۔ جو شخص [illegible] پر یقین [illegible] کانگریس میں [illegible] نہیں۔ مولانا نے اس کی مخالفت [illegible] میں [illegible] ہے [illegible] کے لیے [illegible] خوب [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] محاسبہ [illegible] تھی۔ [illegible] مسلمان [illegible] ہندوستانی ہونے [illegible] مسلمان [illegible] تھے۔ جمعیت علمائے [illegible] تھے۔ اکثر مولانا کے [illegible] مولانا کے مشوروں پر [illegible] خدائی خدمت گار [illegible] مولانا حبیب الرحمٰن [illegible] پکے جاتے [illegible] پنجاب کے واحد مسلمان تھے جو [illegible] منتخب ہوئے [illegible] میں چلے گئے۔ مولانا [illegible] کانگریس میں ان کے خلاف [illegible] تھی۔ اس واقعے سے دیدہ دلیر ہو گیا اور مولانا کو طعن دیتا تھا۔

مسلمانوں کا جو حال تھا وہ ڈھکا چھپا نہیں۔ اخبار میں جو لوگ مولانا کی مدافعت کرتے اور مخالفوں کو گالی گفتار سے روکتے تھے، لیکن مسلمان [illegible] ہو گئے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین کے الفاظ میں اردو زبان کی ایسی کوئی گالی نہ تھی جو اردو زبان کے [illegible] سب سے بڑے [illegible] ادیب کو نہ دی گئی ہو۔ اکثر مسلمان اخبارات

نے مولانا کو گالی دینا اپنا شعار بنا لیا تھا اور عوام کی حالت یہ تھی کہ وہ ان کے معاملے میں خلاق بدخلقی کی انتہا کو پہنچ چکے تھے۔ ستم کی انتہا تھی کہ لیگ کا بڑے سے بڑا لیڈر بھی اس تماشا میں شریک تھا۔ مولانا علی گڑھ جا رہے تھے کہ علی گڑھ ریلوے اسٹیشن پر یونیورسٹی کے طلبہ نے گاڑی روک کر ان سے بدتمیزی کی [illegible] قسم کے شرمناک واقعات سے قدم قدم [illegible] کسی لیڈر نے اس واقعے پر اظہار افسوس نہ کیا۔ لیکن آزادی کے بعد علی گڑھ کی ذہنیت کا منصوبہ [illegible] پروفیسر رشید احمد صدیقی کے الفاظ میں مولانا کی شخصیت سے [illegible] ہو گئے۔

مولانا [illegible] ڈبونے کا فیصلہ کیا۔ لیکن [illegible] کو عوام کی [illegible] جرأت [illegible] کی پیش [illegible]

[illegible] اور بیشتر [illegible] لیکن قوم کے [illegible] سب وشتم پر بیت تھے۔ ان کے نزدیک مولانا ہندوستانی مسلمانوں کے مصائب کا سبب تھے اور ان کے خیال میں شاید عوامی سب وشتم [illegible] بھی [illegible] لیکن عوامی احتجاج کے نام پر سب کچھ گوارا کیا گیا۔ نتیجہ معلوم کہ:

۱۔ علما کی عزت نئی پود میں متروک ہو گئی۔

۲۔ جو لوگ بزعم خویش اسلام کی عظمتوں کے مانے گئے تھے وہ بھی عوامی سب وشتم کا شکار ہوئے۔ حتیٰ کہ پاکستان میں انہیں نشانہ تضحیک بنایا گیا۔

۳۔ عوام کے دل دینی عصبیت سے خالی ہو گئے۔

- علما [illegible] کی ایک روایت جو [illegible] ہوگئی۔
- لوگوں میں اللہ رسولؐ پر فدا ہونے کا جذبہ ٹھنڈا پڑ گیا۔
- مذہب یک نجی عقیدہ ہوگیا۔

مولانا عتیق کے جو پاکستان و ہندوستان کے درمیان کوئی سانحہ دیکھنا نہیں چاہتے تھے ہیں یہ کا ذہن ان سے متعلق تھا ہی نہیں تھا۔ حسین شہید سہروردی تقسیم کے بعد ہندوستان میں رہ گئے تھے کچھ [illegible]

[illegible]

پاکستان یک سیاسی [illegible] کامیاب [illegible]

[illegible] کے چند [illegible] کا نچوڑ کوئی فقرہ [illegible] کوئی تشریح ہوتی [illegible] ابہام و اجمال [illegible] ہوتی۔ [illegible] ہے۔

وزارت تعلیم

[illegible] جنوری ۱۹۴۹ء سے [illegible] فروری ۱۹۵۸ء [illegible] ہندوستان [illegible] میں [illegible] ہے۔ [illegible] سرحد کی اسمبلی کے اجلاس [illegible]

منتخب کیا تھا۔ پھر ۱۹۵۲ء میں ہندوستانی پارلیمنٹ میں کانگریس پارٹی کے ڈپٹی لیڈر منتخب کیے گئے اور یہی وقت تھا [illegible] ڈپٹی لیڈر رہے۔ آزادی کے بعد ۱۹۵۲ء میں عام انتخابات [illegible] سے منتخب ہوئے [illegible] انتخاب میں صرف ایک دفعہ [illegible] کے بعد ۱۹۵۷ء میں دوبارہ جنرل انتخابات ہوئے گوڑگاؤں سے منتخب ہوئے۔ میں نے حلقۂ انتخاب کا دورہ بھی کیا۔ ۱۹۵۵ء میں [illegible] یورپ [illegible] ایشیا کے [illegible] دورہ [illegible] بعض ممالک میں مختلف [illegible] ہیں

[illegible]

[illegible] ان کو [illegible] قتل [illegible] پر [illegible] حکومت پر اعتراض [illegible] ہیں اور جب [illegible] گاندھی جی [illegible] سردار نے اس امر کے باوجود کہ وہ کانگریس [illegible] ملکی [illegible] میں نہیں گاندھی جی ہی سے [illegible] حضرت مہاتما جی سے انحراف کیا بلکہ ان کے خلاف ہو گئے کہ وہ گویا ان سے ایک غلط [illegible] ہیں۔ گاندھی جی نے سردار پٹیل کی اس روش کو بری طرح محسوس کیا اور ۱۲ جنوری ۱۹۴۸ء کو اپنے برت کا آغاز [illegible] میں [illegible] ہے۔ [illegible] کے

میں مہاتما جی کا یہ برت سردار پٹیل کے رویہ کے خلاف ایک احتجاج تھا

مولانا اصل میں ایک علمی و تعلیمی انسان تھے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ جدید و قدیم علم کی ہر شاخ سے بخوبی واقف تھے۔ انہیں معلوم تھا [illegible] علمی و تہذیبی [illegible] کیا ہیں؟ اس سے بزرگوں کی عظمت پر یہ شہادت ہو سکتی ہے کہ ہندوستان کے ماہرین تعلیم نے ان کی موت پر جن خیالات کا اظہار کیا [illegible] ان کی علمی عظمت کے لیے بہت بڑا خراج تھے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین نے جو [illegible] ماہر تعلیم تھے [illegible] تقریر [illegible] جملے [illegible]

[illegible]

[illegible]

آخر دم تک علم کو نہیں چھوڑا

[illegible] شخصیت کے [illegible] کبھی [illegible] اپنے [illegible] بنیاد پر [illegible] تعلیمی فلسفے پر بھی ایک مضمون لکھے۔ حکومت کشمیر نے مئی ۱۹۵۸ء میں آزاد سیمینار منعقد کیا۔ تو آپ نے مولانا کے تعلیمی فلسفہ پر ایک پُر مغز مقالہ پڑھا۔ اس کے علاوہ آپ نے مولانا آزاد کی تعلیمی مساعی پر بڑودہ یونیورسٹی میں انگریزی زبان میں دو تحریری لیکچر دیئے۔ جن میں مولانا کے [illegible] کی سرگزشت بیان کی۔ خواجہ صاحب نے سری نگر کے مقالے میں بیان کیا کہ "ماہر تعلیم کا لفظ دو معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک تو وہ لوگ جو تعلیم کے اصولوں اور نظریوں کا باقاعدہ

مطالعہ کرتے اور سکولوں اور کالجوں میں ان کا عملی تجربہ کرتے ہیں۔ ان کو تعلیم کا فنی ماہر سمجھا جا سکتا ہے۔ دوسرے وہ لوگ جن کو قدرت نے یہ توفیق عطا کی ہو کہ جو فلسفہ، مذہب [illegible] میں گہری نظر رکھتے ہوں اور جو جانتے ہیں کہ دنیا میں انسان کا کیا مقام ہے۔ یہ لوگ زندگی کو نئی قدروں اور نئی [illegible] سے روشناس کرتے ہیں۔ ان کے ذہن میں زندگی کی ایک حسین اور واضح تصویر ہوتی ہے۔ [illegible] بنیادوں پر تعلیم حال کے تقاضوں سے [illegible] اور مستقبل کی [illegible] جس میں ان کا تخیل [illegible] ہے۔ مولانا آزاد کا شمار انہیں دوسری قسم کے لوگوں میں تھا۔

[illegible]

[illegible] مشرقی علم و ادب [illegible] داشمندی سے سنبھالا۔ یونیورسٹیوں کی آزادی کا [illegible]

پروفیسر رشید احمد صدیقی [illegible] اپریل ۱۹۵۹ء کو علم [illegible] ایک خط میں [illegible] شائع ہوا۔ آپ نے لکھا کہ [illegible] مولانا کو [illegible] علی گڑھ یونیورسٹی سے [illegible] شرمناک سلوک بھی سب کو معلوم ہے [illegible]

سید حبیب علی [illegible] سے [illegible] کی نذر میں [illegible] نے اپنی بے پایاں شریفانہ [illegible] حقیقت [illegible] موقع پر [illegible] کو تاد [illegible] سے کیا گیا جس کی [illegible] کو دنیا موجودہ نسل سے [illegible] خاں [illegible] بڑے گئے [illegible] اپنی توہین سمجھتے تھے۔ بڑے آدمی کی بہت بڑی پہچان ہے

مولانا کی تعلیمی بصیرت اور علمی وجاہت [illegible] دو مقالے بھی رہ گئے اگرچہ اردو کی تشکیل [illegible] ہندوستان کے [illegible] میں [illegible] علمی [illegible] تھے [illegible] سے مولانا کی وفات [illegible] علمی [illegible]

[illegible]

مولانا کس قدر محبوب [illegible] تھے [illegible] سعید نفیسی کے نزدیک مولانا مشرق و مغرب میں [illegible] کے عظیم علمی اکابر میں [illegible] تھے۔ انہیں [illegible] افتخار و مسرت محسوس کرتا [illegible] نہیں مولانا کی وفات [illegible] میں ڈپٹی سیکرٹری تھے۔ انہوں نے [illegible] کے [illegible] میں مولانا سے متعلق ایک مضمون میں لکھا کہ ان کی شخصیت [illegible] مجھ پر جو [illegible] حیرت ناک ذہانت [illegible]

اور تدبر تھا۔ انھیں حکومت کے کاموں اور طریقوں سے کبھی کوئی واسطہ نہیں رہا تھا لیکن مسند وزارت پر فروکش ہوتے ہی معلوم ہوا کہ انہوں نے ان کاموں اور راہوں میں عمر گزاری ہے۔ ہر معاملہ کی تہ کو پہنچ جاتے اور پوری تفصیلات پر حاوی ہو کر فیصلہ کر دیتے۔ مولانا کی جس خوبی کا مجھ پر سب سے زیادہ اثر پڑا وہ ان کی بے لاگ دیانتداری تھی۔ ان کے دل و دماغ میں صداقت ہی صداقت کی روشنی تھی۔ وہ ہر لحاظ سے انسانیت کا فخر تھے۔"

حکومت ہند کی وزارت اطلاعات و نشریات نے جنوری ۱۹۵۶ء میں مولانا آزاد کی مختلف [illegible] (۱۹۵۵ء [illegible] ۱۹۴۷ء) کا انگریزی مجموعہ [illegible] صفحات [illegible] وزیر تعلیم کی حیثیت میں مختلف تقریروں [illegible] مجموعہ کے [illegible] [illegible]

[illegible]

مولانا [illegible] خیال [illegible] تعلیم بالغاں [illegible] کے موضوع پر [illegible] ثقافت و تہذیب [illegible] [illegible] مشرق اور یونیسکو، زندگی اور ادب [illegible] [illegible] کا اظہار کیا۔ ان [illegible] سیاست کے [illegible] بسر کیا۔ وہ علم و ادب اور ثقافت و تہذیب کے مسائل پر کس قدر تحقیقی نگاہ رکھتے تھے، غالباً یہی وسعت تھی جس سے مولانا کو علمی ہندوستان کی عبقریت کا نمائندہ بنا دیا۔ اور ثابت ہو گیا کہ وہ [illegible] میں برِ عظیم کی شہرۂ آفاق شخصیت تھے۔

مولانا نے ۲۱ فروری [illegible] کو لکھنؤ میں عربی فارسی نصاب تعلیم [illegible] کمیٹی کے اجلاس

صدارت کرتے ہوئے جو تقریر کی وہ اپنے موضوع کے لحاظ سے ان کی مجتہدانہ حیثیت کا شہ پارہ ہے۔ اس تقریب [illegible] گئے اور اس کی ترقی و بقا کے لیے [illegible] مولانا [illegible] جوری ۱۹۵۱ کو دارالعلوم دیوبند میں تشریف لے گئے وہاں طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا [illegible] مقصد ہے وسیلہ نہیں [illegible] نے علوم کے [illegible] اصل مقصود فہم سے دعوت [illegible] اونچا حیثیت کا اس کو کوئی مقام نہیں۔

مولانا کے [illegible] [illegible]

[illegible] علمی [illegible] کا [illegible] تھے۔

اسلام اور پاکستان

[illegible]

حلق سے نیچے نہیں اترتے۔"

[illegible]

علی گڑھ کے طلبہ [illegible] کے زمانے میں پنجاب آئے تو انہوں نے مختلف شہروں میں مولانا کے خلاف سخت کی عریاں [illegible]۔ [illegible] ملک بھر میں چرچا ہوا۔ مولانا نے [illegible] علی گڑھ [illegible]

"قصور میں کیا ہو رہا ہے؟"

۔ [illegible] طلبہ کی زبان [illegible] کا ذکر کیا اور کہا کہ [illegible] علی گڑھ [illegible] ہے۔ [illegible]

[illegible] وقت ان کے لیے خود معلم ثابت ہوگا۔

۲۔ [illegible] میں مشغول رہتے۔ [illegible]

میں خسرو [illegible] ان کی خدمت میں حاضر ہوا [illegible] ان سے [illegible] کے سیاسی حالات اور ملک کا سیاسی مزاج بیان کرتا [illegible] کرنا مشکل ہے [illegible] مفہوم وہی ہے اور الفاظ بھی قریب قریب وہی ہیں [illegible]۔ راقم نے عرض کیا۔

"ہندو مسلم منافرت اس حد تک پہنچ چکی ہے [illegible] مفاہمت کی [illegible] ختم ہو چکی ہیں
ناپید ہو کر پاکستان ناگزیر ہو چکا ہے۔

فرمایا

"ہندو مسلم مناقشات کا حل پاکستان ہو تو میں خود اس کی حمایت کرتا۔ ہندوؤں کا ذہن بھی اسی طرف پلٹ رہا ہے۔ ایک طرف اور پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان دوسری طرف اور بنگال دے کر اہمیں اگر [illegible] ہندوستان مل جائے تو ایک بہت بڑی سلطنت سیاسی حقوق کے [illegible] سے محفوظ ہو جاتی ہے۔ [illegible] کے بعد [illegible] ایک بڑی [illegible] ریاست ہوگا [illegible] حد تک [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ایک [illegible] [illegible] ہندوؤں اور مسلمانوں کی سیاسی منافرت [illegible] اس طرح [illegible] [illegible] [illegible] کے مسلمان [illegible] تو اسلام ہندوستان میں [illegible] جب اس وقت میں مسلمان ہندوستان میں [illegible] نتیجہ مغلیہ سلطنت ختم ہوئی، انگریز کا غلبہ ہوا تو مسلمان [illegible] فیصد تھے۔ غرض تو یہ حالت [illegible] مسلمان [illegible] ہی رہے۔ [illegible] اگر ہندو مسلم [illegible] سیاسی [illegible] کے سبب دلچسپی سے ہندو تبلیغ نہ ہوتی اور [illegible] مسلمان انگریزوں کی سیاست کو [illegible] کے لیے ہندو مسلم [illegible] کو [illegible] نہ کرتے تو عجب نہ تھا کہ مسلمانوں کی تعداد موجودہ تعداد سے ڈیوڑھی ہوتی۔ ہم نے سیاسی [illegible] پیدا کر کے تبلیغ اسلام کے دروازے اس طرح بند کیے گویا اسلام اشاعت کے لیے نہیں، سیاست کے لیے ہے۔ ادھر انگریزوں

کے سچے پیرو کر۔ وہ مسلمانوں کی آبادی میں وسعت چاہتے تھے جو نے اسلام کو ایک
محصور مذہب بنا دیا پھر یہودیوں، پارسیوں بلکہ ہندوؤں کی طرح ہم ایک موروثی ملت ہو
گئے۔ کہ یہودی پارسی اور ہندو بنتے نہیں پیدا ہوتے ہیں۔ ہندوستانی مسلمانوں نے
دعوت اسلام کو منجمد کر دیا پھر خود کئی فرقوں میں بٹ گئے بعض فرقے استعماری پیداوار
تھے ان سب میں حرکت و عمل کی جگہ جمود و تعطل پیدا ہو گیا اور وہ دنیا اسلام سے محرومی
کی [illegible]
[illegible]
[illegible]

انہیں قرآنی دین نہیں سیاسی دین پسند ہے

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ان کے
اجداد مسلمان ہوتے؟

[illegible] کا جواز ہو سکتا ہے۔ لیکن قرآن یا اسلام کا جغرافیائی [illegible]
اسلام کی اشاعت کے لیے ہیں؟ یا سیاست کی حالت پر [illegible] اسلام کی جغرافیائی تقسیم کیے۔
پاکستان کے مطالبہ نے مسلمانوں کو اصلاً کیا فائدہ پہنچایا۔ اب تک کچھ نہیں؟ پاکستان بن گیا
تو اسلام کو کیا فائدہ پہنچے گا اس کا انحصار [illegible] کی قیادت پر ہے کہ اسے کس سرشت
کی قیادت ملتی ہے۔ ہم جس ذہنی بحران سے گزر رہے ہیں۔ دنیا سے اسلام کی جو

حالت ہے اور مغربی تعلیم نے جس طرح عامی اذہان پر قبضہ کر رکھا ہے اس کے پیش نظر مسلم لیگ کی لیڈر شپ سے [illegible] اندازہ ہو جاتا ہے۔ ہندوستان [illegible] تقسیم ہوا تو پاکستان میں اسلام نہیں رہے گا اور ہندوستان میں مسلمان [illegible] سیاسی [illegible]۔ [illegible] جو ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ لیکن پاکستان میں دینی و مذہبی تصادم پیدا [illegible] [illegible] ہاتھ میں [illegible] عجب نہیں [illegible] سے جو شفقت مسلمانوں کو ہے [illegible] [illegible] رہے گی حتیٰ کہ پاکستان کی شکل بدل جائے گی۔

راقم نے عرض کیا

”بعض علماء بھی تو قائد اعظم کے ساتھ ہیں۔“

فرمایا:

[illegible] سیاسی [illegible] [illegible] اسلامی [illegible] [illegible] تیرہ سو برس کی تاریخ میں [illegible] احمد بن حنبل [illegible] [illegible] [illegible] لیکن حق [illegible] [illegible] ہیں ان کے لیے کسی زبان پر [illegible] ہے۔

راقم نے عرض کیا:

مولانا! پاکستان اگر سیاسی [illegible] تو [illegible] اسلام کا نام تو مسلمانوں کی ملی وحدت کو محفوظ رکھنے کے لیے بولا جا رہا ہے۔

فرمایا۔

آپ مسلمانوں کو ایک ایسی چیز کے لئے بول رہے ہیں جو مسلمانوں ہی کی رو سے درست نہیں جنہوں نے [illegible] میں قرآن نیزوں پر لٹکائے تھے وہ درست تھے؟ کربلا میں اہل بیت شہید کئے گئے ان کے قاتل مسلمان تھے لیکن وہ حضور کی حقانیت کے دعویدار تھے جو بھی مسلمان تھا اس نے [illegible] کا فعل صحیح تھا؟ کسی بھی مقصد باطل کے لئے [illegible] درست نہیں ہوتا [illegible] مسلمانوں کے لیے [illegible] درست ہوتا [illegible]

[illegible]

[illegible] ہندوستان بھی بٹنے کا تقسیم آبادی کے اعتبار سے [illegible] کوئی پہاڑ [illegible] کچھ نہیں۔ یہ [illegible] دولت [illegible] قوم [illegible] اس صورت میں کسی بڑی تبدیلی تغیر یا [illegible] کے بغیر پاکستان اور ہندوستان کبھی دوست نہیں ہوں گے۔ دونوں کے دلوں میں تقسیم و تفصیل ہوگی۔ تو سارے ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے پاکستان کے لیے مشکل ہے کہ [illegible] زمین [illegible] کی متحمل ہی نہیں ہو سکتی یعنی مغربی پاکستان میں [illegible] یا خود چلے جائیں گے۔ ان دونوں صورتوں میں ہندوستانی مسلمانوں

کی نگاہ پاکستان پر ہوگی پھر اس حالت میں ہندوستانی مسلمانوں کے لیے تین راستے ہوں گے۔

۱۔ وہ سٹ پٹا کر پاکستان چلے جائیں۔ لیکن پاکستان کتنے مسلمانوں کو جگہ دے گا۔

۲۔ وہ ہندوستان میں اکثریت کے ہوئی ہاتھوں سے قتل ہوتے رہیں۔ مسلمانوں کی یہ بڑی تعداد ایک طویل مدت تک تہذیب و غضب کی قتل گاہ سے گزرے گی تا آنکہ تقسیم کی تلخیوں کی وارث پوری نسل گزر کر ختم ہو جائے۔

۳۔ مسلمانوں کی ایک تعداد معاشی ابتری، سیاسی درماندگی اور معاشرتی شکست و ریخت کا شکار ہو کر وہ اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جائے۔

[illegible] پاکستان کا خطرہ شدید اور نقصان عظیم ہوگا [illegible] یہ غور نہیں [illegible] رہنے سے باہر کی لیڈرشپ [illegible] کسی درجے میں [illegible] دیتا ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں بنگال کے فضل حق نے مسٹر جناح سے بغاوت کی۔ [illegible] حسین شہید سہروردی بھی مسٹر جناح کے متعلق چنداں خوش رائے نہیں۔ لیگ کو چھوڑ دو، کانگریس ہی کی پوری تاریخ پر نظر ڈالو۔ سبھاش چندر بوس کی کھلی بغاوت سب کے سامنے ہے۔ گاندھی جی ان کی صدارت سے مطمئن نہ تھے۔ انہوں نے راج کوٹ میں مرن برت رکھ کر [illegible] کو اپنی طرف پھیر لیا۔ سبھاش بوس لٹ کر کانگریس سے الگ ہو گئے۔ بنگال کی آب و ہوا کا

خاصہ ہے کہ وہ بیرونی لیڈرشپ سے بیزار اور اپنی سے پر قائم رہتا ہے۔ اور جب اس کے حقوق و مفادات مجروح ہوں تو بغاوت کے لیے تیار ہوتا ہے۔ مسٹر جناح یا بہ وقت عی تک مشرقی پاکستان کا تشخص [illegible] نہیں جو کاہ پاکستان کی [illegible] ان کے اتحاد کا باعث ہوگی۔ لیکن ان کے بعد مشرقی پاکستان میں ان قدموں کا آغاز ہو چکا یقینی ہے جو مغربی پاکستان سے اس کی بدظنی اور آخرکار علیحدگی کا موجب ہوں گے۔ مجھے شبہ ہے کہ مشرقی پاکستان زیادہ دیر مغربی پاکستان کے ساتھ رہ سکے گا۔ دونوں حصوں میں مسلمان کہلانے کے سوا کوئی چیز مشترک نہیں۔ [illegible] مسلمان [illegible] مسلمان ریاستوں کے دائمی اتحاد کا باعث نہیں ہوا ــــ عرب دنیا [illegible] [illegible] ایک دوسرے سے [illegible] کی [illegible] مشرقی پاکستان کی زبان [illegible] ثقافت [illegible] دوسری [illegible] مغربی پاکستان سے قطعاً مختلف ہیں [illegible] پاکستان کا [illegible] اقتصادیات کا [illegible] دونوں حصوں کے مفادات کا [illegible] کی [illegible] ہو سکتا ہے۔

جب [illegible] مشرقی پاکستان [illegible] پاکستان [illegible] اقتصادیات کا [illegible] جائیگا [illegible] اختلافات و سوالات پیدا کیے گئے تو پاکستان ذہنی انتشار و علاقائی مفادات کا شکار ہو جائے گا [illegible] جو پاکستان بنانے کی، ممکن ہے اس کے مٹتے ہی صوبائی عصبیتیں [illegible] علاقائی [illegible] پاکستان کی مختلف لیڈرشپ کو ہاتھوں سے ایک ایسا کھیل رچا دیں کہ مغربی پاکستان بلقانی ریاستوں یا عرب ریاستوں کی طرح کئی ایک ریاستوں میں بٹ جائے، تب یہ سوال ممکن ہے، بعض ذہنوں میں پیدا ہو کہ ہم نے پایا کیا اور کھویا کیا؟

ایک دوسرا سوال جو برعظیم کی تقسیم سے وابستہ ہے وہ افریشیائی ملکوں میں عالمی طاقتوں کی

مداخلت کا مسئلہ ہے۔ افریشیائی ممالک زیادہ تر مسلمان ریاستوں ہی کا مجموعہ ہیں [illegible] کے لیے ایک ہندوستان ہی زیادہ سے زیادہ مفید ہو سکتا ہے لیکن پاکستان کا ہندوستان سے اور ہندوستان کا پاکستان سے [illegible] ہندوستانی عوام کو مسلمانوں سے بدظن کر دے گا بلکہ مسلمان ریاستوں کے بارے میں بھی ہمدردی و اعانت کے وہ جذبات پیدا نہ ہوں گے جو مشترکہ ہندوستان میں پیدا ہو سکتے ہیں۔

[illegible] ہے [illegible] سے خوف [illegible] دو قومی نظریہ [illegible] کب تک مسلمانوں کو نظریاتی حدود میں مبتلا رکھ سکیں گے [illegible] کی مثلاً

[illegible]

۱. [illegible]

۲. [illegible]

۳. اندرونی تضادات کے تصادمات۔

۵. پاکستان سے [illegible]

۶. [illegible] کے اختلافات۔

۷. [illegible]

۸. عالمی طاقتوں [illegible]

موجودہ حالات میں پاکستان کا استحکام [illegible] اسلامی ملک [illegible] نہیں ہو سکے [illegible] پاکستان [illegible] ایک دوسرے کے [illegible] پاکستان [illegible] پاکستان میں [illegible]

راقم نے عرض کیا:

"لیکن ایک ہندوستان میں مسلمان اپنی اصل انفرادیت کیونکر قائم کر سکتے ہیں اور ان میں ایک اسلامی ریاست کے مسلمانوں کی خصوصیتیں کیونکر پیدا ہو سکتی ہیں؟"

فرمایا:

"محض اعداد کے سہارے سے حقائق کو جھٹلایا نہیں جا سکتا، ورنہ سوالات کا رُخ پھیر کر جوابات میں کجی پیدا کی جا سکتی ہے۔ حقائق اس قسم کے سوالات یا جوابات سے توڑنا مروڑنا خلط مبحث ہے۔ مسلمانوں کی [illegible] انفرادیت سے مراد [illegible] میں [illegible] انفرادیت [illegible] ہندوستان [illegible] مسلمان [illegible] انفرادیت [illegible] خصوصیتیں [illegible] نہیں آپ یہاں پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ اصل [illegible] نہیں [illegible] وہ ان پر چلنے سے کون روک سکتا ہے؟ [illegible] مسلمان آزادی کے بعد اس قدر بے بس [illegible] عیسائی طاقت [illegible] وہ کونسی طاقت [illegible] ہے [illegible] اسلام [illegible] لوگوں [illegible] تحریری [illegible] ہو چکے [illegible] سب سیاسی [illegible] ہندوستان کی تاریخ اجتماعی [illegible] مسلمانوں کی تاریخ ہے۔ مسلمان بادشاہوں نے ہندوستان میں اسلام کی خدمت کی ہوتی تو آج تین چوتھائی ہندوستان ضرور مسلمان ہوتا۔ لیکن ان بادشاہوں نے اسلام سے ظاہرداری کا واسطہ رکھا، وہ اسلام کے داعی نہ تھے وہ حکومت چاہتے اور حکومت کرتے تھے۔ اسلام یہاں صوفیوں کی بدولت پھیلا۔ مسلمانوں کا سواد اعظم ان اہل اللہ کا مرہون ہے۔ اسلام کی دولت انہی کی بدولت ملی ہے۔ لیکن بادشاہوں نے ان کے ساتھ بہیمانہ سلوک کیا اور اپنے گرد و پیش اس قسم کے علماء پیدا کئے جو اشاعت اسلام کی راہ میں ایک بڑی روک تھے۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے اس وقت کی مہذب دنیا کو مغلوب کیا اور حجاز کے گرد و پیش سے بیسیوں ملک

کافی اسلام کی آغوش میں آ گئے۔ لیکن ہندوستان میں صحیح اسلام نہ آ سکا۔ مسلمان یہاں کے رسومات سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اسلام کی حقیقی روح سے محروم رہ گئے۔ ایک دوسری وجہ یہ تھی کہ اسلام یہاں عجم کی معرفت آیا تھا لیکن اس کے باوجود ہندوستان کی بارہ سو برس کی تہذیب پر مسلمانوں کی چھاپ لگی ہوئی ہے اور اس کا معاشرہ اسلامی نقش و نگار کا مرہون ہے۔ ہندوستان کے آرٹ، ہندوستان کی موسیقی، ہندوستان کے ادب، ہندوستان کی تہذیب، ہندوستان کے تمدن، ہندوستان کی معاشرت، ہندوستان کے فن تعمیر و ہندوستان کی [illegible] ہے [illegible] بھی [illegible] ہیں۔ [illegible] مسلمان ہندوستان کو اتنا کچھ دے کر بھی خطرہ [illegible] کے خلاف ہو رہا ہے [illegible] تو ہندوستان [illegible] بن جاتی [illegible] کا اشتراک [illegible] غلط ہو [illegible] جب [illegible] میں حرکت [illegible] سکتے ہیں لیکن [illegible] ہو چکے ہیں [illegible] نہیں ڈرتے [illegible] سے ڈرتے ہیں [illegible] نہیں [illegible] ہندوستان میں قطعی کا شبہ محسوس ہوتا ہے۔

انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کیا تو گیا مسلمانوں پر [illegible] کے باوجود نہ مٹ سکے۔ مسلمان پیچھے [illegible] ہندوستان [illegible] کے تقسیم در کا نقشہ ان کے علم میں ہو تو مسلمان شاید محسوس کریں۔ ان کے ذہنی خطرے بے اصل ہیں وہ بے وجہ [illegible] میں پھنسے رہتے ہیں اور اس کی وجہ ان کے معاشرے کا تو [illegible] ہے۔ ہندوستان کے تین طرف اسلامی دنیا پھیلی ہوئی ہے۔ ہندوستان کی اکثریت مسلمانوں کو مٹا کر کیونکر پنپ سکتی ہے۔ کیا کروڑ مسلمانوں کو مٹانا آسان ہے؟ ہمیں یقین ہے

کہہ سکتے ہیں کہ ہماری تہذیب اور ثقافت میں ایک ایسا جادو ہے کہ شاید آئندہ پچاس سال میں ہندوستان کی سب سے بڑی آبادی مسلمان ہو۔

دنیا کو پائیدار امن کی تلاش کے علاوہ ایک فلسفۂ زندگی کی ضرورت ہے۔ اگر ہندو کارل مارکس کے پیچھے دوڑ سکتے اور فلسفۂ زندگی کی تلاش میں یورپ کے علم و دانش کو کھنگال سکتے ہیں تو اسلام سے [illegible] کیوں نہیں، وہ اس کے سوا [illegible] ہیں۔ [illegible] کا دل [illegible] کرتا ہے [illegible] اسلام کی [illegible] نہیں [illegible] فلسفہ ہے۔ اسلام ایک عالمگیر معاشرے کی دعوت ہے [illegible] ہے۔ [illegible] قدرتی [illegible] ہیں [illegible] کی تعدیوں سے نامسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ [illegible] ہے۔ اگر اسلام کو اپنے غرض کی [illegible] قومی [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] تمام دنیا کو [illegible] ہے اور [illegible] بھی سمجھی تعبیر کے مجاز نہیں۔ [illegible] کروڑ ہندوستانی مسلمان [illegible] میں اقلیتوں کی طرح منتشر ہوتے تو ان کی یکجائی کے لیے ایک دو [illegible] ہیں ان کے [illegible] کا مطالبہ کیا جا سکتا تھا۔ [illegible] مطالبہ بھی اسلامی [illegible] مسلمانوں کے قومی تحفظ کی [illegible] سمجھ میں آ سکتا تھا۔ لیکن موجودہ حالت یکسر مختلف ہے۔ ہندوستان کے سرحدی صوبے میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور ان سے ملحق خود مختار اسلامی ریاستیں ہیں۔ وہ کون سی طاقت ہے جو انہیں [illegible] ہے یا [illegible] دے گی۔ [illegible] تقسیم کا مطالبہ کرنے مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ کے علاوہ ساڑھے تین کروڑ مسلمانوں کو ہندو راج کے حوالے

کر رہے ہیں۔ وہ مسئلہ جو آج ہندو مسلم آویزش کی شکل میں مسلم لیگ اور کانگرس کا تنازعہ بن کر دو ریاستوں کا تنازعہ ہو جائے گا۔ اور یہی تنازعہ عالمی استعمار کی بدولت کسی دن ان میں جنگ کا موجب ہو گا۔ رہا یہ سوال کہ پاکستان مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہے تو ہندو اس کی مخالفت کیوں کرتے ہیں، تو یہ سوال فی الواقع دلچسپ ہے۔ جنہیں آزادی کی لگن ہے اور ملک کی یک جہتی کے شیدائی ہیں وہ عالمی سامراج کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہنے کے لیے بٹوارے کی مخالفت کرتے ہیں۔ کچھ [illegible] مسلمانوں کو پاکستان کے لیے تیار کر رہے ہیں [illegible] [illegible] [illegible] حالات بھی سنبھال سکتے ہیں اور مرکز [illegible] سکتے ہیں لیکن [illegible] مسلمانوں کا تحفظ نہیں [illegible] سیاسی آویزش کا غیر سیاسی حل ہے۔ ہندوستان کے [illegible] مسلمانوں [illegible] میں [illegible] اکثریت [illegible] کانگرس کے [illegible] انہیں [illegible] نے انگریزوں کے [illegible] دیا [illegible] مسئلے کو [illegible] مسلمانوں پر عائد نہیں ہوتی۔ انگریزوں نے اپنے ابتدائی دور میں اس مسئلے کو جنم دیا۔ پھر سر سید کی تعلیمی جدوجہد نے سیاسی ذہن سے اس کو پروان چڑھایا۔ آخر ہندوؤں کی اس حیثیت اجتماعی تنگ دلی اور کوتاہ نظری نے اس مسئلے کو تقسیم کی اس منزل تک پہنچا دیا کہ ملک کی آزادی بٹوارے کے یقینی موڑ تک آ پہنچی ہے۔ مسٹر جناح ایک

زمانے میں ہندو مسلم اتحاد کا نقیب تھے۔ [illegible] ان کے لیے یہ [illegible] کانگرس کے سالانہ اجلاس میں خود سروجنی نائیڈو نے تجویز کیا تھا۔ وہ دادا بھائی نوروجی کے شاگرد تھے۔ مسلمانوں کا مشہور وفد ۱۹۰۶ء میں ترتیب پایا تو مسٹر جناح نے اس میں شامل ہونے سے انکار کیا تھا۔

یہی وفد تھا جس نے مسلم لیگ کی [illegible] سیاست کا آغاز کیا۔ ۱۹۱۰ء میں جائنٹ سلیکٹ کمیٹی کے روبرو ایک نیشنلسٹ مسلمان کی حیثیت سے بیان دیتے ہوئے مسٹر جناح نے مسلم مطالبات سے اتفاق نہ کیا [illegible] ۱۹۲۵ء [illegible] انڈیا میں [illegible] لکھا جس میں اس کا رونا رویا کہ انڈین نیشنلسٹ [illegible] ۱۹۲۵ء اور ۱۹۲۸ء میں آل پارٹیز کانفرنس ہوئی [illegible] ۱۹۲۵ء [illegible] [illegible] [illegible] ہو گئی [illegible] [illegible] جا سکتے ہیں [illegible] [illegible] جاتے۔"

۱۹۲۸ء میں [illegible] ۱۹۳۰ء [illegible] [illegible] صوبائی خود مختاری کے بعد ہندوستان کے سات صوبوں میں [illegible] تو لیگ کے [illegible] جب [illegible] اور وہ مسلمانوں کے سیاسی تحفظات کو محسوس کرتے ہوئے ۱۹۴۰ء میں پاکستان کے مطالبے پر [illegible] کے سیاسی تجربات کا [illegible] نہیں [illegible] ہے میں مجھے ان کی ذاتی ذہانت کے بارے میں کوئی شبہ نہیں۔ انہوں نے ایک سیاست دان کی حیثیت سے مسلمانوں کی عصبیت کو مضبوط کیا اور پاکستان کو [illegible] بنا دیا۔ اب یہ چیز ان کی انا ہو گئی ہے اور وہ کسی قیمت پر کسی حالت میں اس انا سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں۔"

راقم نے عرض کیا:

"ان حالات میں مسلمانوں کا مطالبہ پاکستان سے ہٹنا یا مڑنا ممکن نہیں رہا، ورنہ انہیں کوئی سی خصوصیت اس کا سحر یا اعتدال الٹا سکتا ہے۔"

مولانا نے فرمایا:

"قوم کے استقلال سے [illegible] مستقل بنانا ممکن ہوتا ہے۔ لیکن ضمیر کے ارتحال کو برداشت کرنا موت ہے۔ اس وقت مسلمان چل نہیں رہے بہہ رہے ہیں بعض وجوہ کی بنا پر مسلمانوں نے دوڑنا سیکھا ہے یا بہنا، وہ چلنا جانتے ہی نہیں۔ جب قومیں اعتماد نفس سے محروم ہو جاتی ہیں [illegible] نہیں رہتا تو یہ [illegible] انہیں [illegible] جائیں گے۔ وہ [illegible] کو ہیں وہ ان کی سرحدوں [illegible] کو کہاں لے جائیں گے جو ایک [illegible] رہیں گے۔"

تم نے دو قومی نظریہ پر عمل کیا۔

ہندو اور مسلمان ہر حال دو مختلف قومیں ہیں اور یہ اجتماع ضدین کیونکر ہو سکتا ہے؟

فرمایا

"یہ ایک پرانی بحث ہے۔ کئی سال پہلے علامہ اقبال اور مولانا مدنی کے مابین اس مسئلے پر جو بحث ہوئی تھی میں نے بالاستیعاب دیکھی اور پڑھی ہے۔ قوم کا لفظ قرآن میں محض ملت کے لیے استعمال نہیں ہوا بلکہ جماعت انسانی کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ آخر ملت، قوم اور امت کے الفاظ کی بحث چھیڑ کر کیا پانا چاہتے ہیں؟ ہندوستان میں مذہباً [illegible]

نہیں ہیں قومیں بستی ہیں ہندو ہیں مسلمان ہیں عیسائی ہیں پارسی ہیں سکھ ہیں۔ مسلمانوں اور ہندوؤں میں دینی اعتبار سے بہت بڑی مغایرت ہے، لیکن اس مغایرت کے باعث ہندوستان کی آزادی روکی نہیں جا سکتی۔ اور یہ دو قومی نظریہ وحدت ہندوستان یا ملت ہندوستان کی نفی کرتا ہے۔ سوال تو آزادی کا ہے کہ بیرونی طاقت سے کیونکر آزاد ہوں اور آزادی ایک ایسی نعمت ہے [illegible]

[illegible]

پائے۔ ان مشکلات کا اندازہ کرنا سہل نہیں۔ ہوشربا حالات سے اللہ تعالیٰ کے بندے ہی نمٹ سکتے تھے۔ ہمیں بھی ابتلاء و آزمائش کی ایک عمر گزارنی پڑی۔ جب عقلیں گمراہ ہو جائیں، دلوں کو تالے لگ جائیں اور طبیعتیں منجمد ہوں تو معلمین و مصلحین کے لیے انسانوں کو اس جہالت سے عہدہ برآ ہونا دشوار ہوتا ہے۔ آج تو سماں ہی دوسرا ہے۔ ہماری قوم سیاسی تعصبات میں اتنی آگے پہنچ چکی ہے کہ وہ دین پر سیاست کو ترجیح دیتی اور اپنی منزلوں کے انکار کو اسلام سمجھتی ہے۔ [illegible] دور میں قوم کے استقامت کی تصویروں کو [illegible] ہوں میں [illegible] نشان ہیں، حضرت [illegible] حضرت موسیٰ [illegible] حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] وقت کے [illegible] [illegible] [illegible]؟

ایک اور مرتبہ [illegible] ملاقات میں [illegible] پوچھا:

"آپ نے الہلال کی دینی آواز اٹھائی [illegible] کا حل نہیں ہو سکا [illegible] اب [illegible] رہے ہیں؟"

فرمایا:

"میں نے [illegible] نہیں [illegible] سے مایوس ہو گیا تھا۔ [illegible] آزادی کی [illegible] اور عمل میں استقامت پیدا کی، خود میری [illegible] ایک [illegible] جو صحبت یافتگان رسالت کا [illegible] تھا۔ میں نے اس آواز میں [illegible] ہو کر مجسم ہو گیا۔ الہلال کے مقاصد جہاں تک ان کے معنوی مضمرات کا تعلق تھا، پا انجام دے چکے تھے اور مسلمانوں کا ایک نیا دور انگڑائی لے رہا تھا۔ میرے سامنے تجربات کا ایک ڈھیر تھا۔ میں نے سفر میں ترتیب پیدا کی اور اس صراط مستقیم پر قدم جما دیے جو اس ملک کی آزادی کے حصول کا صحیح راستہ تھا۔ میرے اعتقاد میں یہ بات داخل

ہو گئی کہ ایشیا و افریقہ کی آزادی کا انحصار ہندوستان ہی کی آزادی پر ہے اور ہندوستان کی آزادی کا صحیح نقشہ ہندو مسلم اتحاد ہی سے بن سکتا ہے۔ یہ دونوں جماعتیں (ہندو و مسلم) جو مذہب و اعتقاد کے معاملے میں مختلف اوضاع و اطوار رکھتی ہیں، جب تک متحد العمل نہ ہوں گی ہندوستان کی آزادی میں الجھاؤ پیدا ہوں گے وہ اس طرح ایک ایسی برائی راہ پائے گی کہ سینکڑوں خرابیاں یکے بعد دیگرے ابھرتی رہیں گی۔

میں نے پہلی جنگ عظیم کے بعد سے یہ محسوس کر لیا تھا کہ ہندوستان ضرور آزاد ہو گا اور اس کی آزادی میں اب دیر نہیں تھی۔ میرے سامنے مسلمانوں کے مقام کا تعین بھی تھا میں سمجھتا تھا کہ وقت آ گیا ہے کہ مسلمان اپنے وطنی بھائیوں کے ساتھ مل کر [illegible] ہندوستان کی آزادی [illegible] مسلمانوں نے [illegible] دیکھنے کی عادت ڈالی اور وہ [illegible] رجوع ہوتے تھے۔"

راقم نے عرض کیا:

"پاکستان تو بن گیا [illegible] سوال [illegible] بالخصوص ان مسلمانوں کا فرض کیا ہو جو [illegible] پاکستان کی مخالفت کرتے رہے اور [illegible] ہیں لیکن پاکستان کے حقیقی شہری ہیں؟"

فرمایا:

"اس صورت میں میری رائے یہ ہے کہ پاکستان دشمنی سے نہیں دوستی سے قائم ہو اور جب پاکستان بن جائے تو پھر دونوں ملکوں کی باہمی دوستی ہی ان کے استحکام کی ضامن ہو سکتی ہے، جانبین میں کشیدگی رہی تو دونوں کے لیے مضر ہو گی۔ نہ ہندوستان کا اس میں بھلا ہے نہ پاکستان کا۔ جذبات کا عنصر ایک عارضی چیز ہے لیکن حالات کی ضرورت ایک سیاسی عنصر ہے۔ پاکستان ہندوستان ایک دوسرے کے دوست بن کر نہ صرف اپنے اپنے ملک کی خوشحالی تعمیر کر سکیں گے بلکہ ان عالمی طاقتوں کے مخفی عزائم سے بھی محفوظ رہیں

گے جو دنیا کے تمام چھوٹے ملکوں اور نوآزاد ریاستوں کو اپنے تابع رکھنا چاہتی ہیں اور یہی ان کے مفادات ہیں۔ پاکستان اور ہندوستان کی ذہنی بڑی خود [illegible] ہو دونوں ملکوں کو اضطراب [illegible] رکھے گی۔ ہندوستان نے پاکستان کو اختلال میں مبتلا رکھنے کا ارادہ کیا تو اس کے لیے عملی سطح پر بہت سے مسائل پیدا ہو جائیں گے۔ پاکستان نے ہندوستان سے لڑائی باندھ کے رکھی تو جس غرض سے اس نے تعمیر کرائی ہے وہ مستحکم نہ ہوگا۔ [illegible] کی [illegible] مسئلہ پیدا ہوگی [illegible] میں نشوونما [illegible] [illegible]

مولانا [illegible] ۱۹۵۶ [illegible] سے ناخوش تھے۔ مولانا:

پاکستان [illegible] پاکستان کی باہمی مفاہمتوں سے بہت کچھ دلچسپی ہے۔ خدا کرے اب اس کے مطابق [illegible] سے [illegible] کی نشاندہی کرتا ہے۔ [illegible] نہ ہو سکیں گے۔ [illegible] نے [illegible] دے دی ہے۔ [illegible] نہیں چاہتے۔ پاکستان میں انتخابات ہوں [illegible] چاہتے ہیں اور [illegible] ہیں، انہوں نے [illegible] کے متعلق [illegible] مشکل ہے۔ مارشل لا نافذ کر کے وہ کب تک اقتدار میں رہ سکیں گے؟ اس بارے میں کچھ کہنا [illegible]

کا تعین کرنا مشکل ہے۔ لیکن جس فوج کے بل پر وہ مارشل لا لائیں گے وہی فوج انہیں سبکدوش کر دے گی۔ ملک غلام محمد نے خواجہ ناظم الدین کی وزارت توڑ کر پاکستان کو غلطیوں کے راستے پر ڈال دیا ہے۔ اور اب آئندہ کئی خرابیوں کے پیدا ہونے کا امکان ہے۔

سیاستدانوں کی جگہ بیوروکریسی نے لی ہے۔ ہو سکتا ہے پاکستان ایک لمبے عرصے کے لیے سیاست دانوں کے ہاتھ سے نکل کر بیوروکریسی ہی کے عسکری ہاتھوں میں چلا جائے۔ پھر ایک طویل مدت مارشل لا کی حکومت ہو۔ اس کے بعد جو آئین وضع ہو وہ فوج کی شکل میں ڈھلا ہوا جمہوریت کے انتخابی [illegible] پر پاکستان کی عسکری چھاپ ہو۔ فوج کے سپہ سالاروں کی جمہوریت پاکستان کے حق میں [illegible] نہ ہوگی۔ وہ جو تجربہ بھی فوج کی موافقت میں جمہوریت کی تشکیل کے لیے کریں گے [illegible] ہوگا [illegible] فوج [illegible] [illegible] سے [illegible] نہیں یہ [illegible] پاکستان سے مختلف [illegible] پر ہو کر بالآخر اس کی [illegible] کا باعث ہو۔

پاکستان کو محسوس کرنا چاہیے۔ ہندوستان کی سیاسی چھاپ کو اس کے [illegible] سے پرکھتے ہیں۔ [illegible] پنڈت نہرو [illegible] جمعیت سے مفاہمت کرتی تو پاکستان کی [illegible] سے محفوظ ہو جاتا۔ پنڈت جواہر لال نہرو ہندوستانی سیاستدانوں میں وہ [illegible] پر مضبوطی [illegible] ہو جاتے ہیں لیکن انہیں استدلال کی طاقت سے منا لینا مشکل نہیں۔ سردار پٹیل کشمیر کے مسئلے میں پاکستان کی تائید کرتے تھے۔ کہ پاکستان کا اس پر حق ہے وہ وہ پاکستان ہی کو ملنا چاہیے۔ جواہر لال کو بھی راضی کرنا مشکل نہ تھا۔ وہ خود کشمیر پر ہندوستان کے قبضے سے دستبردار ہو جاتے لیکن قائد اعظم کی رحلت کے بعد لیاقت علی خاں نیشنلسٹ مسلمانوں سے گفتگو کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ مجھ سے سردار پٹیل نے بیان کیا۔ انہوں نے گورنمنٹ ہاؤس لاہور میں لیاقت علی کے اصرار و استغنا پر ان سے کہا تھا۔ وہ پاکستان کے وزیر اعظم ہیں اور پنڈت جواہر لال نہرو ہندوستان کے وزیر اعظم ہیں۔ دونوں ہی مجاز و مختار ہیں کسی مسئلے کا حل مشکل نہیں۔ میں استدلال سے

طویل جھگڑے میں پڑے بغیر ذمہ داری لیتا ہوں اور معاہدہ ابھی ہو سکتا ہے کہ پاکستان، مناودر جوناگڑھ اور حیدر آباد دکن سے دستبردار ہو جائے ہم کشمیر کو چھوڑ دیتے ہیں۔ دو ریاستیں ہندوستان کے حدود میں ہیں اور کشمیر پاکستان کے حدود میں ہے۔ مسٹر پٹیل نے لیاقت علی کو یہ پیشکش بھی کی کہ وہ پاکستان کی ہندو اقلیت کو روکیں ہم ہندوستان کی مسلم اقلیت کو روکتے ہیں اس کے بعد جو فساد برپا کرے اس کے خلاف سخت سے سخت کارروائی کی جائے۔ اس سے امن دونوں میں قائم ہو جائے گا۔ لیکن لیاقت علی نے مناودر جوناگڑھ اور حیدر آباد دکن کے بارے میں پس و پیش کیا نتیجۃً دونوں ممالک [illegible] سے اختلاف باقی [illegible] قائم ہو تی ہیں [illegible] دشمنی کی [illegible] ہندوستان سے داخلی خطروں پر خوش ہوتا ہے اور ہندوستان [illegible] بیرونی طاقتیں اپنے [illegible] سے کھیل رہی ہیں۔ ان طاقتوں کی ذہنی حمایت دونوں ملکوں میں دوستی کی [illegible] نہیں بلکہ دونوں [illegible] ہے۔ پاکستان ہندوستان کے خلاف [illegible] خوف زدہ ہو [illegible] طاقتوں کی [illegible] اور خود [illegible] میں [illegible] ہندوستان [illegible] پاکستان کا حریف ہے [illegible] بھی عالمی طاقتوں کی [illegible] دوسری جنگ عظیم کے بعد [illegible] ہندوستان کے دفاعی اخراجات سو کروڑ روپے تھے لیکن برصغیر کی تقسیم کے بعد ایک چوتھائی فوج پاکستان کے حصے میں چلی گئی اور تین چوتھائی ہندوستان میں چلی گئی۔ اب ہندوستان کی فوج کے اخراجات دو سو کروڑ ہیں۔ اور پاکستان کے اخراجات بھی کم سے کم سو کروڑ تک پہنچتے ہیں یہ وہ رقم ہے جو دونوں ملکوں کے عوام محنت سے کمائی دولت کی شکل میں ادا کرتے ہیں۔ وہ مدد اس کے علاوہ ہے جو دونوں ملکوں کو ان کے عالمی دوستوں سے ملتی اور اس کی مانگ برابر رہتی ہے یہی رقم دونوں ملک اپنی ترقی خوشحالی پر صرف کریں اور عوام پر روزمرہ کے ٹیکسوں کا بوجھ ہلکا پڑ جائے تو ہر دو ملک صحیح معنوں میں خود مختار اور آزاد ہو سکتے ہیں اور ان کے وہ خطرات بھی ٹل سکتے ہیں جو فریقین کے دلوں میں بیٹھ چکے ہیں اور دونوں مملکتیں اپنے

مسائل کا حل ایک جنگ کی شکل میں دیکھ رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جنگ اندریں حالات پاکستان اور ہندوستان دونوں کے لیے مہلک ہے۔

ہر پاکستانی کا فرض ہے کہ وہ ہندوستان سے دوستانہ رشتہ استوار کرنے پر سوچے ابھی وہ لوگ زندہ ہیں جو ہندوستان کے مزاج کی برہمی کو ٹھیک کر سکتے ہیں۔ پاکستان ایک سیاسی تجربہ ہے۔ پاکستان کے ارباب حل وعقد کا فرض ہے کہ اس تجربے کو کامیاب بنائیں۔ ادھر ہندوستان کے ارباب بست وکشاد کو [illegible] ہے کہ پاکستان ایک حقیقت [illegible] تسلیم کریں۔ جب جانبین میں دوستانہ تعلقات اور مشترکہ عمل ہی کی بنیاد [illegible] ہو سکتے ہیں اور [illegible] مشکلات [illegible] دونوں [illegible] مقاصد [illegible] چنانچہ [illegible] یاد رہے سیاست کے [illegible] نہیں ہوتا [illegible] طاقت [illegible] خواہ [illegible] ترقی [illegible] تو اس میں آخر کار خسارہ ہی ہوتا ہے۔

عظیم خطیب

یک زمانے میں خطابت بھی [illegible] رہنے کا نام تھی، اب علوم و مسائل کے اس مغربی دور میں خطابت بھی ایک [illegible] نئی جگہ جلوہ گر ہے۔ فن یک [illegible] خطابت کا [illegible] پالیٹکس [illegible] فن خطابت [illegible] فن لسانی کی معراج ہے۔ مختصراً عوام سے فن خطابت [illegible] کا فن ہے۔ ایک اچھا مقرر عوام پر جادو کرتا ہے۔ خطیب و مقرر کے لیے [illegible] ذاکر ہیں [illegible] حد تک ناظم بھی اس صنعت میں آجاتے ہیں [illegible] ہیں جو [illegible] کی آتش بازی چھوڑ کر ذوق پیدا کرتے ہیں [illegible] خطیب یا مقرر نہیں ہوتا لیکن وہ ان سے فن کی روش پر [illegible] ہوتے ہیں، انہیں خطیب یا مقرر نہیں کہتے مگر ان کی مثال ایسی ہی ہے [illegible] بوند باندی سے تھلے کی [illegible] ہے۔

برعظیم کی تاریخ میں خطابت کا فن مسلمانوں کی آمد سے منسلک ہے۔ اس خطابت کی ابتدائی تشکیل مساجد کے خطبے اور خانقاہی وعظ تھے جن کا محور قرآن و حدیث اور ان سے پیدا شدہ علوم و مسائل تھے۔

ہندوستانی مسلمان یعنی وہ مسلمان جو ہندوؤں سے مشرف بہ اسلام ہوئے اور جن کا خمیر اس مٹی ہی سے تھا وہ زیادہ تر صحبت اولیا سے مسلمان ہوئے، اور ان کے اسلام کا سبب اہل اللہ کی نگاہ تھی یا پھر ان کے مشرف بہ اسلام ہونے کی وجہ علما کے وعظ تھے۔ وہ گویا علما کی زبان سے مسلمان ہوئے

تھے۔ اس سلسلہ میں کوئی حتمی تجزیہ آسان نہیں۔ لیکن ہندوستانی عوام کے مسلمان ہونے میں خطابت و وعظ کی فتح مندیوں سے انکار ناممکن ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی سے لے کر شاہ عبد العزیز تک ان کے بعد برطانوی عملداری میں تحریک خلافت کے آغاز تک وعظ و خطابت کا ایک عظیم سلسلہ موجود ہے اور یہ قول مولانا آزاد کہ ہندوستان کے گرد و پیش ایسی شخصیتیں پائی جاتی تھیں جن کے بیان کی حرارت سے دلوں کی سنگینی موم کی طرح پگھل جاتی۔ خود مولانا آزاد کے تذکرے میں ان شخصیتوں کا ذکر اشارۃً موجود ہے۔ بعض صوفیانہ تذکروں سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے۔

مولانا آزاد کے نانا مولانا منور الدین [illegible] میں درج ہے [illegible] میں وعظ کہنے کے لیے جاتے تھے [illegible] کا تانتا تھا [illegible] اور قلعہ معلی میں [illegible]

مولانا [illegible] انہوں نے دو سو سے [illegible] کے بارے میں [illegible] وہ [illegible] ڈال دیا اور [illegible] ہے۔

شاہ اسمٰعیل شہید اور شاہ عبد العزیز [illegible] خطیب تھے کہ ان کے زمانے میں [illegible] سامعین کا [illegible] وعظ کا دور پڑ چکا ہے اور اس [illegible] وعظ بھی نہیں رہتے۔ کچھ [illegible] واعظ زور بیان پر انحصار کرتے اور آواز کی [illegible] کے علاوہ جوش طبعی [illegible] لیکن جب [illegible] اصل خطابت کی تربیت واعظ محض لطیفوں [illegible] زبان کے چٹخاروں اور بیان کے چٹخاروں سے واعظ نہیں ہوتا تھا اس کی معراج قرآن و حدیث کا علم تھی۔ احادیث طیبہ و آثار صحابہؓ کے علاوہ علما و فقہا کے افکار و مباحث سے کما حقہ باخبر ہوتا اور یہ وجہ تھی کہ ایک واعظ آیات قرآن کی تفسیر میں کئی کئی برس وعظ کرتا تھا۔ ایک واعظ کی بڑی خوبی اس کے مطالب کا تسلسل و ربط تھا۔ وہ مضمون کی ترتیب، تقسیم، استنباط اور استدلال کا شناور ہوتا۔ اس کو معلوم ہوتا کہ اجمال سے تفصیل اور تفصیل سے اجمال [illegible] میں اختتام

پسند ہوتا ہے ۔

ہندوستان میں انگریز جم گئے اور برطانوی تعلیم کی راہیں نکل آئیں تو دین و مذہب کے علاوہ عمرانی وعلمی اور تہذیبی و تمدنی موضوعات پر لیکچرز کا سلسلہ چلا۔ ظاہر ہے کہ انگریزی تعلیم نے اس کی نیو رکھی ۔ سرسید، وقار الملک، محسن الملک اور بعض دوسرے اکابر اس میدان کا ہیرو تھے ، اور علامہ شبلی خطابت میں یکتا تھے لیکن ڈپٹی نذیر احمد اپنے زمانے کے سب سے بڑے خطیب تھے ۔ وہ انجمن حمایت الاسلام وغیرہ کے سالانہ اجلاس کو بہ التزام خطاب کرتے اور عموماً اپنی تقریر لکھ کے لاتے تھے ۔ انہیں اپنے بیان پر اس درجہ اعتماد تھا کہ طویل خطبات میں بھی جملے کے اختتام [illegible] سے موثر [illegible] تالیوں اور تحسین سے [illegible] دیتے تھے۔ [illegible] وہ مدت العمر [illegible] مسلمانوں نے غزوات کے معرکوں ہی میں فتوحات حاصل [illegible] سے پہلے کانگریس اور لیگ کی [illegible] سیاسی خطابت کا [illegible] ہو چکا تھا۔ لیکن اس کا [illegible] ظہور تحریک خلافت ۱۹۱۹ء میں ہوا۔ ہندوستان میں تحریک خلافت، جلیانوالہ باغ اور رولٹ ایکٹ وغیرہ کا طوفان کھڑا ہو گیا تو ملک کی عوامی قیادت بھی یہ تبدیل ہوگئی ۔ جتنے بڑے خطیب [illegible] اس زمانے میں پیدا ہوئے نہ اس سے پہلے [illegible] اور نہ اس تحریک کے بعد [illegible] ہندوستان کا یہ دور خطیبوں اور مقرروں کا دور تھا۔

خطابت کے تین عناصر ہیں ،

پہلا ، خطیب ، جو اپنے فن اور شخصیت کی معرفت عوام سے خطاب کرتا ہے۔

دوسرا ، خطاب جس کی بیئت انفرادی لیکن مقصد اجتماعی ہوتا ہے ۔

تیسرا ، پبلک ، سامعین و حاضرین ، جس سے خطیب کلام کرتا ہے ۔

خطیب کی اصل خوبی اس کی شخصیت ہے۔ ہو سکتا ہے ایک خطیب قائد ہو ، بعض قائد خطیب نہیں ہوتے ۔ ایک حد تک مقرر ہوتے ہیں ۔ اور وہ ان کی سیادت کے باعث ان کی خطابت قائد ہوتی ہے ۔ وہ اس لئے نہیں سنے جاتے کہ خطیب ہیں ، وہ اس لیے سنے جاتے ہیں کہ قائد ہیں ۔ قائد نہ ہوتے تو ان کی تقریروں میں سامعین کے لیے کوئی کشش نہ تھی ۔ مثلاً ہندوستان کے سب سے بڑے لیڈر

مہاتما گاندھی بھی تھے۔ ان کی سیادت کا جادو سب پر چھایا ہوا تھا۔ مگر وہ اوسط درجے کے مقرر بھی نہ تھے۔
قائداعظم بھی کوئی خطیب نہ تھے اور نہ ان میں ایک مقرر کا رنگ و روغن تھا۔ لیکن مسلمانوں کے سینہ ان
کا ہر بول سحر تھا اور وہ ان پر تو تھے۔ پنڈت جواہر لال آزادی کے بعد ہندوستان کی روح رواں اور آزادی
سے پہلے کانگرس کا سہاگ تھے۔ لیکن فن تقریر کا تیور شناس ہونے کے باوجود ان کی خطابت پر ان کی قیادت
غالب تھی۔ خطابت ان کے لیے تھی وہ خطابت کے لیے نہیں تھے۔

خطابت کے فن پر جو معیاری کتابیں مغرب میں تصنیف ہوئی ہیں ان میں [illegible] مشہور خطیب ڈیما ستھینیز
یونان اور سیسرو [illegible] کی [illegible] سے [illegible] ہیں [illegible] کے مطابق ایک خطیب کے بنیادی
اوصاف یہ ہیں۔

۱۔ بے ریا کردار
۲۔ [illegible]
۳۔ بلند نصب العین
۴۔ اخلاص فی العمل
۵۔ صداقت شعاری
۶۔ وجاہت ذاتی
۷۔ معلوماتی ذہن
۸۔ نستعلیق اشارات
۹۔ طلاقت لسانی
۱۰۔ بے عیب آواز
۱۱۔ صحیح تلفظ
۱۲۔ حاضر جوابی
۱۳۔ برجستہ گوئی
۱۴۔ [illegible]
۱۵۔ وحدت مقصد
۱۶۔ طبعی ہمدردی
۱۷۔ نفسیات سے آگاہی
۱۸۔ فہم سامع
۱۹۔ مہارت تامہ
۲۰۔ لگاتار مطالعہ
۲۱۔ عمیق مشاہدہ

اور خطابت کے اجزائے ترکیبی ہیں:

۱۔ سلاست
۲۔ ذہانت
۳۔ ظرافت
۴۔ تکنیک (طریق)
۵۔ اسلوب
۶۔ آواز

۷- لہجہ ۸- اشارات

۹- استدلال ۱۰- تجربہ

۱۱- تمثیلات ۱۲- انفرادیت

ان اجزاء کا تناسب ہر تقریر کے لیے قدرے مختلف ہے۔ اس میں شخصیت اور موضوع کی مناسبت سے تھوڑی بہت کمی بیشی لازم ہے۔ لیکن ایک ایسا شخص جو محض خطیب (ORATOR) ہے اس وقت تک [illegible] حاصل نہیں [illegible]۔ جب تک وہ ان اجزاء سے [illegible] ان سب میں [illegible] نہ ہو۔

[illegible]

[illegible] ہی میں ہے۔

[illegible] شروع کی۔ اس کی [illegible] تقریر [illegible] ہی ہوتا ہے۔ لیکن تقریر محض [illegible] نہیں [illegible] تقریر کا [illegible] مگر تقریر محض [illegible] نہیں [illegible] بغیر ممکن نہیں:

مولانا [illegible] خطیب تھے۔ [illegible] کے والد ایک بہت بڑے واعظ تھے۔ مولانا [illegible] کو والد نے [illegible] پر کھڑا کر دیا [illegible] تقریر کرنے لگے۔ مولانا بیس سال کی عمر میں اکابر کے لیے موجب حیرت تھے۔ انجمن حمایت الاسلام لاہور کے سالانہ اجلاس میں پہلی دفعہ خطاب کیا تو مولانا الطاف حسین حالی، ڈپٹی نذیر احمد اور علامہ شبلی ہکا بکا ہو گئے۔ ڈپٹی نذیر احمد نے کہا تقریر خوب رٹی ہوئی ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد کے ان ریمارکس پر مولانا نے اعلان کیا کہ ڈپٹی صاحب جو عنوان تجویز فرمائیں میں اسی جلسہ یا اگلے اجلاس میں اسی موضوع پر تقریر

کروں گا۔ ڈپٹی صاحب نے موضوع تجویز کیا، مولانا نے تقریر کی تو مجمع لوٹ پوٹ ہو گیا، علامہ شبلی نے مولانا کے انہی کمالات پر کہا تھا کہ ان کا دماغ عجائب روزگار میں سے ہے"۔

مولانا نے خطابت کے ابتدائی دور میں کہ ابھی ان کا ذہن سیاست کی طرف منتقل نہیں ہوا تھا، عیسائی مشنریوں سے کئی شہروں مثلاً بمبئی، احمد آباد، آگرہ وغیرہ میں مناظرے کیے۔ تب ان کے ساتھی ایک تو ان کے بڑے بھائی ابونصر آہ اور دوسرے آغا حشر کاشمیری تھے۔ اس طرح ان کے ملکۂ خطابت کو جلا ملی۔ ان مناظروں سے [illegible] ان مناظروں سے طبیعت [illegible] میں زیادہ مناظرہ کا شوق تھا، اور عیسائی مشنریوں کی یلغار نے [illegible] سید سلیمان ندوی نے "حیات شبلی" میں لکھا ہے کہ [illegible] عیسائیت میں تبلیغی [illegible] رسول چڑیاکوٹی اور مولانا [illegible] تھا، عیسائی نہیں [illegible] ہو جاتے [illegible] عیسائی [illegible] مولانا [illegible] [illegible] مولانا آزاد سے متعلق سید سلیمان ندوی نے [illegible] لکھا ہے کہ

"ندوۃ العلماء کا جلسہ ۱۹۱۲ء میں سید رشید رضا [illegible] صدارت میں منعقد ہوا، سید صاحب نے ڈھائی گھنٹے تک عربی میں ایک نہایت مدلل اور فصیح تقریر فرمائی۔ سماں بندھ گیا۔ اس اجلاس میں مولانا ابوالکلام آزاد کی قدر دانی علماء کے خوب خوب مناظر سامنے آئے وہ سید رشید رضا مصری کی عربی تقریر کا خلاصہ اردو میں سامنے کھڑے ہوتے تو بجائے خود اپنی سحر بیانی سے دلوں میں تلاطم برپا کر دیتے تھے۔"

خلافت کی تحریک ۱۹۱۹ء میں شروع ہوئی۔ لیکن ۱۹۲۰ء کا زمانہ اس کے برگ و بار کا زمانہ تھا۔ جس طرح بہار کے موسم میں پھول کھل آتے اور چمنستان لالہ و گل سے لہلہا جاتے ہیں۔ اسی طرح اس زمانے میں سیاسی کارکنوں، سیاسی رہنماؤں اور سیاسی خطیبوں کی ایک بڑی جماعت پیدا ہو گئی۔ سارا ملک ان سے متحرک ہو گیا۔ کوئی سی ہندوستانی قوم اس سے خالی نہ رہی، ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، پارسی، ہر جماعت میں

شخصیتیں ڈھلنے لگیں۔ نئی مجلسی زندگی میں جانے سیاسی خطابت کا عہد آغاز تھا۔ مولانا آزاد، مولانا محمد علیؒ، مولانا ظفر علی خان، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا احمد سعید دہلویؒ کے علاوہ خطیبوں کی ایک بین ڈوری لگ گئی۔ پھر آزادی کے ظہور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء تک ان میں اضافہ ہوتا رہا۔ ہر صوبہ میں بیسیوں خطیب تھے۔ ان سب کو تقریر و خطابت کے فن میں کمال حاصل تھا۔ اردو زبان کا مزاج اگرچہ عربی و فارسی سے تھا اور ایک اعلیٰ پایہ کے خطیب کا ان دونوں زبانوں سے مستفید ہونا ضروری تھا۔ خطابت میں ان سے توانائی پیدا ہوتی تھی لیکن تنہا اردو نے بھی بڑے بڑے خطیب و مقرر پیدا کئے۔ کچھ جن کے پاس انگریزی زبان اور اس کا علم تھا وہ سونے پر سہاگہ تھا۔ [illegible] ڈاکٹر سیف الدین کچلو [illegible] ڈاکٹر محمد شرف [illegible] کے خطیب تھے [illegible] خطابت کی [illegible] خطابت بھی بنیادی [illegible] دور میں مولانا احمد سعید دہلوی [illegible] تقریر [illegible] خطیب تھے [illegible] تھے۔

[illegible] سیاسی خطابت [illegible] ۱۹۱۹ء میں جب [illegible] حیثیت [illegible] خطیب بھی [illegible] مولانا محمد علیؒ [illegible] اسلوب خطابت [illegible] سے جاتے اور [illegible] تھے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری [illegible] خطیب تھے [illegible] ان کی خطابت کے [illegible] مقابلہ [illegible] ان میں یہ [illegible] تھی کہ [illegible] تھے۔

مولانا آزاد میں محمد علی کی [illegible] ظفر علی خان کی [illegible] عطاء اللہ شاہ کی [illegible] احمد سعید دہلوی کی نزاکت کے عناصر تھے۔ لیکن وہ ہر حیثیت سے اتنے جامع الصفات خطیب تھے کہ خطابت ان کے بیان کا لازمہ تھی، وہ ہر عظیم میں فن کی رعایت سے اردو زبان کے سب سے بڑے خطیب تھے اور خطابت کے معنوی وصفات میں کوئی ان کے ہم پلہ نہ تھا۔ وہ ایک ہی شخص تھے جن میں قیادت و خطابت کی رعایتوں سے ایک نادرہ روزگار انسان کی وہ تمام خوبیاں یک وقت اکٹھا ہو

گئی تھیں، جن سے پورا ہندوستان آخر تک خالی رہا۔ وہ قدیم و جدید کے محاسن کا امتزاج تھے، سیاستدان، مدبر، مفکر، رہنما، ادیب، صحافی، خطیب، مفسر اور کیا کچھ نہیں تھے۔ ہر مجلس میں منفرد و یگانہ تھے۔ ان کے محاسن اتنے عظیم تھے کہ ہر شخص ان پر فخر کرتا تھا۔ ان کے علم کی بے پناہی نے انہیں عوام سے الگ کر دیا تھا۔ وہ شمع محفل کی طرح سب سے جدا اور سب کے رفیق تھے، لیکن اپنے دماغ سے باہر نہیں جھانکتے تھے۔ انہیں چاروں طرف ایک سیاسی میدان نظر آتا [illegible] جس چیز نے انہیں سیاست عوام سے محروم کر دیا، اور وہ نتیجۃً عوام سے محروم ہو گئے [illegible] خطیب زبان و بیان میں ان کے قدم [illegible] عوام میں شاذ ہی آتے تھے۔ وہ [illegible] خلافت [illegible] کے شعلہ نفس [illegible] کئے۔

[illegible] قومی خدمت [illegible]

[illegible]

[illegible] خطابت میں [illegible] نہیں [illegible]

[illegible]

[illegible] کی بزرگی سے مرعوب ہیں۔

[illegible] خطابت کی ہر ادا میں ڈھلے ہوئے تھے۔ زبان لونڈی، بیان چاکر، فصاحت پیش کار، بلاغت خدمت گار، مطالعہ بے کراں، مشاہدہ تیز، تجزیہ [illegible] حافظہ [illegible] اردو محبوبہ، دماغ [illegible] زبان شمع، سلاست [illegible] معجزہ [illegible] سینہ [illegible] رنگینی، الفاظ خود بخود ان کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں۔ اسلوب بے مثال، آواز باشکوہ، لہجہ [illegible] الفاظ کا ٹھاٹھ [illegible] تھا۔ اشارات چاند پہ ہالے کی طرح، استدلال آنکھ میں بینائی کی مانند، تمثیلات ہم رکاب، انفرادیت [illegible] نام یا غلام تھا۔

افسوس کہ مولانا کی تقاریر کا کوئی مستند مجموعہ موجود نہیں۔ البتہ حکومت ہند کے پبلیکیشنز ڈویژن کے

زیرِ اہتمام بعض سرحدی تقریبات کی تقاریر کا انگریزی مجموعہ جنوری ۱۹۵۵ء میں چھپا تھا "چٹان" میں کوئی نصف تقاریر کا ترجمہ کیا گیا۔ ان تراجم کو بعض دوسری تقاریر کی اخباری رپورٹوں کے ساتھ ملا کر پاکستان کے بعض ناشروں نے شائع کیا۔ لیکن اغلاط و مطالب کی صحت کا بالکل خیال نہ رکھا جس سے فاش غلطیوں میں ہر اشاعت کے ساتھ اضافہ ہوتا رہا۔

[illegible] دوسری جنگِ عظیم کے دوران ۱۹۴۵ء میں پانچ سال کی قید گزار کر رہا ہوا تو پہلے پہل مولانا کے [illegible] خطبات [illegible] جمعیت [illegible] کانفرنس کے [illegible] اجلاس کے صدارتی خطبات تھے۔ اس مجموعے میں بعض دوسرے [illegible] سے بھی [illegible] مقدمے لکھے [illegible] خطبات [illegible]

[illegible] خطبات [illegible] میں ساتھ [illegible] میں پانچ چھ دوسری تقریریں بھی ہیں۔ [illegible] تقریریں جو ملک کی تقسیم کے بعد دہلی کی جامع مسجد اور دیوبند کے دارالعلوم [illegible] کا حیرت [illegible]۔ [illegible] کا سوال [illegible] تقریروں سے غفلت [illegible] ناشروں کا شوق [illegible] اور ہندوستان میں کئی ایک ناشروں کا شعار [illegible] تقسیم [illegible] مولانا [illegible] تھا۔

مولانا کی دو چار تقریریں [illegible] میں لیکن وہ مجموعوں میں شامل ہونے سے رہ گئیں [illegible] تقریریں صرف اس قدر نہ تھیں جتنی جمع کر کے شائع کی گئیں۔ تقاریر کا ایک ذخیرہ تھا۔ اس ذخیرے کو یکجا کر کے شائع کیا جاتا تو کئی جلدیں مرتب ہو سکتی تھیں جو خطابت کا شہ پارہ ہوتیں اور ان سے برعظیم کی سیاسی جدوجہد کے علاوہ بعض دوسرے احوال و وقائع معلوم ہو سکتے تھے۔

ان ناشرانہ مجموعوں میں بعض تقریبوں کی تقاریر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بھی شامل ہیں لیکن وہ مکمل

رپورٹیں نہیں۔ مولانا کی تقاریر مکمل لکھنا مشکل تھا۔ بالخصوص اس دور کی تقریریں جب مولانا مسلمانوں کے مجامع کو خطاب کرتے اور قرآن و حدیث کے حوالے دے کر اسلامی افکار کی اصطلاحیں بولتے تھے۔ مولانا تقریر کے دوران مضمون کی رعایت سے فارسی اشعار بھی پڑھتے تھے۔ ان کی تقاریر کا مضمون تو نوٹ ہو جاتا تھا لیکن رپورٹر خود ان کے سحر میں ڈوب جاتا۔ اس کے لیے تقریر کا سراپا کھینچنا ناممکن تھا۔ تقریر محض مضمون نہیں ہوتی وہ آواز کے اتار چڑھاؤ اور اشارات کے رنگ و آہنگ کا نام بھی ہے۔ اور اس لحاظ کو رپورٹنگ میں بند کرنا مشکل تھا۔ اس کے باوجود ان تحریروں میں خطبات [illegible] قارئین [illegible] کر ان کے خطابات کا تجزیہ ہو سکے اور خطابت کیا ہے؟ اس کا اندازہ ہو جائے۔

خطبات [illegible] انجمن کے جلسہ عام کی ہے۔ ۲۶، نومبر ۱۹۰۶ء ایک آل انڈیا خلافت [illegible] خطبات [illegible] کا خطبہ [illegible] کا خطبہ صدارت ہے ۲۸ فروری ۱۹۲۱ء اور خطبات [illegible] کتاب ہے۔ اس موضوع کی [illegible] ہیں۔ مولانا [illegible] تحقیق [illegible] ہے۔

[illegible] ہیں اور دو اجلاس جمعیہ کے خطبے ہیں۔ ایک [illegible] ۱۹۲۱ [illegible] ۱۹۲۲ء

[illegible] ۱۹۲۱ء میں [illegible] مسلمانوں کو خطاب کیا [illegible] مولانا کی یہ تقریر بھی ہے۔ دو خطبات [illegible] اجلاس کی صدارت کے ہیں۔ ایک دہلی کے اسپیشل اجلاس کا خطبہ ہے ۱۵ ستمبر ۱۹۲۳ء اور [illegible] کا خطبہ ہے ۱۵ مارچ ۱۹۴۰ء۔ مولانا کے خطبات [illegible] خطبہ صدارت مسئلہ خلافت و جزیرۃ العرب پر ایک قطعی دستاویز ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام بول رہا ہے۔ قرآن چہرہ فگن ہے۔ حدیث اس چہرہ کا غازہ ہے اور [illegible] ہے۔ یہ خطبہ کتابی شکل میں شائع ہوا تو بہ لحاظ مضامین و مباحث ۲۰ × ۲۶ / ۸ سائز کے ۱۵۰ صفحات میں تھا اور تمہید کے علاوہ ۲۵ فصلوں میں منقسم تھا، جن میں موضوع کے جملہ مطالب کا احاطہ کیا گیا۔ اور [illegible] کے جزئیات قرآنی کے حوالہ سے

بحث کی گئی ہے۔ خلافت کانفرنس ۱۹۲۰ء لاہور کے خطبات میں ایک مسلمان سیاست دان کی روح آواز دے رہی ہے۔ اواخر ۱۹۲۱ء میں اسلام جس بے ورق صحرا میں تھا، جمعیت علماء لاہور کے خطبات تحریری و تقریری اس جماعت کے مضطربانہ جوش ہیں اور جہاد بالسیف کی آواز ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ کے خطبات فتنہ تاتار کی مزاحمت میں کلمۃ الحق تھے۔ مولانا کے خطبات فتنہ انگریز کے خلاف نعرہ جہاد تھے۔ کانگریس کے دونوں خطبے ایک سیاست دان کی پکار ہیں جو ۱۹۲۳ء میں ملک کے عناصر کو باہم دست و گریباں دیکھ رہا تھا اور جس کے سامنے سقوط خلافت کے بعد ہندو مسلم اتحاد کی بربادی کا نقشہ تھا۔ [illegible] جنگ عظیم ۱۹۳۹ء نے ہندوستان کی آزادی کا سوال [illegible] دیا تھا۔ [illegible] ایک [illegible] قومی [illegible] جمہوریت کے جمہوری اقدار سے [illegible] ۱۹۴۰ء [illegible] ہاتھ سے [illegible] ان کی [illegible] وقت کی سیاسی [illegible] تاریخی [illegible] ہاتھ دست و پا ہے۔

ان خطبات و خطابات میں سے چند تقریروں کا انتخاب ممکن نہیں۔ خطابت ایک ایسی چیز ہے کہ اس کا [illegible] شخص سے [illegible] ہوتا ہے۔ [illegible] خطابت کے کلمات [illegible] ذہنی [illegible] متاثر کرتے ہیں۔ [illegible] حالات بدل چکے ہیں اور [illegible] ہو گئے ہیں، [illegible] اپنی محرومی [illegible] ہیں [illegible] خطبات کے [illegible] وقت میں [illegible] ہیں، [illegible] ہو جاتے ہیں [illegible] [illegible] ہوتا ہے۔ [illegible] خطبات کے ذخیرے سے ایک مجموعی [illegible] میں نقل کئے ہیں، [illegible] تاریخی مقاصد ہیں [illegible] مولانا کے خطبات کی [illegible] ہوتی ہے [illegible] مولانا کی [illegible] کے طریق و اسلوب کا پتہ ضرور چلتا ہے۔ ان سے بہتر اقتباس بھی ہو سکتے تھے لیکن [illegible] کئے ہیں۔ البتہ یہ التزام کسی حد تک ملحوظ رکھا ہے کہ خطابت کے تین ادوار کے ہیں۔

پہلا دور: جب مولانا صرف قرآن و حدیث کے خطیب تھے۔

دوسرا دور: جب تحریک خلافت کا سیاسی منبر مل گیا۔

تیسرا دور: جب مولانا ہندوستان کے سیاسی کارزار میں صف اول کے راہنما تھے۔ وہ ان کی زبان

وہ ماغ دونوں سیاسی تھے۔

ان اقتباسات میں یہی ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے۔

”عزیزو! میری آواز اس کرۂ صوت کے ذریعے آپ کے اس فقید المثال اجتماع کا آویزۂ گوش ہو سکتی ہے۔ مشرق و مغرب تک جا سکتی ہے۔ شمال و جنوب تک پہنچ سکتی ہے۔ پھر ثریا کی بلندیوں تک اڑ سکتی ہے۔ اور ثریٰ کی پستیوں میں اتر سکتی ہے۔ سوال ہے تمہارے دل و دماغ کا فاصلہ کس قدر ہے، کوشش کروں کہ اپنی آواز ان تک پہنچا سکوں۔“

زندگی نہ بھڑک اٹھنے کا نام ہے۔ نہ بجھ جانے کا، نام ہے سلگتے رہنے کا۔

دل جب [illegible] سے دور ہو [illegible] جوانی تو [illegible] ہے لیکن [illegible] نہیں ہو سکتی۔

مسلمان کئی صدیوں سے اس حالت میں [illegible] رہتے ہیں کہ آندھی کی طرح اٹھتے، طوفان کی طرح چھا جاتے اور گرد کی طرح بیٹھ جاتے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ سیاست کے پہلو میں دل نہیں ہوتا۔ انسانی تجربوں کی طویل تاریخ اس کی تصدیق کرتی ہے۔ ادھر ہندوستان کے سیاسی تجربوں سے ایک بات آشکار ہوئی کہ سیاستدان صرف اپنے ہی مستقبل پر سوچتے ہیں۔ انہیں تاریخ کے اجتماعی عمل سے کہیں زیادہ اپنے ذوق کی انفرادی تلاش مطلوب ہوتی ہے۔

ہمارے ہاں سیاست میں بعض تنظیمیں دوڑتی ہیں یا ہانپتی ہیں۔ انہوں نے ابھی چلنا نہیں سیکھا جس دن چلنا سیکھ لیں ان کا سفر آسان ہو جائے گا اور منزل خود بخود سامنے آ جائے گی۔

جو کھونا نہیں جانتے وہ پانے کا مزہ کیونکر لے سکتے ہیں۔ جس نے کبھی کانٹے کی چبھن نہیں دیکھی، وہ تلوار کے زخموں کی داد کیونکر بتا سکتا ہے۔ دریا میں اُتر کر ہی تیرنا آسکتا ہے۔ تم یہ چاہو کہ پاؤں بھیگنے نہ ہوں پانی بدن کو چھوئے نہیں، اور کناروں پر کھڑے کھڑے تیرنا سیکھ لو تو یہ ممکن نہیں۔ اسلام کی سربلندی کا راز ساحلوں پر کھڑے ہو کر دریاؤں کا پیچ و تاب دیکھنے میں نہیں۔ اس کی سرفرازی کے لیے تمہیں طارق کی طرح اپنی کشتیاں جلانا ہوں گی، کچھ کھو کر ہی پا سکتے ہو۔

میں ستاروں کو الفاظ بنا سکتا ہوں اور چاندنی [illegible] ہو سکتی ہے [illegible] ہے۔ ہمالہ کی بلندی میرے خیال [illegible] افق ہو سکتی اور سمندر کی تہ میرے فکر کا محل [illegible] نہیں [illegible]

کبھی [illegible] ہندوستان میں علمبرداران اسلام [illegible] [illegible] اسلام [illegible] [illegible] کے میدانوں [illegible]

[illegible] ہوئے اور ہندوستان [illegible] مسلمانوں کے معاشرے میں [illegible] اور بنیادی خوبیوں سے بہت سے خزانے ان کے پاؤں میں ڈھیر ہوتے گئے۔ جونہی وہ ان سے دستبردار ہوئے اور انہوں نے شخصی شہرت و مجد کے بت تراش لیے، ان کا معاشرہ اقوام عالم کے لیے عبرت کی ایک ایسی کہانی ہو گیا کہ آج دوسری کوئی داستان اس درجہ عبرتناک نہیں ہے۔

ہم مسلمان جہاں جہاں آباد ہیں ایک ملک سے لے کر دوسرے ملک تک فکری تعلیم کے [illegible]

ہیں، وہ زخم جو نقرہ میں کسی ترک کو لگتا ہے اس کا درد حجاز میں ایک مسلمان کے سینے سے رستا ہے۔ وہ درد کانٹا جو مراکش میں کسی فرزند توحید کو چبھتا ہے اس کی ٹیس ہندوستان کے مسلمان کو ہوتی ہے۔

برطانیہ اور فرانس ہی نہیں یورپ کی تمام مسیحی طاقتوں نے ایک خاص متفقہ عداوت عملی و قولی کی ہے اور اس کا نام مشرقی مسئلہ رکھا ہے۔ اس کی غایت اس کے سوا کچھ نہیں کہ اسلام کے بقیہ قوت سیاسیہ کا بتدریج خاتمہ کر دیا جائے [illegible] زیر ترقی رہ گئے ہیں۔ نہیں یورپ کی مسیحی حکومتیں کبھی تقسیم [illegible] کے ساتھ ساتھ [illegible] دس برس کے واقعات سے آنکھیں [illegible] کے یورپ کے مسیحی عزائم اور [illegible] مقاصد کو بخوبی دیکھ سکتا ہے۔

[illegible] کا اندازہ [illegible] ہیں

[illegible]

[illegible] تاریخی

[illegible] کی غیبت سے ابھر [illegible] معکوس نتیجے [illegible] کاٹ دے گی [illegible] ترک و عرب [illegible] رہی ہے۔

اے اقوام یورپ! اے درندگان قافلہ انسانیت! اے مجمع وحوش و کلاب! ظلم و عدوان تابہ کے؟ اور خونریزی تا چند؟ کب تک خدا کی سرزمین کو اپنے حیوانی غرور سے ناپاک رکھو گے؟ کب تک صداقت ظلم سے اور روشنی تاریکی سے مغلوب رہے گی؟ تبریز میں تمہارے ہاتھوں انسانوں کی گردنیں سولی پر لٹک رہی ہیں، طرابلس کی ریت پر اب تک اس بہے ہوئے خون کے دھبے باقی ہیں، جو تمہاری آنکھوں کے

سامنے تمہارے ایک پیش رونے بجا یہ مراکش میں ان لاشوں کا شمار کوئی انسان نہیں کر سکتا۔ جن میں سینکڑوں کو تمہارے گھوڑوں کے سموں کی پامالیاں اور تمہارے جنگی بوٹوں کی ٹھوکریں نصیب ہوئی ہیں۔

تلوار کی صداقت کسی عہد میں ضعیف نہیں ہوتی وہ ہاتھ نہایت مقدس ہیں جن میں صلح کا سفید جھنڈا لہرا رہا ہے۔ لیکن زندہ وہی رہ سکتا ہے جس کی مٹھی میں خونچکاں تلوار کا قبضہ ہو۔

برطانوی دستور سے جو مسلمانوں میں ایک جماعت پیدا ہو گئی ہے اور وہ ہیں جو [illegible] کے لیے دینی غیرت و حمیت [illegible] ہے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] و ساکت [illegible] [illegible] اترتے ہوئے احکام [illegible] [illegible] جن کے قلوب [illegible] رحمٰن کی جگہ اصطبل شیطان ہیں۔

[illegible] سینے میں [illegible] جیسی ہوتی ہیں [illegible] زندگی کے لیے [illegible] اپنی جانوں [illegible] نہیں سکتے، وہ اٹل ہیں۔ جو لوگ مقصد کے سفر میں [illegible] حق اور صبر کی [illegible] سے گزرتے ہیں ان کے قدم کسی موڑ پر ڈگمگاتے نہیں [illegible] کامیابی [illegible] چہرے سے [illegible] اٹھ دیتی [illegible] ہی متعین ہوتی ہے۔

میں علی گڑھ سے آ رہا تھا اور آگرہ کے حدود میں تھا۔ جمنا کو دیکھا تو یکایک رنگارنگ خیالوں میں مستغرق ہو گیا۔ ایک تصور میں ڈوب گیا۔ جمنا میں اس وقت اتنا پانی بھی نہ تھا جتنا ان پانچ سالوں میں مسلمانوں کا خون بہہ چکا ہے۔ جمنا اسی طرح بہہ رہی ہے جیسا کہ صدیوں سے بہتی آ رہی ہے لیکن سوتے خشک ہو چکے ہیں۔ ذرا دیکھو کہ اسی فضا میں ایک جبرین آواز اور اس کی زبان موجود ہے۔ اس کے پاٹ میں عبرت کے ورق

کھڑے ہوئے ہیں گو ان کی زبان نہیں لیکن فصاحت کا مجسمہ ہے۔ پھر ان عمارتوں پر نگاہ ڈالو، جو آگرہ اور اس کے نواح میں تمہاری فرمانروائی کی یادگار ہیں۔ ان کی آواز سنو تاریخ پکار رہی ہے۔ ان کے کھنڈر تمہاری گزشتہ عظمت کا ماتم کر رہے ہیں۔ ان کے چہروں کا رنگ وفورِ گریہ سے اڑ چکا ہے۔ ادھر وہ شاہجہان کا مدفن ہے کیا اس سے بڑھ کر کوئی زبان ہو سکتی ہے جو تمہارے کانوں کو مخاطب کر سکتی ہو۔ آگرہ کا چپہ چپہ تاریخ کا امانت دار اور اس کا ذرہ ذرہ عظمتِ رفتہ پر اشکبار ہے۔ اب آواز موجود نہیں، افسوس کہ تم نے اپنے کان بند کر رکھے ہیں اور دیکھتے ہو تو [illegible] ہے۔ تمہاری نیندیں معلوم ہوتا ہے جیسے قیامت تک [illegible] اور قیامت کا صور پھونکے [illegible]۔

ہر قوم کی [illegible] ہے کہ پھول کو [illegible] نہیں کہ صلح وصفائی کا ہاتھ اندر دل کی طاقت بڑھاتی ہیں

آسمان کی [illegible] بجلیاں [illegible] ایک شانہ کے بیچ بھی ایمان کو شکست نہیں دے سکتی ہیں۔ قدرت کا غضب [illegible] طاقت بخشتی ہے تو وہ بے پناہ ہو جاتا ہے۔

میری طرف نہ دیکھو اپنے گریبان کی طرف دیکھو۔ اس کے چاک [illegible] ضرورت یہ نہیں کہ بخیہ کرو، [illegible] سلامت [illegible] ابھی تک [illegible] صحرا میں دیوانگیٔ عشق کو آواز دے رہا ہے۔ اور وہ بیابان جہاں تم نے اپنے قدموں کی چاپ سے لالہ زار پیدا کیے تھے۔ تمہارے قدموں کے انتظار میں ہے۔ اب گریبان کے چاک اپنے [illegible] اور کاروانِ استقامت کا پھریرا بناؤ، منزل دوڑ کر تمہارے قدم لے گی۔

آج کرۂ ارض کی خشکی و تری حق و صداقت سے محروم ہو چکی ہے۔ اور خدا کی زمین پر اس کے مظلوم و درماندہ

بندوں کے لیے کوئی گوشۂ امن و عافیت باقی نہیں رہا۔ گویا زمین کی پچھلی تمام نامرادیاں لوٹ آئی ہیں اور تاریخ عالم کی ساری گزری ہوئی شقاوتیں ایک ایک کر کے پلٹ رہی ہیں۔ سرزمین اصحاب کہف کا جبر و طغیان، فراعنۂ مصر کا جبر و استبداد، نمارودۂ کلدان کا غرور، [illegible] اصحاب مدین [illegible] اعراض، قوم عاد کا فسق و عدوان، یہ سب کچھ ایک ظرف و زمان میں جمع ہو گیا ہے۔ (علماء سے خطاب)

دنیا میں علم و یقین صرف وحی الٰہی [illegible] قرآن پکار پکار کے کہتا ہے ظن ہے، تخمین ہے، قیاس ہے [illegible] ظلمت ہے [illegible] بالحق ہے۔

[illegible] اس کے [illegible] قدم کے نیچے [illegible] جائیں۔ [illegible] وقت کا [illegible] اس کی جنبش پر حرکت [illegible] اس کا [illegible] سے [illegible] ہو [illegible] اس کا قدم [illegible] نبوت پر [illegible] اس کے [illegible] ساری [illegible] دنیا کی ساری [illegible] اللہ عزیز [illegible]

[illegible] میری دعوت بلند [illegible] ایک ہی بات کی [illegible] تم نے ہمیشہ اعراض کیا، تم نے [illegible] ہی نہیں کیا [illegible] غفلت [illegible] کی ساری سنتیں تازہ کر دیں۔ افسوس تم میں کوئی نہیں جو میری زبان سمجھتا ہو، تم میں کوئی نہیں جو میرا شناسا ہو۔ میں [illegible] پورے ملک میں ایک بے یار و آشنا غریب الوطن ہوں۔

دنیا کے تمام تغیرات و حوادث کی طرح جماعتوں کے اعمال بھی ختم ہو جاتے یا جاری رہتے ہیں۔ بار بار پیدا نہیں ہوتے، البتہ اُتار چڑھاؤ رہتا ہے۔ ہم غلطی سے اُتار کو خاتمہ اور چڑھاؤ کو پیدائش سے تعبیر کرنے لگتے ہیں۔ کسی قومی جدوجہد کے وقفہ کو خاتمہ سمجھنا ایسی غلطی ہوگی جیسے سمندر کا اُتار دیکھ کر سمجھ لیں کہ وہ کل پھر نہیں چڑھے گا۔

جماعت یا تو دوڑتی ہے یا بیٹھ جاتی ہے [illegible] رفتار سے چلتی رہے۔ جب بھی آزمائش و ابتلاء کے موقعے پیش آتے ہیں [illegible] کے لیے اپنا خون دینا پڑتا ہے [illegible] حلوق و [illegible] کے [illegible] عشق کی راہ میں کھوتی [illegible] افسوس تو ہو سکتا ہے، ہراس نہیں۔ کیونکہ ہراس یقین و آگہی کی موت ہے۔

[illegible] میں [illegible] مگر میں [illegible] بھی شک نہیں [illegible] پوری احتیاط کے ساتھ [illegible] اس [illegible] فیصلہ [illegible] ترتیب [illegible] عزت [illegible] حالات میرے سامنے [illegible] حالت کا جائزہ لیا۔ میں اپنے مشاہدے کو جھٹلا نہیں سکتا۔ میرے لیے ممکن نہیں کہ اپنے یقین سے لڑوں یا اپنے ضمیر کی آواز کو دبا دوں۔ ہندوستان کے نو کروڑ مسلمانوں کے لیے [illegible] عمل ہو سکتی ہے جس کی میں نے ۱۹۱۲ء کے الہلال میں انھیں دعوت دی تھی۔

میں مسلمان ہوں اور فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ مسلمان ہوں۔ اسلام کی تیرہ سو برس کی شاندار روایتیں میرے ورثے میں آئی ہیں۔ میں تیار نہیں کہ اس کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی ضائع ہونے دوں۔ اسلام کی تعلیم،

اسلام کی تاریخ، اسلام کے علوم و فنون، اسلام کی تہذیب میری دولت کا سرمایہ ہے اور میرا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کروں۔ بحیثیت مسلمان ہونے کے مذہبی اور کلچرل دائرے میں اپنی ایک خاص ہستی رکھتا ہوں۔ وہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس میں کوئی مداخلت کرے۔ لیکن ان تمام احساسات کے ساتھ میں ایک اور احساس بھی رکھتا ہوں جسے میری زندگی کی حقیقتوں نے پیدا کیا ہے۔ اسلام کی روح مجھے اس سے نہیں روکتی وہ اس راہ میں میری رہنمائی کرتی ہے۔ میں فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ میں ہندوستانی ہوں۔ میں ہندوستان کی ایک ناقابلِ تقسیم متحدہ قومیت کا ایک عنصر ہوں۔ میں اس متحدہ قومیت کا ایک اہم عنصر ہوں جس کے بغیر اس کی عظمت کا ہیکل ادھورا رہ جاتا ہے۔ میں اس کی تکوین (بناوٹ) کا ایک ناگزیر عامل ہوں۔ میں اپنے اس دعوے سے کبھی دستبردار نہیں ہو سکتا۔

ہندوستان کی وسیع سرزمین سب کا استقبال کرتی رہی ہے اور اس کی فیاض گود نے سب کے لیے جگہ نکالی ہے۔ انہیں قافلوں میں ایک آخری قافلہ ہم پیروانِ اسلام کا بھی تھا۔ یہ بھی پچھلے قافلوں کے نشانِ راہ پر چلتا ہوا یہاں پہنچا اور ہمیشہ کے لیے بس گیا۔ یہ دنیا کی دو مختلف قوموں اور تہذیبوں کے دھاروں کا ملان تھا۔ یہ گنگا اور جمنا کے دھاروں کی طرح پہلے ایک دوسرے سے الگ الگ بہتے رہے لیکن پھر جیسا کہ قدرت کا اٹل قانون ہے، دونوں کو ایک سنگم میں مل جانا پڑا۔ ان دونوں کا میل تاریخ کا ایک عظیم واقعہ تھا۔ جس دن یہ واقعہ ظہور میں آیا، اسی دن سے قدرت کے مخفی ہاتھوں نے پرانے ہندوستان کی جگہ ایک نئے ہندوستان کے ڈھالنے کا کام شروع کر دیا۔ ہم اپنے ساتھ اپنا ذخیرہ لائے تھے۔ اور یہ سرزمین بھی اپنے ذخیروں سے مالامال تھی۔ ہم نے اپنی دولت اس کے حوالے کر دی اور اس نے اپنے خزانوں کے دروازے ہم پر کھول دیے۔ ہم نے اسے اسلام کے ذخیرے کی سب سے زیادہ قیمتی شے دے دی جس کی اسے سب سے زیادہ احتیاج تھی۔ ہم نے اسے جمہوریت اور انسانی مساوات کا پیغام پہنچایا۔ تاریخ کی پوری گیارہ صدیاں اس واقعہ پر گزر چکی ہیں۔

دوسری جنگِ عظیم اپنی ہولناک خون خواریوں سمیت یورپ کے میدانوں میں پھیل چکی ہے، ایک پردہ گرتا، دوسرا اٹھتا ہے۔ یقین کے ساتھ کہنا بڑا مشکل ہے۔ کل کیا ہونے والا ہے کہ کل آج کا دن اور آج کی رات گزار کر آئے گا۔ حالت یہ ہے کہ منٹوں میں صدیاں گزرتی چلی جا رہی ہیں۔ آنکھ کی ایک جھپکی میں

صورت حالات کہیں کی کہیں پہنچ جاتی ہے۔ جو کچھ ہو رہا ہے وہ ہمارے تصور و گمان سے بعید ہے۔ خدا سے علیم و خبیر ہی جانتا ہے کہ آئندہ ساعت اپنے ساتھ کیا لا رہی ہے؟ بندیاں اٹھ اٹھ کر پست ہو رہی ہیں اور پستیاں ابھر ابھر کر بلند ہو رہی ہیں۔ مسٹر چرچل انگلستان کا وزیر اعظم ہونے کے بجائے کیمبرج یا آکسفورڈ یونیورسٹی میں تاریخ کا پروفیسر ہوتا تو ہندوستان کے بارے میں اس کا فیصلہ مختلف ہوتا۔ وہ نسل انسانی کے تدبر کی تجربوں سے فائدہ اٹھاتا، ضد نہ کرتا، تجزیہ کرتا، لیکن اقتدار نے ان کے ذہن کو اس حد تک ماؤف کر دیا ہے کہ اس کا مزاج طاقت کا مزاج ہو گیا ہے اور طاقت ہمیشہ تاریخ سے بے نیاز ہو کر اپنی ذات کے فیصلوں پر بھروسہ کرتی ہے۔

ہندوستان اور پاکستان کی آزادی خون میں [illegible] فسادات [illegible] طوفان نوح کے زمانے کی [illegible] رخصت ہو گئے [illegible] سالی بستیاں [illegible] میں مارا [illegible] قتل کر دیئے گئے، بچوں کو مار دیا گیا [illegible] بربادی [illegible] دلی کا دن [illegible] قتل [illegible] مسلمانوں کی [illegible] مسلمانوں [illegible] بھی ان کی [illegible] جامع مسجد میں مسلمانوں کے ایک [illegible] خطاب کرتے ہوئے [illegible] تقریر، اس تقریر سے چند اقتباس حسب ذیل ہیں۔

"عزیزان ملت! ایک زمانہ تھا کہ اس پر یل و بنا کی بہت سی گردشیں بیت چکی ہیں میں نے تمہیں یہیں سے خطاب کیا تھا، لیکن اس وقت تمہارے چہروں پر اضمحلال کی بجائے اطمینان تھا اور تمہارے دلوں میں شک کی بجائے اعتماد تھا۔ لیکن آج تمہارے چہروں کی پریشانی اور دلوں کی ویرانی دیکھتا ہوں تو مجھے بے اختیار سالہا سال پیچھے کی بھولی بسری کہانیاں یاد آ جاتی ہیں۔ میں نے تمہیں پکارا تو تم نے میری زبان قطع کر دی، میں نے قلم اٹھایا تو تم نے میرے ہاتھ قلم کر دیئے۔ میں نے چلنا چاہا تو تم نے میرے پاؤں توڑ ڈالے۔ میں نے کروٹ لینا چاہی

تم نے میری کمر توڑ دی، تم نے غفلت و انکار کی وہ ساری سنتیں تازہ کر دیں جو روبہ انحطاط قوموں کا مقدر ہوتی ہیں۔ نتیجہ معلوم کہ آج ان تمام خطروں نے تمہیں گھیر لیا ہے جن کا خوف تمہیں صراط مستقیم سے دور لے گیا تھا۔

اب میں ایک جمود ہوں یا دور افتادہ صدا، جس نے وطن ہی میں رہ کر غریب الوطنی کی زندگی گزاری ہے۔ میرے دامن کو تمہاری دست درازیوں سے گلہ ہے۔ وہ خوف جو تمہارے دلوں کو محیط ہے تم نے خود فراہم کیا ہے۔ یاد رکھو اس قسم کے خوف قوموں کی حیات معنوی سے پیدا نہیں، موت ہوتے ہیں۔

جن سہاروں پر تمہارا بھروسہ تھا وہ تمہیں لاوارث سمجھ کر تقدیر کے حوالے کر گئے اور شاید اس لیے کہ تمہارے نزدیک فقدانِ ہمت کا نام تقدیر ہے [illegible] تمہاری خواہش کے خلاف اٹھ گئی [illegible] راہنمائی سے وہ [illegible] خود [illegible] تمہارے حواس کو مزید معطل کرنا نہیں چاہتا [illegible] مجھے [illegible] ہوتا تھا وہ ہو چکا [illegible] کے مطابق اندازہ نہیں، لیکن وقت کے سینہ میں [illegible] ہوا [illegible] کے سامنے سر انداز ہو [illegible] میں نے تمہیں ہمیشہ کہا اور آج پھر کہتا ہوں کہ تذبذب کا راستہ چھوڑ دو، شک سے ہاتھ اٹھا لو اور بدعملی ترک کر دو۔ وہ دیکھو جامع مسجد کے مینار تم سے اچک کر سوال کرتے ہیں کہ تم نے اپنی تاریخ کے صفحوں کو کہاں گم کر دیا ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ یہیں جمنا کے کنارے تمہارے قافلوں نے وضو کیا تھا اور آج تم ہو کہ تمہیں یہاں رہتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہے حالانکہ دہلی تمہارے خون کی سینچی ہوئی ہے۔

عزیزو! اپنے اندر ایک بنیادی تبدیلی پیدا کرو، جس طرح کچھ دن پہلے تمہارا جوش و خروش غلط تھا اسی طرح آج یہ خوف و ہراس بھی بے جا ہے۔ مسلمان اور بزدلی یا مسلمان اور اشتعال ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ وہ لوگ جو تمہیں چھوڑ کر چلے گئے، انہوں نے تمہیں فرار ہونے ہی کے لیے اکٹھا کیا تھا۔ اگر تمہارے دل ان کے ساتھ رخصت نہیں ہو گئے اور ابھی تک تمہارے پہلو میں ہیں تو ان کو اس خدا کی جلوہ گاہ بناؤ جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے عرب کے ایک امی کی معرفت فرمایا تھا

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔

(جو خدا پر ایمان لائے اور اس پر جم گئے تو پھر ان کے لیے نہ تو کسی کا ڈر ہے اور نہ کوئی غم)

عزیزو! تبدیلیوں کے ساتھ چلو۔ یہ نہ کہو کہ ہم اس تغیر کے لیے تیار نہ تھے۔ میں نے پینتیس برس پہلے ۱۹۱۲ء میں البلاغ میں کہا تھا کہ ہندوستان کی آزادی رک نہیں سکتی۔ برطانوی اقتدار کو رخت سفر باندھنا ہی ہوگا۔ تمہارے دماغوں میں غیر ملکی غلامی کے خاتمے سے متعلق کوئی شبہ نہ ہونا چاہیے۔ مسلمانوں نے پس و پیش [illegible] ہندوستان [illegible] ظاہر [illegible] افسوس [illegible] [illegible] راہوں میں [illegible] ہے۔

[illegible] آندھیاں آئیں تو ان سے [illegible] [illegible] ہیں اور [illegible]

یہاں کسی منڈی سے نہیں [illegible] نہیں ڈھونڈو [illegible] سے خالی تو نہیں ہو گئے [illegible] ہم کبھی جہاں پناہ تھے لیکن آج جانوروں کے ڈربوں سے پناہ مانگ رہے ہیں اور قبروں کے سینے ڈھونڈ رہے ہیں

مولانا آزاد کی تقاریر ۱۹۴۷ء - ۱۹۵۵ء کا انگریزی مجموعہ پبلیکیشنز ڈویژن گورنمنٹ آف انڈیا کا شائع کردہ ہے۔ یہ ۲۲x۳۶/۸ سائز کے ۱۰۰ صفحات میں ۵۰ تقریریں ہیں، ان تقریروں میں آزادی

کے بعد وزیر تعلیم کی حیثیت سے موصوف نے بعض تحقیقی، علمی، اور تعلیمی مسائل پر اظہار خیال کیا ہے۔ بعض عنوانات ملاحظہ ہوں۔

۱- تعلیم اور قومی تعمیر
۲- تربیت اساتذہ
۳- تعلیم اور آزادی
۴- قومی تعلیم کا منصوبہ
۵- عمرانی تعلیم
۶- مختلف زبانوں میں ہندوستانی آرٹ
۷- ہندوستانی آرٹ اور کلچر
۸- ہندوستان کی تاریخ کا مطالعہ
۹- تاریخ اور تعمیرات
۱۰- علی گڑھ اور ہندوستانی نیشنلزم
۱۱- ہندوستان اور یونیسکو
۱۲- ہندوستان اور ایشیا
۱۳- آرٹ اور تعلیم
۱۴- دنیا اور ہندوستان
۱۵- ادب اور قومیت
۱۶- یونیسکو اور بین الاقوامیت
۱۷- یونیسکو کا نصب العین
۱۸- مشرق و مغرب میں آزادی کا تصور
۱۹- عوام اور آرٹ
۲۰- رقص، ڈرامہ اور موسیقی کا رول
۲۱- فطرت اور انسان
۲۲- مشرق اور یونیسکو
۲۳- ادب اور زندگی
۲۴- نئے ارتقا کی ضرورت
۲۵- آثار قدیمہ
۲۶- جنگ آزادی کی تاریخ
۲۷- زبان کا مسئلہ
۲۸- مقصد اور وسیلہ
۲۹- مغربی تعلیم کے اثرات
۳۰- تعلیم اور مذہب

وزارت تعلیم کے باب میں ان کا ذکر آچکا ہے۔ اپنے موضوع کے لحاظ سے ہر تقریر جامع و مانع ہے۔ گو اردو کے اس سب سے بڑے خطیب کی شعلہ نوائیوں کا ان تقریروں سے اندازہ نہیں ہوتا، اور ہم ان کی زبان یا اس کے سحر اور فقروں کے جلال و جمال سے بہرہ اندوز نہیں ہوتے لیکن بہرحال ایک چیز ہر تقریر میں ابھری ہوئی نظر آتی ہے وہ ہے ان کے علم کی گہرائی اور نظر کی توانائی جس سے ان کے دماغ کی پہنائی کا اندازہ ہوتا ہے اور قارئین و سامعین ان کے خیالات کی پرواز سے متمتع ہوتے ہیں۔ ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ ایک ایک جملے میں کیا کیا نہاں ہے۔

قبولِ عام کے لیے میں نے کبھی کسی کی پیروی نہیں کی۔

افراد کی حقیقت طرزِ عمل سے آشکار ہوتی ہے۔

اسلام حقِ مساوات تسلیم کرتا ہے لیکن مقدار مساوات تسلیم نہیں کرتا۔ انسان کو زندگی کی لوازم مہیا کرنا ریاست اور معاشرے کی ذمہ داری ہے۔ جب آدمی پیدا ہو تو اس کی زندگی سوسائٹی پر فرض ہو گئی۔ یہی اسلام کے معاشرے کی اصل ہے۔

سوشلزم جس قسم کی مساوات پیش کرتا ہے وہ بالکل غیر فطری ہے۔

مسلمانوں کا اسلام کے متعدد خصائص، فضائل اور فرائض سے محروم ہونا اس لیے ہے کہ انہوں نے اسلام کے نظام کی اجتماعیت کو ترک کر کے انفرادیت اختیار کر لی۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اجتماعی عمل تھا۔ مسلمانوں نے انفرادی فعل ٹھہرا لیا جو غلط ہے۔

جملہ نزاعات کا سرچشمہ انسان کا دماغ ہے۔

مولانا کی تقریریں جن لوگوں کے حافظے میں ہیں وہ جانتے ہیں کہ وہ ہر تقریر میں کوئی اچھوتا خیال، کوئی اچھوتا جملہ، کوئی چھوتی ترکیب اور کوئی چھوتا رنگ ضرور پیدا کرتے تھے۔ جو چیز ان کی زبان کا ایک بول ہوتی وہ دوسروں کے لیے معانی کا معجزہ ہوتا۔ کئی کئی دن تک لوگ جھومتے۔ ان کی بعض تقاریر کے چند جملے راقم کے ذہن میں آج تک محفوظ ہیں۔ مثلاً جنگ کے زمانے میں لاہور کے ایک جلسہ عام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"جنگِ عظیم تنگ ہو چکی ہے۔ آخر وہ کون سی عالمی جمہوریت ہے جس کے لیے برطانیہ لڑ رہا ہے۔ ہم سیاہ کو سفید کہنے سے انکار کرتے اور استعمار کا ہاتھ بٹانے سے معذور ہیں۔ ہمارے سامنے اب ایک ہی کام ہے کہ برطانوی استبداد کے خلاف ملک میں قومی جد و جہد کا جو چراغ بھڑک رہا ہے اس کے لیے سب کچھ کرنے

سے ایندھن جمع کریں اور اس آگ کو بھڑکائیں جو اپنی غلامی کے خلاف سلگ رہی ہے۔

آخرت کا تصور ہی صحیح اخلاق پیدا کر سکتا ہے۔ فلسفہ یا سائنس دونوں انسان کی بے چینی کا سدِ باب کرنے سے قاصر ہیں۔ صرف مذہب ہی ایک ایسی طاقت ہے جو انسانیت کی دکھتی ہوئی پیٹھ کو سہارا دے سکتی ہے۔

میری صحت گرتی ہوئی دیوار ہے۔ میں نے اتنی دماغی بد پرہیزیاں کی ہیں کہ تندرستی کا تصور ہی عنقا ہو گیا ہے۔ میں زمانے سے مجبوراً رستے کا عادی نہیں۔ میری منزل اس سے بہت دور واقع ہوئی ہے پر معاملہ صائب کے الفاظ میں اس قدر ہے سے۔

طبعے بہم رساں کہ بسازی بعالمے
یا ہمتے کہ از سر عالم تواں گزشت

قومی بیداری عقل سے نہیں عشق سے پیدا ہوتی ہے۔ جس عشق سے میں ولولہ کا تذبذب پیدا ہو وہ کسی معرکے میں کامیاب نہیں ہوتی۔ اس کا ہر قدم شکست کی طرف جاتا ہے۔

جس قوم کی ذہنی فضا نفرت کی آب و ہوا سے تیار ہو گی اس میں ایک متمدن قوم کی آب و تاب کا پیدا ہونا ناممکن ہے۔

عدالت کے کٹہرے میں

سلطان جابر کے سامنے کلمۂ حق کہنا بہترین عبادت ہے جس سے مسلمانوں کی پوری تاریخ بھری پڑی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں میں گزشتہ تین صدی کی تاریخ کے اس دور سے پہلے اور بعد کسی دوسری قوم میں نصیب ہوئی ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد تقریباً ۱۹۰۰ء تک جن علماء کو تختہ دار پر کھینچا گیا ان میں صادق مستقل بھی شہرت رکھتے تھے۔ عدالتوں نے ان کی سزائے موت کو حق شہید قید میں تبدیل کیا وہ لوگ جو صداقت کو اپنی جان سے عزیز رکھتے تھے اور موت کی سزا اس دن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جزائر انڈمان کے مقامات اور مصر کی تاریخ میں ایسی ہی جرأت کی ایک ایسی پوری تاریخ ہے کہ دنیا میں اس قسم کے انسان شاذ ہی جنتی ہے۔

تحریک خلافت (۱۹۲۰ء) نے سیاسی مقدمات کا رخ پھیر دیا۔ قومی آزادی کی جدوجہد کا پانسہ پلٹا اور ایک جماعتی تحریک عدم تعاون   کے روپ میں شروع ہی سے جرأت و مردانگی کی ایک نئی تاریخ ابھری۔ آئرلینڈ، فرانس اور بعض دوسرے یورپی ملک سچائی کی ان مرحلوں سے گزر چکے تھے۔ ان کے بعض سپوتوں نے استبداد کو اس کے خنجر تلے للکارا۔ اور سچائی کا برملا اعلان کیا۔ ان ملکوں کی عدالتوں نے انہیں کڑی سے کڑی سزائیں دیں اور وہ قید و بند کی ان سنگینیوں پر آمنّا و صدقنا کہتے رہے۔

ہندوستان برطانوی سلطنت کی مفتوحہ ریاست ہو گیا تو یہاں بھی عدالتی تاریخ کی سچائیاں اسی طرح پر آگئیں کہ زیادہ سے زیادہ جو سزا دی جا سکتی ہے بلا تامل دے دو میں یقین دلاتا ہوں کہ سزا کا حکم سنتے ہوئے جس قدر جنبش تمہارے دل میں پیدا ہوگی اس کا عشر عشیر اضطراب بھی سزا سن کر میرے دل کو نہ ہوگا۔

(یرولو)

مولانا ظفر علی خانؒ، مولانا محمد علی جوہرؒ اور مولانا ابو الکلام آزادؒ مسلمانوں کی تازہ وار دلیڈر شپ کے سرخیل تھے۔ ان تینوں نے ایک نئی انقلابی صحافت کا آغاز کیا تو سارے ملک کے سیاسی روزمرہ پر چھا گئے۔ یہ بات پہلے کہی جا چکی ہے کہ پہلے زمیندار تھا، پھر کامریڈ اس کے بعد الہلال۔ اب تحریک لاتعاون شروع ہوئی تو پہلے مولانا ظفر علی خانؒ پکڑے گئے۔ پھر مولانا محمد علیؒ، پھر مولانا ابو الکلام آزادؒ۔

مولانا ظفر علی خان ۲۵ ستمبر ۱۹۲۰ء کو پکڑے گئے اور ۲۰ ستمبر ۱۹۲۰ء کو حضرو (پنجاب) میں ان کے مقدمے کی سماعت زیر دفعہ ۱۲۴ الف اور ۱۵۳ الف شروع ہوئی۔ استغاثہ نے چودہ گواہوں کا نام پیش کیا جن میں سے دو ہندو اور بارہ مسلمان تھے۔ ہندوؤں نے مولانا کے خلاف شہادت دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہؒ کا نام گرامی بھی استغاثہ کے گواہوں میں رکھ دیا۔ لیکن حضرت نے انکار فرمایا۔ باقی بارہ مسلمانوں نے ذات کے شہادت دی۔ مولانا کا اعلانیہ بیان کلمہ حق کی متابعت میں استعماری سیاست کے مریڈ کچھ اپر تبصرہ تھا۔ مسٹر ابین پال سپیشل مجسٹریٹ نے مولانا کو مجرم گردانتے ہوئے ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو ۱۲۴ الف میں پانچ سال اور ۱۵۳ الف میں دو سال قید کا حکم سنایا۔ بعد دونوں سزائیں ایک ساتھ کر دیں۔ مولانا محمد علی کا مقدمہ ۲۶ نومبر ۱۹۲۱ء کو شروع ہوا۔ انہیں ان کے بھائی مولانا شوکت علیؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا نثار احمدؒ، پیر غلام مجددؒ، ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور سوامی شنکر آچاریہ کے ساتھ گرفتار کیا گیا اور ان سب کا مقدمہ سیشن جج کراچی نے سماعت کیا۔

مولانا محمد علی نے عدالت کو مخاطب کرتے ہوئے ایک طویل بیان دیا اور کہا یہ ہندوستانی، ایک انسان اور ایک مسلمان کی حیثیت میں برطانوی حکومت کا ساتھ دینا ہندوستان کی غلامی پر رضامند ہونا، ضمیر کی موت اور ایمان کی جانکنی ہے۔

مولانا حسین احمد مدنیؒ نے بیان دیتے ہوئے کہا

"ہم برطانیہ کی رعایا کے طور پر زندہ رہنے کے لیے تیار نہیں بلکہ مسلمان کی حیثیت سے زندہ رہنا چاہتے ہیں۔"

مولانا شوکت علیؒ نے عدالت سے کہا۔

"اگر حکومت مسئلہ خلافت کے متعلق ہمیں مطمئن نہ کر سکی، پنجاب (جلیانوالہ باغ) کے بارے میں انصاف سے کام نہ لے گی اور کامل سوراج نہ دے گی تو میرا فرض ہے کہ بحیثیت

ہندوستانی مسلمان کے اس حکومت کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی پوری کوشش کروں۔"

پیر غلام مجدد نے اپنے بیان میں کہا کہ:

"میں نہ جیل سے ڈرتا ہوں نہ پھانسی سے۔ میں احکام قرآن کی متابعت میں ہر صعوبت برداشت کرنے کو تیار ہوں۔ خواہ اس کی شکل کچھ ہی ہو۔"

مولانا نثار احمد نے عدالت سے کہا:

ہمارے سینہ قرآن و حدیث کے سوا کوئی چیز حجت نہیں ورنہ ہم [illegible] کے مقابلے میں کسی دوسرے قانون کی وفاداری و اطاعت سے ہٹتے ہیں۔

سوامی شنکر آچاریہ نے کہا:

"میں نے قرآن [illegible] جو کچھ میرے دوست [illegible] ہیں مجھے ان سے کامل اتفاق ہے۔

ڈاکٹر سیف الدین کچلو نے عدالت [illegible] بیان دیتے ہوئے کہا:

"مولانا محمد علی [illegible] میری قوم اور میرے مذہب کا حکم ہے [illegible] فرض ہے۔

اور میں نے [illegible] ہے کہ [illegible] سے کامل اتفاق ہے۔

مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی [illegible] ان کے دوسرے ساتھیوں کو کچھ ہی مدت کے لیے قید کیا لیکن سوامی شنکر آچاریہ بری کر دیئے گئے۔ سیشن جج کے ساتھ جن اسیسروں کا تقرر ہوا تھا ان کے سربراہ مسٹر [illegible] نے جیوری کی طرف سے [illegible] کہ میں مجرموں کو بے قصور ہیں وہ ان پر کوئی الزام ثابت نہیں ہوتا۔ البتہ [illegible] کی رائے تھی سوامی شنکر آچاریہ کے سوا باقی ملزم صرف دفعہ ۵۰۵ اور ۱۰۹ میں قصوروار ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد ۱۰ دسمبر ۱۹۲۱ء کی صبح زیر دفعہ ۱۲۴ الف گرفتار کیے گئے، چیف پریذیڈنسی مجسٹریٹ کی عدالت میں ۳۱ دسمبر کو سماعت شروع ہوئی۔ ۲۴ جنوری کو مولانا نے اپنا بیان داخل کیا اور آئندہ پیشی ۹ فروری ۱۹۲۲ء کے [illegible] عدالت نے ایک سال قید با مشقت کا حکم سنایا، مولانا نے سزا سن کر کہا "یہ اس سے بہت کم ہے جس کا میں متوقع تھا۔"

مہاتما گاندھی مشترکہ ہندوستان کے قائد تھے۔ انہوں نے اس بیان پر کہا۔

"مولانا آزاد کا عدالتی بیان، ایک عظیم بیان ہے اس میں بہت بڑی ادبی خوبصورتی ہے وہ نہایت وسیع اور روشنی کے ساتھ پُرجوش بھی ہے غایت درجہ وجدان ہے اس کا لہجہ غیر متزلزل اور غیر مفاہمانہ ہے۔ لیکن سنجیدہ اور متین بھی ہے۔ پورا بیان گرانقدر ہی نہیں بہترین سیاسی تعلیم ہے اور محض عدالتی بیان ہی نہیں۔ قوم و ملک سے خطاب ہے۔" (ملخص)

پورا متن حسب ذیل ہے [illegible] ہے کہ اس سے پتہ [illegible] اور اس کے بعد بڑے سے بڑا سیاسی معرکہ ہوتا رہا لیکن کسی عدالت میں اتنا عظیم اور خوبصورت بیان [illegible] سب سے [illegible] دخل [illegible]

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

بیان میرا ارادہ نہ تھا کہ کوئی تحریری یا زبانی بیان یہاں پیش کروں۔ یہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں ہمارے لیے نہ تو کوئی امید ہے، نہ طلب ہے، نہ شکایت ہے۔ یہ ایک موڑ ہے جس سے گزرے بغیر ہم منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس لیے تھوڑی دیر کے لیے ناچاری [illegible] یہاں دم لینا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ [illegible] جب [illegible] جائے، یہی وجہ ہے کہ گذشتہ دو سال کے اندر میں نے ہمیشہ اس کی کوشش کی [illegible] کسی [illegible] عدالت [illegible] میں [illegible] کمیٹی، منزل، عدالت کمیٹی [illegible] جا سکتا [illegible] سبب کی واقفیت سے ہے تحریری بیان [illegible] موقع [illegible] ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو شخص اس لیے بیان دیتا [illegible] نہیں، اگرچہ اس کا مقصد [illegible] کی واقفیت ہو، تاہم وہ اشتباہ سے محفوظ نہیں ہے، ہو سکتا ہے [illegible] ایک ہلکی سی خواہش اور ساعت حق کی ایک کمزوری تو اس کے اندر کام کر رہی ہو۔ میری خاندانی روایتوں کی راہ بالکل قطعی اور یکسر ہے۔ وہ اس بارے میں شمہ بھی گوارا نہیں کر سکتی۔

کامل مایوسی، اس لیے کامل تبدیلی کا عزم

نان کوآپریشن موجودہ حالت سے کامل مایوسی کا نتیجہ ہے۔ اور اسی مایوسی سے کامل تبدیلی کا عزم پیدا ہوا ہے۔ ایک شخص جب گورنمنٹ سے نان کوآپریشن کرتا ہے تو گویا اعلان کرتا ہے کہ وہ گورنمنٹ کے انصاف اور حق پسندی سے مایوس ہو چکا وہ اس کی غیر منصف طاقت کے جواز سے منکر ہے اور

اس لیے تبدیلی کا خواہش مند ہے۔ پس جس چیز سے وہ اس درجہ مایوس ہو چکا کہ تبدیلی کے سوا کوئی چارہ نہیں دیکھتا۔ اس سے کیونکر امید کر سکتا ہے کہ ایک منصف اور قابل اعتماد ثالث کی طرح اس کے ساتھ انصاف کرے گی؟ اس اصول حقیقت سے اگر قطع نظر کر لیا جائے۔ جب موجودہ حالت میں برات کی امید رکھنا ایک بے سود زحمت سے زیادہ نہیں ہے۔ گویا اپنی معلومات سے اظہار ہوگا۔ گورنمنٹ نے [illegible] عدالتوں سے انصاف کی کوئی امید نہیں [illegible] جس کے ساتھ [illegible] گورنمنٹ [illegible] نہیں ہے۔

عدالت گاہ، ناانصافی کا قدیم ترین ذریعہ ہے

[illegible]

[illegible] عدالت کا [illegible] انصاف اور ناانصافی [illegible] کے ہاتھ میں وہ ظلم و وحشی کا سب سے بہتر ذریعہ [illegible] ہے اس سے بڑھ کر انتقام اور ناانصافی کا کوئی آلہ بھی نہیں [illegible] سب سے بڑی ناانصافیاں [illegible] کے بعد عدالت کے ایوانوں ہی میں ہوئی ہیں۔ دنیا کے [illegible] کے محققین اور ملتفتین [illegible] اور حق پسند [illegible] سے عہد قدیم کی بہت سی باتیں مٹ گئی ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ اب دنیا میں دوسری صدی عیسوی کا خوفناک رومی عدالتیں اور [illegible] متوسط [illegible] پر اسرار انکویزیشن موجود نہیں رکھتی [illegible] میں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں کہ جو جذبات ان عدالتوں میں کام کرتے تھے۔ ان سے بھی ہمارے زمانے کو نجات مل گئی ہے۔ وہ عمارتیں ضرور گرا دی گئی ہیں۔ جن کے اندر خوفناک اسرار بند تھے۔ لیکن ان دلوں کو کون بدل سکتا ہے جو انسانی خود غرضی اور ناانصافی کے خوفناک رازوں کا دفینہ ہیں؟

ایک عجیب مگر عظیم الشان جگہ

عدالت کی ناانصافیوں کی فہرست بڑی ہی طویل ہے۔ تاریخ آج تک اس کے ماتم سے فارغ نہ ہو سکی۔ ہم اس میں حضرت مسیح جیسے پاک انسان کو دیکھتے ہیں جو اپنے عہد کی اجنبی عدالت کے سامنے چوروں کے ساتھ کھڑے کیے گئے، ہمیں اس میں سقراط نظر آتا ہے۔ جس کو صرف اس لیے زہر کا پیالہ پینا پڑا کہ وہ اپنے ملک کا سب سے زیادہ سچا انسان تھا۔ ہم کو اس میں فلورنس کے فداکار حقیقت گلیلیو کا نام ملتا ہے، جو اپنی معلومات و مشاہدات کو اس لیے جھٹلا نہ سکا، کہ وقت کی عدالت کے نزدیک ان کا اظہار جرم تھا۔ میں نے حضرت مسیح کو انسان کہا کیونکہ میرے اعتقاد میں وہ ایک مقدس انسان تھے، جو نیکی اور محبت کا آسمانی پیام لے کر آئے تھے، لیکن کروڑوں انسانوں کے اعتقاد میں تو وہ اس سے بھی بڑھ کر ہیں۔ [illegible] یہ عجیب مگر عظیم الشان جگہ ہے جہاں سب سے اچھے اور سب سے بُرے دونوں طرح کے آدمی کھڑے کیے جاتے ہیں، اتنی بڑی ہستی کے لیے بھی یہ ناموزوں جگہ نہیں۔ [illegible] کی اس جگہ کھڑے ہونے کی عزت ان بزرگوں کے بعد آج مجھ کو ملی ہے تو بے اختیار میرا دل خدا کی حمد و شکر میں ڈوب جاتا ہے [illegible] کیا عالم ہوتا ہے؟ میں مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا ہوں [illegible] کی جو خوشی اور راحت [illegible] نصیب ہے [illegible] کاش فانی و نفس پرست انسان [illegible] ایک جھلک بھی دیکھ پاتے۔ اگر ایسا ہوتا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ لوگ اس جگہ کے لیے دعائیں مانگتے۔

میں بیان کیوں دیتا ہوں؟

بہرحال میرا ارادہ نہ تھا کہ میں بیان دوں۔ لیکن ۹ جنوری کو جب میرا مقدمہ پیش ہوا تو میں نے دیکھا، گورنمنٹ مجھے سزا دلانے کے لیے نہایت عاجز اور پریشان ہو رہی ہے۔ حالانکہ میں ایسا شخص ہوں جس کو اس کی خواہش اور خیال کے مطابق سب سے پہلے اور سب سے زیادہ سزا ملنی چاہیئے۔ پہلے میرے خلاف دفعہ ۱۲۱ الف ضابطہ فوجداری کا دعویٰ کیا گیا تھا۔ لیکن جب اس کا ویسا ثبوت بھی بہم نہ ہو سکا جیسا آج کل اثبات جرم کے لیے کافی تصور کیا جاتا ہے تو مجبوراً وہ دفعہ واپس لے لی گئی۔ اب ۱۲۴ الف کا مقدمہ چلایا گیا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے یہ بھی مقصد براری کے لیے کافی نہیں کیونکہ جو تقریریں ثبوت میں پیش

کی گئی ہیں وہ ان بہت سی باتوں سے بالکل خالی ہیں جو اپنی بے شمار تقریروں اور تحریروں میں ہمیشہ کہتا رہا ہوں اور جو شاید گورنمنٹ کے لیے زیادہ کارآمد ہوتیں۔ یہ دیکھ کر میری رائے بدل گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ جو سبب بیان نہ دینے کا تھا وہی اب متقاضی ہے کہ خاموش نہ رہوں اور جس بات کو گورنمنٹ باوجود جاننے کے دکھلا نہیں سکی۔ اسے خود کامل اقرار کے ساتھ اپنے قلم سے لکھ دوں۔ میں جانتا ہوں کہ قانون عدالت کی رو سے یہ میرے فرائض میں داخل نہیں ہے۔ میری جانب سے پراسیکیوشن کے لیے یہی بہت بڑی مدد ہے کہ میں نے ڈیفنس نہیں کیا۔ میں حقیقت کا قانون ساز ہی تو عدالت کی قید جو رسوم کا پابند نہیں ہے۔ یقیناً یہ سچائی کے خلاف ہوگا، ایک بات محض اس لیے پوشیدہ رہنے دی جائے کہ حکومت اپنی عاجزی کی وجہ سے ثابت نہ کر سکا۔

اقرار جرم

ہندوستان کی موجودہ بیوروکریسی ٹھیک ویسا ہی حاکمانہ اقتدار ہے جیسا کہ اقتدار ملک [illegible] قومی [illegible] کی وجہ سے ہمیشہ [illegible] قدرتی طور پر یہ اقتدار قومی بیداری [illegible] جدوجہد کو مجرم [illegible] ہے نیز اس کا لازمی نتیجہ [illegible] اور کوئی وجود [illegible] پسند نہیں کرسکتا۔ گو وہ اپنے اندر کتنی ہی [illegible] ہو [illegible] کی ایک جبلت ہوتی ہے جس میں ہر وجود [illegible] اپنے فوائد کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ قومی بیداری [illegible] حاصل کرے، تو لعنت [illegible] کہ اپنی [illegible] جا سکتا ہے کہ پہلے [illegible] الذکر بھی قابل ملامت نہیں [illegible] ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کا وجود انصاف کے خلاف واقع ہوا ہے، مگر طبیعت کی مقتضیات سے تو انکار نہیں کر سکتے۔ یہ دنیا میں نیکی کی طرح بدی بھی زندہ رہنا چاہتی ہے۔ وہ خود کتنی ہی قابل ملامت ہو لیکن زندگی کی خواہش قابل ملامت نہیں ہے۔ ہندوستان میں بھی یہ مقابلہ شروع ہو گیا ہے۔ اس لیے یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے اگر بیوروکریسی کے نزدیک آزادی اور حق طلبی کی جدوجہد جرم ہو، اور وہ ان لوگوں کو سخت سزاؤں کا مستحق خیال کرے جو انصاف کے نام سے اس کی غیر منصفانہ ہستی کے خلاف جنگ کر رہے ہیں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نہ صرف اس کا مجرم ہوں، بلکہ ان لوگوں میں ہوں جنہوں نے اس جرم کی اپنی قوم کے دلوں میں تخم ریزی کی ہے، اور اس کی آبیاری کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کر دی ہے۔ میں مسلمانان ہند

میں پہلا شخص ہوں جس نے ۱۹۰۶ء میں اپنی قوم کو اس جرم کی عام دعوت دی اور تین سال کے اندر اس غلامانہ روش سے ان کا رُخ پھیر دیا جس میں گورنمنٹ کے پُرپیچ فریب نے مبتلا کر رکھا تھا۔ بس اگر گورنمنٹ مجھے اپنے خیال میں مجرم سمجھتی ہے اور اس لیے سزا دلانا چاہتی ہے تو میں پوری صداقت دلی کے ساتھ تسلیم کرتا ہوں کہ یہ کوئی خلاف توقع بات نہیں ہے جس کے لیے مجھے شکایت ہو۔ میں جانتا ہوں کہ گورنمنٹ فرشتے کی طرح معصوم ہونے کا دعویٰ رکھتی ہے۔ کیونکہ اس نے خطاؤں کے اقرار سے ہمیشہ انکار کیا۔ لیکن مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اس نے [illegible] کا بھی دعویٰ نہیں کیا۔ [illegible] امید کروں کہ وہ اپنے مخالفوں کو پیار کرے گی وہ تو وہی کرے گی جو کر رہی ہے اور جو ہمیشہ [illegible] آزادی کے مقابلے میں کرتی رہی ہیں۔ یہ ایک تاریخی معاملہ ہے جس میں دونوں فریق کے لیے [illegible] کا کوئی موقع نہیں۔ دونوں کو اپنا اپنا کام کیے جانا چاہیے۔

گورنمنٹ بنگال اور میری گرفتاری

میں یہ بھی [illegible] معاملہ جو پہلے ہو چکا گورنمنٹ [illegible] اندیشات تھی۔ وہ کسی خاص معین الزام کی بنا پر نہیں بلکہ موجودہ تحریک [illegible] کی وجہ سے مجھے [illegible] تھی اور جیسا کہ [illegible] گرفتاری کے لیے کوئی جدید وجہ پیدا نہیں ہوئی [illegible] میں عام طور پر [illegible] تھا کہ [illegible] مجھے زیادہ مہلت دی گئی۔ مگر اب زیادہ عرصے تک خاموش نہیں رہ سکے گا۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ گورنمنٹ بنگال کے سامنے اس وقت میرا معاملہ تھا [illegible] دفعہ ۱۲۴ الف کا مقدمہ چلایا [illegible] تھی [illegible] جو تقریریں پیش کی گئی ہیں وہ مختلف سال پہلے [illegible] ہیں اور گورنمنٹ نے مقدمہ کی اجازت ۲۲ دسمبر کو دی ہے۔ یعنی میری گرفتاری سے ۱۲ دن بعد [illegible] تقریریں [illegible] تھیں مجھے چھ ماہ تک گرفتار نہیں کیا گیا۔ اور جب گرفتار کیا بھی تو گرفتاری کے بارہ دن بعد [illegible] دو دفعات سے عدالت [illegible] ہے کہ صورت حال کیا ہے۔ خصوصاً جب یہ [illegible] واقعہ بھی بڑھا دیا جائے کہ [illegible] میں جو دفعہ [illegible] کی تھی وہ ۱۲۴ الف نہ تھی [illegible] الف ضابطہ فوجداری تھی۔ پچیس دن کے بعد مجھ سے کہا جاتا ہے کہ وہ واپس لے لی گئی ہے۔

گرفتاری کا اصلی باعث

حقیقت یہ ہے کہ میری گرفتاری میں اس دفعہ کو کوئی دخل نہیں۔ یہ قطعی ہے کہ مجھے انہی حالات کے سلسلے میں گرفتار کیا گیا جو ۱۷ نومبر کے بعد

رونما ہونے ہیں۔ گر میں پہلی دسمبر کو کلکتے نہ آتا یا ۱۰ دسمبر سے پہلے باہر چلا جاتا جس کی جلسہ جمعیۃ العلمائے بدایوں کی وجہ سے توقع تھی۔ تو گورنمنٹ بنگال مجھ سے کوئی تعرض نہ کرتی۔ ۱۲ نومبر کے بعد دنیا کی تمام چیزوں میں سے جو چاہی جا سکتی ہیں وہ یہ چاہتی تھی کہ ۲۴ نومبر کو جب پرنس کلکتہ پہنچیں تو ہڑتال نہ ہو اور جو جابرانہ بے وقوفی ترمیم ضابطہ فوجداری ۱۹۰۸ء کے نفاذ میں ہو گئی ہے۔ وہ ایک دن کے لیے ہی قبول کر لی جائے وہ خیال کرتی تھی کہ میری اور مسٹر سی۔ آر۔ داس کی موجودگی اس میں حارج ہے۔ اس لیے کچھ عرصے سے تذبذب [illegible] خوردبرد کے بعد [illegible] گرفتاری [illegible] وارنٹ سے ہوئی تھی لیکن جب دوسرے دن ضابطہ کی خانہ پری کرنے کے لیے مجسٹریٹ جیل میں بھیجا گیا تو مسٹر داس کی طرح میری گرفتاری کے لیے بھی [illegible] بہت کم کلکتے میں رہا ہوں [illegible] خدمت کی [illegible] میں صرف ہوا۔ یا ملک کے پیہم دوروں میں۔ اگر ایسا ہوا [illegible] خدمت ملی سے کام کی [illegible] کلکتے سے روانہ ہوا تا کہ جمعیۃ العلمائے [illegible] کی شورش کا حال معلوم ہوا اور [illegible] جنوری تک [illegible] دسمبر کو جمعیۃ علماء بنگالہ کا اسپیشل اجلاس [illegible] تمام وقت [illegible] میں صرف [illegible] کے [illegible] کیونکہ [illegible] بمبئی میں تھی اور میرے [illegible] سے مشورہ [illegible] ان کی بھی یہی [illegible] مجھے [illegible] زیادہ خیال مجھے اس بات کا تھا کہ کہیں [illegible] تشدد لوگوں کو بے قابو کر دے اور کوئی بات صبر و ضبط کے خلاف [illegible] خصوصاً جب [illegible] کے قیام کی [illegible] اس بارے میں مجھے کوئی غلطی نہیں ہو سکتی تھی [illegible] اسلحہ بندی کن شریفانہ اور پرامن اغراض کے لیے وجود میں آئی ہے؟ میں پہلی دسمبر کو کلکتے پہنچا [illegible] ظلم اور برداشت دونوں کے انتہائی مناظر اپنے سامنے پائے۔ میں نے دیکھا کہ ۱۷ نومبر کی یادگار ہڑتال سے بے بس ہو کر گورنمنٹ اس آدمی کی طرح ہو گئی ہے جو جوش اور غصے میں آپے سے باہر ہو جاتے اور غیظ و غضب کی کوئی حرکت بھی اس سے بعید نہ ہو۔ ۱۹۰۸ء کے کریمنل لا امینڈمنٹ ایکٹ کے ماتحت قومی

رضاکاروں کی تمام جماعتیں بحکم خلاف قانون "ان لا فل" قرار دے دی گئی ہیں۔ پبلک اجتماعات یک قلم روک دیے ہیں۔ قانون صرف پولیس کی مرضی کا نام ہے وہ "ان لا فل جماعت" کی تفتیش، اور شبہ میں جو چاہے کر سکتی ہے حتی کہ راہ چلتوں کی جان و آبرو بھی محفوظ نہیں۔ گورنمنٹ نے پہلے ۸ نومبر کے کمیونک میں صرف سابق و موجودہ رضاکار جماعتوں کا ذکر کیا تھا۔ لیکن ۲۲ کو دوسرا کمیونک جاری کر کے تمام آئندہ جماعتیں بھی خلاف قانون قرار دے دیں۔ اور پولیس نے بلا امتیاز ہر شخص کو جو اس کے سامنے گیا گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ کوئی بات بھی جس سے ۱۷ کی ہڑتال رکنے کا امکان ہو، پولیس سے بھی زیادہ شریف قوم، ہوم گارڈ کے لیے ناجائز نہیں۔ ہوم گارڈ یا قومی رضاکاروں کا جواب ہے۔ وہ بالکل ننگے سونٹے پر بھی جبر و تشدد سے ہڑتال روک دیتے سکتے [illegible] ہڑتال روک دیں گے۔ اس کے مقابلے میں لوگوں سے بھی [illegible] رہا ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] شش گئے۔ [illegible] میں پورے طور سے فرض کی۔ [illegible] بے نقاب دیکھیں۔ ایک یہ کہ حکومت کی تمام طاقت [illegible] نہیں ہو گا۔ دوسری یہ کہ [illegible] موجودہ حالت نے بتا دیا کہ ہماری آزادی کی مبادیات تک محفوظ نہیں ہیں [illegible] سیاسی حقوق ہیں۔ ان کی پامالی [illegible] سکتی ہے۔ لیکن یہ پامالی بلا کسی جنگ کے اختیار ہو رہی ہے [illegible] اس وقت تک کلکتے ہی میں رہوں کا جب تک [illegible] گورنمنٹ اپنا کمیونک واپس لے لے یا مجھے گرفتار کرے۔ گورنمنٹ نے [illegible] مجھے [illegible] پورے اطمینان اور مسرت کے ساتھ جیل کی طرف روانہ ہو گیا کیونکہ میں اپنے پیچھے ایک [illegible] چھوڑ رہا تھا۔ میرا دل خوشی سے معمور ہے کہ کلکتہ اور بنگال نے میری توقعات پوری کر دیں۔ وہ پہلے جس قدر پیچھے تھا آج سب سے آگے ہے میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس کامیابی کے لیے گورنمنٹ کی امداد کا ہمیں پوری طرح اعتراف کرنا چاہیے۔ گر وہ ۱۷ کے بعد یہ طرز عمل اختیار نہ کرتی تو فی الواقع ہمارے لیے آئندہ کاموں کے ترتیب میں چند در چند مشکلات تھیں۔ ہم ۲۲ کو بمبئی میں انہی مشکلات پر غور کر رہے تھے۔

دو حقیقتیں

حقیقت یہ ہے کہ ان گزشتہ ایام نے بیک وقت دو حقیقتیں صفحاتِ تاریخ کے لیے مہیا کر دیں۔ اگر ایک طرف گورنمنٹ کے چہرے سے ادعا و نمائش کے تمام نقاب دُور ہو گئے تو دوسری طرف ملکی طاقت بھی ایک سخت آزمائش میں پڑ کر پوری طرح نمایاں ہو گئی۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ اگر گورنمنٹ ہر طرح کے جبر و تشدد میں بالکل بے حجاب اور بے لگام ہے تو ملک میں بھی صبر و برداشت کی طاقت روز افزوں نشو و نما پا رہی ہے۔ ہمیشہ انکار کیا گیا ہے آج بھی اس کا موقع حاصل ہے کہ انکار کر دیا جائے۔ لیکن کل تاریخ کے لیے [illegible] ہندوستان ہو گی۔ مستقبل کی رہنمائی کرے گی [illegible] مدافعت [illegible] طاقت کے [illegible] کو سلطنت [illegible] ہے اور یہ کیسے [illegible] میں نہیں جاتا کہ ان دونوں قوتوں میں سے کس [illegible] مقابلے میں صبر و عفو کی تعلیم [illegible] کے نام سے [illegible] تھا۔

گورنمنٹ کا فیصلہ اور شکست

اگر [illegible] نہیں [illegible] اندیشہ [illegible] گورنمنٹ نے خیال کیا کہ وہ جبر و تشدد سے [illegible] خلافت [illegible] ۲۳ کی ہڑتال رک جائے [illegible] اس نے والنٹیر کور کو خلاف قانون قرار دے [illegible] تمام کارکن گرفتار [illegible] والنٹیرز کی ممانعت [illegible] کارکنوں کی گرفتاری کے بعد مدافعت [illegible] خود بخود ہڑتال رک جائے گی۔ لیکن بہت جلد گورنمنٹ کو معلوم ہو گیا [illegible] جب قومی بیداری کے مقابلے میں [illegible] ہو تو وہ کوئی مہلک چیز نہیں ہوتی۔ نہ تو ہڑتال رک سکی نہ خلافت اور کانگرس کمیٹیاں معطل ہوئیں اور [illegible] والنٹیرز کا کام ایک دن کے لیے بھی بند ہوا۔ بلکہ ہماری غیر موجودگی میں [illegible] زیادہ [illegible] اور [illegible] مستحکم ہو گئیں۔ میں نے ۱۰ دسمبر کو جو پیغام ملک کے نام لکھا تھا اس میں گورنمنٹ بنگال کے لیے بھی یہ پیغام تھا کہ میری اور مسٹر سی۔ آر۔ داس کی گرفتاری کے بعد کام زیادہ طاقت اور مستعدی کے ساتھ جاری رہے گا۔ اور ۲۲ کو ہڑتال اس سے زیادہ مکمل ہوگی جس قدر ہماری موجودگی میں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ گورنمنٹ خود اپنے پسند کیے ہوئے میدان میں ہار گئی۔ اب وہ اپنی شرمندگی چھپانے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے اور جن لوگوں کو گرفتار کر چکی ہے انہیں کسی نہ

کسی طرح منہ زور دکھانا چاہتی ہے۔ لیکن ہر ایک شکست اس لیے تسلیم ہیں جن کی وجہ بہت زیادہ تجھلا سکتے ہیں۔

دفعہ ۱۲۴ الف

یہ فیصلہ میری گرفتاری سے پہلے طور پر ابھی وقت کا نتیجہ ہے اور اسی لیے دو ہفتے تک میرے خلاف دفعہ ۱۲۴ الف ضابطہ فوجداری کا دعویٰ قائم رہا ہیں جب اس بارے میں کوئی مواد نہ ملا تو میرے پریس اور مکان کی تلاشی لی گئی۔ تاکہ میری کوئی تحریر حاصل کر کے اسے مقدمہ قرار دی جائے۔ جب وہاں سے کچھ [illegible] [illegible] مجبوراً [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

اجتماع عیدان

[illegible] گورنمنٹ کی منافقانہ روش کی وجہ سے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہوا ہے۔ ابھی چند مہینے ہوئے میں کراچی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] سے ڈیفنس نہیں کیا جائے گا اور سخت سے سخت [illegible] [illegible] میں بھی [illegible] شکست کا کوئی کھٹکا نہیں ہے۔

نئی قانونی تشریحات

گورنمنٹ نے اس آئین سے پہلی بار کام لینا شروع کیا ہے [illegible] نہیں کی ہے۔ نان کوآپریشن کے مقدمات آج کل جس طرح چلائے جا رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ لا اینڈ آرڈر کے معنی موجودہ اصطلاحات میں بدل گئے ہیں۔ لا اینڈ آرڈر کی طرح اب دعویٰ، ثبوت، شہادت، تشخیص، ڈیفینس وغیرہ تمام عدالتی اصطلاحات کے معانی میں بھی انقلاب ہو گیا ہے۔ گویا نان کوآپریٹرز کو جلد سزا دے دینے کے لیے ہر طرح کی

لیے قاعدگی اور قانون شکنی جائز ہے۔ حتیٰ کہ اس بات کی بھی تحقیق ضروری نہیں کہ جس انسان کے ملزم ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے، مہرے کا مدعا وہی ذات ہے بھی یا نہیں۔ ابھی ابھی ہستے جموں جنان کی عدالت سے ایک شخص حبیب الرحمٰن ہاشمی کو اس پر زور قانون اور منطقی ثبوت پر چھ ماہ کی سزا دے دی گئی ہے۔ وہ علاوہ ہاشمی نامی ایک ملاقات دانشیر دنیا میں وجود رکھتا ہے۔ وہ دونوں کے نام میں لفظ ہاشمی مشترک ہے۔ خود میرے مقدمے میں جو جواب دعویٰ پیش کی گئی ہیں ان کا ذکر اس جگہ نہیں کیا جاتا [illegible] حقیقت کے انکشاف [illegible]

[illegible]

الف [illegible] میری گرفتاری دونوں ہی دفعہ میں [illegible] نہیں کرایا گیا [illegible]

[illegible] شہادت [illegible]

[illegible] قانون وار [illegible]

[illegible] آدمی [illegible]

[illegible]

یکس دیا [illegible]

قانون کا ڈرامہ

[illegible] تماشا کی طرح مضحک بھی ہے [illegible]

[illegible]

[illegible] ہے۔

میری تقریریں

پراسیکوشن کی جانب سے میری دو تقریریں ثبوت میں پیش کی گئی ہیں جو میں نے ہی ۸ اور ۱۰ جنوری کو مرزاپور پارک کے جلسے میں کی تھیں۔ اس زمانے میں گورنمنٹ بنگال نے گرفتاریوں کی حالت میں اقدام اٹھایا تھا۔ دو ہی مہینے خلافت پر مقدمہ چلا کر ایسی دلائی تھیں۔ میں اس وقت سفر سے بیمار واپس آیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ لوگوں میں بے حد جوش پھیلا ہوا ہے اور ہر طرح کے مظاہرے کے لیے لوگ بے قرار ہیں۔ چونکہ میرے خیال میں [illegible] پر

مظاہرہ کرنا نان کوآپریشن کے اصول کے خلاف تھا۔ اس سلسلے میں انہوں نے ہڑتال اور جلوس یک قلم روک دیئے۔ اس پر عوام کو تکلیف ہوئی تو انہیں نے یہ جلسے منعقد کیے۔ اور لوگوں کو صبر و تحمل کی نصیحت کرتے ہوئے سمجھایا کہ نان وائیلنس اور نان کوآپریشن کے اصول میں یہ بات داخل ہے کہ گرفتاریوں پر صبر و سکون کے خلاف کوئی بات نہ کی جائے اگر فی الواقع ان گرفتاریوں کا ہمارے دل میں درد ہے تو چاہیئے کہ اصلی کام کرو، اور بیرونی کپڑا ترک کر کے دیسی کاڑھا پہن لو۔ استغاثہ نے جو نقل پیش کی ہے وہ نہایت ناقص، غلط اور مسخ شدہ صورت ہے۔ اور محض بے جوڑ بعض مقامات پر سے کچھ جملوں کا مجموعہ ہے۔ جیسا کہ اس کے پڑھنے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ تاہم میں اس سے غلط اور بے ربط جملوں کو چھوڑ کر کیونکہ اس سے عبارت [illegible] گورنمنٹ کی نسبت خیالات کا اظہار [illegible] کے خلاف [illegible] استغاثہ کی جانب سے [illegible] کرنا چاہتا ہے [illegible] میں نے بھی دریافت [illegible] تو استغاثہ کے خیال کے مطابق زیادہ سے زیادہ قابل اعتراض حسب ذیل ہیں۔

"یہی گورنمنٹ ظالم ہے [illegible] نقصان کے آگے تعظیم [illegible] جانا چاہیئے؛"

"اگر فی الحقیقت [illegible] گرفتاریوں کا درد ہے تو ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ آج سوچ لے کیا وہ اس بات کے لئے راضی ہے کہ جس جابرانہ قوت نے انہیں گرفتار کیا ہے وہ اس براعظم میں اسی طرح قائم ہے جس طرح ان کی گرفتاری کے وقت قائم تھی"

"اگر تم ملک کو آزاد کرنا چاہتے ہو تو [illegible] ہے [illegible] حالانکہ دشمنوں کے پاس خونریزی کا بے شمار سامان موجود ہے انہیں کوئی بڑا بھی اس کے استعمال کا موقع نہ دو۔ اور کامل امن و برداشت کے ساتھ کام کرو" بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب تقریروں میں کوئی ایسی بات کہی جاتی ہے تو اس سے مقرر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ "[illegible] سامان [illegible]" ورنہ اس کی دلی خواہش یہ نہیں ہوتی۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو لوگ آج تمہارے سامنے [illegible] ہیں ان میں سے کوئی آدمی بھی یہ جاننے کے لیے تیار نہ ہوگا کہ

وہ جیل جانے سے یا نظر بند ہونے سے ڈرتے ہیں اور اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ امن و سکون کے ساتھ کام کرنا چاہئے تو ان کا مطلب یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ اس ظالمانہ گورنمنٹ کے ساتھ وفاداری کرنی چاہتے ہیں۔ جو گورنمنٹ اور اس کی طاقت کے وفادار نہیں ہوسکتے۔ اور [illegible] کا تخت آج دنیا میں سب سے بڑا گناہ ہے یقیناً وہ اس گورنمنٹ کے وفادار نہیں ہوسکتے۔ اس کے بعد میں نے لکھا ہوا [illegible] میں نہیں ہے" وہ تو صرف اس لیے یہ کہتے ہیں کہ خود تمہاری کامیابی امن رہنے پر موقوف ہے۔ تمہارے پاس وہ شیطانی ہتھیار نہیں ہیں جن سے یہ گورنمنٹ مسلح ہے۔ تمہارے پاس [illegible] ہے۔ [illegible] روحانی طاقت ہے۔ تم انہی [illegible] سے [illegible] میں [illegible] ہو [illegible] [illegible] کرتے۔ [illegible]

[illegible]

[illegible] گھڑی آجائے تو پھر یاد رکھو گورنمنٹ [illegible] رہے بائیس کروڑ انسان باقی نہ رہیں۔"

جو الفاظ بریکٹ کے اندر ہیں وہ [illegible] ہیں لیکن عبارت کے [illegible] [illegible] ناانصافی کی کوئی بات بھی بعید نہیں۔

اقرار

میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے نہ صرف انہیں دو موقعوں پر بلکہ گزشتہ دو سال کے اندر اپنی بے شمار تقریروں میں یہ اور اسی مطلب کے لیے اس سے زیادہ واضح اور قطعی جملے کہے ہیں کیونکہ میرے اعتقاد میں میرا فرض ہے۔ میں فرض کی تعمیل سے اس لیے باز نہیں رہ سکتا کہ وہ ۱۲۴۔الف کا جرم قرار دیا جائے گا۔ میں اب بھی ایسا ہی کہنا چاہتا ہوں اور جب تک بول سکتا

میں یہ بھی کہتا رہوں گا۔ اگر میں ایسا کہوں تو پہلے آپ کو خدا [illegible] کے گناہ کا مرتکب سمجھوں۔

موجودہ گورنمنٹ ظالم ہے

کہا جاتا ہے کہ موجودہ گورنمنٹ ظالم ہے لیکن اگر میں یہ نہ کہوں تو کیا کہوں؟ میں نہیں جانتا کیوں مجھ سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ ایک چیز کو اس کے اصلی نام سے پکاروں۔ میں سادہ لوح، سفید کو سفید کہنے سے [illegible] ہوں [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

میرا یہ اعتقاد کیوں ہے

[illegible] اس کے وجوہ [illegible] جا سکتا ہے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

شخصی اقتدار بالذات ظلم ہے

[illegible] حق ہے [illegible] حق نہیں رکھتی۔ خدا کے بندوں کو اپنا محکوم بنانے، محکومی اور غلامی کے لیے کیسے ہی خوشنما نام کیوں نہ دیے جائیں وہ غلامی ہی ہے اور خدا کی مرضی اور اس کے قانون کے خلاف ہے۔ پس میں موجودہ حکومت کو جائز حکومت تسلیم نہیں کرتا اور اپنا مذہبی اور انسانی فرض سمجھتا ہوں کہ اس کی محکومی سے ملک و قوم کو نجات دلاؤں۔ اصلاحات اور بتدریج ترمیم اختیارات کا مشہور مغالطہ میرے اس صاف اور قطعی اعتقاد

میں کوئی غلط فہمی پیدا نہیں کر سکتا۔ آزادی انسان کا پیدائشی حق ہے اور کسی انسان کو اختیار نہیں کہ حقوق کی ادائیگی میں حد بندی اور تقسیم کرے۔ یہ بنا دینا کہ کسی قوم کو اس کی آزادی بتدریج ملنی چاہیے بعینہٖ ایسی ہی ہے جیسے کہا جائے کہ مالک کو اس کی جائیداد اور قرضدار کو اس کا قرضہ قسط وار ادا کر دینا چاہیے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ اگر مقروض سے ایک ہی دفعہ قرض واپس نہ مل سکے تو قرض ادا کرنا پڑے گا [illegible] کی صورت میں وصول کرے [illegible] ہو سکتا۔

[illegible] وہ آزاد نہیں ہو جائیں گے [illegible]

[illegible] اپنے مال [illegible] کی ملکیت ہی کے ناجائز یقین کرتا ہوں [illegible] وہ تمام [illegible] میرے اعتقاد میں [illegible]

[illegible] اگر ایک شخص [illegible]

[illegible] نہیں [illegible] حالت میں بھی [illegible] سے شمار [illegible] ہے [illegible] اتنا مسلمان ہوں اور بحیثیت مسلمان ہونے کے بھی میرا اصلی فرض یہی ہے۔

اسلام اور ڈیموکریسی

[illegible] ایک شخص ہو یا چند گروہ [illegible] کی

بیوروکریسی ہو۔ وہ آزادی اور جمہوریت کا ایک مکمل نظام ہے جو بنی نوع انسانی کو اس کی چھینی ہوئی آزادی واپس دلانے کے لیے آیا تھا۔ یہ آزادی، بادشاہوں، اجنبی حکومتوں، خود غرض مذہبی پیشواؤں اور معاشرتی کی طاقتور جماعتوں نے غصب کر رکھی تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ حق "طاقت و قبضہ" ہے لیکن اسلام نے ظاہر ہوتے ہی اعلان کیا کہ حق طاقت نہیں ہے، بلکہ خود حق ہے اور خدا کے سوا کسی انسان کو سزاوار نہیں کہ بندگانِ خدا کو اپنا محکوم اور غلام بنائے۔ اس نے امتیاز اور بالادستی کے تمام قومی اور نسلی مراتب یک قلم مٹا دیے اور دنیا کو بتا دیا کہ سب انسان درجے میں برابر ہیں اور سب کے حقوق مساوی ہیں۔ نسل، قومیت، رنگ معیارِ فضیلت نہیں ہے بلکہ صرف عمل ہے اور سب سے بڑا وہی ہے جس کے کام اچھے ہوں۔ یہ پہلا اعلان انسانی [illegible]

[illegible]

اسلام ایک جمہوری نظام ہے

انسانی حقوق [illegible] ہے جو [illegible] سے گیارہ سو برس پہلے [illegible] مشہور [illegible] پیغمبر اسلام [illegible] کے جانشینوں کی حکومت ایک مکمل جمہوریت تھی اور [illegible] سے نیابت اور انتخاب سے اس کی بنیاد ہوئی تھی یہی وجہ ہے کہ اسلام کی [illegible] جامع اور [illegible] مقصد کے لیے موجود ہیں شاید ہی دنیا کی کسی زبان میں پائے جائیں۔ اسلام [illegible] ایک [illegible] جمہوریہ! پریزیڈنٹ آف دی ریپبلک [illegible] ہے، لیکن [illegible] "خلیفہ" کا لقب تجویز کیا جس کے لغوی معنی نیابت کے ہیں، گویا اس کا مقصد محض نیابت ہے۔ اس سے زیادہ کوئی اختیار نہیں رکھتا [illegible] قرآن نے نظامِ حکومت کے لیے شوریٰ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ وامرھم شوریٰ بینھم، چنانچہ پوری سورت اسی نام سے قرآن میں موجود ہے۔ شوریٰ کے معنی باہم مشورہ کے ہیں۔ یعنی جو کام کیا جائے جماعت کی باہم رائے مشورے سے کیا جائے۔ شخصی رائے اور حکومت نہ ہو۔ اس سے زیادہ صحیح نام جمہوری نظام کے لیے کیا ہو سکتا ہے۔

قومی اور مسلم بیوروکریسی بھی ظلم ہے

جب اسلام مسلمانوں کا یہ فرض قرار دیتا ہے کہ وہ ایسی اسلامی حکومت کو بھی منصفانہ تسلیم نہ کریں جو قوم کی رائے اور انتخاب سے نہ ہو، تو پھر ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے لیے ایک اجنبی بیوروکریسی کیا حکم رکھتی ہے؟ اگر آج ہندوستان

میں ایک خاص اسلامی حکومت قائم ہو جائے مگر اس کا نظام بھی شخصی ہو، یا چند حاکموں کی میراث ہو تو بہ حیثیت مسلمان ہونے کے اس وقت بھی میرا فرض یہی ہوگا کہ اس کو ظلم کہوں اور تبدیلی کا مطالبہ کروں۔ اسلام کے علمائے حق نے ہمیشہ جابر بادشاہوں کے خلاف ایسا ہی اعلان و مطالبہ کیا ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ نظام بعد کو قائم نہ رہ سکا۔ مشرقی رومی حکومت اور ایرانی شہنشاہی کے پُرشوکت افسانوں نے مسلمان حکمرانوں کو گمراہ کر دیا۔ اسلامی خلیفہ کی جگہ جو بے اوقات پھٹے پرانے کپڑوں میں ایک عام فرد کی طرح ملبوس ہوتا تھا، انہوں نے قیصر و کسریٰ جیسے کو ترجیح دی تاہم تاریخ اسلام کا کوئی عہد بھی ایسے انسانوں سے خالی نہیں رہا ہے جنہوں نے علانیہ حکام وقت کے استبداد و شخصیت کے خلاف احتجاج نہ کیا ہو، اور ان تمام تکلیفوں کو خوشی خوشی جھیل نہ لیا ہو جو اس راہ میں پیش آئی ہیں۔

مسلمانوں کا قومی وظیفہ

جو مسلمان سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ حق کا اعلان نہ کرے اور ظلم کو ظلم نہ کہے، بالکل ایسی بات ہے جیسے یہ چاہنا کہ وہ اسلامی زندگی سے دستبردار ہو جائے۔ اگر تم کسی آدمی سے یہ مطالبہ کا حق نہیں رکھتے کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ دے تو یقیناً ایک مسلمان سے یہ مطالبہ بھی نہیں رکھتے کہ وہ ظلم کو ظلم نہ کہے، کیونکہ دونوں باتوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ یہ تو اسلامی زندگی کا وہ عنصر ہے جس کو الگ کر دینے کے بعد اس کی سب سے بڑی مابہ الامتیاز خصوصیت معدوم ہو جاتی ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد ہی اس بات پر رکھی ہے کہ وہ دنیا میں سچائی اور حقیقت کے گواہ ہیں۔ ایک گواہ کا فرض ہوتا ہے جو کچھ جانتا ہے بیان کرے۔ ٹھیک اسی طرح ہر مسلمان کا بھی وظیفہ (ڈیوٹی) ہے کہ جس سچائی کا اسے علم و یقین دیا گیا ہے ہمیشہ اس کا اعلان کرتا رہے اور اسے فرض کی راہ میں کسی آزمائش اور مصیبت سے نہ ڈرے۔ بالخصوص جب ایسا ہو کہ ظلم و جور کا دور دورہ ہو جائے اور جبر و تشدد کے ذریعے اعلانِ حق کو روکا جائے تو پھر یہ فرض اور زیادہ لازمی اور ناگزیر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر طاقت کے ڈر سے لوگوں کا چپ ہو جانا گوارا کر لیا جائے اور "دو اور دو" کو اس لیے چار نہ کہا جائے کہ ایسا کہنے سے انسانی جسم مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے تو پھر سچائی اور حقیقت ہمیشہ کے لیے خطرے میں پڑ جائیں اور حق کے ابھرنے اور قائم رہنے کی کوئی راہ باقی نہ رہے۔ حقیقت کا قانون نہ تو طاقت کی تصدیق کا محتاج ہے، نہ اس کے لیے بدلا جا سکتا ہے کہ ہمارے جسم پر کیا گزرتی ہے؟ وہ تو حقیقت ہے اور اس وقت بھی حقیقت ہے جب اس کے اظہار سے ہمارا جسم آگ کے شعلوں کے اندر جھونک دیا جائے

صرف اس لیے کہ ہمیں قید کر دیا جائے گا۔ آگ میں ٹھنڈک اور برف میں گرمی نہیں پیدا ہو سکتی۔

شہادت علی الناس

یہی وجہ ہے کہ اسلام کی کتاب شریعت (قرآن) میں مسلمانوں کو بتلایا گیا ہے کہ وہ خدا کی زمین میں شاہد ہیں۔ یعنی سچائی کی گواہی دینے والے ہیں۔ یہ حیثیت ایک قوم کے یہی ان کا قومی وظیفہ (نیشنل ڈیوٹی) ہے اور یہی ان کی قومی خصلت ہے (نیشنل کیریکٹر) ہے جو ان کو تمام پچھلی اور آئندہ قوموں میں ممتاز کرتی ہے۔ اسی طرح پیغمبر اسلام نے فرمایا "انتم شہداء [illegible] فی الارض" [illegible] حق (بخاری، ترمذی) [illegible] کی وجہ سے سچائی کے گواہ ہیں [illegible] مسلمان جب تک مسلمان ہے [illegible] گواہی کے اعلان سے باز نہیں رہ سکتا۔

کتمان شہادت

[illegible] قرآن [illegible] کتمان شہادت ہے یعنی گواہی کو چھپانا [illegible]

اسی کتمان شہادت [illegible] دنیا کی [illegible] قومیں [illegible] ہیں [illegible]

[illegible]

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

[illegible] امر بالمعروف [illegible] اور نہی عن المنکر [illegible] قرآن [illegible] عقیدہ [illegible] قرآن نے بتلایا ہے کہ مسلمانوں کی تمام قومی بزرگی کی بنیاد اسی کام پر ہے وہ سب سے بڑی [illegible] نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں [illegible] قرآن [illegible] سچے مسلمانوں کی پہچان یہی بتاتا ہے۔

"وہ حق کے اعلان میں کسی سے نہیں ڈرتے نہ دنیا کی کوئی طاقت ان پر غالب آ سکتی ہے، نہ کوئی خوف۔ وہ طمع بھی کرتے ہیں تو صرف خدا سے اور ڈرتے بھی ہیں تو صرف خدا سے۔"

پیغمبر اسلام کے بہت سے [illegible] میں سے جو اس بارے میں ہیں، ایک قول یہ ہے: نیکی کا حکم کرو، برائی کو روکو، اگر ایسا نہ کرو گے تو ایسا ہوگا کہ تمہارے اوپر ظالم حاکم ہو جائیں گے اور خدا کا عذاب تمہیں

پھیرے گا۔ اور دعائیں مانگو گے کہ وہ قبول نہ ہوں گی۔ (ترمذی [illegible]) لیکن
یہ فرض کیونکر انجام دیا جائے۔ تو معلوم رہے تین مختلف طریقے ہیں اس کے تین مختلف درجے بتلائے ہیں چنانچہ
پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص برائی کی بات دیکھے تو چاہیے اپنے ہاتھ سے درست کر دے۔
اگر اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے اعلان کرے اگر اس کی بھی طاقت نہ پائے تو اپنے دل میں اس کو برا
سمجھے۔ لیکن یہ آخری درجہ ایمان کی نہایت ہی کمزوری کا درجہ ہے۔ (مسلم) [illegible] ہندوستان میں جہاں پر استطاعت
نہیں ہے کہ پہلے [illegible] گورنمنٹ کی رعایا [illegible] اس لئے ہم نے دوسرا درجہ تبلیغ [illegible]
[illegible] ہے۔ یعنی زبان سے اس کا اعلان کرتے ہیں۔

ارکان اربعہ | قرآن نے مسلمانوں کی [illegible] | انسانی ترقی اور کامیابی [illegible]

[illegible] تواصی بالصبر، تواصی بالحق کے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

اسلامی توحید اور [illegible]

شرک سے بیزاری اور نفرت ہر مسلمان کی فطرت میں

[illegible] توحید سے مقصود [illegible] ذات اور صفات میں ایک مانا [illegible]
[illegible] کسی دوسری ہستی [illegible]
[illegible] کو ڈرنے اور [illegible]
خدا کی عظمت و جبروت ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جس سے ڈرنا چاہیے۔ [illegible]
یقین کرتے ہیں کہ خدا کے سوا کسی دوسری ہستی سے ڈرنا خدا کے ساتھ اس کو شریک کرنا اور اپنے دل کے
خوف و اطاعت کا حقدار ماننا ہے یہ بات توحید کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اسلام تمام تر بے خوفی
اور قربانی کی دعوت ہے۔ قرآن جا بجا کہتا ہے مسلمان وہ ہے جو خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرے ہر حال میں

سچی بات کہے"۔ (درلم یخش الا اللہ) پیغمبر اسلام نے فرمایا: "سب سے بہتر موت اس آدمی کی موت ہے جو کسی ظالم حکومت کے سامنے حق کا اظہار کرتے اور اس کی پاداش میں قتل کیا جائے"۔ (ابوداؤد) وہ جب کسی آدمی سے اسلام کا عہد و قرار لیتے تھے تو ایک اقرار یہ ہوتا تھا "میں ہمیشہ حق کا اعلان کروں گا خواہ کہیں ہوں اور کسی حالت میں ہوں"۔ (بخاری و مسلم) اسی کا نتیجہ ہے کہ دنیا کی کسی قوم کی تاریخ میں حق گوئی اور حق گوئی کے لیے قربانی کی ایسی مثالیں نہیں مل سکتیں، جن سے تاریخ اسلام کا باب معمور ہے۔ اسلام کے عالموں، پیشواؤں، بزرگوں، مصنفوں کے سوانح تمام تر اسی قربانی کی سرگزشت ہیں۔ جن مسلمانوں کے مذہبی فرائض میں یہ بات داخل ہے کہ موت قبول کریں مگر حق گوئی سے باز نہ آئیں ان کے لیے دفعہ ۱۲۴ الف کا مقدمہ یقیناً کوئی بڑی ڈراؤنی چیز نہیں ہو سکتا جس کی زیادہ سے زیادہ سزا سات برس کی قید ہے۔

اسلام میں کوئی دفعہ ۱۲۴ نہیں

تاریخ اسلام کے دو دور ہیں۔ پہلا دور پیغمبر اسلام اور ان کے چار جانشینوں کا ہے۔ یہ دور خالص اور کامل طور پر اسلامی نظام کا تھا یعنی اسلامی جمہوریت دیموکریسی، ریپبلک، اپنی اصلی صورت میں قائم تھی۔ ایرانی شہنشاہی اور رومی حکومت کا کوئی تراپیچی اسلامی فسادات عامہ پر نہیں پڑا تھا۔ اسلامی جمہوریت کا خلیفہ خود بھی طبقہ عوام اور ڈیموکریسی کا ایک فرد ہوتا تھا۔ وہ ایک فرد قوم کی طرح زندگی بسر کرتا تھا۔ وہ دارالخلافت کے ایک فرش پوش جھونپڑے میں رہتا اور چار پانچ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتا۔ اسلام کے دارالخلافت میں امریکن ری پبلک کا کوئی قصر سفید (وائٹ ہاؤس) نہ تھا۔ دوسرا دور شخصی حکمرانی اور شہنشاہی کا ہے جو خاندان بنو امیہ سے شروع ہوا۔ اس دور میں اسلامی جمہوریت درہم برہم ہو گئی، قوم کے انتخاب کی جگہ طاقت و تسلط کا دور شروع ہو گیا شاہی خاندان سے طبقہ امراء اور اسٹوکریسی کی بنیاد پڑی، اور اسلام کے کملی پوش خلیفہ کی جگہ شہنشاہیت کا تاج و تخت نمودار ہو گیا تاہم مسلمانوں کی زبانیں جس طرح پہلے دور کی آزادی میں بے باک تھیں اس طرح دوسرے دور کے جبر و استبداد میں بھی بے خوف رہیں۔ میں جتلانا چاہتا ہوں کہ تعزیرات ہند کی طرح اسلامی قانون میں کوئی دفعہ ۱۲۴ الف نہیں ہے۔ پہلے دور کے مسلمانوں کی حق گوئی کا یہ حال تھا کہ دارالخلافت کی ایک بڑھیا عورت خلیفہ وقت سے برسر عام کہہ سکتی تھی اگر تم انصاف نہ کرو گے تو تکلے کی طرح تمہارے بل نکال دیں گے۔ لیکن وہ مقدمہ بغاوت

چلانے کی بجائے خدا کا شکر کرتا کہ قوم میں ایسی راست باز رعایا موجود ہے۔ عین جمعہ کے مجمع میں جب خلیفہ منبر پر خطبے کے لیے کھڑا ہوتا اور کہتا "اسمعوا واطیعوا" سنو اور اطاعت کرو تو ایک شخص کھڑا ہو جاتا اور کہتا "نہ تو سنیں گے نہ اطاعت کریں گے کیوں؟ اس لیے کہ تمہارے جسم پر جو جبہ ہے وہ تمہارے حصے کے کپڑے سے زیادہ کا بنا ہوا ہے اور یہ خیانت ہے" پس خلیفہ اپنے لڑکے سے گواہی دلاتا، وہ اعلان کرتا کہ میں نے اپنے حصے کا کپڑا بھی اپنے باپ کو دے دیا تھا، اس سے جبہ تیار ہوا۔ قوم کا یہ طرز عمل اس خلیفہ کے ساتھ تھا جس کی صولت و سطوت نے مصر و ایران کا تخت الٹ دیا تھا۔ تاہم اسلامی حکومت میں کوئی دفعہ ۲۴۴ [illegible] نہ تھی۔ دوسرا دور شخصی حکومت و استبداد کا دور تھا جس کی ابتدا [illegible] [illegible] ترقی کی طرح سرگرم رہی [illegible] بغیر ملامت کے ساتھ [illegible] وقت [illegible] مطالبہ کرتے رہتے [illegible] حکومت قوم کے مشورے اور انتخاب سے ہونی چاہیے۔ جو لوگ ان کے تربیت یافتہ تھے [illegible] امام محمد غزالی نے احیاء کو یورپ کے مورخین فلسفہ [illegible] کے بادشاہوں کے [illegible] کے دور [illegible] صحابہ اور تابعین کا ذکر کیا ہے جو خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے [illegible] موجود تھے [illegible] کے مظالم کا اعلان کر کے [illegible] اور [illegible] ان کی تعداد ۲۲ سے بھی زیادہ ہے۔ ہشام بن عبد الملک نے طاؤس یمانی کو بلایا وہ آئے مگر اس کا نام لے کر سلام کیا۔ "امیر المومنین" یعنی قوم کا سردار نہ کہا جو مسلمان خلفا کا لقب تھا۔ ہشام نے سبب پوچھا تو کہا "قوم تیری حکومت سے راضی نہیں اس لیے تجھے ان کا امیر کہنا جھوٹ ہے" ہشام نے کہا "نصیحت کیجئے" فرمایا "خدا سے ڈر کیونکہ تیرے ظلم سے زمین بھر گئی ہے۔" مالک بن دینار بصرے کی جامع مسجد میں اعلان کرتے "ان ظالم بادشاہوں کو خدا نے اپنے بندوں کا چرواہا بنایا تھا کہ ان کی رکھوالی کریں، پر انہوں نے بکریوں کا گوشت کھا لیا، بالوں کا کپڑا بن کر پہن لیا اور صرف ہڈیاں چھوڑ دیں" سلیمان بن عبد الملک جیسے ہیبت ناک خلیفہ سے ابو حازم کہتے "ان اباءک قہروا الناس بالسیف، واخذوا الملک عنوۃ من غیر مشورۃ من المسلمین ولا رضا منہم" تیرے باپ دادوں نے تلوار کے زور سے لوگوں کو مقہور کیا

اور بلا قوم کی رائے اور انتخاب کے مالک بن بیٹھے۔ سلمان نے کہا "اب پایا جا سے" نہ جواب دیا "جن کا حق ہے انہیں لوٹا دے۔ نہ میرے لیے دعا کیجئے۔ فرمایا "خدایا اگر سلمان حق پر ہے تو اسے مہلت دے۔ لیکن اگر ظلم سے باز نہ آئے تو پھر تو ہے اور اس کی گردن" — سعید بن مسیب بہت بڑے تابعی تھے۔ وہ عدیہ برسر بازار حکام کے ظلم وجور کا اعلان کرتے اور کہتے کتوں کا پیٹ بھرتے ہو اور انسانوں کو تم سے امان نہیں"۔ اس عہد کے بعد بھی مسلمان عالموں اور پیشواؤں کی حق گوئی کا یہی عالم رہا۔ منصور عباسی کے خوف و ہیبت سے لوگ [illegible] سفیان ثوری [illegible] سے آپ کو کوئی حاجت ہو [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] جب [illegible] سنایا گیا تو

[illegible]

[illegible] اور میرے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] اس عہد کا عالم فرد بھی اس حال میں بالکل بے خوف تھا۔ منصور عباسی ایک دن کعبے کا طواف کر رہا تھا۔ آواز آئی کوئی شخص دعا مانگ رہا ہے "خدایا میں تیرے آگے فریاد کرتا ہوں۔ ظلم غالب آگیا ہے اور حق اور حقداروں کے درمیان روک بن گیا ہے۔" منصور نے اس شخص کو بلا کر پوچھا وہ کون ہے جس کا ظلم روک بن گیا ہے؟ "جواب دیا تیرا وجود اور تیری حکومت۔"

حجاج بن یوسف کا ظلم و ستم تاریخ اسلام کا نہایت مشہور واقعہ ہے لیکن اس کی بے پناہ تلوار بھی مسلمانوں کی حق گوئی پر غالب نہ آسکی۔ حطیط حبیب گرفتار ہو کر آیا تو پوچھا "اب میرے بیٹے کیا کہتے ہو۔ اس نے کہا "تو خدا کی زمین پر سب سے بڑا دشمن ہے" پوچھا خلیفہ کے لیے کیا کہتے ہو؟ کہا "اس کا جرم تجھ سے بھی زیادہ ہے تیرا ظلم تو اس کے بے شمار ظلموں میں سے ایک ظلم ہے۔" مامون الرشید کے عہد میں ایسے مسلمان موجود تھے جو پکار پکار کر بر سر دربار کہتے:

"یا ظالم ! انا ظالم ان لم اقل لک یا ظالم !

"اے ظالم میں ظالم ہوں اگر تجھے ظالم کہہ کر نہ پکاروں۔"

فتنۂ تاتار اور فتنۂ یورپ

یہ تو تھے [illegible] اسلامی [illegible] کلمۂ حق بلند [illegible] مسلمانوں کے لیے موجود [illegible] فتنہ کوئی [illegible] نہیں ہے۔ وہ ایک ایسے [illegible] [illegible] ہوتا ہے [illegible] [illegible] عثمانی خلافت [illegible] بغداد کا قتل عام [illegible] مسلمانوں کے [illegible] شیخ سعدی شیرازی سے رہیں گے [illegible] شمس تبریز [illegible] شیخ الاسلام [illegible] ابن تیمیہ نے اباقا آن بر سر دربار [illegible] چنگیزی تاتاریوں کے پاس بے دریغ قتل و ریزی کا قانون [illegible] چنگیزی" [illegible] قوانین چنگیز خانی میں کوئی دفعہ ۱۲۴۔ الف نہ تھی۔

حجاج اور ریڈنگ

ہم مسلمانوں کا جب اپنی قومی گورنمنٹوں کے ساتھ جن کی اطاعت از روئے شرع واجب ہے ایسا سلوک رہا ہے۔ تو پھر ایک اجنبی گورنمنٹ کے کارندے ہم سے کیا امید رکھتے ہیں؟ کیا ہندوستان کی "از روئے قانون قائم شدہ" گورنمنٹ ہمارے لیے ان گورنمنٹوں سے بھی زیادہ محترم ہے جو از روئے شریعت، "اسلام" واجب الاطاعت ہے، یہ انگلستان کی بادشاہت اور

لاٹ ریڈنگ کی نیابت عبد الملک کی خلافت اور حجاج بن یوسف کی نیابت سے بھی ہمارے لیے زیادہ مقدس ہو سکتی ہے؟ اگر ہم "اجنبی و غیر مسلم" اور "قومی و مسلم" کا عظیم الشان اور شرعی فرق بالکل نظر انداز کر دیں، جب بھی ہم سے صرف یہی امید کی جا سکتی ہے کہ جو کچھ حجاج بن یوسف اور خالد قسری کی گورنمنٹوں کے لیے کہہ چکے ہیں، وہی "چیمسفورڈ" اور "ریڈنگ" کی گورنمنٹوں کے لیے بھی کہیں۔ ہم نے ان سے کہا تھا۔ اتق اللہ فقد ملأت الارض ظلما و جورا۔ "خدا سے ڈرو کیونکہ تمہارے ظلم سے زمین بھر گئی ہے"، یہی ہم آج بھی کہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری کمزوری اور بے بسی کی وجہ سے آج ہندوستان میں جو کچھ کر رہے ہیں وہ دراصل قومی حکمرانوں کے ظلم و جور نے ہمیں بتلا دیا تھا کہ یک جنبی قبضہ و تصرف کے مقابلے میں اگر برٹش گورنمنٹ نے، ہمارے اس حقیقت کو سمجھے تو انہیں تیرہ سو برس تک مسلمانوں کے تسامح اور درگزر کی حد ہو گئی ہے۔ اس سے زیادہ وہ اسلام برطانیہ کے لیے نہیں چھوڑ سکتے۔ اسلام نے حکمرانوں کے ظلم کے مقابلے میں دو طرح کے طرز عمل کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ حالتیں بھی دو مختلف ہیں۔ ایک حالت اجنبی قبضہ و تسلط کا ہے، ایک خود مسلمان حکمرانوں کا ہے۔ پہلی کے لیے اسلام کا حکم ہے کہ تلوار سے مقابلہ کیا جائے۔ دوسرے کے لیے حکم ہے کہ تلوار سے مقابلہ نہ کیا جائے لیکن "امر بالمعروف" و اعلانِ حق جس قدر بھی ممکن ہو ہر مسلمان کرتا رہے۔ پہلی صورت میں دشمنوں کے ہاتھوں قتل ہونا پڑے گا، دوسری صورت میں ظالم حکمرانوں کے ہاتھوں طرح طرح کی اذیتیں و مصیبتیں جھیلنی پڑیں گی۔ مسلمانوں کو دونوں حالتوں میں دو طرح قربانیاں کرنی چاہییں۔ اور دونوں کا نتیجہ کامیابی و فتح مندی ہے۔ چنانچہ گزشتہ تیرہ صدیوں میں مسلمانوں نے دونوں طرح کی قربانیاں کیں، اجنبیوں سے مقابلے میں سرفروشی بھی کی اور اپنوں کے مقابلے میں صبر و استقامت بھی دکھلائی۔

پہلی صورت میں جس طرح اس "جنگی جدوجہد" کی مثال نہیں رکھتی، اسی طرح دوسری صورت میں ان کی "شہری جدوجہد" بھی عدیم النظیر ہے۔ ہندوستان میں آج مسلمانوں نے دوسری صورت اختیار کی ہے۔ حالانکہ معاملہ ان کا پہلی حالت سے ہے۔ ان کے لیے جنگی جدوجہد کا وقت آ گیا تھا۔ لیکن انہوں نے "شہری جدوجہد" کو اختیار کیا۔ انہوں نے "نان وائلنس" رہنے کا فیصلہ کر کے تسلیم کر لیا ہے۔ وہ ہتھیار سے مقابلہ نہ کریں گے۔ یعنی صرف وہی کریں گے جو انہیں مسلمان حکومتوں کے ظلم کے مقابلے میں کرنا چاہیے۔ بلاشبہ اس طرز عمل میں ہندوستان کی ایک خاص طرح کی حالت کو بھی دخل ہے۔ لیکن گورنمنٹ کو سوچنا چاہیے کہ اس سے زیادہ بدبخت مسلمان اور کیا کر سکتے ہیں؟ حد ہو گئی کہ اجنبیوں کے ظلم کے مقابلے میں وہ بات کر رہے ہیں جو انہیں اپنوں کے مقابلے

میں کرتی تھی۔

انقلابِ حال

میں پوچھتا ہوں اس کی رائی برابر بھی شکایت نہیں کہ سزا دلانے کے لیے مجھ پر مقدمہ چلایا گیا ہے۔ یہ بات تو بہرحال ہونی ہی تھی۔ لیکن حالات کا یہ انقلاب میرے لیے بڑا ہی درد انگیز ہے کہ ایک مسلمان سے کتمانِ شہادت کی توقع کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ ظلم کو صرف اس وجہ سے ظلم نہ کہے کہ دفعہ ۱۲۴۔ الف کا مقدمہ چلایا جائے گا۔ مسلمانوں کو حق گوئی کا جو نمونہ اس کی تاریخ دکھلاتی ہے وہ تو یہ ہے کہ ایک جابر حکمران کے سامنے ایک بے پروا انسان کھڑا ہے [illegible] کے ظلم کا اعلان کیا۔ اس کی پاداش میں [illegible] لیکن جب تک زبان نہیں کٹ جاتی وہ بھی اعلان کرتی رہتی ہے [illegible] جس کی صورت افریقہ سے [illegible] دفعہ ۱۲۴ [illegible] میں اس [illegible] انہوں نے [illegible] ان کی موجودہ حالت [illegible] اسلام [illegible] ہندوستان میں وہ مسلمان [illegible] موجود ہیں [illegible] کمزوری کی وجہ سے [illegible] ہے۔

یا آزادی یا موت

لیکن انسانوں کی [illegible] نہیں جھٹلائی جا سکتی۔ اسلام کی تعلیم [illegible] کتاب میں موجود ہے۔ وہ یہی ہے [illegible] جائز نہیں [illegible] آزادی کھو کر مسلمان زندگی بسر کریں۔ مسلمانوں کو موت حاصل ہو جانا چاہیے یا آزادی [illegible] تیسری راہ اسلام میں کوئی نہیں۔ اسی لیے میں نے آج سے بارہ سال پہلے "ہمدرد" کے ذریعے مسلمانوں کو یاد دلایا کہ آزادی کی راہ میں قربانی اور جاں فروشی ان کا قدیم اسلامی ورثہ ہے۔ ان کا اسلامی فرض یہ ہے کہ ہندوستان کی تمام جماعتوں کو اس راہ میں اپنے پیچھے چھوڑ دیں۔ میری صدائیں بیکار نہ گئیں۔ مسلمانوں نے اب آخری فیصلہ کر لیا ہے کہ اپنے ہندو، سکھ، عیسائی اور پارسی بھائیوں کے ساتھ مل کر اپنے ملک کو غلامی سے نجات دلائیں گے۔

مسئلہ خلافت و پنجاب

میں یہاں گورنمنٹ کی ان ناانصافیوں کا افسانہ نہیں چھیڑوں گا جو "مسئلہ خلافت" اور "مظالم پنجاب" کا غمگین افسانہ ہے۔ لیکن میں اقرار کروں گا کہ گزشتہ دو سال کے

اندر کوئی صبح شام مجھ پر ایسی نہیں گذری ہے جس میں میں نے "خلافت" و "پنجاب" کے بیچ گورنمنٹ کے مظالم کا اعلان نہ کیا ہو۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے ہمیشہ یہ کہا جو گورنمنٹ اسلامی خلافت کو پامال کر رہی ہو اور مظالم پنجاب کے لیے کوئی تلافی اور شرمندگی نہ رکھتی ہو ایسی گورنمنٹ کے لیے کسی ہندوستانی کے دل میں وفاداری نہیں ہو سکتی۔ گورنمنٹ کی جگہ وہ ایک ذلیل متحارب کی حیثیت رکھتی ہے۔ میں نے ۳ دسمبر ۱۹۱۷ء کو جب میں رانچی میں گورنمنٹ آف انڈیا کے حکم سے نظر بند تھا، لارڈ چیمسفورڈ کو ایک مفصل چٹھی لکھی تھی۔ اس میں واضح کر دیا تھا کہ خلافت اور جزیرۃ العرب کے بارے میں مسلمانوں نے مطالبہ کیا ہے اگر اس کے خلاف برٹش گورنمنٹ اسلامی ممالک پر خلاف وعدہ متصرف ہوگئی تو اسلامی قانون کی رو سے ہندوستانی مسلمان ایک تباہ کن کشمکش میں مبتلا ہو جائیں گے۔ ان کے لیے صرف دو ہی راستے ہیں۔ وہ مذہب کا ساتھ دیں یا برٹش گورنمنٹ کا۔ وہ مجبور ہوں گے کہ اسلام کا ساتھ دیں۔ حالانکہ یہی گورنمنٹ وزیر اعظم کے وعدہ خلافی سے دو چار ہے۔ اس وعدہ کا بھی الفاظ درج ہیں۔ یہ کہ یہ جو گورنمنٹ آف انڈیا نے ۵ جنوری ۱۹۱۸ء کو اعلان کیا تھا اور وہ وعدہ بھی فریب ثابت ہوا جو مسٹر لارڈ ... نے ۲۶ فروری ۱۹۲۰ء کو ہاؤس آف کامنز کی تقریر میں کیا تھا۔ شریف آدمیوں کے لیے وعدہ خلافی عیب ہے۔ لیکن ان گورنمنٹوں کے لیے کوئی بات بھی عیب نہیں۔ اس حالت نے مسلمانوں کے لیے تباہ کن کشمکش پیدا کر دی۔ اسلامی قانون کی رو سے یہ بات ان کے فرائض میں داخل تھی۔ کہ ایسی گورنمنٹ کی حمایت اور امداد سے ہاتھ کھینچ لیں۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا وہ اس وقت تک اس پر قائم رہیں گے۔ جب تک ... اور مذہب کے ... مسلمانوں کو یقین ہو گیا ہے کہ وہ حق و انصاف چاہتے ہیں تو اس کی صورت ایک ہی ہے سوراج کا حصول یعنی ایسی قومی گورنمنٹ کا حصول جو ہندوستان کی ہو، ہندوستان میں ہو اور ہندوستان کے لیے ہو۔

اگر ظلم نہیں تو کیا عدل ہے

گورنمنٹ کے بارے میں میرا اقرار بالکل صاف اور واضح ہے۔ موجودہ گورنمنٹ محض ایک ناجائز ہیر و کر رہی ہے۔ وہ کروڑوں انسانوں کی مرضی اور خواہش کے لیے محض نفی ہے۔ وہ ہمیشہ انصاف اور سچائی پر پرسٹیج کو ترجیح دیتی ہے۔ وہ جلیانوالہ باغ امرتسر کا وحشیانہ قتل عام جائز رکھتی ہے۔ وہ انسانوں کے لیے اس حکم میں کوئی ناانصافی نہیں مانتی کہ چارپایوں کی طرح پیٹ کے بل چلائے جائیں وہ بے گناہ لڑکوں کو صرف اس لیے تازیانے کی ضرب سے بیہوش ہو جانے دیتی ہے کہ کیوں ایک بُت کی طرح یونین جیک کو سلام نہیں کرتے۔ وہ تیس کروڑ انسانوں

کی بیہم التجاؤں پر بھی اسلامی خلافت کی پامالی سے باز نہیں آتی۔ وہ اپنے تمام وعدوں کے توڑ دینے میں کوئی عیب نہیں سمجھتی۔ وہ سمرنا اور تھریس کو صریح نامنصفانہ طور پر یونانیوں کے حوالے کر دیتی ہے اور پھر تمام اسلامی آبادی کے قتل و غارت کا تماشا دیکھتی ہے۔ انصاف کی پامالی میں اس کی جرأت انتہا اور دلیری بالکل بے باک ہے۔ وہ حقیقت کو جھٹلاتے ہوئے اس کے منہ میں کوئی لگام نہیں۔ سمرنا میں دنیا بھر کی مسلمانوں کی آبادی ہے مگر وزیر اعظم بغیر کسی شرمندگی کے مسیحی آبادی کی کثرت کا اعلان کر دیتا ہے۔ یونانی حکومت تمام اسلامی آبادی کو طوفان اور آگ کے سیلاب میں غرق کر دیتی ہے [illegible] ترکی [illegible] فرضی داستانیں بیان کرتا ہے اور خود انگلستان کے پیچھے [illegible] ہو جاتی ہیں۔

تو کیا [illegible]

کو پامال [illegible] ہو رہا ہے۔ اور [illegible] ملک کے ہر حصے میں ہو رہا ہے۔ میں اگر [illegible] گورنمنٹ کو ظالم اور بددیانت [illegible] کیا صرف اس لیے [illegible] ہے [illegible] جاتے ہیں [illegible] کے نیک اور [illegible] ہے۔ تمہاری برائیوں سے انکار نہیں کر سکتے؟

میں [illegible] بھی دوہراتا

جرم کا قدیم اور ناقابل شمار ارتکاب

[illegible] تقریریں [illegible] ہزاروں صفحات سے جو میرے قلم سے نکل چکے ہیں [illegible] تقریروں سے جن کی صدا ہندوستان کے ایک ایک گوشے میں گونج چکی ہیں [illegible] گورنمنٹ [illegible]۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ میری کوئی تقریر گزشتہ دو سال کے اندر ایسی نہیں ہوئی ہے جس میں یہ تمام [illegible] بیان نہ کی ہوں۔ میں مستقل بارہ سال سے اپنی قوم و ملک کو آزادی و حق طلبی کی تعلیم دے رہا ہوں۔ میری اٹھارہ برس کی عمر تھی جب میں نے اس راہ میں تحریر و تقریر شروع کی۔ میں نے زندگی کا بہترین حصہ یعنی عہد شباب صرف اسی مقصد کے عشق میں قربان کر دیا۔ میں اسی کی خاطر چار سال تک نظربند رہا۔ مگر نظربندی میں بھی میری ہر صبح و شام اس کی تعلیم و تبلیغ میں بسر ہوئی۔ رانچی کے در و دیوار اس کی شہادت دے سکتے ہیں جہاں میں نے نظربندی کا تمام زمانہ بسر کیا ہے۔ یہ تو میری

زندگی کا دائمی مقصد ہے۔ میں صرف اسی ایک کام کے لیے جی سکتا ہوں۔ ان الصلوٰتی ونسکی ومحییٰ ومماتی للہ رب العالمین۔

آخری اسلامی تحریک

میں اس جرم سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں جبکہ میں ہندوستان کی اس آخری اسلامی تحریک کا داعی ہوں جس نے مسلمانانِ ہند کے پولیٹیکل مسلک میں ایک انقلابِ عظیم برپا کر دیا اور بالآخر وہاں تک پہنچا دیا جہاں آج نظر آ رہے ہیں بلکہ ان میں سے ہر فرد میرے اس جرم میں شریک ہو گیا ہے۔ میں نے ۱۹۱۲ء میں ایک اردو جرنل الہلال جاری کیا جو اس تحریک کا آرگن تھا اور جس کی اشاعت کا تمام تر مقصد وہی تھا جو اوپر ظاہر کر چکا ہوں۔ یہ واقعہ ہے کہ الہلال نے تین سال کے اندر مسلمانانِ ہند کی مذہبی و سیاسی حالت میں ایک بالکل نئی حرکت پیدا کر دی۔ وہ پہلے اپنے وطنی بھائیوں کی سرگرمیوں سے نہ صرف الگ تھے بلکہ ان کی مخالفت [illegible] ہاتھ میں [illegible] کام دیتے تھے۔ [illegible] گورنمنٹ نے [illegible] ہندوؤں کی تعداد سے [illegible] گورنمنٹ قائم ہو سکے گی۔ الہلال نے مسلمانوں کو تعداد کی جگہ ایمان پر [illegible] اور [illegible] خوف ہندوؤں سے ساتھ [illegible] جانثاری کی دعوت دی۔ [illegible] تبدیلیاں [illegible] جس کا آخری نتیجہ تحریکِ خلافت کی صورت میں ہے۔ گورنمنٹ ایک ایسی تحریک کو زیادہ عرصے تک برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ [illegible] پہلے [illegible] ضمانت ضبط کی گئی پھر جب البلاغ کے نام سے دوبارہ جاری کیا گیا تو ۱۹۱۶ء میں [illegible] گورنمنٹ نے مجھے نظر بند کر دیا۔ میں بتلانا چاہتا ہوں کہ الہلال [illegible] دعوت تھی [illegible] مذہبی تعلیمات کے متعلق اس نے جس مسلک کی [illegible] اس کا ذکر یہاں غیر ضروری ہے۔ صرف اس قدر اشارہ کروں گا کہ ہندوؤں میں [illegible] مذہبی [illegible] پیدا کر دیا ہے [illegible] سے ۱۹۱۲ء میں شروع ہو چکا تھا۔ ایک عجیب اتفاق ہے کہ مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں کی [illegible] سرگرمی اسی وقت شروع ہوئی جب دونوں میں مغربی تہذیب کی جگہ مذہبی تعلیم کی تحریکوں نے پوری طرح فروغ پایا۔

خلافت کانفرنس کلکتہ

چار سال کے بعد پہلی جنوری ۱۹۲۵ء کو میں رہا کیا گیا۔ اس وقت سے گرفتاری کے لمحے تک میرا تمام وقت انہی مقاصد کی اشاعت و تبلیغ میں صرف ہوا ہے۔ ۲۸-۲۹ فروری ۱۹۲۵ء کو اسی کلکتے کے ٹاؤن ہال میں خلافت کانفرنس کا جلسہ ہوا تھا اور مسلمانوں

سے مایوس ہو کر اپنا آخری اعلان کر دیا تھا۔

"اگر برٹش گورنمنٹ نے مطالبات خلافت کی اب بھی سماعت نہ کی تو مسلمان اپنے شرعی احکام کی رُو سے مجبور ہو جائیں گے کہ تمام وفادارانہ تعلقات منقطع کر لیں۔ میں اس کانفرنس کا پریسیڈنٹ تھا، میں نے اس کے طولانی پریسیڈینشل ایڈریس میں وہ تمام امور پہ تفصیل بیان کر دیے تھے جو اس قدر ناقص شکل میں ان دو تقریروں کے اندر دکھلائے گئے ہیں۔

موالات اور فوجی ملازمت

میں نے اس ایڈریس میں اس عقیدے کو بھی ظاہر کر دیا تھا جس کی بنا پر مسلمانوں کا مذہبی فرض ہے کہ موجودہ حالت میں گورنمنٹ سے ترکِ موالات کریں۔ یعنی گورنمنٹ برطانیہ [illegible] کی شکل میں موجود ہے [illegible] سے متعلق [illegible] ہو تھا۔ جس میں اسلامی [illegible] اسلامی خلافت اور [illegible] کا مقصد اسی ریزولیوشن کی بنا پہ چلایا گیا ہے [illegible] اخبارات [illegible] ریزولیوشن سب سے پہلے [illegible] تھا اور میری ہی صدارت [illegible] سب سے پہلے [illegible] بریلی اور دہلی ہوئے۔ میرے ایڈریس کو [illegible] نے [illegible] بعد کتاب کی شکل میں [illegible] ترجمے کے ساتھ بار بار شائع ہو چکا ہے۔ وہ گویا [illegible] تحریری چارج شیٹ ہے۔

میری زندگی سراسر ۱۲۴ الف ہے

میں نے گزشتہ دو سال کے اندر [illegible] کے ساتھ تمام ہندوستان کا بار بار دورہ کیا۔ کوئی ایسا شہر نہیں جہاں میں نے خلافت، پنجاب، سوراج [illegible] ہندوستان کو برٹش [illegible] تقریریں نہ کی ہوں اور وہ تمام باتیں نہ کہی ہوں جو کہ ان دو تقریروں میں دکھلائی گئی ہیں۔ دسمبر ۱۹۲۰ء میں [illegible] نیشنل کانگرس کے ساتھ آل انڈیا خلافت کانفرنس کا بھی اجلاس ہوا۔ ۱۹۲۱ء میں جمعیۃ العلماء کا بریلی میں جلسہ ہوا۔ گزشتہ اکتوبر میں یو۔پی پراونشل خلافت کانفرنس آگرہ میں منعقد ہوئی۔ نومبر میں آل انڈیا علماء کانفرنس کا لاہور میں اجلاس ہوا۔ ان تمام کانفرنسوں کا بھی میں ہی صدر تھا۔ لیکن ان میں بھی تمام مقررین نے جو کچھ کہا اور صدارتی تقریروں میں میں نے جو خیالات ظاہر کیے ان سب میں وہ تمام باتیں موجود تھیں جو ان دو تقریروں میں دکھلائی گئی ہیں۔ بلکہ میں اقرار کرتا ہوں کہ ان

سے بہت زیادہ قطعی و واضح عبارات ظاہر کئے گئے تھے۔ اگر میری ان دو تقریروں کے مطالب دفعہ ۱۲۴ الف کا جرم ہیں تو میں نہیں سمجھتا کہ صرف پہلی اور پندرھویں جولائی ہی کا ارتکاب کیوں منتخب کیا گیا ہے؟ میں تو اس کثرت کے ساتھ اس کا ارتکاب کر چکا ہوں کہ فی الواقع اس کا شمار میرے لیے ناممکن ہو گیا ہے۔ مجھے کہنا پڑے گا کہ میں نے گزشتہ سالوں کے اندر بجز ۱۲۴-الف کے اور کوئی کام نہیں کیا۔

نان وایلنس نان کوآپریشن

ہم نے آزادی اور حق طلبی کی اس جنگ میں نان وایلنس و نان کوآپریشن [illegible] اختیار کی ہے۔ ہمارے مقابلے میں طاقت ہے تمام جبر و تشدد اور خونریزی و وسائل کے ساتھ کھڑی ہے۔ لیکن ہمارا حق صرف خدا پر ہے اور اپنی غیر متزلزل قربانی اور غیر متزلزل استقامت پر [illegible] نہیں ہے [illegible] سامنے جن حالتوں میں اس کی جانب [illegible] رہتا ہوں لیکن ساتھ ہی ہندوستان کی [illegible] دلوں کی [illegible] نان وایلنس جدوجہد سے قریب فتح مند ہو گا [illegible] ہندو مسلمانوں کی [illegible] یہی وجہ ہے کہ میں نے ہمیشہ [illegible] تقریریں بھی اس موضوع پر تھیں جیسا کہ پیش کردہ [illegible] معقول [illegible] چند مسلمانوں [illegible] طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ [illegible] نہیں معلوم مستند [illegible] ہندوستان کے ہر حصے میں ایک [illegible] کا منظر تو ضرور نظر آ جاتا۔

سی۔آئی۔ڈی کے رپورٹرز

اب جب کہ میں ان دو تقریروں کے [illegible] حصوں کا ذکر کر چکا ہوں جن سے [illegible] استدلال کر سکتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر چند لفظ ان کی پیش کردہ صورت کی نسبت بھی کہہ دوں۔

سی۔آئی۔ڈی کے گواہوں نے بیان کیا ہے کہ میری تقریروں کے نوٹس بھی لئے گئے اور مختصر نویسی کے ذریعے بھی قلم بند کی گئیں جو کاپی داخل کی گئی ہے وہ انگریزی ٹائپ ہے۔ اور یہی وہ مختصر نویسی کی مرتب کی ہوئی ہے۔ لیکن یہ میری تقریروں کی ایک ایسی مسخ شدہ صورت ہے کہ اگر چند [illegible] اور [illegible] کی طرف اشارہ

نہ ہوتا تو میرے لیے شناخت کرنا بھی مشکل تھا۔ وہ بالکل ایک چیز ہے جو دور تک پھیلتی چلی گئی ہے۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ کیا چیز ہے؟ محض بے جوڑ، بے تعلق اور اکثر مقامات پر بے معنی جملے جو بغیر کسی ربط و سلسلے کے صفحوں پر بکھیر دیے ہیں۔ گرامر اور محاورہ دونوں سے انھیں یک قلم انکار ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ رپورٹر تقریر سمجھنے اور قلمبند کرنے سے عاجز تھا۔ اس لیے درمیان سے جملوں کے جملے چھوڑتا جاتا ہے اور تمام حروف ربط و تعلیل تو بالکل ہی حذف کر دیتے ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ تمام وہ الفاظ جن کی [illegible] ذرا سا بھی [illegible] بالکل ہی بدل گئے ہیں اور عبارت [illegible] بے معنی ہو گئی ہے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

اردو مختصر نویسی

اصل یہ ہے کہ اردو مختصر نویسی [illegible] دونوں ناقص [illegible] کے [illegible] دو پروفیسر [illegible] اس وقت لکھنؤ میں تھا۔ اس لیے مجھے [illegible] کے دیکھنے اور موجدوں سے گفتگو کرنے کا بارہا اتفاق ہوا۔ مجھے معلوم ہے کہ اس کے موجدوں نے انگریزی علامات کو [illegible] تغیر کے ساتھ منتقل کر دیا ہے۔ لیکن وہ اردو حروف [illegible] کو پوری طرح محسوس [illegible] نہ ہو سکے۔ خود انھیں بھی اس نقص کا ایک حد تک اعتراف تھا۔ لیکن وہ خیال کرتے تھے کہ مختصر نویس کی ذاتی قابلیت اور حافظہ و مناسبت سے اس کی تلافی ہو جائے گی۔ میں اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر کہتا ہوں کہ تجربے سے ان کا خیال درست نہ نکلا۔ صوبجات متحدہ کی گورنمنٹ نے ابتدائی تجربے کے لیے دو پولیس سب انسپکٹروں کو تعلیم دلائی تھی انھوں نے سب سے پہلے آزمائشی طور پر جن پبلک تقریروں کو قلمبند کیا میں بتلانا چاہتا ہوں کہ وہ میری اور شمس العلماء مولانا

شبلی نعمانی مرحوم کی تقریریں تھیں۔ ہم دونوں نے انجمن اسلامیہ ہردوئی کے سالانہ جلسے میں لکچر دیئے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مولانا شبلی نے فی منٹ ساٹھ لفظوں کی رفتار سے تقریر کی تھی اور میری تقریر فی منٹ ۱۰۰ سے ۱۲۰ تک تھی جیسا کہ خود مختصر نویسوں نے ظاہر کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی تیز رفتار نہ تھی۔ تاہم جب انہوں نے اپنا کام مرتب کر کے دکھایا تو بالکل ناقص اور غلط تھا، اس کے بعد بھی مجھے بارہا اپنی تقریروں کے قلم بند کرانے کا اتفاق ہوا لیکن ہمیشہ ایسا ہی نتیجہ نکلا۔ ابھی حال کی بات ہے کہ خلافت کانفرنس [illegible] گڑھ میں میرا زبانی پریسیڈینشل ایڈریس ایک مشاق مختصر نویس سید غلام حسین نے قلم بند کیا جو بہت عرصہ یو۔پی کے محکمہ سی آئی ڈی میں کام کرنے کے بعد مستعفی ہوا ہے۔ لیکن جب انہوں نے مرتب کر کے مجھے دکھایا تو اس کا [illegible] حصہ [illegible] تو اصل کا [illegible] ناقص ہے [illegible] مختصر نویسوں [illegible] تو پھر کوئی خرابی ایسی نہیں ہے [illegible] اصلی تقریر [illegible] خصوصیت [illegible] تو اور زیادہ پر مصیبت [illegible] کہ معمولی طور پر [illegible] انگریزی [illegible] مختلف لہجے میں اور مخاطب اردو کا استعمال [illegible] پولیس اور عدالت کے رپورٹروں اور مختصر نویسوں کو بطور سند کے استعمال کر رہی ہے۔ جن [illegible] استعداد اور [illegible] مشکوک ہوتے ہیں۔ میں وثوق کے ساتھ [illegible] لکھنے کی پوری اور [illegible] میں ایک شخص بھی [illegible] قابل [illegible] نہیں ہے۔ اگر [illegible] حقیقت کا کچھ بھی احساس ہوتا تو [illegible] بات بطور ایک عجیب [illegible] خیال کی [illegible] میری تقریروں کے لیے پولیس اور سی آئی ڈی نے [illegible] رپورٹروں کی شہادت [illegible] ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں [illegible] منظور [illegible] سے تکلیف دہ ہے۔

مشرقی لٹریچر اور سرکاری وسائل علم

یہ کیا ضروری نہیں [illegible] اپنے ڈیفنس کی غرض سے ان شہادتوں کی بے اعتماری ثابت نہیں کر رہا ہوں۔ میں تو پورا پورا اقرار کر چکا۔ مقصود صرف دو باتوں کا اظہار ہے۔

اولاً: جو سرکاری مقدمات اردو تقریر و تحریر کی بنا پر چلائے جاتے ہیں ان کے وسائل ثبوت کس درجہ ناکارہ اور ناقابل اعتماد ہیں؟

ثانیاً: ہندوستان کی بیوروکریسی کی ناکامیابی اور ناموافقت، وہ ڈیڑھ سو برس تک حکومت کر کے بھی اس

قابل نہیں ہوئی کہ ہندوستانی زبانوں کے متعلق صحیح اور مستند ذرائع سے معلومات حاصل کر سکتی،
مجھے یاد ہے کہ جب اکتوبر ۱۹۱۶ء میں نظر بند کیا گیا اور بہار گورنمنٹ کے حکام اور پولیس افسر جن کو
اردو زبان سے بمقابلہ بنگال زیادہ تعلق ہے، تلاشی کے لیے آئے تو انہوں نے میری تمام کتابوں کو بھی
ایک خوفناک لٹریچر سمجھ کر نہایت احتیاط کے ساتھ قبضے میں کر لیا۔ یہ تمام کتابیں عربی اور فارسی زبان میں
تھیں اور تاریخ، فقہ، فلسفہ کا معمولی مطبوعہ ذخیرہ تھا جو بازاروں میں فروخت ہوتا رہتا ہے۔ صرف
ایک کتاب "مطالب عالیہ" نامی قلمی تھی جو سب سے زیادہ پُراسرار سمجھی گئی۔ لطف یہ ہے کہ ان کی
فہرست ڈپٹی کمشنر کی درخواست سے مجھے ہی مرتب کرنی پڑی۔ کیونکہ تفتیش جرائم کے اس پورے
کمیشن میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو ان کتابوں کے نام بھی صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھ سکتا۔ میں نے
نظر بندی کے زمانہ میں چار سال تک اپنی ڈاک کے ترجمے خود ہی مرتب کر کے دفتر میں بھی بھیجے
ہیں کیونکہ جو سرکاری افسر اس غرض کے لیے مقرر کیا گیا تھا وہ اس قدر قابل آدمی تھا کہ اردو کے
معمولی لکھے ہوئے خطوط بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ وہ اکثر میری ڈاک صرف دستخط کر کے بھیج دیتا اور
شب کو آ کر مجھ سے اس کا ترجمہ لکھوا لیتا۔

جب کہ نظر بندی میں میں اپنی ڈاک کی خود ہی مترجم رہا تھا، تو گورنمنٹ ہند کے حکام اپنی کارفرمائی
پر نہایت نازاں تھے اور مجھے سمجھتے تھے۔ انہوں نے مجھے ایک خطرناک دشمن بنا کر مجبور اور معطل کر دیا ہے۔ اس
وقت بھی میرے قلمی مسودات تمام پولیس کے قبضے میں ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ خوفناک جرم تاریخ،
تفسیر قرآن اور لٹریچر ہے۔ میں یہاں پبلک کی دلچسپی کے لیے ان کتابوں کے چند نام درج کر
دیتا ہوں جنہیں نہایت خوفناک سمجھ کر پولیس نے ضبط کیا تھا اور جو مسٹر کلیولینڈ کے حکم سے میری
نظر بندی کے دیگر معاملات کی طرح ان کی بھی تحقیقات ہوتی رہی۔

فتح القدیر شرح ہدایہ، طبقات الشافعیہ سبکی، ردّ المختار، کتاب الام، مدونہ امام مالک، مطالب عالیہ
امام رازی، شرح حکمۃ الاشراق، شرح علم الخیرات، بحر العلوم، کتاب مستقصی، کتاب الجمع۔ اصل یہ ہے کہ
کسی جرم کے لیے جو لٹریچر سے تعلق رکھتا ہو کوئی سی عدالت منصفانہ کارروائی نہیں کر سکتی جو ذاتی طور پر رائے
قائم نہ کر سکے۔ یعنی خود اس زبان سے واقف نہ ہو لیکن موجودہ بیوروکریسی علاوہ بیوروکریسی ہونے کے
غیر ملکی بھی ہے۔ اس لیے ہر گوشے میں اجنبی اقتدار کی غلامی کے نتائج کام کر رہے ہیں۔ عدالتیں ہندوستان

کی ہیں اور ہندوستان کے لیے ہیں۔ لیکن ان کی زبان جزیرہ برطانیہ کی ہے اور اکثر حالتوں میں ایسے افراد سے مرکب ہے جو ملکی زبان کا ایک لفظ بھی نہیں جانتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم اس گورنمنٹ سے اور کچھ نہیں چاہتے، صرف یہ چاہتے ہیں کہ جس قدر بھی جلد ممکن ہو وہ اپنے سے بہتر اور حقدار کے لیے اپنی جگہ خالی کردے۔

موجودہ حالت قدرتی ہے

میں جیسا کہ ابتدا میں لکھ چکا ہوں خاتمہ سخن میں بھی دہراؤں گا۔ آج گورنمنٹ جو کچھ ہمارے ساتھ کر رہی ہے وہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ جس کے لیے خاص طور پر اسے ملامت کی جائے۔ قومی بیداری کے مقابلے میں مقاومت، جبر و تشدد تمام قابض حکومتوں کے لیے طبیعت ثانیہ کا حکم رکھتی ہے۔ اور ہمیں یہ توقع نہیں کرنی چاہیے کہ ہماری خاطر انسانی طبیعت بدل دی جائے گی۔ یہ قدرتی [illegible] ہے۔ دنیا میں کتنے آدمی ہیں جو اپنے قبضے میں [illegible] حقدار نہیں۔ پھر ایک پورے [illegible] یہ کیونکر امید کی جاسکتی ہے۔ طاقت کبھی بھی [illegible] لیے نہیں [illegible] ہے۔ وہ تو خود اپنی طاقت کی موجودہ اظہار کرتی ہے اور جب وہ نمودار ہو جاتی ہے تو پھر [illegible] جب مقابلے کے آگے [illegible] ہے پس کشمکش [illegible] ناگزیر ہے۔ اور ایک ایسی قدرتی بات ہے جس کی [illegible] دنیا کے [illegible] تعجب و شکایت کے نہیں پایا جاتا ہے۔ [illegible] تسلیم کرتا ہوں [illegible] ظلم و تشدد کے جو بیبت ناک مناظر [illegible] ان کے مقابلے میں موجودہ جبر و تشدد کی طرح زیادہ نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کمی اس لیے ہے کہ ابھی ملک کا جذبہ [illegible] ناتمام ہے یا اس لیے ہے کہ ظلم زیادہ مکمل نہیں؟ مستقبل اس کو واضح کردے گا جس طرح اس کشمکش کا آغاز ہمیشہ یکساں طور پر ہوا ہے اسی طرح خاتمہ بھی یکساں ہی طرح ہوا ہے۔ ہمیں معلوم ہے اگر ہمارا جذبہ آزادی واقعی طبعی تھا اور [illegible] ثابت ہوا تو یہی گورنمنٹ جو آج ہمیں مجرم ٹھہرا رہی ہے کل کو فتح مند محب الوطنوں کی طرح ہمارے استقبال پر مجبور ہوگی۔

بغاوت

مجھ پر سیڈیشن کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ لیکن مجھے "بغاوت" کے معنی سمجھ لینے دو۔ "بغاوت" آزادی کی اس جدوجہد کو کہتے ہیں جو ابھی کامیاب نہیں ہوئی ہے؟ اگر یہ ہے تو میں اقرار کرتا ہوں۔ لیکن ساتھ ہی یاد دلاتا ہوں کہ اس کا نام قابل احترام حب الوطنی بھی ہے۔ جب وہ کامیاب ہو جائے۔ کل تک

آئرلینڈ کے مسیح لیڈر باغی تھے لیکن آج ڈی ویرا اور گریفتھ کے لیے برطانیہ عظمیٰ کونسا لقب تجویز کرتی ہے؟ آئرلینڈ کے پارنل (PARNEL) نے ایک مرتبہ کہا تھا۔

”ہمارا کام ہمیشہ ابتدا میں بغاوت اور آخر میں حب الوطنی کی مقدس جنگ تسلیم کیا گیا ہے۔“

قانون قضاء بالحق

میں مسلمان ہوں اور میرے یقین کے لیے وہ بس کرتا ہے جو میری کتاب شریعت نے بتلایا ہے۔ قرآن کہتا ہے، جس طرح مادہ اور اجسام میں انتخاب طبیعی (البقاء للاصلح) کا قانون جاری ہے اور فطرت صرف اسی وجود کو باقی رہنے دیتی ہے جو صحیح و نافع ہو۔ ٹھیک اسی طرح معتقدات و اعمال میں بھی یہی قانون کام کر رہا ہے۔ اخلاقی فتح اسی عمل کی ہوتی ہے جو حق ہو اور جس میں باقی و قائم رہنے کا مقدر ہو، لیکن جس میں بھی خلاف اور فساد ہو، وہ مٹ جائے گا۔ بالآخر جیت نافع ہی کی ہے جو حق ہی کی ہے۔

واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کی حقیقت قرآن نے صاف صاف ۱۳ : ۱۷ میں پردہ ہی تیز رہنے کی جو نافع ہو، غیر نافع نیست و نابود ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کی اصطلاح میں سچائی کا نام ”حق“ ہے جس کے معنی ہی جم جانے اور ثابت ہو جانے کے ہیں۔

جھوٹ اور بدی کا نام باطل ہے جس کے معنی ہی مٹ جانے کے ہیں۔ ان الباطل کان زھوقا۔ باطل تو حقیقت میں ہے ہی کہ مٹ جائے۔ آج جو کچھ ہو رہا ہے اس کا فیصلہ کل ہو گا۔ انصاف باقی رہے گا، نا انصافی مٹا دی جائے گی۔ ہم مستقبل کے فیصلے پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن یہ قدرتی بات ہے کہ بدلیوں کو دیکھ کر بارش کا انتظار کیا جائے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ موسم نے تبدیلی کی علامتیں نمایاں قبول کر لی ہیں۔ افسوس ان آنکھوں پر جو نشانیوں سے انکار کریں۔ میں نے بھی تقریروں میں جو میرے خلاف داخل کی گئی ہیں کہا تھا: ”آزادی کا بیج کبھی بار آور نہیں ہو سکتا جب تک جبر و تشدد کے پانی سے اس کی آبیاری نہ ہو۔“

یعنی گورنمنٹ نے آبیاری شروع کر دی ہے۔ میں نے کہی ہیں کہ انھیں حفاظت کی گرفتاریوں پر کیوں مغموم ہو؟ اگر تم فی الحقیقت انصاف اور آزادی کے طلب گار ہو تو جیل جانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ علی پور کا جیل اس طرح بھر جائے کہ اس کی کوٹھریوں میں چوروں کے لیے جگہ باقی نہ رہے۔ فی الحقیقت جگہ باقی نہیں رہی ہے۔ پریسیڈنسی اور سنٹرل جیل کا بڑا حصہ معمولی قیدیوں سے خالی کر دیا گیا، پھر بھی جگہ کافی نہ ہوئی۔ نیا جیل بنایا گیا، وہ بھی آناً فاناً بھر گیا۔ جگہ نکالنے کے لیے سیکڑوں قیدی رہا کر دیے گئے۔ لیکن ان سے

دگنے ہوگئے۔ اب مزید نئے جیل بنائے جا رہے ہیں۔

سرکاری وکیل، پولیس اور مجسٹریٹ

قبل اس کے کہ میں اپنا بیان ختم کروں اپنے ان ہم وطن بھائیوں کی نسبت بھی ایک جملہ کہوں جو اس مقدمے میں میرے خلاف کام کر رہے ہیں۔ میں نے اوپر کہا ہے کہ سی آئی ڈی کا کام جہالت اور شرارت دونوں سے مرکب ہوتا ہے۔ یہ میں نے اپنی ذاتی علم کی بنا پر کہا جو بے شمار مقدمات کی بابت مجھے حاصل ہے تاہم میں تسلیم کرتا ہوں کہ سی آئی ڈی نے جن آدمیوں سے میرے خلاف شہادت دی ہے۔ انہوں نے اس اعتماد سے جو [illegible] اپنے کام پر ظاہر کیا ہے کوئی بات بھی غلط نہیں کی ہے۔ میری تقریریں جو پیش کی گئی ہیں ان میں بھی کوئی بات شرارت کی نہیں پاتا جس قدر ان سے غلط اور خلاف [illegible] واقعیت [illegible] ہیں۔ ایسے دو مقامات ایسے ہیں جن کی نسبت خیال کیا جا سکتا ہے [illegible] سے مقابلہ [illegible] سے منسوب [illegible] ہے۔ وہ بقیہ حصوں سے بھی زیادہ [illegible] کے نقص اور ذہنی نااہلیت کی وجہ سے [illegible] لیکن مجھے یقین ہے کہ انہوں نے اپنے [illegible] دیا ہے اور [illegible] غرض سے یہ [illegible] وہ ضرور قابل معافی ہے۔ لیکن ساتھ ہی مجھے [illegible] معلوم ہے۔ وہ محض چند روپوں کی خاطر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں اور [illegible] نہیں رکھتے [illegible] ہیں میرے دل میں ان کے لیے کوئی رنج اور ملامت نہیں ہے [illegible] اس لیے انہیں معاف کرتا ہوں اور [illegible] کرتا ہوں خدا بھی معاف کرے۔ [illegible] پراسیکیوٹر بھی جو ان مقدمات پر کام کرتا ہے۔ میرا ایک ہم وطن بھائی ہے اس کا ضمیر [illegible] میرے سامنے نہیں ہے محض مزدوری ہے جو اس کام کے لیے وہ گورنمنٹ سے حاصل کرتا ہے۔ پس اس کی طرف سے بھی میرے دل میں کوئی رنج نہیں۔ الغرض میں ان سب کے لیے وہی دعا مانگوں گا جو پیغمبر اسلام نے ایک موقعہ پر مانگی تھی۔ خدایا ان پر [illegible] معاف کر دے کیونکہ یہ نہیں جانتے کیا کر رہے ہیں۔

ناقص امانت قاضی

میں مجسٹریٹ کی نسبت بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ زیادہ سے زیادہ سزا جو اس کے اختیار میں ہے بلا تامل مجھے دے دے۔ مجھے شکایت یا رنج کا کوئی احساس نہ ہوگا۔ میرا مطلب پوری شیرینی سے ہے کسی ایک پیرائے سے نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جب تک مشین

نہیں بدلے گی پر نہ اپنا فعل نہیں بدل سکتے۔

میں اپنا بیان اٹلی کے فیلسوف صداقت گارڈینو برونو کے لفظوں پر ختم کرتا ہوں۔ جو میری ہی طرح عدالت کے سامنے کھڑا کیا گیا تھا۔

"زیادہ سے زیادہ سزا جو دی جا سکتی ہے، بلا تامل دے دو۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ سزا کا حکم لکھتے ہوئے جس قدر جنبش تمہارے دل میں پیدا ہوگی اس کا عشر عشیر اضطراب بھی سزا سن کر میرے دل کو نہ ہوگا۔"

خاتمہ مسٹر مجسٹریٹ اب میں اور زیادہ وقت کورٹ کا نہیں لوں گا۔ یہ تاریخ کا ایک دلچسپ اور عبرت انگیز باب ہے جس کی ترتیب میں ہم دونوں یکساں طور پر مشغول ہیں۔ ہمارے حصے میں یہ مجرموں کا کٹہرا آیا ہے۔ تمہارے حصے میں وہ مجسٹریٹ کی کرسی۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس کام کے لیے وہ کرسی بھی اتنی ہی ضروری چیز ہے جس قدر یہ کٹہرا۔ آؤ اس یادگار اور افسانہ بننے والے کام کو جلد ختم کر دیں۔ مورخ ہمارے انتظار میں ہے اور مستقبل کب سے ہماری راہ تک رہا ہے۔ ہمیں جلد جلد یہاں آنے دو اور تم بھی جلد جلد فیصلہ لکھتے رہو۔ ابھی کچھ دنوں تک یہ کام جاری رہے گا۔ یہاں تک کہ ایک دوسری عدالت کا دروازہ کھل جائے گا۔ یہ خدا کے قانون کی عدالت ہے۔ وقت اس کا جج ہے۔ وہ فیصلہ لکھے گا اور اسی کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوگا۔

والحمد للہ اولاً و آخراً۔

۱۱ جنوری ۱۹۲۲ء — دستخط

پریسیڈنسی جیل، علی پور، کلکتہ — احمد

جب تک تقریر پر تقریر سے ملک نہیں گیا، اس بیان کا شعلہ روشن رہا۔ جب تک سول نافرمانی کی تحریک چلی یا ملک کی مختلف سیاسی جماعتوں کا حکومت سے ٹکراؤ ہوا، سامراج دشمن رہنما یا پیشہ باغیانہ تقریر کے الزام میں پکڑے گئے تو کئی دفعہ اس بیان کا تتبع کیا گیا، اور عدالتوں میں ان کلمات کی گونج سنی گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بیان کے تیور ایک ایسے خطبے کے رہے جو قافلہ حریت کے لیے حدی خوانوں کا نغمہ بھی تھا۔ ملک کی سیاسی جدوجہد کا نعرہ مستانہ بھی اور قومی رہنماؤں کا آذانہ رستخیز بھی۔

راقم نے اپنی تقریروں کے ابتدائی دور میں اس سے نہ صرف آرائش بیان حاصل کی بلکہ اس کے ضمنی عنوانات سے مستقل نوعیت کی بہت سی تقریریں حاصل کیں۔ برعظیم کے سیاسی لٹریچر میں "قول فیصل"

کو ہمیشگی حاصل رہی۔ اس کی شہرت ایک موڑ پر صرف اس لیے رُک گئی کہ مولانا جہاں تھے اس بُت کدے میں ان کی جگہ نہ تھی وہاں کے لوگ اس کی زبان و مزاج سے ناآشنا تھے اور جس قوم سے مولانا مذہباً منسلک تھے وہ ان سے سیاستہً ناراض ہو چکی تھی اس کے نزدیک مولانا کے محاسن بھی معائب تھے۔

جن دنوں وزارتی مشن دہلی میں تھا ہم دوسرے تیسرے علی الصباح ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مختلف سوالات چھیڑ کر شیرینیٔ گفتار کا لطف اٹھاتے۔ راقم دورانِ گفتگو مولانا کی تحریروں، ان تقریروں کے فقرات، برجستہ شعروں کی طرح استعمال کرتا۔ مولانا نے بہت کم ہی حافظہ پایا ہے۔ میں خوش ہوتا۔ مولانا سے داد پانا سہل نہ تھا وہ ہر چیز چپ چاپ سنتے کوئی بول پسند آتا تو چہرے پر رونق سی آجاتی۔ ایک روز بہت ہی تحسین فرمائی ہے۔ قولِ فیصل کے متعلق راقم نے لکھا:

ہندوستان کے سیاسی لٹریچر میں اس کا مستقل مقام ہے۔ اس میں جو قوت ہے وہ سیاسی دماغوں کو جھلملا سکتی ہے اور سیاسی کارکنوں کے سامنے زندہ مثال ہے۔ اس کی ادبی حیثیت بھی مسلّم ہے اور وقت سے کہیں زیادہ موثر ہیں۔ بیان میں قومی سیاست کے حدود و آہنگ، ادبی قراءت کی اعتنائیت، اور رنگ کے علاوہ جس کی خوبیاں بھی ہیں ان سے بیان میں تہ در تہ پیدا ہوگیا ہے:

”جب تحریک انعقاد سے متعلق تھی، تو لوگ جماعتی طور پر عدالت میں بیان نہ دینے کا فیصلہ کر چکے تھے اور یہ فیصلہ بھی تھا کہ وہ قانون کو قانون نہیں مانتے۔ ان قید ہونے والوں کی تعداد ہی ہر روز بڑھتی گئی اور ہزاروں تک پہنچ گئی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس قافلے میں ہر قسم کے لوگ تھے۔ بیان نہ دینے کا فیصلہ فی الحقیقت ایک پابندی تھی کہ بھانت بھانت کی بولیاں نہ ہوں، جس سے وحدت فکر پر زد ہو اور وہ یکسانی نہ رہے جو تحریک میں نظم و ضبط قائم رکھنے کے لیے ضروری تھی۔ مگر اس تحریک کے افکار و مطالب پر ایک خطبہ تھا۔ معاملہ یہ تھا کہ بیان ناگزیر تھا۔ مقصود یہ تھا کہ تحریک کو اس طرح تقویت ہوگی، عوام کا حوصلہ بڑھے گا کہ جو لوگ حق کے سفر کو نکلتے ہیں وہ ملزموں کے کٹہرے سے خوف زدہ نہیں ہوتے وہاں ان کا لب و لہجہ باہر سے کہیں زیادہ توانا ہوتا ہے۔ اس زمانے میں اس بیان نے فی الواقع عوام کو حوصلہ دیا، ان کے ارادوں کو مستحکم کیا اور ان کے دل و دماغ کو انگیزنے کے علاوہ ان

کے حوصلہ و یقین کو جلا دی۔ یہ بیان ایک لحاظ سے میرا ذاتی بیان نہ تھا۔ ایک اجتماعی جہد کا رجز تھا، میں نے عوام کے محسوسات ان کے دماغوں سے طرح کے الفاظ کے اس سانچے میں ڈھال دیے۔ ایسا ہی قبیلی تنہائی میں ایک یکسوئی، طبیعت نے چاہا کہ بیان ہونا چاہیے۔ وہ بیان ہو گیا۔ ایک ہی نشست میں تیار کیا، قلم اٹھایا، کاغذ موجود تھے، لکھنا شروع کیا تو خیالات اسی سرعت سے چلے آ رہے تھے کہ سوال الفاظ کی تلاش کا تھا، الفاظ کے چناؤ کا نہ تھا۔

بسا اوقات ایک ہی بات کے لیے کئی کئی الفاظ بہت سے چلے آتے تھے اور ان کا تعین سب مشکل ہو جاتا تھا، لیکن نہ کوئی خیال ملتوی ہوتا، نہ کوئی مطلب رہ جاتا تھا۔ چند دوستوں کے جو [illegible] طالب [illegible] بہت تھے

رفقہ نے جس دوسرے بیانوں سے موازنہ [illegible] ٹوکا کر فوراً روک دیا، فرمایا:

"ان [illegible] کہ میں نے کیا کہا اور فلاں نے کیا کہا، زبان [illegible] ہے تو وہ ایک ذاتی چیز ہے وہ لوگ بھی ہیں جو داغ دہلوی ہی کو سب سے بڑا شاعر مانتے ہیں چونکہ ان کے نزدیک غالب کے ہاں وہ چیز نہیں جو داغ کے ہاں ہے۔ مگر ان کے نزدیک داغ [illegible] غالب کی شاعری کے مقابلے میں [illegible] بالکل [illegible] جذبے [illegible] ایک ہی [illegible] وہ سب ان کے رشحات فکر تھے [illegible] اور سب [illegible] قرآن کے متعلق [illegible] حاصل مشاعرہ تھا۔ فی الجملہ مشاعرے کی آبرو کے منافی ہے جن لوگوں نے عدالتوں کو للکارا، اصل چیز ان کی للکار ہے [illegible] تعلق ہے [illegible] کی گونج اور گرج عزموں کے جس کٹہرے سے بلند ہوئی اس میں دعوت و عزیمت کے آثار و نقوش بکمال و تمام موجود تھے۔ رہا للکار کا حسن تو وہ ہر چہرے پر تھا۔"

مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی نے کہا۔

"لیکن ہر حسن ہر شخص پر سحر نہیں کرتا اور نہ ہر طبیعت اس سے متاثر ہوتی ہے۔"

فرمایا:

"حسن جہاں کہاں ہو سحر ہوتا ہے۔ البتہ وہ چیز دوسری ہے جو حسن کے انتخاب میں طبیعتوں کے اخذ و قبول کو متاثر کرتی ہے۔"

مولانا کو موازنہ گوارا نہ تھا اور وہ اس کو ایک طرح کی خفیف الحرکتی سمجھتے تھے۔

راقم نے عرض کیا:

"بیانوں کا موازنہ مقصود تھا، شخصیتوں کا نہیں۔"

فرمایا:

"اس قسم کے موازنے [illegible] نامناسب ہیں، کیونکہ [illegible] کی [illegible] میں [illegible] ہوتے ہیں۔ [illegible] آدمی خوبیاں جو قومی [illegible] کا [illegible] ہیں [illegible] شخصیتوں ہی سے پیدا ہوتی ہیں [illegible]۔ آپ کچھ [illegible] کی [illegible] ہیں [illegible] بیان کو فوقیت دینا چاہتے ہیں۔ یہیں سوال [illegible] فوقیت کا نہیں، یک فرض کا تھا، اور وہ خصوصیت [illegible] بیان ہی میں تھی۔ اس قسم کے سوالوں اور جوابوں میں [illegible] کی [illegible] کا راستہ ہے۔ کسی شخص کے [illegible] تعریف کی جائے تو [illegible] ہے اور اخلاق عالی خوشبو [illegible] میں [illegible] بڑی بڑی [illegible] ہی سے نکلی ہیں۔"

مجلس [illegible] فرمائے شیخ عبد القدوس [illegible] آئے ہیں۔ مولانا دوسرے کمرے میں چلے گئے اور اس طرح [illegible] ختم ہوئی۔

ترجمان القرآن

قرآن پاک کے تفسیری سلسلے تین ہیں۔ پہلا تفسیر [illegible] یا [illegible] ماثور [illegible] تفسیر [illegible] سے۔ علماء نے
یہی دو سلسلے [illegible] سوفیانہ کا ہے جس کو [illegible] کہتے ہیں [illegible] ہے۔
تفسیر ماثور یا بالروایت [illegible] [illegible] کے تفسیر [illegible]
سے قرآن کریم [illegible] سیدھی سادھی دعوت اور [illegible] کی [illegible] بیان کا موضوع بنا
دیا گیا ہے۔ [illegible] بعض مباحث [illegible] مفسر بہت دور تک نکل گئے ہیں۔ [illegible] کے اسلوب
میں متکلمین کی [illegible] نقل ہیں [illegible] فلسفہ کی [illegible] خوب کرتے ہیں۔
ان کی ساری گفتگو قرآن کی [illegible] تعلیم [illegible] ہے۔ انہوں نے قرآن کے ترجمہ [illegible] روایت
[illegible] کے قول [illegible] تفسیروں [illegible] ان کی بعض دوسری تصنیفوں
کو جو [illegible] معاشرہ کی لسانی روایتوں کے باعث ان کے [illegible] تمثیل و قصص کا درجہ حاصل کر چکی تھیں
نہایت شرح و بسط سے بیان کیا اور قرآنی الفاظ کے معانی کی تحقیق میں دورِ جاہلیت کی شاعری کے ذخائر
میں چھپے گئے۔ حضرت ابن عباس نے قرآن کے الفاظ کی تشریح کے لیے دورِ جاہلیت کی عربی شاعری کو لغت
کا درجہ دیا۔ امام سیوطی نے الاتقان میں قرآن کے دو سو سے زائد الفاظ کے معانی قبل از اسلام کی عربی
شاعری میں تلاش کیے۔ ابن عباس سے یہ قول منسوب ہے کہ اسلام سے پہلے کی شاعری کو محفوظ رکھو اس
میں قرآن کے الفاظ کی تشریح ملے گی۔ جاحظ کا قول ہے کہ جو شخص دورِ جاہلی کے حالات سے ناواقف ہے
وہ قرآن و سنت کو نہیں سمجھ سکتا۔ ماثوری مفسرین اپنی طرف سے نہ کہیں قلم لگاتے اور نہ عقلی مباحث کو چھیڑ
کر توضیح و تشریح کے گل بوٹے اگاتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ تمام مفسرین خواہ ان کا کسی بھی مکتب فکر سے

تعلق ہو اصولی طور پر متفق ہیں کہ قرآن ایک ایسی سچائی ہے جو کائنات، انسان اور خدا کے باہمی رشتہ کو
حرفِ آخر کی حیثیت سے پیش کرتی ہے۔ قرآن صرف یہ بتاتا ہے کہ خدا اور اس کی صفات کیا ہیں، اس کائنات
کی تکوین کیونکر ہوئی اور انسان ربوبیت کاملہ کا مظہر ہے۔ تمام ادیان کی تعلیمات ایک سی تھیں، لیکن ان کے
پیروؤں نے ان سچائیوں کو گم کر دیا اور تحریف و تلبیس کا شکار ہو گئے۔ قرآن ان تمام سچائیوں کی جامع یقینی
آخری کتاب ہے۔ وہ حلال و حرام کا مجموعہ ہے۔ وہ ہمیشہ رہنے والی کتاب ہے۔ جس میں کوئی شک ہی
نہیں۔ وہ ایک ضابطہ ہے جس پر چل کر انسان رشد و ہدایت کی سعادت حاصل کر سکتا ہے۔ اس کتاب سے
دنیوی عاقبت کی [illegible] بھی معلوم ہوتی [illegible] انسان [illegible] قرآن
ایسی ہی کتاب ہے [illegible] اس کا مطالعہ
[illegible]
[illegible]
[illegible] تفسیر میں [illegible]
[illegible] لفظی [illegible] سامنے رہیں [illegible] قرآن کی تعلیم
[illegible] سفر میں [illegible]
[illegible] کی ناقدردانی
[illegible] مقصود [illegible] جستجو، تحقیق
[illegible] انسانی
زندگی [illegible] کے بعد [illegible]۔

[illegible] طور پر ایک مستحسن چیز ہے۔ قرآن مجید کے مطالب و معانی پر غور و فکر کرنا [illegible]
[illegible] قرآن مجید ہی کی دعوت ہے۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غور و فکر کی توصیف
فرمائی ہے۔ اصل خرابی یہ ہوئی کہ جب اسلامی تہذیب آگے چل کر غیر اسلامی تہذیبوں سے دوچار ہوئی تو
تفسیر بالرائے مفسرین کے حلقے میں شعبدوں کی بنا کاری ہو گئی۔ اس کا آغاز یونانی [illegible] کے فلسفہ کی [illegible] پر ہوا۔
اُدھر اُمویوں اور عباسیوں کے درباروں میں یونان کے حکماء سقراط، افلاطون اور ارسطو وغیرہ کی تعلیمات
ترجمہ ہو کر پہنچنے لگیں۔ ادھر مسلمان حکماء نے قرآن پاک کی تعلیمات کو ان فلاسفہ کے نظریات سے مناسبتیں دینی

شروع کیں۔ مزید برآں ایران کی زرتشتی تعلیمات اور ہندوستان سے ویشنوؤں کے تصورات مسلمان علماء کے دماغوں میں جگہ پا گئے۔ عربی میں ان کے مترجم علم دفن کا سرآغاز تھا۔ اس سے پہلے عرب صرف شاعری سے آشنا تھے جبکہ علم دفن کے ان نوادرات کا علم نہ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن پاک کی تفسیر میں یونانی، ایرانی اور ہندوستانی حیات کا تصور اور اس تصور کے تحت کائنات کی خدیت کا عقلی استدلال در آیا گیا اور وہ تمام بحثیں قرآن پاک کی تفسیر کا جزو ہو گئیں جو قرآن پاک کی دعوت سے خارج تھیں یا جس کی تعلیم سے ان کا کوئی ربط نہ تھا۔ [illegible] اس باب میں جس خیانت کا ارتکاب کیا وہ شعوری و غلامی [illegible] اور [illegible] معتزلی [illegible] مستشرقین کی ایک [illegible] گئے جس سے یہ پیچیدہ علم الکلام پیدا ہو گیا۔

[illegible] عقلی و علمی [illegible] نہیں [illegible] عقل سے حل [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہے [illegible] الفاظ [illegible] کی [illegible] پیدا ہو گئے۔

شارحین تفسیر قرآن سے متعلق صوفیانہ تعبیرات و تشابہات کا مجموعہ ہیں۔ جب [illegible] تصوف اس کے ظہور [illegible] تفسیر [illegible] سے متغیرات کیے ہیں۔

تصوف حقیقت مطلق العنان حکمرانوں کے سیاسی استبداد و استیلاء، معاشرتی بے انصافی و غارت گری، مذہبی جمود و تعطل اور خشک قسم کی ظاہرداری کے خلاف ایک شدید ردعمل اور خاموش احتجاج تھا۔ یہ اس شاہانہ جلال کے خلاف جو حکمرانوں کے ہاں بڑے دھڑلے کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ فی الحقیقت علماء امت کے

فرد کا ایک مقدس عمل تھا۔ صوفیا نے اسی جلال کے خلاف جو قہر و غضب کا دوسرا نام تھا۔ نہ صرف احتجاج کیا بلکہ اس کے مقابلہ میں جمال کے تصور کو تصوف کی بنیاد بنا لیا جو رحمت و برکت کا دوسرا نام اور خدا کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ حضرت موسیٰ جلال کا مجسمہ اور حضرت عیسیٰ جمال کا پیکر تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ آخری نبی تھے۔ اس لیے جلال و جمال دونوں کا مرقع و مظہر تھے۔ صوفیا نے قرآن کے مباحث کو جمالیاتی روپ دے کر ایسے دماغی و قلبی مرکز [illegible] ایسی منزلیں بنائیں جس سے طریقت ایک مستقل زندگی بن گئی۔ ورنہ شریعت و تصوف کی اصطلاحیں اسلام کے دور اوّل میں موجود ہی نہ تھیں۔ اگر ان کا کوئی تصور تھا تو وہ صرف اسلام تھا۔

اشاری تفسیر کسی [illegible] قول پر ہوتا ہے جو اقوال آیات الٰہی کی تشریح و تعبیر کرتے وقت [illegible] لیے صحیح معانی [illegible] نہیں رکھتے۔

[illegible] آیات قرآن سے متعلق ان کے اقوال [illegible] جمع کئے ہیں

اشاری تفسیر [illegible] قرآن پاک کی آیت [illegible] تفسیر کی [illegible] مختلف [illegible] پہلو بیان کیے جاتے اور ان میں [illegible] کے نمونے ہیں۔ مثلاً شبلی [illegible] وصل حبیب [illegible] اللہ کے حضور میں ہوتا ہے۔ قرآن میں حسنہ کا لفظ آیا ہے۔ تستری کہتا ہے اس کے معنی دنیا میں علم و عبادت کے ہیں اور آخرت میں اللہ کی خوشنودی کے [illegible] کے لغوی معنی پر کفایت نہیں کرتا بلکہ باطنی معنی کی کھوج میں رہتا ہے۔ ابن عربی کہتے ہیں کہ قرآن کے معنی ظاہر پرست علماء و فقہا پر نہیں بلکہ ارباب عرفان و معرفت پر القا کیے گئے ہیں۔ قرآن ایک سمندر ہے جس کا کوئی ساحل نہ تھا۔ اس میں بہت سے لوگ ڈوب گئے اور بہت سے سلامت بھی رہے۔ اس بارے میں ابن عربی کا ایک دلچسپ قول ہے کہ ہم وہ لوگ ہیں جن کی کتابیں عام طور پر نہیں پڑھی جانی چاہییں۔ غرض باطنی مطالب کے اس ذخیرہ کی پیچیدگیوں اور گہرائیوں کو محسوس کرتے ہوئے ابن خلدون نے اصحاب اقتدار کو زور دیا تھا

کہ عام لوگوں کے مفاد کی خاطر ابن عربی کی تصنیفات جلا دینی چاہییں۔

ان تینوں سلسلہ ہائے تفسیر کے بارے میں یہ کہنا کہ فلاں بالکل غلط ہے یا فلاں بالکل صحیح ہے عبث خیال ہے۔ ہر سلسلہ میں علم و نظر، فکر و دانش، معرفت و فراست اور حقائق و نکات کی جلوہ طرازیاں موجود ہیں۔ لیکن ماتوری سلسلہ دعوت قرآن سے اس درجہ قریب ہے کہ قرآن فہمی کے دروازے خود بخود کھلتے چلے جاتے ہیں اور ہم عقل کے جھگڑوں سے الگ تھلگ قرآن کی عظمت پا جاتے ہیں۔ قرآن عقل کی نہیں حکمت کی دعوت ہے اور حکمت ہی وہ سچائی ہے جو یقین، ذوق، خلوص اور معرفت حق کا سامان [illegible] ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کا ترجمان القرآن ماتوری سلسلے کی تفسیر ہے [illegible] میں [illegible] تذکرہ میں [illegible] [illegible] کبھی عقائد میں [illegible] عقیدت [illegible] معاشرہ کے عوام پر تنقید کی [illegible] ابن عربی اور سفیان ثوری کی بہ نسبت احمد بن حنبلؒ اور ابن تیمیہؒ کو ترجیح [illegible] کے وجوہ [illegible] ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں:

"عہد اول کا دور ختم [illegible] جب پھیلنے لگیں اور پھر یونانی علوم کے تراجم نے علوم و فنون وضعیہ کا دروازہ کھول دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جوں جوں وضعیت کا ذوق بڑھتا گیا قرآن کے [illegible] سے حقیقت نا آشنا ہوتی گئیں رفتہ رفتہ یہ وقت آ گیا کہ قرآن کی ہر بات وضعی اور صناعی طریقوں کے سانچوں میں ڈھالی جانے لگی۔ چونکہ ان سانچوں میں وہ ڈھل نہیں سکتی تھی، اس لیے طرح طرح کے الجھاؤ پیدا ہوتے گئے اور پھر جس قدر کوششیں سلجھانے کی گئیں الجھاؤ اور زیادہ بڑھتے گئے۔"

تذکرہ میں لکھتے ہیں:

"قرآن کی حقیقت سے آگاہ ہونے کے لیے بیضاوی و بغوی کی ورق گردانی نہیں بلکہ دل دردمند کے الہام اور جبریل عشق کے فیضان کی ضرورت ہے۔"

دل دردمند کا الہام اور جبریل عشق کا فیضان اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم قرآن کو نظر و فکر کی اس زبان میں سمجھیں جو احادیث نبوی، آثار صحابہ اور اقوال تابعین کے سانچے میں ڈھلی ہے اور قرآن ہی کے الفاظ و مطالب کی زبان ہے۔

سید سلیمان ندوی نے ترجمان القرآن کی اس امتیازی خصوصیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے تبصرہ میں لکھا ہے کہ:

۱۔ اس میں شک نہیں ہے کہ جن مسلمانوں میں قرآن پاک کا ذوق [illegible] مطالب کے [illegible] اسلوب [illegible] اور [illegible] کے ساتھ انہوں نے عربی [illegible] سے سامنے قرآن پاک کی عربیت کو جس بیان سے ان کے لیے ایمان و یقین کے نئے نئے دروازے کھول دیئے۔ اور ان کے دلوں میں قرآن پاک کے معانی و مطالب کی بلاغت اور وسعت پوری طرح نمایاں کر دیا۔

۲۔ علماء روایت پسند ہوتے تو [illegible] روایات کے شکار ہوتے اور عقلیت پسند ہوتے تو یونانیوں سے درآمد شدہ نظریات سے بہرہ ور ہوتے۔ تمام علمائے سلف میں امام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ ہی دو بزرگ ہیں جو ایک طرف روایات سے واقف و مبصر ہیں تو دوسری طرف یونانی فلسفیات کے نقاد اور دین کے حق و باطل کے واقف کار ہیں ان کے ان سب سے بڑی حکمت نبوی کے ذوق چشیدہ اور ان کے بیان معارف نبوی سے [illegible] ہیں۔ ان کی تفسیر تمام تر حکمت و مصلحت اور حقیقت و مغز پر مشتمل ہوتی ہے۔ وہ حکمت نہیں جو یونان کے صنم کدہ سے آتی ہو بلکہ وہ جو حجاز کی نہر و شہر سے بہہ کر نکل ہو یا جو فطرت انسانی کے ربانی چشموں سے پلی ہو۔

۳۔ مصنف ترجمان القرآن کی یہ دیدہ وری داد کے قابل ہے۔ انہوں نے وقت کی روح کو پہچانا اور اس فتنہ فرنگ کے عہد میں اس طرزِ دانش کی پیروی کی جس کو ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ نے فتنہ تاتار میں پسند کیا تھا۔ جس طرح انہوں نے اس عہد کے مسلمانوں کی تباہی کا راز فلسفہ یونان

کی دماغی پیروی کو قرار دیا اسی طرح اس عہد کے مسلمانوں کی بربادی کا سبب ترجمان القرآن کے مصنف نے فلسفۂ یونان و فرنگ کی ذہنی غلامی کو قرار دیا اور نسخۂ علاج بھی وہی تجویز کیا کہ کلام الٰہی کو رسول کی زبان و اصطلاح اور لغات کے عقل و فلسفہ سے سمجھنا چاہیے۔

۴۔ ترجمان القرآن دو حصوں میں منقسم ہے۔ حصہ اول مصنف کی تفسیر البیان ہے جس میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر ہے اور حصہ دوم سورۂ فاتحہ سے سورۂ انعام تک کا تفسیری ترجمہ ہے۔ مصنف کی دیدہ وری اور مجتہدانہ [illegible] یہ [illegible] کتاب ہے۔ اس میں سورۂ فاتحہ کے [illegible] نہایت دلنشین تشریح اور بصیرت افزا تفسیر ہے کہ اس سورہ کے ام الکتاب یا اصل قرآن ہونے کا مسئلہ [illegible] اسلام کے تمام [illegible] [illegible] [illegible] نتائج [illegible] [illegible] [illegible] امام غزالی نے الحکمۃ فی مخلوقات اللہ تعالیٰ [illegible] [illegible] جس [illegible] پر جو کچھ [illegible] سے زیادہ شرح و بسط و تفصیل [illegible] سے [illegible] توحید [illegible] دلائل توحید [illegible] تحلیل [illegible] [illegible] جو قرآن [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

۵۔ ترجمان القرآن [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] لوگوں کو اس کے مطالعہ کی ترغیب دی جائے۔

سید صاحب نے اس سے پہلے [illegible] کے [illegible] مولانا کی [illegible] میں نظر بندی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

" رانچی ایک نیا مقام تھا جہاں مسجدیں بے چراغ تھیں وہاں ایک خورشید سے دیر و حرم سب میں اجالا ہو گیا۔ مولانا نے نظر بندی کا یہ زمانہ جس [illegible] و استقلال، استغنا اور قوت بیان کے ساتھ بسر کیا وہ اسلاف کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔"

اسی مضمون کے آخر میں سید صاحب رقمطراز ہیں۔ ان سطروں کو لکھتے وقت مجھ کو یہ دھوکا ہو رہا ہے

کہ میں خود ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ یا شمس الائمہ سرخسی اور امیہ بن عبدالعزیز اندلسی کے حالات تو نہیں لکھ رہا ہوں۔

سجاد علی انصاری نے لکھا:

۱۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا دماغ ان معجزات میں سے ہے جو کارکنان قضا و قدر کی حیرت انگیز کرشمہ سازیوں کو نمایاں کرتے رہتے ہیں۔

۲۔ ہندوستان میں مذہب و سیاست کی عبقریت بامعیت کبھی اس طرح وجود سے نمایاں نہیں ہوئی جو [illegible] شخصیت میں ڈھلی ہوئی نظر آتی ہے۔

۳۔ [illegible] بیں حسن و صداقت [illegible] وہ محض تنبیہ و تہدید یا دو لفظ و تحریر نہیں [illegible] [illegible] وہ جیتا جاگتا ان اصابت پر طعن [illegible] ہوئی ہے [illegible] ہو کر مسلمان مبعوث ہوتے [illegible] دو سو برس پہلے تک اس صحیفہ میں [illegible] ہے [illegible] رشد و ہدایت کی روشنی موجود ہے۔

ترجمہ کی خصوصیات

[illegible] ترجمان القرآن دو جلدوں میں ہے۔ جلد اول کے ۲۲۶ [illegible] صفحات جلد دوم کے اسی سائز [illegible] کل ۱۰۴۹ صفحات ہیں۔ سورہ فاتحہ [illegible] ساہتیہ اکادمی دہلی نے اردو ٹائپ میں ڈاکٹر ذاکر حسین [illegible] ۵۱۳ صفحات میں [illegible] صفحہ کا چھپا ہوا ہے۔ پروفیسر محمد جمال خان کا نام ترتیب و مقدمہ کے زیر عنوان درج ہے۔ لیکن اس میں مقدمہ قسم کی کوئی چیز نہیں۔ اگر ترتیب سے مراد بعض چیزیں جو اس میں چھوٹ گئی تھیں ان کا اندراج ہے۔ مثلاً کتابت کی تصحیح، طباعت کی صحت، آیات کے نمبر، مباحث میں مندرجہ آیات کے اعراب، نمبروں کی جانچ، بعض آیات کا چھوٹا ہوا ترجمہ، احادیث نبوی عربی اشعار، مقولے اور بائیبل کے حوالوں کی درستی، یورپی مصنفین [illegible] کی تصنیفات کا رومن حروف

میں نام، املا کی صحت اور عبارت کے ربط و وضاحت وغیرہ تو یہ کام پروفیسر محمد اجمل خان نے تنہا انجام نہیں دیا۔ ڈاکٹر عبدالحمید خان صاحب [illegible] حیدرآباد دکن کے استاد عربی مدرسی حمد حسن خان بھی ان کے مددگار رہے ہیں۔ پروفیسر محمد اجمل نے تفسیر فاتحہ کے آخر میں دو صفحے [illegible] اور ڈیڑھ سطر میں مقدمۃ البیان کے بارھویں باب کی سورہ فاتحہ سے متعلق روداد بیان کی ہے۔

(۲) مولانا سے پہلے قرآن پاک کے تراجم عربی آیات کے الفاظ کا تحقیقی ترجمہ تھے۔ یعنی جس ترتیب سے سورہ کے الفاظ تھے اسی ترتیب سے الفاظ کے [illegible] [illegible] [illegible] میں جنہوں نے قرآن کا ترجمہ [illegible] کے الفاظ [illegible]

احمد پاک کی خاطر تھی خدا کو منظور

ورنہ قرآن بھی اترتا بزبان اردو

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] نہیں۔ جیسا کہ ڈپٹی نذیر احمد نے [illegible] اردو کو عوامی زبان بنانے میں اس کا عربی [illegible] رہے تھے۔ مولانا نے [illegible] مسلمانوں کے ذہنی [illegible] بولتے ہوئے قرآن ہی کی زبان استعمال کی ہے جس سے قرآن کی [illegible] کر رہے ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے عجمیوں کے استفسار پر کہا تھا کہ [illegible] کے باعث فارسی میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ مولانا کے ترجمہ سے قرآن کی دعوت کا تاثر بلا اردو پر سحر تا اور عربی آہنگ قائم رہتا ہے۔ جو لوگ عربی نہیں جانتے وہ خود کو عربی فضا میں محسوس کرتے ہیں۔

(۳) مولانا کے ترجمہ و تفسیر نے ہندوستان کے غیر مسلموں میں بھی قرآن پڑھنے کی ترغیب پیدا کی۔ اس

سے پہلے وہ قرآن کو نہ پڑھتے اور نہ اس پر غور کرتے تھے۔ اکا دکا پنڈت یا گیانی مناظرے یا مجادلے کے لیے قرآن پڑھتے تھے۔ مولانا کے تفسیر و ترجمہ کی ہمہ گیری نے تعلیم یافتہ ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں میں اس کے مطالعہ کا ذوق پیدا کیا جس سے ان کی نئی نسلوں اور بعض پرانے لوگوں میں اسلام آشنائی کی راہیں کھلیں اور وہ اسلام کے بارے میں جن بدگمانیوں کا شکار تھے وہ رفع ہو گئیں اور ان لوگوں کے جو مسلمانوں سے سیاسی اور معاشرتی طور پر برگشتہ یا بدظن تھے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین نے پیش لفظ میں لکھا ہے کہ "مولانا کے ترجمان القرآن سے پہلے اردو میں کوئی ترجمہ ایسا نہیں تھا جو مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کے دلوں تک بھی پہنچ سکے۔"

اس لحاظ سے مولانا کا ترجمہ اور سورہ فاتحہ کی تفسیر بجائے خود اس دعوت کا ذریعہ ہے جو غیر مسلموں پر مسلمانوں کے سیاسی [illegible] اسلام میں [illegible] کوئی [illegible] کوشش [illegible] غیر مسلموں [illegible] خود میں [illegible] مسلمان ہو گئے بلکہ اسلام کی اصل تعلیم سے بھی [illegible] جو پیدا ہوں [illegible] اسلام کو [illegible] تھے۔ [illegible] میں کہ مقدمہ ترجمان القرآن کو [illegible] مطالعہ [illegible] اردو خدمت کا [illegible] حاصل ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر ذاکر حسین لکھتے ہیں "مولانا [illegible] کے ترجمے اور تفسیری اشارات میں [illegible] شان پیدا [illegible] ہے۔"

(۴) ذاکر صاحب کے الفاظ میں مولانا روح تفسیر کے محرم ہیں اور کلام الٰہی کے مطالب کو اس [illegible] سمجھاتے ہیں جس سے [illegible] کے تنقیدی ذہن کو بھی تسکین ہو جاتی ہے۔ سورہ فاتحہ کی تفسیر میں [illegible] کے ہیں مولانا نے نئے زمانہ کے اس ذہن کو بطور خاص ملحوظ رکھا اور اس کے [illegible] وقت کے بعض سوالوں کا جواب آ گیا ہے فی الجملہ وہ تمام الجھاؤ رفع ہوتے ہیں جو اس دور کی عقلی اور علمی تحریکوں نے پیدا کیے ہیں۔

(۵) مولانا نے جلد اوّل کے آغاز میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

إلى سماء تظلنی وای ارض تقلنی اذا قلت فی کتاب اللہ مالا اعلم۔

(ترجمہ) کونسا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا اور کونسی زمین مجھے اٹھائے گی اگر میں اللہ کی کتاب سے متعلق کوئی ایسی بات کہوں جس کا مجھے صحیح علم نہیں۔

مولانا نے ترجمہ و تفسیر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اس قول کو بہاں و تمام ملحوظ رکھا اور ٹھیک وہی مطالب بیان کئے ہیں جن سے اس زمانہ کی سب تشنگیاں سیراب ہو سکتی ہیں اور جن کی غایت یہی تھا [illegible] ترجمان القرآن کی سب سے بڑی خوبی [illegible] نے [illegible] اور عقلیات دونوں کو ترک [illegible] اور تمام [illegible] روایات [illegible] تفسیر [illegible] ہے [illegible] دوسرے مفسرین سے متاثر [illegible] ہے [illegible] بعض [illegible] علما جو علوم و فنا کے [illegible] میں [illegible] تھے [illegible] مولانا [illegible] متعلق [illegible] ہوں سے بغاوت کے مترادف تھا۔ اور وہ اس کو قدما کے [illegible] اختیار [illegible] علما نے بھی [illegible] مولانا [illegible] تفسیر کے باعث وہ درس و افتا کی مسند [illegible] کے الحاد و زندقہ [illegible] ہوا نہیں اس سلسلہ [illegible] میں [illegible] بحث کے بعض ہوا [illegible] معارف [illegible] کے [illegible]۔

مولانا محمد ابراہیم [illegible] فتح البیان" میں مولانا [illegible] عقاب نے مولانا ابوالکلام [illegible] ترجمان القرآن کی جلد اوّل پڑھ لیے تھے۔ مولانا نے [illegible] جنوری ۱۹۳۰ء [illegible] خط کے [illegible] میں تحریر کیا کہ براہِ عنایت مجھے کتاب [illegible] میں نے جس [illegible] قول کا عہد کیا۔ ان میں سے [illegible] ہے کہ کسی شخص [illegible] تو جواب دوں گا نہ اس کی شکایت سے اپنے نفس کو آلودہ ہونے دوں گا۔[1]

غرض یہ تھا کہ سورہ فاتحہ کے بعض مطالب سے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں بالاصل تعریف

---

[1] میرا عقیدہ از ابوالکلام آزاد، مطبوعہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی ۱۹۵۹ء صفحہ ۲۰

نہیں اور اسلام کا نظام عبادت ہنگامی ہے۔

مہر صاحب لکھتے ہیں کہ سودہ کا جواب آیا تو اپنے فہم کی نارسائی اور علم کی بے مائیگی پر ندامت ہوئی۔ مولانا نے لکھا کہ:

"جس طرح اصلی دین کی دعوت کامل ہو چکی اور وہ تمام پچھلی دعوتوں کا جامع اور مشتمل خلاصہ ہے ٹھیک اسی طرح تشریح و تفصیل کا معاملہ بھی کامل ہو چکا ہے اور وہ تمام شرائع کے مقاصد و [illegible] ہے۔ [illegible] ظاہر ہے کہ اس حکمت کا محل تفسیر سورہ فاتحہ یا سورہ بقرہ نہیں، سورہ [illegible] ہے۔ [illegible] تفسیر سورہ فاتحہ میں بعض سے [illegible] سورتوں کی [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہے [illegible] نہیں کیا ہے۔ سورہ فاتحہ کے بعد ایک سورہ [illegible] سورتیں اور بھی مع اپنے مقاصد و مطالب [illegible] ہیں۔"[1]

مولانا نے سورہ [illegible] کی تفسیر [illegible] وجود باری تعالیٰ کے ثبات میں [illegible] ہے۔ اس کی حیثیت [illegible] الحاد [illegible] کی تحریکوں [illegible] ہیں [illegible] جو خدا کی ہستی کا [illegible] ہے۔

[illegible] قرآن کی بڑی خوبیوں میں سے ایک خوبی [illegible] کے مطابق [illegible] ہے۔ اس نے کائنات کی تکوین سے [illegible] اور فلسفہ و دانش کے ہاتھوں انسان [illegible] ہے [illegible] اس طرح رشد و ہدایت کی تخریج [illegible] ہونے کا ثبوت بہم پہنچایا ہے [illegible] اصول و مبادی ہیں جو [illegible] ایک ایسے [illegible] اٹھاتے ہیں جو ٹھیک ٹھیک قائم ہو جائے تو انسانی فکر و عمل کے لیے کسی موثر پر کوئی بھی کمی نہیں رہتی۔ سورہ فاتحہ کے اکثر مباحث کی اصل انہی نکات پر ہے۔

---

[1] خط بنام مولانا غلام رسول مہر ماخوذ از میرا عقیدہ از ابوالکلام آزاد (صفحہ ۱۹)

(۷) سورۂ فاتحہ کی تفسیر کے مخاطب صرف مسلمان نہیں عام انسان ہیں یہی وجہ ہے کہ مولانا نے تمام راہوں سے ہٹ کر اس میں ان تمام مباحث پر قلم اٹھایا ہے جو فلسفہ و سائنس کی اس مادی بیزار دنیا میں انسان کو درپیش ہیں۔ ہمارے وہ مفسرین جنہوں نے ان مباحث کو نظر انداز کیا یا قرآن کی تفسیر سے الگ رکھا وہ نہیں جان سکے کہ ان مسائل و مباحث کی فی زمانہ اہمیت کیا ہے۔

(۸) مولانا نے قرآن کی دعوت کو جس انداز، اسلوب اور پیرائے میں پیش کیا وہ بلا شبہ اس زمانہ کے عوارض کا علاج تھا۔ مولانا اس وقت دعوت قرآن لے کر اٹھے جس وقت مسلمانوں کا [illegible] تھی۔ اور وہ ہندوستان میں سیاسی اور مذہبی [illegible] سرگرم رہے تھے۔ [illegible] اسلوب تھا جو [illegible]

(۹) ترجمان القرآن میں قرآن کے اصولی مباحث کی [illegible] و تدوین کے علاوہ اس کی مثالی زبان، اس کی ادبی خصوصیات [illegible] اس کے طریق [illegible] اس سے تصوف تک [illegible] مثالی زبان کو [illegible] دیتے ہیں۔

(۱۰) ترجمان القرآن کے طرز بیان [illegible] ہوتا ہے کہ وہ اسے انگریزی اور فرانسیسی میں فوری طور [illegible] کے معنی [illegible] پشتو میں ترجمہ کا منصوبہ [illegible] تلگو اور سندھی کے ترجمے ہو چکے ہیں اور [illegible] ترجمہ محض مطالب کی [illegible] لگ گئے [illegible] بتانا چاہتے تھے کہ قرآن کی دعوت [illegible] ہیں [illegible] انسان اس کا مخاطب ہے۔

(۱۱) مولانا اصول تجدید و تقلید کے تحت فرماتے ہیں۔ ... "ہر عہد کا مصنف اپنے عہد کی ذہنی پیداوار ہوتا ہے اور اس قاعدے سے صرف وہی دماغ مستثنیٰ ہوتے ہیں جنہیں مجتہدانہ ذوق و نظر کی قدرتی بخشش نے صف عام سے الگ کر دیا ہو۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کی ابتدائی صدیوں سے لے کر قرون آخرہ تک جس قدر مفسر پیدا ہوئے ان کا طریق تفسیر ایک روبہ تنزل معیار فکر کی مسلسل زنجیر ہے۔ جس کی ہر پچھلی کڑی پہلی سے پست تر اور ہر سابق لاحق سے بلند تر واقع ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں جس

قدر اُوپر کی طرف بڑھتے جاتے ہیں حقیقت زیادہ واضح، زیادہ بلند اور یہی قدرتی شکل میں نمایاں ہوتی جاتی ہے جس قدر نیچے اترتے آتے ہیں حالت برعکس ہوتی جاتی ہے۔ یہ صورت حال فی الحقیقت مسلمانوں کے علمی و دماغی تنزل کا قدرتی نتیجہ تھی۔ انہوں نے جب دیکھا کہ قرآن کی بلندیوں کا ساتھ نہیں دے سکتے تو کوشش کی کہ قرآن کو اس کی بلندیوں سے نیچے اُتار لیں کہ ان کی پستیوں کا ساتھ دے سکے۔

مولانا نے ترجمان میں قرآن کی حقیقی دعوت اور اس کی شکل و نوعیت سے وہ تمام پردے اُٹھائے جو مختلف عہدوں اور مختلف گوشوں کے حالات و اثرات نے اس کے چہرے پر ڈال دیئے تھے۔ مولانا نے دین کے مسائل میں کسی مکتب کے فہم و عمل کی پیروی نہیں کی بلکہ دین کی دعوت و تعلیم کا صحیح رخ واضح کر دیا ہے۔

(۱۲) مولانا نے تفسیر و ترجمہ دونوں میں وہی طرز [illegible] علیہم السلام کے [illegible] تھا۔

(۱۳) مولانا فرماتے ہیں [illegible] فطرت کی سیدھی سادی فطری حالت پر قائم تھا۔ نتیجہ یہ نکلا [illegible] واقع ہوتی تھی ٹھیک ویسی ہی اس کے دلوں میں اتر گیا اور [illegible] قرآن [illegible] آیت [illegible] کردیا۔ نتیجہ یہ نکلا [illegible] نمایاں ہوتی گئیں، رفتہ رفتہ وہ وقت آ گیا [illegible] وضعی اور صناعی طریقوں کے سانچوں میں ڈھالی جانے لگی۔ چونکہ ان سانچوں میں وہ ڈھل نہیں سکتی تھی [illegible] ہونے لگے اور پھر جس قدر کوششیں سلجھانے کی کی گئیں الجھاؤ اور زیادہ بڑھتے گئے۔

مولانا نے ترجمان القرآن میں وضعیت کے ان ہی سانچوں کو توڑا اور وہ تمام الجھاؤ ختم کئے جو اسرائیلیات و عقلیات کی بدولت متقدمین کی تفسیر میں پیدا ہو چکے تھے اور جس کا تصنیفی شاہکار امام فخرالدین رازی کی تفسیر کبیر ہے کہ اس کی بدولت شکوک و ایرادات کے دروازے اس طرح کھلے کہ ان کا بند ہونا مشکل ہو گیا۔

(۱۴) مولانا نے ترجمان القرآن میں فلسفہ و منطق کے بجائے یقین و اذعان کا فطری طریقہ اختیار کیا اور

یہی وہ طریق ہے جسے ہر دماغ وجدانی طور پر پا لیتا اور ہر دل قدرتی طور پر قبول کر لیتا ہے۔ مولانا کی تفسیر میں قرآن کے دلائل و براہین کی ساری خوبروئی و دلنشینی بدرجۂ اتم موجود ہے۔

(۵) ترجمان القرآن کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں پوری احتیاط کے ساتھ ایک ایسا طریق بیان اختیار کیا گیا ہے کہ الفاظ کم سے کم اور مطالب زیادہ سے زیادہ سمٹے ہوئے ہیں۔ کوئی چیز کم ہے تو وہ مطالب کا پھیلاؤ ہے۔ نفس مطالب میں کوئی سی کمی نہیں۔ [illegible] جتنے پر جس قدر غور کیا جائے مطالب و مباحث کے نئے دفتر کھلتے چلے جاتے ہیں۔

(۶) ترجمان القرآن کی جلد اول ۱۹۳۰ء [illegible] ہاتوں پر موقوف ہے۔

اوّل۔ خدا کی صفات [illegible] انسان کو خدا [illegible] جس قدر [illegible] لگی ہیں وہ صفات ہی کے تصور میں ملتی ہیں۔

دوم [illegible] ہر چیز کا [illegible] اسی طرح نفسانی اعمال کے بھی معنوی خواص و نتائج ہیں [illegible] عمل کا نتیجہ اچھائی اور برے کا برائی۔

سوم۔ معاد کا یقین یعنی انسان کی زندگی اسی دنیا میں ختم نہیں ہو جاتی اس کے بعد بھی ملتی ہے اور جزا کا معاملہ پیش آنے والا ہے۔

چہارم۔ فلاح و سعادت کی راہ اور اس کی بھی۔ غرض سورۂ فاتحہ کے سات بول سات آیتیں جنہیں اُمّ القرآن، خلاصۃ الفکر اور اساس القرآن بھی کہا گیا ہے، اپنے خالق سے متعلق انسان کی ہمہ گیر جستجو اور اس سارے سفر کی آخری منزل کا سنگ میل ہیں کہ انسان اس کے سوا نہ تو اپنے رب کا تصور رکھتا ہے اور نہ خدا کا تصور اس کے بغیر قائم رہتا ہے۔ اکثر قوموں اور ملکوں نے اللہ کے تصور کو اپنے حصار میں بند کر لیا اور خدا کو اپنا ہی رب گردانا تھا۔ لیکن اسلام نے خدا کے رب العالمین ہونے کی ہمہ گیر صدا کا اعلان کیا۔ اب تک لوگوں میں خدا کا تصور خوف و دہشت کا تصور تھا۔ اسلام نے رحمت و عدالت کا تصور پیش کیا۔ مولانا نے اس بحث میں

ایسے ایسے نکتے بیان کیے اور یہی وہی چیزیں تھیں ہیں کہ علم و نظر میں تفصیل و اطناب کے دفتر مدون کیے جا چکے ہیں

(۱۸) مولانا نے سورہ فاتحہ کو اُم القرآن کی حیثیت سے تفسیر و بیان کا موضوع بنایا اور ایک عام منشور کے طور پر پیش کیا ہے۔ ہماری تفسیر ان لوگوں کی جستجو و اضطراب کا جواب ہے جو اپنے رب کی تلاش میں عقل و فکر کے صحراؤں اور بیابانوں میں گھومتے پھرتے اور اس کی حقیقت جاننے میں کبھی منزل مقصود سے دور ہو جاتے اور کبھی گمراہی و ضلالت میں کھو جاتے ہیں۔

(۱۹) مولانا نے وحدت ادیان کا جو تصور پیش کیا اور اس باب میں جو نکات بیان کیے، پھر اس پر جو گفتگو اس کے متعلق وقت کے سیاسی فتنوں نے دنیا کے [illegible] ایک طوفان کھڑا کر دیا [illegible] وحدت ادیان کے داعی [illegible]

[illegible]

[illegible]

مولانا کے نزدیک بہت بڑا فتنہ یہ کھیل [illegible] سے تھا۔ دوسروں نے پہلے مذہب کی سچائیوں کو جس طرح گم کیا وہ اس کی نشاندہی کریں اور بتائیں کہ گمراہیاں تمہارے دین و داعی کی نہیں گمراہیاں تمہاری اپنی ہیں کہ تم نے اپنے ادیان کی سچائی کھو دی ہے۔ مولانا یہ سب دعوت و حکمت کے طریق سے بیان نہ کرتے تو فی زمانہ قرآن کی دعوت دینا مشکل تھا۔ قرآن کی دعوت پیغمبر اسلام کی اپنی دعوت نہ تھی۔ اور نہ ان کے اپنے مواعظ تھے۔ خدا کا کلام جو انہیں وحی کی معرفت ملا وہ ایک سچے رسول کی حیثیت سے پیش کر دیتے تھے۔ جب بھی دین خدا کے تھے اور پیغمبر اسلام سے پہلے خدا کے رسولوں کی معرفت قوموں کی راہنمائی کا ضابطہ

مجھے تو یہ خیال کہ ان ادیان کا ذکر ہی نہ ہو اور دعوت الٰہی میں انسانی وحدت کی جو ترغیب و تلقین ہے وہ سرے سے بیان ہی نہ ہو ایک ذہنی گمراہی ہے۔

مولانا نے سورہ فاتحہ کی تفسیر میں عالمگیر انسانی معاشرے کی مخفی روح پر قرآن کی یہ حقیقت آشکار کی ہے کہ وہ مختلف مذاہب کے پیرووں کو ان کے دین کی طرف بلاتا اور کہتا ہے کہ اپنی گم شدہ سچائیوں کی طرف لوٹ جاؤ کہ اب اس سچائی کا نام قرآن مجید ہے۔ قرآن کی اس دعوت کا لب لباب یہ تھا کہ جو لوگ اپنے ادیان سے منحرف ہو چکے تھے اپنے محرف دینی حقیقتوں کے [illegible] رشد و ہدایت کا دروازہ کھٹکھٹانے کا اور وہ ہدایت دین حق کی قبولیت پر آمادہ ہوں گے [illegible] راستہ پر ہو کر چلا سکنے میں جو جانا پہچانا ہے، ترقی قطعی کر سکیں [illegible] کی سمت اختیار کرتے [illegible] سے پہلے جو دین تھے وہ [illegible] حکم سے منتہی ہو کر ختم ہوا۔ [illegible] سے محروم ہونے دیں [illegible] ابتدائی [illegible] کی آخری کتاب ہے۔ مولانا نے مذاہب [illegible] وحدت [illegible] ایک ایسا [illegible] خطاب یا طریق استدلال ہے [illegible] نمایاں [illegible] ہوتی ہے۔

(۱۹) سورہ فاتحہ کی تفسیر میں رب العالمین، رحمٰن، رحیم اور مالک یوم الدین کے مطالب و معانی کا پھیلاؤ مولانا کے علم کی [illegible] کی بیانی کا معجزہ [illegible] حسن و خوبی سے ان چہار صفات ربانی کی تشریح کی ہے [illegible] بلاغت میں [illegible] جاتا ہے کہ [illegible] عقل کے [illegible] حقیقت ہے [illegible] جاتا ہے کہ قرآن پاک انسانی فلسفہ و کلام کی کتاب نہیں بلکہ الہیاتی رشد و ہدایت کا صحیفہ ہے۔ جو انسان کو عقل کے مخمصوں سے نجات دیتا اور حکمت کی راہ پر لاتا ہے۔ ربوبیت کیا ہے [illegible] تقدیر، ہدایت، ہدایت وجدان، ہدایت حواس، براہین قرآنیہ، دعوت تعقل، تخلیق بالحق، برہان ربوبیت، وحی و رسالت، اور وجود معاد کے اساسی مباحث فکر و نظر کی بہت سی گتھیاں حل کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر ربوبیت کے انعامات مثلاً رزق، پانی، ہوا وغیرہ کا تذکرہ کرتے ہیں تو اس سے نسل انسانی کے مشترکہ استحقاق کی نشاندہی ہوتی ہے۔ خالق سب کا ہے تو اس کے انعام بھی سب کے لیے ہیں۔ اس طرح طبقاتی تقسیم کا جذبہ باطل ہو جاتا ہے

رب سب کا ہو لیکن ربوبیت سب کے لیے نہ ہو کیونکہ ممکن ہے، اللہ کا رزق نسلِ انسانی کے لیے اس کا مشترکہ انعام ہے اس پر کسی جماعت کا قبضہ طبقاتی سماج کو پیدا کرتا ہے جو جا بجا تعلیماتِ ربانی کی خلاف ورزی ہے۔

(۲۰) ہدایت کی بحث میں ایک دلچسپ خیال کئی فکری مشکلوں کو حل کرتا ہے۔ جب ہر چیز کے لیے ہدایت ہے تو انسانوں کے لیے ہدایت کیوں نہیں؟ رسول منشائے ایزدی کے مظہر ہوتے ہیں اگر مادیین کے نزدیک استعداد فطری قدرتوں کی پیداوار ہیں تو رسالت و نبوت منشائے خداوندی کے تحت مخلوق کی ہدایت و سعادت کا منصب ہے

(۲۱) الرحمٰن و الرحیم کے مباحث اتنے جامع ہیں [illegible] کی وسعت، تنوع اور [illegible] قرآن کے [illegible] کی [illegible] ہے۔ [illegible] زبان پر قدرت کا مظہر ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے [illegible] کارفرما ہے اور وہ سحر کی تاثیر رکھتی ہے۔ زبان کا [illegible] احساس تک نہیں ہوتا [illegible] نہیں [illegible] سکی۔ [illegible] چھوڑ دیا ہے۔ [illegible] اور [illegible] گویا انعام یزدی سے [illegible] ہے۔

(۲۲) [illegible] جو قرآن سے متعلق [illegible] ہے۔ [illegible] بحث میں [illegible] بیان کرتے ہوئے بائبل کے معتقدوں [illegible] کے خلاف سمجھنا بھی تفریق بین الرسل ہے۔

(۲۳) مالک یوم الدین کی بحث میں دین کے لفظ کی پوری سرگزشت لکھ دی ہے [illegible] کی نسبت سے جزا کی حقیقت پر [illegible] روشنی ڈالی ہے [illegible] نقشہ واضح ہو جاتا [illegible] ہر چیز [illegible] ہو جاتی ہے۔ مادیت کی طرح معنویت کے بھی خواص و نتائج ہیں مثلاً ربوبیت پرورش کرتی ہے۔ رحمت [illegible] فیضان کا سرچشمہ ہے اور عدالت سے بناؤ اور خرابی ظہور میں آتی اور نقصان و فساد کا ازالہ ہوتا ہے۔

اسی بحث میں ظلم، طغیان، اسراف، تبذیر، فساد اور اعتداء و عدوان کے معنی بیان کئے ہیں کہ معاشرہ ان عوارض کے وجود و ظہور ہی سے خراب ہوتا ہے۔

(۲۴) صفات الٰہی کے تصور سے متعلق مولانا نے غور و فکر اور مطالعہ و علم کی جو وادیاں قطع کی ہیں اور زمانہ حال کی تحقیقات پر نقد و نظر کی جو عمارت اٹھائی ہے پھر جس عمق سے مختلف اقوام و ممالک کے تصور الٰہیات کا احاطہ کیا ہے اور ان تمام مباحث کو جیسے کہ قرآن کے تصور دین کی تشریحات و تصریحات کی ہیں غالباً دنیا کے کسی ادب میں ایسی سیر حاصل بحث نہیں۔ اس پورے سلسلہ کے فکری عناصر کی تحلیل کرتے ہوئے مولانا نے ارتقائی تصور کے نکات ثلاثہ کی صراحت کی ہے کہ خدا کا تصور تین مرحلوں سے گزر چکا ہے۔

۱۔ تجسم سے تنزیہہ کی طرف

۲۔ تعدد و شرک سے توحید کی طرف

۳۔ صفات کی وحدانیت سے [illegible] کی طرف

ان تینوں کی صراحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ نزول قرآن کے وقت پانچ دینی تصور خدا عالم پر چھائے ہوئے تھے۔

(۱) چینی (۲) ہندوستانی (۳) مجوسی (۴) یہودی (۵) مسیحی۔

ان پانچوں کا سب سے طویل ترین معروضی اور تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے۔ ایک سو صفحات پیشروؤں سے متعلق مولانا نے بہت سے نکات کی توضیحات اٹھائی ہیں۔ ان میں بعض حقائق مختلف ستی شکلوں کی چیرہ دستی کی ہے۔ اس سے [illegible] مسیحیت کا کشف ہوتا ہے بلکہ مروجہ نظریات کے ماخذ بھی سامنے آجاتے ہیں۔

مولانا نے صفات الٰہی کے [illegible] میں [illegible] کا قول بھی نقل کیا ہے کہ [illegible] جو عقیدہ سکھا دیا تھا۔ اسی پر دنیا سے جا رہا ہوں۔ اس کے علاوہ امام فخرالدین رازی کی آخری تصنیف سے اقتباس ذیل درج کیا ہے کہ:

"میں نے علم کلام اور فلسفے کے تمام طریقوں کو خوب دیکھا بھالا لیکن بالآخر معلوم ہوا کہ ان میں کسی بیمار کے لیے شفا ہے نہ کسی پیاسے کے لیے سیرابی۔ سب سے بہتر اور حقیقت سے نزدیک تر راہ وہی ہے جو قرآن کی راہ ہے۔"

(۲۵) "اھدنا الصراط المستقیم" کی تفسیر میں مولانا نے تکوین وجود کے چار مرتبے بیان کیے ہیں اور (۱) تخلیق (۲) تسویہ (۳) تقدیر (۴) ہدایت۔ ہدایت کیا ہے؟ وجدان کیا ہے؟ اور جوہر عقل کیا ہے؟ ان تینوں کے

ذکر میں غور وفکر کا ایک خزانہ جمع کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں: دعوت قرآنی کی تین جہات ہیں (۱) انسان کی نجات وسعادت کا دارومدار اعتقاد وعمل پر ہے نہ کہ کسی خاص گروہ بندی پر (۲) نوع انسانی کے لیے دین الٰہی ایک ہی ہے اور یکساں طور پر سب کو اسی کی تعلیم دی گئی ہے۔ پس یہ جو پیروان مذاہب نے دین کی وحدت اور عالم گیر حقیقت ضائع کر کے بہت سے مختلف ومتخاصم جتھے بنا لیے ہیں یہ صریح گمراہی ہے (۳) اصل دین توحید ہے یعنی ایک پروردگار عالم کی براہ راست پرستش کرنی اور تمام بانیان مذاہب نے اسی کی تعلیم دی ہے۔ اس کے خلاف جس قدر عقائد و اعمال اختیار کر لیے گئے ہیں اصلیت سے انحراف کا نتیجہ ہیں۔

(۲) مولانا نے قرآن اور پیروان مذاہب کے مابین نزاع کے تین اصول بیان کیے ہیں۔

۱۔ وہ مذہبی گروہ بندی کا مخالف تھا اور دین کی وحدت یعنی ایک ہی دین کا اعلان کرتا تھا، پیروان مذاہب یہ مان لیتے تو نہیں گروہ بندیاں باقی نہ رہتیں۔ لیکن ان کی ہستی ہی ایک گروہ کے قیام پر تھی کہ جو عملی طور پر گروہ پرستی پر قائم تھی۔

۲۔ قرآن کہتا تھا نجات وسعادت کا دارومدار اعتقاد وعمل پر ہے نسل، قوم، گروہ بندی اور ظاہری رسوم پر نہیں ہے۔ پس وہ فیصلہ کرتا تھا کہ نجات کا دارومدار اختیار تمام نوع انسانی پر تقسیم ہے اور کسی ایک مذہبی گروہ کے لیے مخصوص نہیں۔ اس بات کے لیے ان میں سے کوئی بھی تیار نہ تھا۔

۳۔ وہ کہتا تھا اصل دین خدا پرستی ہے اور خدا پرستی یہ ہے کہ ایک خدا کی براہ راست پرستش کی جائے لیکن پیروان مذاہب نے کسی نہ کسی شکل میں شرک وبت پرستی کے طریقے اختیار کر لیے تھے۔ وہ گو نہیں اس بات سے انکار نہ تھا کہ اصل دین خدا پرستی ہی ہے۔ لیکن یہ بات منظور نہ کر سکتے تھے کہ اپنے موروثہ اور معتاد طریقوں سے دستبردار ہو جائیں۔

(۴) مولانا نے قرآن کی دعوت کا ذکر کرتے ہوئے اس کی تفصیلات کا خلاصہ چند جامع نکات میں پیش کیا ہے، انہی کے الفاظ میں وہ حسب ذیل ہیں۔

۔ نزول قرآن کے وقت دنیا کا مذہبی تخیل اس سے زیادہ وسعت نہیں رکھتا تھا کہ نسلوں، خاندانوں اور قبیلوں کی معاشرتی حد بندیوں کی طرح مذہب کی بھی ایک خاص گروہ بندی کر لی گئی تھی۔ ہر گروہ بندی کا آدمی سمجھتا تھا دین کی سچائی صرف اسی کے حصے میں آئی ہے۔ جو انسان اس کی مذہبی حد بندی

میں داخل ہے نجات یافتہ ہے جو داخل نہیں نجات سے محروم ہے۔

۲۔ ہر گروہ کے نزدیک مذہب کی اصل و حقیقت محض اس کے ظاہری اعمال و رسوم تھے۔ جو ہی ایک انسان انہیں اختیار کر لیتا یقین کیا جاتا کہ نجات و سعادت اسے حاصل ہو گئی۔ مثلاً عبادت کی شکل، قربانیوں کے رسوم، کسی خاص طعام کا کھانا یا نہ کھانا، کسی خاص وضع کا استعمال کرنا یا نہ کرنا۔

۳۔ چونکہ یہ اعمال و رسوم ہر مذہب میں الگ الگ تھے اور ہر گروہ کے اجتماعی مقتضیات یکساں نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لیے ہر مذہب کا پیرو یقین کرتا کہ دوسرا مذہب سچائی سے خالی ہے۔ کیونکہ اس کے اعمال و رسوم ویسے نہیں جیسے خود اس نے اختیار کر رکھے ہیں۔

۴۔ ہر مذہبی گروہ کا دعویٰ صرف یہی نہ تھا کہ وہ سچا ہے [illegible] دوسرا جھوٹا ہے۔ نتیجہ یہ تھا کہ ہر گروہ [illegible] کو دوسروں کے خلاف تعصب و نفرت [illegible] خدا کی جگہ [illegible] ہر گروہ دوسرے گروہ سے نفرت کرتا اور اس کا خون بہانا جائز سمجھتا۔

[illegible] قرآن نے نوعِ انسانی کے سامنے مذہب کی [illegible] کا اصول پیش کیا۔

ا۔ اس نے صاف صاف بتلا دیا [illegible] ہر قوم [illegible] آچکے ہیں۔ اس لیے ہدایت خدا کی عام بخشش ہے۔ اس لیے ممکن نہیں کسی خاص جماعت ہی کو دیا گیا ہو اور دوسروں کا اس میں کوئی حصہ نہ ہو۔

ب۔ اس نے بتلایا کہ خدا کا قانونِ فطرت اور انسان کی روحانی سعادت کا قانون بھی ایک ہی ہے اور سب کے لیے ہے۔ پس پیروانِ مذہب کی سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ انہوں نے دین کی وحدت فراموش کر کے الگ الگ گروہ بندیاں کر لی ہیں۔ اور ہر گروہ بندی دوسری گروہ بندی سے لڑ رہی ہے۔

ج۔ اس نے بتایا کہ خدا کا دین اس لیے تھا کہ نوعِ انسانی کا تفرقہ اور اختلاف دور ہو۔ اس لیے نہ تھا کہ تفرقہ و نزاع کی علت بن جائے۔ پس اس سے بڑھ کر گمراہی اور کیا ہو سکتی ہے کہ جو چیز تفرقہ دفعہ کرنے کے لیے آئی تھی اسی کو تفرقہ کی بنیاد بنا لیا ہے۔

ج- اس نے بتایا کہ یک چیز دین ہے ایک شرع و منہاج ہے۔ دین ایک ہی ہے اور یک ہی طرح پر سب کو دیا گیا ہے۔ البتہ شرع و منہاج پر اختلاف ہوا اور یہ اختلاف ناگزیر تھا۔ کیونکہ ہر عہد اور ہر قوم کی حالت یکساں نہ تھی۔ اور ضروری تھا کہ جیسی جس کی حالت ہو ویسے ہی احکام و اعمال بھی اس کے لیے اختیار کیے جائیں۔ پس شرع و منہاج کے اختلاف سے اصل دین مختلف نہیں ہو جا سکتے تم نے دین کی حقیقت تو فراموش کر دی ہے۔ محض شرع و منہاج کے اختلاف پر ایک دوسرے کو جھٹلا رہے ہو۔

ھ- اس نے بتایا کہ تمہاری مذہبی گروہ بندیوں [illegible] کی وحدت و سعادت میں کوئی دخل نہیں۔ یہ گروہ بندیاں تمہاری بنائی ہوئی ہیں۔ [illegible] دین تو ایک ہی ہے۔ وہ دین [illegible]

و- اس نے بتایا کہ [illegible] نہیں ہے [illegible] فراموش کردہ [illegible] قبول کر لیا [illegible] [illegible] پکار رہا ہے۔

ز- [illegible] نفرت رکھے بلکہ اس سبب سے کہ [illegible] مقصود اسی کی بندگی ہے [illegible] اور مذاہب کے نام پر یہ تمام جنگ و نزاع کیوں ہے؟

ح- مذاہب عالم کا اختلاف [illegible] نہیں رہا بلکہ [illegible] وحدت و رحمت کا ذریعہ بن گیا ہے۔ [illegible] کہ تمام پیروان مذاہب اپنے دعوی میں سچے مان لیے جائیں کیونکہ ہر مذہب کا پیرو صرف اسی بات کا مدعی نہیں ہے کہ وہ سچا ہے بلکہ اس کا بھی مدعی ہے کہ دوسرے جھوٹے ہیں۔ پس اگر ان کے دعاوی مان لیے جائیں تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہر مذہب بیک وقت سچا بھی ہے اور جھوٹا بھی ہے۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ سب کو جھوٹا قرار دیا جائے کیونکہ اگر تمام مذاہب جھوٹے ہیں تو پھر مذہب کی سچائی ہے کہاں؟ پس اگر صورت رفع نزاع کی ہو سکتی ہے تو وہ یہی

ہے جس کی دعوت سے کہ قرآن نمودار ہوا ہے۔ تمام مذاہب سچے ہیں۔ کیونکہ اصل دین ایک ہی ہے اور سب کو دیا گیا ہے۔ لیکن تمام پیروان مذاہب سچائی سے منحرف ہو گئے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے دین کی حقیقت اور وحدت ضائع کر دی ہے اور اپنی گروہوں کی الگ الگ ٹولیاں بنالی ہیں۔ اگر ان گمراہیوں سے لوگ باز آجائیں اور اپنے اپنے مذہب کی حقیقی تعلیم پر کاربند ہو جائیں تو مذہب کی تمام نزاعات ختم ہو جائیں گی۔ پھر ہر گروہ دیکھ لے گا کہ اس کی راہ بھی اصلاً وہی ہے جو ان تمام گروہوں کی راہ ہے۔ قرآن کہتا ہے تمام مذاہب کی یہی مشترک و متفق حقیقت دین ہے اور یہی نوع انسانی کے لیے حقیقی دین ہے اور اسی کو وہ "اسلام" [illegible]

نوع انسانی کی [illegible] بھی ہو سکتے تھے سب انسانوں کے ہاتھوں ٹوٹ چکے [illegible] بے شمار قومیتیں بن گئیں سب کی [illegible] بٹ گئے۔ سب کا درجہ ایک تھا لیکن میر و فقیر ترتیب [illegible] حالت میں کون سا رشتہ ہے جو تمام طاقتوں [illegible] میں کام سکتے ہیں؟

[illegible] باز رکھ سکتا ہے۔ یہ [illegible] پڑھتے ہوئے ہیں [illegible] ہوئے تفرقے اس پر غالب آسکیں۔

[illegible] جو مواعظ [illegible] مباحث میں [illegible] انسانیت کا ظہور ہے ٹھیک ٹھیک وہی انسان ہے جن کی تخلیق [illegible] ہوتی ہے۔

(۲) جلد اوّل فاتحہ سے [illegible] تک ہے۔ اور جلد دوم اعراف سے مومنون تک۔ اوپر کے اشارات جلد اوّل سے ماخوذ ہیں۔ ظاہر ہے کہ جلد اول کا شہ پارہ سورہ فاتحہ کی تفسیر ہی ہے لیکن جلد دوم کے اشارات ہی سے خود کئی کتابوں کا پھیلاؤ رکھتے ہیں اور انہیں طرز عنوان بنا کر طویل و بسیط مقالے لکھے جا سکتے ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں کہ انسانی گمراہی کا سب سے بڑا سرچشمہ آباؤ اجداد کی اندھی تقلید ہے۔ جہاں

تک دین کا تعلق ہے اس کی بنیادی اصلاحیں تین ہیں۔ عمل میں اعتدال، عبادت میں توجہ اور خدا پرستی میں اخلاص!

بعض نکات کے ضمن میں فرمایا:

۱۔ ظالم و مستبد حکمرانوں کا تسلط بھی خدا کا ایک عذاب ہے جس میں غافل قومیں مبتلا ہوتی ہیں۔

۲۔ معرفت حقیقت کے دو راستے ہیں۔ اول فکر ثانیاً نظر۔ فکر یہ کہ خدا کی دی ہوئی عقل سے کام لیں اور [illegible] سوچیں سمجھیں۔ نظر یہ کہ کارخانہ ہستی کے عجائب و دقائق کا مشاہدہ کریں اور اس سے بصیرت پائیں۔

۳۔ دین کے معاملہ میں [illegible] فہم [illegible]

۴۔ [illegible] جس کی کوئی بھی نظیر تاریخ قوم میں نہیں ملتی ہے۔

۵۔ [illegible] اور انسانیت کی تاریخ [illegible] کے نزول سے شروع ہوئی۔

۶۔ زکوٰۃ کا حکم انفرادی نہیں اجتماعی ہے [illegible] جو حکومت کو ادا کیا جانا چاہیے نہ یہ کہ خود نکالنا اور خرچ کر دینا۔

۷۔ قرآن نے چار وصف [illegible] خصوصیت سے [illegible] (۱) موعظت (۲) شفا (۳) ہدایت (۴) رحمت۔

۸۔ دین اللہ کا ہے [illegible] پیغمبر کے ذمہ ابلاغ ہے۔ محاسبہ اللہ کا کام ہے۔ قرآن نے تاریخ کو ایام اللہ سے تعبیر کیا ہے۔

۹۔ صبر کے معنی ہیں مشکلوں اور مصیبتوں کے مقابلہ میں جمے رہنا۔ شکر کے معنی ہیں اللہ کی بخشی ہوئی قوتوں کی قدر کرنا اور انہیں ٹھیک ٹھیک کام میں لانا۔

(۲۹) قرآن الحکیم سورۂ [illegible] کے زیر عنوان "التوبہ" کے ترجمہ میں مولانا نے جو کچھ [illegible] وہ تفسیر قرآن کی پہلی صدا ہے۔ جو وقت کی سب سے بڑی سیاسی و اقتصادی تحریک سے متعلق بلند ہوئی۔

سورۂ المومنون کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

(۱) قرآن کی یہ اصل عظیم کہ دولت اللہ کا سب سے بڑا فضل ہے اگر جماعت میں پھیلی ہوئی ہو اور سب سے بڑا فتنہ ہے اگر صرف چند افراد کے قبضہ میں چلی گئی ہو اس لیے وہ ہر جگہ دولت مند افراد کو فساد و گمراہی کا ذمہ دار قرار دیتا ہے اور کہتا ہے فساد کا اصل سرچشمہ وہی ہیں۔

سورۃ توبہ کی تفسیر میں قرآن اور سوشلزم کے متعلق نہایت جامع اشارے کئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ:

(۱) معیشت کے لحاظ سے تمام افراد و طبقات کی مساوات تسلیم نہیں ہو سکتی۔ درجہ [illegible] بعض حالتوں میں قدرتی ہے۔ کیونکہ سب کی جسمانی و دماغی استعدادیں یکساں نہیں اور جب استعداد یکساں نہیں تو ناگزیر ہے [illegible] یکساں نہ ہوں [illegible] ملکیت کا حق [illegible] جس قدر [illegible] رکھتا ہے وہ اس کا ہے۔ البتہ ریاست پر فرض ہے [illegible] اس کے فرائض کا حصہ ہوں۔

(۲) [illegible] یہ ہے کہ انفرادی ملکیت [illegible] دی جائے۔ اور ایسا نظام [illegible] طبقاتی [illegible] اقتصادی [illegible] مساوات کی حالت پیدا ہو جائے اور وسائل دولت تمام تر قومی ملکیت ہو جائیں، انفرادی ملکیت باقی نہ رہے۔

مولانا [illegible] پہلی بات فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ اس میں ایک شر کو ختم کرنے سے دوسرا کوئی شر پیدا نہیں ہوتا۔ معاشرہ میں توازن و اعتدال رہتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔ دنیا کا اس وقت تک کا تجربہ قومی ملکیت کے [illegible] تجربہ کی تائید نہیں کرتا بلکہ اس کے خلاف ہے اور خود روس ہی اپنے دعویٰ کی اب تک تکمیل [illegible] ہے لیکن سوشلزم [illegible] مطالبہ [illegible] ہے کہ مزید تجربہ کا موقع دیا جائے کیونکہ چونکہ سوشلزم کے جدید [illegible] فلسفہ کے سحر میں [illegible] ان کے لیے تجربہ ہی بہترین استدلال ہو سکتا ہے۔

(۳۰) فرمایا ـــــ کلام و خطاب کے تین طریق ہیں۔

۱۔ ارباب دانش کو حکمت کے ساتھ مخاطب کرو۔

۲۔ عوام کو موعظت کے ساتھ۔

۳۔ ارباب خصومت سے جدل کی بھی اجازت ہے لیکن بطریق احسن۔

فرمایا عربی میں شئے کا اطلاق نہ صرف ان چیزوں پر ہوتا ہے جو جسم و حجم رکھتی ہوں بلکہ ہر بات اور ہر حادثہ پر ہوتا ہے حتیٰ کہ دروازہ کھٹکنے کی آواز کو بھی شئے کہیں گے۔

(۳۱) حضرت یوسف علیہ السلام کے ابتلا و اقتدار اور امراۃ العزیز کے عشق وغیرہ کی داستان سرائی میں مولانا نے پہلے مفسروں کی غلطیوں کو استدلال سے بیان کیا اور اس ضمن میں عورت پر کید کے الزام اور مرد کی معصومیت کو اس طرح جھاڑا ہے کہ ان کے نزدیک جنسی بے راہ رویوں کے دائرہ میں سب سے بڑا کید مرد کا ہے۔ مولانا نے یہودیوں اور عیسائیوں کے اس عقیدہ کی از روئے قرآن تردید کی ہے کہ پہلا گناہ عورت سے سرزد ہوا۔ اس بحث میں ثابت کیا ہے کہ عورت کے حقوق مرد کے برابر ہیں۔ متفاوت فرائض میں ہے، حقوق میں نہیں۔ مولانا نے اس سلسلہ میں [illegible] کی [illegible] بیان کیا ہے جو [illegible] میں [illegible] سے پہلی دفعہ عورت و [illegible] کی ذمہ داری [illegible] میں [illegible] ہوگئی۔

(۳۲) [illegible] قصص [illegible] نے جدید تحقیقات کی روشنی میں [illegible] اس سلسلہ میں بعض قصص، [illegible] اور [illegible] سے پہلے اختلاف کیا ہے۔ مولانا نے اس بحث میں [illegible] ایران کے سوا [illegible] پر روشنی ڈالی [illegible] کی [illegible] کا ذکر [illegible] ذوالقرنین [illegible] کا پہلا حکمران [illegible] ہے۔ اس سلسلہ میں [illegible] بھی [illegible] ہے جس سے مختلف قرآن کے قول بھی زیر بحث آگئے ہیں۔ [illegible] کی تحقیق سے پردہ اٹھا ہے۔

(۳۳) فرمایا ––– عربوں میں تسبیح کا رواج ––– تسبیح [illegible] بعد کی ایجاد ہے، اس سے پہلے اسلام سے قبل عرب انگلیوں پر شمار کرتے تھے۔

(۳۴) قرآن تقلید کی دعوت نہیں غور و فکر کا مطالبہ کرتا ہے۔ جب قرآن تقلید محض کا مطالبہ نہیں کرتا تو دوسری کتاب کے لیے یہ مطالبہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے اور جب خدا جب قرآن اپنی بندگی کی دعوت نہیں دیتے تو دوسرا کوئی وجود کیونکر اپنی طاعت کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

(۳۵) دوسری جلد پہلی دفعہ ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔ پہلی جلد ۱۹۳۰ء میں طبع ہوئی اور اس پر ۱۹۴۵ء میں نظرثانی کی گئی۔ دوسری جلد کی اشاعت کے بعد مولانا ۲۲ سال زندہ رہے لیکن عوام کو تیسری جلد کا انتظار ہی رہا۔ مختصر بارہ پاروں کا تفسیری ترجمہ شائقین کے انتظار کی نذر ہو گیا۔ یہ بحث کسی دوسری جگہ ہے کر

تیسری جلد کے ترجمہ پر کیا تھا، اور مقدمہ دیباچہ کے اعلان کیوں شرمندۂ تکمیل نہ ہو سکے۔ لیکن مولانا غلام رسول مہر نے مولانا کی رحلت کے بعد ۱۹۶۱ء میں باقیات ترجمان القرآن کے نام سے تیسری جلد کی مختلف آیات و سورہ کا ترجمہ مع تفسیر و تشریح مدون کیا۔ جو تمام تر مولانا علیہ الرحمۃ کی تحریرات و تصریحات پر مشتمل ہے۔ الہلال و البلاغ سے مرتب کیا گیا ہے۔ یہ ۲۷ سورتوں کا ترجمہ ہے۔ آیات کے ساتھ ان کا ترجمہ اور قدرے تفسیری نوٹ ہیں۔ لیکن یہ ترجمہ بعض مضامین سے الگ کئے گئے ہیں۔ ان کی تشریحات ان مضامین کے دائرے میں ہیں ان تراجم کو مولانا تیسری جلد کے لیے لکھتے اور یہی [illegible] ترجمان کی جامعیت اور کاملیت مختلف ہوتی۔

مولانا [illegible] میں [illegible] ترجمان القرآن کی سرگزشت بیان کی [illegible] میں تیسری جلد کا تذکرہ [illegible] محمد [illegible] پرائیویٹ سیکرٹری مولانا آزاد نے صاحبہ کا ری [illegible] جلد میں لکھا ہے کہ جلد دوم [illegible] سورہ [illegible] کا ترجمہ اور تفسیر [illegible] طباعت سے پہلے [illegible] کیا ہے اس کا [illegible] ہے اور جلد دوم [illegible] ہے۔

۲۶۱ [illegible] غلام رسول مہر نے [illegible] ترجمان القرآن کے [illegible] کی مکمل تشریح کے لیے [illegible] مقدمہ ہے۔ جس میں [illegible] بیان کیے ہیں۔ مولانا نے تفسیر قرآن کے [illegible] جو کچھ لکھا [illegible] نے جامعیت کے ساتھ [illegible] تفسیر [illegible] کی خصوصیت [illegible] کے نقاط میں لکھا ہے جو متقدمین کی تفسیروں سے مختلف [illegible] فکر کے حامل ہیں۔

باقیات ترجمان القرآن کے تحت خصوصیات ملاحظہ ہوں:

۱؎ جنوری ۱۹۷۰ء میں جب یہ سطریں زیر قلم ہیں، راقم کو ابھی وہ نسخہ نہیں ملا۔ ممکن ہے چھپ گیا ہو، چونکہ ہندوستان اور پاکستان میں مواصلاتی تعلقات کا انقطاع ہے اور ایک مدت سے ہندوستان سے کوئی سی کتاب نہیں آ رہی۔ لہٰذا اس نسخہ سے متعلق اشاعت و عدم اشاعت کی بات کچھ کہنا مشکل ہے۔

۳۷، ترجمان القرآن کے مباحث کا بیشتر حصہ علماء و مشائخ کے حدود فہم سے ہٹا ہوا ہے۔ ان کے ترجمان القرآن کی زبان بھی اجنبی ہے۔ وہ نہ تو اس زبان پر قادر ہیں اور نہ ان مسائل ہی کا استنباط کر سکتے ہیں۔ جن کو مولانا نے ترجمان القرآن کے مختلف مباحث میں شرح صدر سے بیان کیا ہے۔ بعض علماء نے خیال کیا کہ یورپ کی فکری تحریکوں کو، یہ سمجھ کر کہ مولانا نے قرآن کے مباحث کا رخ پھیر دیا ہے اور یہ تفسیر میں ایک طرح کی بدعت ہے۔ سوشلزم سے متعلق علماء کا خیال تھا کہ ایک یہودی تحریک ہے جس پر قرآن کی معاشیات کے تحت نقد و نظر غیر ضروری ہے۔ مگر ان علماء کے نزدیک یونانی علم کلام و متقدمین کی امانت ہے کہ اس کے بغیر خود قرآن کا دروازہ نہیں کھلتا۔ لیکن جن مسائل سے مسلمانوں کو آج پالا پڑا ہے ان کا ذکر [illegible] محاسبہ بدعت ہے [illegible] نہیں اور [illegible] تحریکوں سے [illegible] یہ لوگ نہ اس [illegible] سوشلزم اور قرآن سے اقتصادی [illegible] نہ صرف قرآن کا دولت سے متعلق ٹھیک ٹھیک تصور واضح ہو جاتا ہے بلکہ سوشلزم [illegible] ضعف بھی سامنے آتا ہے کہ انسان کے جوہر استعداد کو سوشلزم کی مجوزہ مساوات [illegible] مختلف ہے۔

[illegible] باطل سے [illegible] جنہوں نے مذہب کے تصورات کو [illegible] استعمال کے [illegible] معاشرے کی ذہنی بنیاد رکھی ہے۔ مولانا پہلے مفسر ہیں جنہوں نے وقت کی سب سے بڑی تحریک کا نوٹس لیا جو اس وقت یورپ ہی کے ایک ملک میں حکمران تھی۔ لیکن جس کی زد میں سب سے زیادہ مسلمان ہی تھے۔ اور اب چین کے سوشلسٹ ہو جانے کے بعد سوشلزم کا یہ دھارا مسلمان ملکوں کی جانب کچھ زیادہ ہی مڑ گیا ہے۔ چنانچہ افریقی ملکوں میں سوشلزم کے لیے جو میدان کھلا ہے۔ اور نئی نسلوں کے دماغ جس تیزی سے اس طوفان میں بہہ رہے ہیں۔ وہ اب ڈھکی چھپی شے نہیں ہے۔

۳۸، ترجمان القرآن کی پہلی جلد شائع ہوتے پر جناب غلام احمد پرویز نے معارف اعظم گڑھ میں اپنے والہانہ انتظار کا ذکر کیا اور بیش معانی کے محمل الفاظ سے باہر آکر جلوہ نما ہونے پر تبریک کا آغاز غالب کے

اس مصرعہ سے کیا تھا کہ ؎

آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

پھر جب وہ خود ایک مفکر کی حیثیت سے سیاسی اُفق پر طلوع ہوئے تو انہوں نے مولانا کی مدح کو اپنا شعر بنا لیا اور وہ سب کچھ کہہ گئے جو کبھی ان کے دل کی انگوٹھی میں نگینہ کی طرح جڑا ہوا ہے ـــــ واقعہ یہ ہے کہ ترجمان القرآن کے بعد کئی لوگوں نے ترجمہ و تفسیر میں مولانا کے جتہد و دانش کی نقل کی اور بعض نے ان کا انداز تحریر اختیار کیا، لیکن یہ لوگ دشواری ہی میں رہے سب ناکام رہے۔ ایک چیز واضح ہے کہ ترجمان القرآن کے بعد کی تمام تفسیروں میں مولانا کی چھاپ صاف صاف محسوس و معلوم ہوتی ہے۔

۳۹۔ مولانا میں عربی [illegible] ذوق [illegible] تھا، جس سے [illegible] نہیں رہا۔ مولانا نے [illegible] وقت [illegible] ترجمان القرآن [illegible] کی [illegible] بالخصوص [illegible] سے [illegible] کی حالت [illegible] قدم رکھا تھا یورپی علوم و فنون [illegible] کا [illegible] تھی۔ سب سے بڑی مصیبت یہ تھی [illegible] مسلمانوں کا سیاسی اقتدار [illegible] کے ہاتھ سے نکل [illegible] تھا۔ مولانا نے قرآن سے جن آیات [illegible] کو ترجمہ و تفسیر [illegible] کے لیے منتخب کیا وہ [illegible] ترتیب [illegible] القرآن میں [illegible] سے [illegible] کی اشاعت کے وقت [illegible] علمی تنقید مذہب کی [illegible] سورہ فاتحہ کو تفسیر کے لیے منتخب کیا۔ [illegible] وسیط [illegible] کا جواب دیا۔ جس میں وہ [illegible] عصری انسان ذہنی طور پر گھر چکا تھا۔

۴۰۔ ترجمان القرآن کا ایک بڑا حُسن تنقید و تحریری جرأت ہے۔ مولانا نے جس سے [illegible] اس کی شخصیت سے مرعوب نہیں ہوئے۔ نہ قدما سے اختلاف کو گناہ گردانتے اور نہ کسی جماعت یا گروہ سے ڈرتے ہیں۔ عامۃ المسلمین قدماء کی تقلید کو اصل دین سمجھتے اور ان پر تنقید کو جرم و گناہ خیال کرتے ہیں۔ مولانا نے امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر سے متعلق بلا جھجک لکھی ہے کہ:

"اس میں منطق، فلسفہ حکمت، علم الکلام وغیرہ سب کچھ ہے مگر قرآن نہیں ہے۔"

(۲۱۳) مولانا سعید احمد اکبر آبادی مدیر برہان دہلی لکھتے ہیں کہ سید رشید رضا مصری کی تفسیر منار اور مولانا کا ترجمان القرآن مطالب و معانی کے اعتبار سے ایک ہی سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ زبانیں دو ہیں، مقصد ایک۔ مولانا علامہ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ کے شانہ بشانہ ہیں۔

(۲۱۴) راقم ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۵ء تک پنجاب کی مختلف جیلوں میں ڈیفنس آف انڈیا رولز کے تحت قید و بند کے دن گزار رہا تھا۔ ہندوستان چھوڑ دو کی تحریک میں کانگریس کے بڑے بڑے ہندو رہنما جیل خانے میں آئے تو ان میں سے اکثر کے پاس ترجمان القرآن کے نسخے تھے معلوم ہوا کہ وہ اس سے زبان سیکھتے اور اپنی تقریروں کے لیے حوالے نوٹ کرتے تھے۔ ان کے مطالعہ سے ایک بات ان کے ذہن میں گھر کر گئی تھی کہ اسلام مذہب کی جان ہے اور قرآن صداقت کا صحیفہ ہے۔

ترجمان القرآن کی سرگزشت

مولانا کے ذہن میں قرآن مجید کے ترجمہ، تفسیر اور مقدمہ کا خیال کب پیدا ہوا کچھ کہنا مشکل ہے لیکن یہ چیز واضح ہے کہ الہلال کے ساتھ ہی ان کے ذہن میں موجود تھا۔ الہلال کا پہلا پرچہ ۱۳ جولائی ۱۹۱۲ء کو نکلا اس کی ترتیب و تدوین سب و ہی مضامین و مقالات ہی ظاہر کر رہے تھے کہ ان کے دماغ میں قرآن ہی رچا ہوا ہے۔ پھر جب مولانا نے الہلال و البلاغ کے بعد کے دور میں ۱۹۱۲ء – ۱۹۱۶ء باب تفسیر کے تحت آیات قرآنی کی تفسیر و ترجمہ کا سلسلہ شروع کیا تو معلوم ہوا کہ مولانا کے فکر کا محور و مرکز قرآن و اسلام ہیں۔ مختصر چند شماروں ہی سے ظاہر ہو گیا کہ مولانا کی طبیعت تفسیر و ترجمہ کی طرف راغب ہے۔ البلاغ کے شمارہ کی پشت پر ماہنامہ البیان کا اعلان کیا گیا جس میں ترجمان القرآن کے علاوہ اس کے متعلق تمام علوم و معارف پر تحقیقات کا ایک نیا ذخیرہ فراہم کرنا اور ان مواقع و مشکلات و شکوک کو رفع کرنے کی کوشش کرنا جن کی وجہ سے موجودہ طبقہ روز بروز قرآن کریم کی تعلیمات سے نا آشنا ہوتا جاتا ہے۔ اس ماہنامہ کا مقصد و موضوع ہوگا۔ لیکن البلاغ کا جلد شمارہ ۲۵ نومبر ۱۹۱۵ء کو شائع ہوا تو اس کے سرورق پر ترجمان القرآن کا اعلان تھا۔ اس اعلان میں درج تھا کہ:

"آسمانی صحیفوں اور اسفار کے حقیقی عالم و مبلغ حضرت انبیاء کرام و رسل عظام ہیں۔ پس ان کی تبلیغ و تعلیم اور نشر و تبلیغ کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانہ عمل ہے۔ جس کی توفیق صرف انہی لوگوں کو مل سکتی ہے جنہیں حق تعالیٰ انبیاء کرام کی معیت و تبعیت کا درجہ عطا فرماتا ہے اور ان کا نور علم براہ راست مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہوتا ہے وذالک فضل اللہ۔

ہندوستان کی گزشتہ قرون آخرہ میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کی توفیق ملی وہ حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان تھا۔ ان کے فرزند حجۃ الاسلام امام اعلام مجدد العصر حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ العزیز تھے۔ جنہوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمہ کی ضرورت الہام الٰہی سے محسوس کی اور فارسی میں اپنا عدیم النظیر ترجمہ مرتب کیا۔ اس کے بعد حضرت شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہم کا ظہور ہوا اور اردو زبان میں ترجمہ القرآن کی بنیاد استوار ہوئی۔ شاہ صاحب کے اس واقعہ پر ٹھیک ایک صدی گزر چکی ہے لیکن یہ کہنا کسی طرح مبالغہ نہ سمجھا جائے گا کہ نشر و تبلیغ قرآن کی جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکھی تھی اس کی [illegible] [illegible] داعیان حق [illegible] [illegible] حقائق و معارف [illegible] وقت [illegible] قرآن [illegible] حقیقت نما عبارت میں مرتب کیا [illegible] البلاغ کا مطالعہ کر چکے ہیں اس کا جواب دینا بالکل غیر ضروری ہے۔

[illegible] سب سے [illegible] قیمت فی جلد چار روپے [illegible] اس اعلان کو [illegible] قیمت [illegible] چار روپے [illegible] جائیں گے۔ [illegible]

[illegible] چھپتا رہا ہے۔

یہ اعلان ۳۱ مارچ ۱۹۱۶ء تک چھپتا رہا۔ اس وقت مولانا کی عمر ۲۸ سال تھی۔ [illegible] ۲ نومبر ۱۹۱۵ء سے شائع ہونے [illegible] مقدمۃ القرآن کا [illegible] برابر چھپتا رہا۔ اس کی عبارت حسب ذیل ہے۔

"مولانا ابو الکلام آزاد کے قلم سے قرآن حکیم کی اس تفسیر کے متعلق اس قدر ظاہر کر دینا کافی ہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اس کی محیط الکل حکیمانہ دعوت کا موجودہ ذوق جس قلم کے فیضان سے پیدا ہوا ہے یہ اسی قلم سے نکلی ہوئی مفصل اور مکمل تفسیر القرآن ہے۔ یہ تفسیر [illegible]

کتابی تقطیع پر چھپنا شروع ہو گئی ہے۔ ہر مہینہ کے وسط میں اس کے کم سے کم ۶۴ اور
زیادہ سے زیادہ سو صفحے اعلیٰ درجہ کے سازوسامان طباعت کے ساتھ شائع ہوتے رہیں
گے۔ اس سلسلہ کا پہلا نمبر جس میں نصف حصہ مقدمہ تفسیر اور نصف سورہ فاتحہ کی تفسیر کا ہوگا
انشاء اللہ، صفر کو شائع ہو جائے گا۔ قیمت سالانہ آخر محرم تک چار روپیہ بعد کو پانچ روپیہ"

یہ دونوں اعلان اس امر کی شہادت تھے کہ ترجمہ و تفسیر مولانا کے قلم سے نکل چکے ہیں اور اب طباعت کے مرحلے میں ہیں۔ مولانا مہر نے خیال ظاہر کیا ہے کہ اس وقت تک ترجمہ کئی پارے [illegible] اور تفسیر کا مسودہ سورہ [illegible] تک پہنچ چکا تھا۔ گو مولانا کے اس اعلان سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ترجمہ کتنے پاروں تک پہنچ چکا تھا۔ اور تفسیر سورہ [illegible] تمام ہو چکی تھی۔ بلکہ [illegible] تفسیر کے متعلق اس اعلان سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا تھا کہ ہر مہینہ کے وسط میں قسط وار [illegible] اردو رسالے [illegible] البلاغ کا آخری شمارہ [illegible] ۱۹۱۶ء [illegible] کہ حکومت بنگال نے [illegible] کے تحت مولانا کو حکم دیا کہ وہ صوبہ بنگال سے باہر چلے جائیں۔ مولانا [illegible] دیباچہ میں لکھتے ہیں [illegible] اس سے پہلے اسی ضابطہ کے تحت دہلی، پنجاب، یوپی اور [illegible] کی حکومتیں اپنے اپنے صوبوں میں ان کا داخلہ بند کر چکی تھیں۔ اب صرف بہار اور بمبئی ہی [illegible] رہ گئے تھے [illegible] مولانا نے [illegible] اس مقصد سے رانچی منتخب کیا اور اس انتخاب میں خیال یہ تھا [illegible] کہ وہاں [illegible] تصنیف و طباعت کا کام جاری رکھ سکیں گے۔ اس مقصد کے لیے مولانا نے ایک [illegible] اور ۳ اپریل کو رانچی گئے۔ لیکن جیسا کہ مولانا نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ اس کے ساتھ ہی [illegible] البلاغ اور البلاغ پریس کا تمام کارخانہ درہم برہم ہو گیا اور اعلان کا پورا نقشہ الٹ گیا۔ مولانا لکھتے ہیں کہ جب ترجمہ و تفسیر کی اشاعت کا اعلان کیا گیا تو ترجمہ پانچ پاروں تک پہنچ چکا تھا۔ اور تفسیر سورہ [illegible] تک مکمل ہو چکی تھی۔ مقدمہ [illegible] کی شکل میں قلمبند تھا۔ اس خیال سے کہ تھوڑے وقت کے اندر زیادہ سے زیادہ کام انجام پا جائے میں نے تصنیف کے ساتھ چھپائی کا سلسلہ بھی جاری کر دیا۔ میرا خیال تھا کہ اس طرح سال بھر کے اندر ترجمہ مکمل ہو جائے گا۔ اور چھپ بھی جائیگا۔ نیز تفسیر کی بھی کم از کم پہلی جلد شائع ہو جائے گی۔ ہر سات دن کی مشغولیت میں نے یوں تقسیم کر دی تھی کہ تین دن البلاغ کی ترتیب میں صرف کرتا دو دن ترجمے اور دو دن تفسیر میں۔

۳ اپریل ۱۹۱۶ء کو جب میں کلکتہ سے روانہ ہوا تو تفسیر کے چھ فارم چھپ چکے تھے۔ اور ترجمہ کی کتابت شروع ہو رہی تھی۔ اب میں نے کوشش کی کہ میری عدم موجودگی میں پریس جاری رہے اور کم از کم تفسیر اور ترجمہ کا کام ہوتا رہے۔ چنانچہ جون ۱۹۱۶ء میں پریس کے دوبارہ اجراء کا انتظام ہو گیا۔ اور میں مسودات کی ترتیب میں مشغول ہو گیا۔ تاکہ پریس کے حوالے کر دوں۔ لیکن ۸ جولائی ۱۹۱۶ء کو یکایک حکومت ہند نے میری نظر بندی کے احکام جاری کر دیئے۔ اور اس طرح اس امید کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ نظر بندی کے بعد کوئی موقع نہ رہا کہ باہر کی دنیا سے کسی طرح کا علاقہ رکھ سکوں۔

اب میرے اختیار میں صرف ایک ہی کام رہ گیا تھا یعنی تصنیف و تسوید کا مشغلہ۔ نظر بندی کی کسی دفعہ میں سے کوئی دفعہ بھی مجھے [illegible] نہیں روک سکتی تھی۔ میں نے اس پر قناعت کی [illegible] میں نے خیال کیا اگر [illegible] سے محروم نہیں ہو سکا اور [illegible] میں [illegible] کر سکتا [illegible] مجھے محرومی ہی سے [illegible] ہوتا تھا۔

[illegible] کے احکام جس وقت نافذ کیے گئے [illegible] بھی دی تھی۔ اور جس قدر کاغذات ملے تھے [illegible] تفتیش [illegible] قبضہ میں کر لیے تھے۔ انہی میں ترجمہ و تفسیر کا مسودہ بھی تھا۔ لیکن جب معائنہ کے بعد معلوم ہوا کہ ان میں کوئی چیز قابل [illegible] اور حکومت کے مفید مقصد نہیں تو دو ہفتے کے بعد واپس دیئے گئے۔

لیکن جب تفتیش کے نتیجہ سے حکومت ہند کو اطلاع دی گئی تو اس نے مقامی حکومت کے فیصلے سے اتفاق نہیں کیا اور اس کا خیال ہوا کہ مقامی حکومت نے کاغذات واپس دے دینے میں جلدی کی اور بہت ممکن ہے کہ پوری ہوشیاری سے ان کا معائنہ نہ کیا گیا ہو۔ اس زمانہ میں حکومت ہند کے محکمہ تفتیش کا افسر اعلیٰ سر چارلس کلیولینڈ تھا۔ اور مختلف اسباب سے جن کی تشریح کا یہ موقع نہیں اسے میری مخالفت میں ایک خاص کد ہو گئی تھی۔ وہ پہلے کلکتہ آیا اور دو ہفتے تک تفتیش میں مشغول رہا پھر رانچی آیا اور از سر نو میرے مکان کی تلاشی لی گئی۔ تلاشی کے بعد کہا گیا کہ جو کاغذات پچھلی تلاشی کے موقع پر لیے گئے تھے اب حکومت ہند کے معائنے کے لیے بھیجے جائیں گے۔ چنانچہ تمام کاغذات حتیٰ کہ چھپی ہوئی کتابیں بھی لے لی گئیں۔ ان میں نہ صرف ترجمہ و تفسیر کا مسودہ

تھا بلکہ بعض دوسری مصنفات کے بھی مکمل و نامکمل مسودات تھے۔

جس وقت یہ معاملہ پیش آیا ترجمہ کا مسودہ آٹھ پاروں تک اور تفسیر کا مسودہ سورۂ نساء تک پہنچ چکا تھا۔ لیکن اب ان کا ایک ورق بھی میرے قبضے میں نہ تھا۔ تاہم میں نے نویں پارے سے ترجمے کی ترتیب جاری کی اور ۱۹۱۸ء کے اواخر تک کام ختم کر دیا۔ اب اگر ابتدا کے آٹھ پاروں کا ترجمہ واپس مل جائے تو پورے قرآن کا ترجمہ مکمل تھا۔

میں نے کاغذات کی واپسی کے لیے خط و کتابت کی [illegible] جواب [illegible] مسودات واپس دیئے جا چکے ہیں [illegible] واپس کیے جا چکے ہیں [illegible] کاغذات کی [illegible] مطالبہ کوئی قریبی امید نظر نہیں آتی تھی [illegible] معلوم ہوا کہ [illegible] طبیعت پر بہت [illegible] شروع کیا جائے

[illegible] بجا ست

از دو صد گنج یکے مشت گہر باختہ ام

[illegible] خیال سے [illegible] بہر حال [illegible] مرتب ہو جاتا [illegible] دوسرے شخص کے حوالے کیا جاتا تو تصحیح میں آسانی ہوتی [illegible] دسمبر ۱۹۱۹ء میں نصف سے زیادہ حصہ چھپ چکا تھا۔ ۲۷ دسمبر [illegible] گئے [illegible] طباعت و اشاعت کی [illegible] وقت [illegible] ملک میں ایک عام سیاسی حرکت کا ظہور [illegible] مسلمانوں [illegible] سیاسی دعوت کی صدا [illegible] باز گشت پر

یہ کاغذات مجھے رانچی سے جنوری ۱۹۲۰ء میں واپس ملے۔ رہائی کے بعد جب میں نے مطالبہ کیا تو کئی ماہ تک کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اس زمانہ میں صوبۂ بہار کے گورنر لارڈ سنہا تھے۔ مجھ میں اور ان میں اس وقت سے شناسائی تھی جب ۱۹۱۴ء میں وہ حکومت ہند کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر تھے۔ وہ علاج کے لیے کلکتہ آئے اور ایک دوست کے یہاں اتفاقاً ملاقات ہو گئی۔ میں نے یہ واقعہ ان سے بیان کیا۔ انہوں نے حکومت ہند سے خط و کتابت کی اور دو ہفتے کے بعد تمام کاغذات مجھے واپس مل گئے۔

گوشے سے بلند ہونے لگی تھی۔ میرے لیے ممکن نہ تھا کہ وقت کے تقاضے سے تغافل کرتا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ رہا ہوتے ہی تحریک لاتعاون کی سرگرمیوں میں مشغول ہو گیا اور عرصہ تک اس کی مہلت ہی نہ ملی کہ کسی دوسری طرف نگاہ اٹھا سکتا۔

لیکن جب ۱۹۲۱ء میں ملک کے ہر گوشے سے "ترجمان القرآن" کے لیے تقاضا شروع ہوا تو مجھے اس کی اشاعت کے لیے آمادہ ہونا پڑا۔ چونکہ ٹائپ کی چھپائی اس کے لیے موزوں نہیں سمجھی گئی تھی اس لیے کتابت کا انتظام کیا گیا۔ پہلے متن کی کتابت کرائی گئی پھر ترجمہ لکھوانا شروع کیا۔ نومبر ۱۹۲۱ء میں متن کی کتابت ختم ہو چکی تھی، ترجمہ کی کتابت شروع ہوئی تھی۔ لیکن وقت کا فیصلہ اب بھی میرے خلاف تھا۔

۱۹۲۱ء کے اواخر میں تحریک لاتعاون کی سرگرمیاں انتہائی درجہ تک پہنچ گئی تھیں اور اب ناگزیر تھا کہ حکومت بھی اپنے تمام وسائل کام میں لاتی۔ چنانچہ نومبر کے وسط سے پہلے حکومت بنگال نے قدم اٹھایا اور ان تمام جماعتوں کو خلاف قانون قرار دے دیا جو تحریک کی سرگرمیوں میں مشغول تھیں۔ اس اقدام نے لازمی طور پر عدم تعاون والوں کو مقابلہ کا موقع دے دیا۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۲۱ء کو بعض دوسرے رفقا سے جلال کے ساتھ مجھے بھی گرفتار کر لیا گیا۔

اس موقع پر میری گرفتاری پریس کے انتظامات میں خلل نہیں ڈال سکتی تھی۔ پریس بدستور بالکل موجود تھی اور میں نے اس کا پورا انتظام کر دیا تھا کہ میری عدم موجودگی میں کام بدستور جاری رہے۔ لیکن گرفتاری کے بعد جو واقعہ پیش آیا وہ اس افسانہ کی آخری المناکی ہے۔ اس کی وجہ سے نہ صرف ترجمان القرآن اور تفسیر کی اشاعت رک گئی بلکہ میری محنت کے دو سال بھی ضائع ہو گئے۔

گرفتاری کے بعد جب حکومت نے محسوس کیا کہ میرے برخلاف مقدمہ چلانے کے لیے کافی مواد موجود نہیں ہے تو اسے مواد کی جستجو ہوئی اور اس لیے تیسری مرتبہ میرے مکان اور مطبع کی تلاشی لی گئی۔ تلاشی کے لیے جو لوگ آئے تھے ان میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اردو، عربی، فارسی کی استعداد رکھتا ہو۔ جو چیز بھی ان زبانوں میں لکھی ہوئی ملی انہوں نے خیال کیا اس میں کوئی نہ کوئی بات حکومت کے خلاف ضرور ہوگی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ قلمی مسودات کا تمام ذخیرہ اٹھا لے گئے۔ حتیٰ کہ ترجمان القرآن کی تمام لکھی ہوئی کاپیاں بھی توڑ مروڑ کر مسودات کے ڈھیر میں ملا دیں۔

حسن اتفاق سے اس وقت کسی شخص نے مطالبہ نہیں کیا کہ کاغذات مرتب کر کے لیے جائیں اور

حسب قاعدہ ان پر گواہوں کے دستخط ہو جائیں۔ نیز ان کی رسید تفصیل کے ساتھ مرتب کر کے دی جائے۔ افسران تفتیش اپنے ساتھ چھپا ہوا فارم لائے تھے۔ صرف یہ لکھ کر کہ متفرق قلمی کاغذات لیے گئے چھپا ہوا فارم دے دیا اور روانہ ہو گئے۔

پندرہ ماہ بعد رہا ہوا تو حکومت سے کاغذات کا مطالبہ کیا۔ ایک عرصہ کی خط و کتابت کے بعد کاغذات ملے مگر اس حالت میں ملے کہ تمام ذخیرہ برباد ہو چکا تھا۔

افسران تفتیش نے جب ان کاغذات پر قبضہ کیا تو تفسیری مسودات کے مختلف مجموعے تھے۔ ان میں مختلف مکمل و غیر مکمل تصنیفات کے علاوہ بڑا ذخیرہ یادداشتوں کا تھا۔ لیکن جب واپس ملے تو محض اوراق پریشان کا ایک ڈھیر تھا۔ اور نصف سے زیادہ اوراق یا تو ضائع ہو چکے تھے یا بری طرح پھٹے ہوئے اور پارہ پارہ تھے۔

یہ میرے صبر و تحمل کے لیے زندگی کی سب سے بڑی آزمائش تھی لیکن میں نے کوشش کی کہ اس میں بھی پورا اتروں اور [illegible] سے زیادہ تلخ ضرب تھا جو حوادث نے میرے سینوں سے لگایا [illegible] سینے میں سے جو [illegible] شکایت [illegible] نہیں کرتا [illegible] آج تک لگا ہوا ہے

رگ و پے میں جب اترے زہر غم تب دیکھیے کیا ہو
ابھی تو تلخیٔ کام و دہن کی آزمائش ہے

سیاسی زندگی کی مشغولیتیں اور علمی زندگی کی جمعیتیں ایک زندگی میں جمع نہیں ہو سکتیں اور بیک وقت میں مشکل خیال ہے۔ میں نے چاہا دونوں کو بیک وقت جمع کروں۔ میں نامراد یہ حرف متاع فکر سے [illegible] رہا دوسری طرف [illegible] خدمت کو بھی دعوت دیتا رہا۔ نتیجہ معلوم تھا اور مجھے حق نہیں کہ حرف شکایت زبان پر لاؤں۔ عرفی نے میری زبانی کہہ دیا ہے ؎

زاں نمی ترسم کہ دہبان در خریش مدام
در نشیب شکن زلف پریشاں رفتم

اب ترجمان القرآن اور تفسیر کی بحث اس کے سوا ممکن نہ تھی کہ از سر نو محنت کی جائے لیکن اس حادثے کے بعد طبیعت کچھ اس طرح افسردہ ہو گئی کہ ہر چند کوشش کی مگر ساتھ نہ دے سکی میں نے محسوس کیا کہ حادثے کا زخم اتنا ہلکا نہیں ہے کہ فوراً مندمل ہو جائے۔

طبیعت کی بڑی رکاوٹ جو رہ رہ کر سامنے آتی تھی یہ تصور تھا کہ ایک تصنیف کی ہوئی چیز دوبارہ تصنیف کی جائے واقعہ یہ ہے کہ اہل قلم کے لیے اس سے زیادہ مشکل کام کوئی نہیں وہ ہزاروں نئے صفحے بآسانی لکھ دے گا مگر ایک ضائع شدہ صفحے کے دوبارہ لکھنے میں اپنی طبیعت کو یک قلم درماندہ پائے گا۔ فکر و طبیعت کی جو گرمجوشی پچھلی محنتوں کے تصور سے بجھ جاتی ہے۔ بہت دشوار ہوتا ہے کہ اسے دوبارہ پیدا کیا جائے۔ اس حالت کا اندازہ صرف وہی لوگ کرسکتے ہیں جو ایسی بدقسمتیوں سے دوچار ہوتے ہیں۔ میں نے ٹامس کارلائل کے حالات میں جب پڑھا تھا کہ اس نے انقلاب فرانس پر اپنی مشہور کتاب تصنیف کی دوبارہ [illegible] سے قوت تصنیف کا یہ غیر معمولی مظاہرہ سمجھا تو میں نہیں سمجھ سکا تھا کہ اس میں غیر معمولی بات کیا ہے؟ لیکن اس کے بعد [illegible] مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ واقعہ غیر معمولی ہے [illegible] [illegible] کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا۔

کئی سال گزر گئے کہ میں [illegible] آمادہ نہ کر سکا

دلے سرگشتہ دارم کہ در صحراست پنداری

[illegible] طبیعت کا انقباض [illegible] اور دوچار صفحے [illegible] ایک [illegible] کی طرف سے جس کی نسبت میرا یقین تھا [illegible] وقت کا [illegible] زیادہ عرصہ تک طبیعت حاضر رہتی جس قدر دقت [illegible] برداشت ہوتا جاتا تھا میں محسوس کرتا تھا [illegible] مجھ سے [illegible] اس کی انجام دہی کا کوئی سامان نہ ہو۔

۱۹۲۰ء قریب الاختتام تھا کہ [illegible] طبیعت میں جنبش ہوئی اور رشتۂ فکر کی جو گرہ دس دس برس کی پیہم کوششیں نہ کھول سکی تھیں۔ دل کے جوشش بے اختیار سے خود بخود کھل گئی۔ کام شروع کیا تو ابتدا میں چند دنوں تک طبیعت رکی رکی رہی لیکن جونہی ذوق و فکر کے دو چار جام گردش میں آئے طبیعت کی ساری رکاوٹیں دور ہوگئیں اور پھر تو ایسا معلوم ہونے لگا گویا اس شورش کدۂ ہستی میں افسردگی و خمار آلودگی کا کبھی گزر ہی نہیں ہوا تھا

به مستی سجده گر مسجد سازد مرا ساقی
هنوز از بادهٔ دوشینه ام پیمانه بردارد

اتنا ہی نہیں بلکہ کہنا چاہیئے شورشِ تازہ کی سرمستیاں مجلسِ دوشیں کی کیفیتوں سے بھی کہیں تندتر ہوگئیں ہے

چه مستی است ندانم که رو به ما آورد
که بود ساقی و این باده از کجا آورد؟

بعض اوقات طبع و قلب کے تصرفات کا بھی کچھ عجیب حال ہے۔ یا تو یہ حال تھا کہ بار بار کوشش کی کہ طبیعت کو ضبط حق ادا کرنے پر آمادہ کروں نہیں ہوتی —— یا اب خود بخود یہ حال ہے کہ قلم روکنا بھی چاہوں تو رک نہیں سکتا

شوریست نوا ریزی تار نفسم را
— نداے جنبش مضراب کجائی؟

بہرحال ترجمان کی ترتیب شروع ہوگئی اور یہی حال ہے! سورہ فاتحہ کی تفسیر ترجمہ کے لیے بھی ضروری تھی سب سے پہلے اس کی طرف متوجہ ہوا پھر ترجمہ کی ترتیب شروع کی۔ حالات اب بھی موافق نہ تھے۔ ہمت سلامت بود نہ کم فرصتی تھی مشغولیتیں بھی وہی تھیں جو پہلے تھیں بدستور ہجوم رہا، تاہم یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ اور ۲۰ جولائی ۱۹۳۰ء کو اواخر سورہ کے ترجمہ و ترتیب سے فارغ ہوگیا ہوں

تا دستِ رسم بود زدم چاک گریباں
شرمندگی از خرقهٔ پشمینه ندارم

ترجمان القرآن پہلی دفعہ ۱۹۳۱ء کے اوائل میں منظرِ عام پر آیا۔ اور نومبر ۱۹۳۰ء میں مولانا نے مقدمہ یا دیباچہ لکھا لیکن اس سے پہلے ہلال کے دورِ آخر کے دوسرے شمارے (۴ جون ۱۹۲۷ء) میں مولانا نے بعض مسودوں کی ویرانی کا ذکر کرتے ہوئے افتتاحیہ میں یہی روداد بیان کی تھی کہ ۱۹۱۶ء میں جب بنگال سے مجھے خارج کیا گیا اور رانچی پہنچ گیا تو یہ وہ وقت تھا کہ ابلاغ اور وارد و ارشاد کی مشغولیت کے ساتھ میں نے اپنے افکار و تحقیقات کی تحریر و ترتیب بھی شروع کردی تھی۔ جن امور کی تکمیل و ترتیب پیشِ نظر تھی وہ کسی ایک ہی موضوع سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ بے شمار گوشے سامنے آتے تھے۔ اور ہر گوشۂ نظر میں اس کثرت

سے متفرق اور منتشر تحقیقیں نمایاں ہوتی تھیں کہ ان سب کا جمع کرنا اور اصول وکلیات کے ماتحت لانا آسان نہ تھا۔ ضرورت تھی کہ عرصہ تک فکر و کاوش کا سلسلہ جاری رہے۔ بہت سی چیزیں ابتدائی شکل میں مرتب ہوئی تھیں بہت سی ناتمام تھیں۔ برسوں سے دماغ اس کا عادی ہو گیا ہے کہ ہمیشہ کسی نہ کسی گوشۂ تحقیق کی فکر اور کسی نہ کسی عقدۂ کار کے حل میں مشغول رہتا ہے اور اس لیے بے شمار یادداشتیں جو فی الحقیقت کسی نہ کسی معاملۂ علم و تحقیق کی اصولی بنیادیں ہوتی ہیں قلم سے نکلتی رہتی ہیں۔ اس وقت تک کم از کم ایک ہزار صفحے تو بڑے پرچے تو صرف یادداشتوں ہی کے ہیں جو جمع ہو گئے ہوں گے

تالیف نسخہ ہائے وفا کر رہا تھا میں
مجموعۂ خیال ابھی فرد فرد تھا

یہ تمام ذخیرہ [illegible] زندگی کا [illegible] میں سے کچھ حصہ تو [illegible] اپنی سے گیا تھا۔ باقی حصہ کلکتہ [illegible] میں چھوڑ دیا تھا [illegible] وقت [illegible]۔ کچھ حصہ [illegible] کی تھی۔ بعض [illegible] مستقل [illegible] پانچ ماہ کے بعد حکومت [illegible] نظر بندی کے [illegible] لیے تو [illegible] وقت [illegible] تھی اور کلکتہ [illegible] کی اور پھر اس وقت [illegible] میں [illegible] ملا۔ کلکتہ میں حکومت [illegible] اور مطلب [illegible] بھی میرے [illegible] کا خدشہ [illegible] مسودے تھے۔ یادداشتیں تھیں۔ مجمل اشارات ملتے ہیں [illegible] اختصار [illegible] میں [illegible] کا زیادہ تر انگریز [illegible] بنگالی [illegible] کے ذمہ تھا۔ [illegible] بھی [illegible] اردو کے سوا کچھ نہ جانتا تھا۔

نتیجہ یہ نکلا [illegible] بہت سی [illegible] ڈھیر کی شکل میں جمع کر کے قبضہ میں لے لیا گیا [illegible] احتیاط [illegible]۔ کچھ نہیں ان میں سے کون تھا جسے ان چیزوں کا درد ہوتا؟ نتیجہ یہ نکلا کہ نصف سے زیادہ اوراق تو تلاشی کے وقت کی بے احتیاطیوں میں ضائع ہو گئے اور نصف جو باقی رہے انہیں بھی اس بے احتیاطی میں ادھر ادھر جوڑ دیا گیا کہ کوئی ایک چیز بھی اپنی اصل شکل میں باقی نہ رہی۔ پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ یہ برباد شدہ ذخیرہ بھی پورا واپس نہیں ملا۔ جو کاغذات کلکتہ سے لیے گئے تھے بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ دنوں تک پولیس کمشنر کے دفتر میں رکھے گئے۔ اتفاقاً وہاں کے ایک گوشے

میں آگ لگ گئی اور دفتر کے سامان کے ساتھ بعض اوراق بھی جل گئے۔ پولیس کے دفتر میں آگ بھی لگی تھی تو اسی وقت جب یہ دفتر پریشاں وہاں جمع تھا۔ ؏

گری تھی جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو؟

ان مسودات میں حسب ذیل کتابیں ایک حد تک مرتب تھیں۔

تاریخ معتزلہ، سیرت شاہ ولی اللہ، دیوان غالب اردو پر تبصرہ، خصائص مسند، امثال القرآن، شرف جہاں قزوینی پر تبصرہ، مقدمہ تفسیر نا تمام، ترجمان القرآن کا مسودہ سورۂ ہود تک، تفسیر البیان سورۂ نساء کے ابتدائی حصے تک، مقدمہ میں [illegible] کے علاوہ ہے۔ قیام رانچی کے ابتدائی زمانہ میں دو رسالے [illegible] تھے۔ ایک وحدت دین کا مسئلہ، دوسرا قانون انتخاب طبعی اور معنویت کا [illegible] کے اوراق بھی اسی ذخیرہ میں شامل ہو گئے۔

اس کے علاوہ [illegible] جس قدر وقت بھی تصنیف و تالیف میں صرف ہوا۔ مقدمہ ترجمہ و تفسیر [illegible] بہت سی تبدیلیاں فکر و خیال میں ہوئی تھیں۔ تقریباً [illegible] کام شروع ہو [illegible] ۱۹۲ء میں [illegible] کراچی سے نکلا [illegible] ترجمان القرآن [illegible] ایک دوست نے اپنے اہتمام [illegible] لاہور میں [illegible] کتابت [illegible] ستمبر ۱۹۲ء میں شروع ہو گئی۔

گر [illegible] چھ ماہ [illegible] کے عجیب [illegible] اور سرمایہ [illegible] کی کوششیں جاری تھیں تو دوسری [illegible] نہیں ہوتی تھی۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۲۱ء کو میں گرفتار ہوا۔ [illegible] کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مختلف غرض سے جن کی تشریح کا یہ موقع نہیں، پے در پے تلاشیاں لی گئیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ صرف بے شمار مسودات و اوراق بلکہ کتابت کی ہوئی کاپیوں کا تمام ذخیرہ پریشان و منتشر ہو کر پولیس کے قبضے میں چلا گیا۔ چنانچہ جنوری ۱۹۲۳ء کو جب رہا ہو کر واپس آیا تو ۱۹۱۴ء سے لے کر ۱۹۲۱ء تک کی تمام محنت تقریباً رائیگاں ہو چکی تھی۔

متیٰ لیاعدنا الوصال وددعرنا

یومان یوم نوی ویوم صدود

عرصہ کی ردوکد کے بعد اوراق واپس ملے۔ لیکن تمام تر ناقص، منتشر اور برباد شدہ تھے۔ اب بغیر نئی محنت کے ان کا کوئی حصہ بھی کام نہیں دے سکتا تھا۔ یہ بربادی پہلی بربادی سے بھی زیادہ ہمت شکن تھی۔ لیکن چونکہ خود اختیاری حالات کا نتیجہ تھی۔ اس لیے جس طرح پہلی مرتبہ صبر و خاموشی کے ساتھ برداشت کر لی گئی تھی اس مرتبہ بھی برداشت کر لینا پڑی تھی۔ آج سے پہلے شاید اس کا تذکرہ بھی قلم و زبان سے آشنا نہیں ہوا۔

جن لوگوں کو تصنیف و تالیف کے معاملات کا تجربہ ہے وہ جانتے ہیں کہ ایک مصنف اور اہل قلم کے لیے یہ بات کتنی مشکل اور اذیت دہ ہوتی ہے۔ جب کبھی اس طرح کے حالات پیش آئیں اور وہ دوبارہ لکھنے پر مجبور ہو۔ مشہور ہے کہ جب کارلائل کی تاریخ انقلاب فرانس کا مسودہ جل گیا تو مصنف کا یہ حال تھا کہ تڑپتا اور بغیر ایک حرف لکھے چھوڑ دیا۔ اور اپنا کام دوسرے ہی لگتا تھا اس لیے اسے بے قراری تھی اور اس کی بے کلی بھی قابل ملامت نہیں لیکن مجھے تو دونوں حادثے ایسے واقعات سے پیش آئے جو خود اختیاری تھے۔ اس لیے دل کیسے کیسے ہی دردانگیز اور ہمت شکن ہوں لیکن دماغ کے لیے ان میں کوئی وجہ شکایت نہیں ہو سکتی تھی۔ مجھے دونوں مرتبہ تسلیم کر لینا پڑا کہ یہ تو اسی زندگی کا انتخاب میں نے کیا ہے تو یہ اس کے قدرتی نتائج گوارا کر لینے چاہئیں۔ ہر مرد کا فیصلہ یہ ہے کہ عشق کی راہ میں ہندوستان کی تمام مصیبتوں کے لیے عام وابدی فیصلہ ہے کہ

یا تن برضائے دوست می باید داد
یا قطع نظر زیار می باید کرد

یہ طویل روداد صرف اس لیے نقل کی ہے کہ تفسیر و ترجمہ کے لیے جس یکسوئی دماغ، فراغت خاطر اور دوسری مشغولیتوں سے انقطاع کامل کی ضرورت تھی وہ اس سارے عرصہ میں ناپید ہیں۔

مولانا جنوری ۱۹۲۳ء کو رہا ہوئے تو ملک کی سیاسی زندگی میں خلل واقع ہو رہا تھا۔ نہ صرف یہ کہ ہندو اور مسلمان دو صفوں میں بٹ رہے تھے بلکہ کانگریس کی صفوں میں بھی تفریق و تقسیم کا فتنہ سر اٹھا چکا تھا۔ چینجرز و نو چینجرز کے دو واضح گروپ بن گئے تھے ایک طرف مہاتما جی کے پیروکار تھے۔ دوسری طرف سی آر داس اور پنڈت موتی لال نہرو وغیرہ تھے۔ یہ محض دو ذہنوں کا اختلاف ہی نہ تھا بلکہ ایک کھلا تصادم تھا۔

گاندھی جی کے رفقاء اسمبلیوں میں داخلہ کے خلاف تھے۔ اس کے برعکس داس اور نہرو داخلہ کے حامی تھے۔
اور ان کا استدلال یہ تھا کہ اسمبلیوں میں جاکر حکومت کو زچ کیا جائے تو ملک کے حق میں بہتر نتائج پیدا ہو سکتے ہیں
یہ ایک ایسا موڑ تھا کہ کانگریس کے دو لخت ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ اس صورت حال سے عہدہ برا ہونے کے لیے
کانگریس کا اسپیشل اجلاس ستمبر ۱۹۲۳ء دہلی میں منعقد ہوا۔ مولانا آزاد صدر تھے پچھلے کسی باب میں اجلاس کے
حالات و نتائج کا ذکر آچکا ہے جس قسم کی یہ مصروفیت تھی اس کے باعث ترجمہ و تفسیر کا رک جانا لازم تھا۔

مولانا کو اپنے تمام تفسیری مسودات اور بعض دوسری تالیفات کے سرکاری ہاتھوں برباد ہو جانے کا شدید ملال تھا۔
اور اس ملال کے صدمہ کی واردات کو صرف وہی طبیعتیں جان سکتی ہیں جنہیں خود بھی اس طرح کا حادثہ پیش آیا ہو وہ
ایک مصنف یا مؤلف کی حیثیت میں [illegible] ترجمہ و تفسیر [illegible] کا کام
نہ تھا۔ اس کے لیے [illegible] ۱۹۲۷ء میں مولانا نے [illegible]
لگایا لیکن سیاسی مصروفیتوں کی وجہ سے [illegible] کے باعث [illegible] اشاعت
موقوف کر دی پھر دو ڈھائی سال میں ترجمہ [illegible] کی تیاری کی جو [illegible] کے مرحلے گزار کر ۹ نومبر ۱۹۳۰ء کو
مکمل ہوئی اور [illegible] ۱۹۳۱ء میں شائع ہوگئی۔ اس کا دیباچہ [illegible] میرٹھ جیل میں لکھا۔ معاملہ اس پر
ختم ہو جاتا تو کسی حد تک گوارا تھا۔ لیکن [illegible] کتابت، طباعت [illegible] خریداری [illegible] اور اس کے
بعد [illegible] فروخت کے لیے مولانا کو [illegible] سامنا کرنا پڑا [illegible] مولانا کے ان خطوط
سے معلوم کی جا سکتی ہے جو مولانا غلام رسول مہر کے علاوہ بعض دوسرے دوستوں کو لکھتے رہے [illegible] مجموعوں
میں نقل ہو چکے ہیں۔ اس سلسلہ میں [illegible] ترجمان القرآن [illegible] کا مضمون [illegible] مولانا ابوالکلام
آزاد کی خدمت میں ڈیڑھ سال [illegible] جمعیۃ دہلی آزاد نمبر سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کس حال میں تھے
انجمن ترقی اردو ہند کے مجلہ اردو ادب علی گڑھ نے آزاد نمبر شائع کیا تو اس میں کاتب ترجمان کے نام
مولانا کے خطوط نقل ہوئے جن سے مولانا کی تنگ دستیوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

ترجمان القرآن کی دوسری جلد ۱۹۳۶ء کے وسط میں شائع ہوئی۔ اس کا حرف آغاز ۱۳ اپریل ۱۹۳۶ء کی
تحریر ہے۔ مولانا نے یہ چار صفحے موتی نگر کانگریس کیمپ لکھنؤ میں رقم کیے۔ جلد دوم کی طباعت و اشاعت کے اخراجات
کی صعوبتوں کے لیے غلام رسول مہر کے نام مولانا کے خطوط ملاحظہ فرمائیے جو نقش آزاد کے نام سے کتاب منزل
لاہور نے اواخر ۱۹۵۹ء میں شائع کیے تھے۔ خود راقم الحروف کے پاس مولانا کے بعض خطوط موجود ہیں جو انہوں

نے اپنے ایک عقیدت مند دوست کو قرض حسنہ کے لیے لکھے کہ جس فرم سے ترجمان القرآن (جلد دوم) کیلئے کاغذ لینا مطلوب تھا وہ رقم کا پیشگی تقاضا کر رہی تھی۔ اور اسی صورت میں کاغذ کلکتہ سے بجنور جا سکتا تھا۔ ادھر مدینہ پریس بجنور کے مالکوں کو بھی طباعت کی رقم چاہیے تھی۔ اور ترجمان القرآن وہاں سے نقد اُجرت پر لایا جا سکتا تھا۔ طباعت کے علاوہ کتابت کے واجبات بھی واجب الادا تھے۔ اس غرض سے منشی عبدالقیوم خطاط مدینہ پریس بجنور میں کاتب تھا اُس نے لکھا ہے کہ

۱۔ مجھے نومبر ۱۹۳۴ء سے مارچ ۱۹۳۶ء تک [illegible] مولانا کی خدمت میں حاضر رہنے کا اتفاق ہوا۔

۲۔ ترجمان القرآن جلد دوم کی کتابت تین صفحے یومیہ در مشاہرہ [illegible] روپے ماہانہ طے پایا۔ میں نے [illegible] ایک تہائی یا چالیس روپیہ ماہوار [illegible] تین صفحے یومیہ [illegible] مولانا نے منظور فرما لیا۔

۳۔ کتابت کے لیے [illegible] مسودہ کے چار پانچ [illegible] ورق ملے پھر ایک ایک دو دو صفحے تازہ تحریر کے آتے رہے۔

۴۔ یہاں کا مشاہدہ تھا کہ [illegible] کا سفر قرضوں سے سنگ [illegible] گراں سے گراں دشوار ہے لیکن مشکلات و موانعات کے باوجود وہ غیر متزلزل استقلال کے ساتھ قدم بڑھاتے جاتے ہیں۔

۵۔ مولانا جس کوٹھی میں رہتے تھے اس کا ماہانہ کرایہ دو سو روپیہ ماہوار تھا۔ ان دنوں اور کوئی ذریعہ آمدنی نہ تھی اور قرض حسنہ پر بسر کرتے۔ اس کوٹھی کی نچلی منزل ایک ترک عمری سیٹھ کو ساٹھ روپے ماہانہ پر دے رکھی تھی۔ وہ کرایہ [illegible] کام آجاتا۔ مالک کو کرایہ ادا نہیں ہو رہا تھا۔ عجب فقر و فاقہ کے دن تھے۔

۶۔ ہر روز ضرورت کے مطابق خوراک کا سامان یعنی آٹا، چاول، گھی، تیل، مسالحہ ایک دکان سے قرض آتا اور مہینہ بعد حساب چکتا تھا۔ ایک بنگالی معتقد اپنے گاؤں کے تالاب سے چھوٹی چھوٹی زندہ مچھلیاں لا کر جنہیں کوٹھی کے مختصر سے حوض میں چھوڑ دیا جاتا اور وہ دو تین روز

کام میں آتی تھیں۔ اسی طرح ایک اور معتقد اکثر گوشت دے جاتا یا کبھی کبھی مرغ ورنہ خشکہ چاول اور ارہر کی دال صبح و شام کا کھانا تھا۔ ترکاری میں عموماً تیل استعمال ہوتا تھا۔ گھر میں کوئی خادمہ نہ تھی۔ باہر ایک جنگالی خادم سید علی نامی تھا جو بازار کا معمولی کام کرتا یا چائے کو دم دیتا تھا یا پھر چاول دال تیار کر کے اندر بھیج دیتا۔ مولانا اکثر صبح کی چائے خود تیار کرتے تھے۔

۷۔ ترجمان القرآن جلد دوم کی تین ہزار جلدیں شیخ مبارک علی تاجر کتب لاہور کو فروخت کر دی گئیں۔ مستری محمد صدیق مولانا کے ایک معتقد تھے۔ انہوں نے شیخ صاحب سے روپیہ لے کر پریس کا بل ادا کیا۔ میری باقیماندہ رقم مجھے دی۔ تمام جلدیں شیخ صاحب کے حوالے کیں اور جو روپیہ بچا مولانا کو بھیج دیا۔ جس کا بڑا حصہ قرضوں میں ختم ہو گیا۔ شاید ایک قلیل سی رقم بچی ہو گی۔

۸۔ مولانا نے اوائل ۱۹۳۹ء میں سورہ فاتحہ کا ترجمہ دوبارہ لکھوا دیا اور اس میں کئی صفحوں کی عبارت بڑھا دی۔ [illegible] بوجوہ مسودہ [illegible] تیسری جلد میں شامل نہ ہو سکی۔ پروفیسر محمد اجمل خان [illegible] ساہتیہ اکادمی میں ملازمت کے سبب [illegible] اس لحاظ سے سورہ فاتحہ [illegible] غیر مطبوعہ ہے اور ہم نے فوٹو کاپی حاصل کر لیا ہے۔ اب جلد دوم کے ساتھ چھاپا جا رہا ہے۔

۹۔ مولانا نے قلعہ احمد نگر میں جلد اول پر نظر ثانی اور تفسیر کی تعداد ڈیوڑھی [illegible] نظر ثانی کے ترجمہ میں جا بجا ترمیم کر دی ہیں۔ اس کے دیباچے پر [illegible] ۱۹۴۵ء کی تاریخ ہے۔

۱۰۔ جن دنوں مولانا احمد نگر کے قلعہ میں قید تھے۔ ان کی کوٹھی کا ایک حصہ ایک دوسرے شخص نے دو سو روپے ماہوار پر لے رکھا تھا اور اسی آمدنی سے گھر کا خرچ چلتا تھا۔

(۱) الجمعیۃ دہلی آزاد نمبر

بہرحال اصل سوال تیسری جلد کا ہے۔ مولانا کی بعض تحریروں، دوستوں کے نام خطوط اور بعض عقیدتمندوں سے ملاقاتی ارشادات کو ملحوظ رکھیں تو گمان ہوتا ہے کہ تیسری جلد تیار ہو چکی تھی اور مولانا اس سلسلہ میں یہی فرماتے تھے کہ سارا کام ختم ہو چکا ہے۔ کتابت ہو رہی ہے، طباعت کا مرحلہ باقی ہے۔ مولانا کی رحلت کے بعد یہ سارا طلسم پاش پاش ہو گیا۔ شوق خالی ہاتھ رہ گیا، انتظار کی نگاہیں تھک کے ٹوٹ گئیں۔ پروفیسر محمد اجمل خان مولانا کی عمر کے آخری دو دہائیوں میں ان کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔ انہیں مسودہ ملا تو صرف سورہ فاتحہ

کا ترجمہ اور وہ بھی ترجمان کے کاتب منشی عبدالقیوم خان سے۔ سوال ہے کہ مولانا کے سامان میں کوئی پرزہ کاغذ تھا یا نہیں، بہ حیرت ہے کہ مولانا کے ہاں سے کوئی تحریر برآمد نہ ہوئی۔ جواہر لال نہرو کو جن بڑے آدمیوں نے خطوط لکھے، ان کا مجموعہ چھپ چکا ہے۔ مولانا کے تعلقات بھی اکابر عہد سے تھے اور وہ خود بھی ایک بڑے آدمی تھے۔

بار ہا ان سے بھی خط و کتابت ہوگی۔ کیا ان کے نام کے تمام خطوط ضائع ہو گئے یا ان پر کوئی اور حادثہ بیت گیا؟ جن لوگوں نے اپنے نام مولانا کے خطوط شائع کیے ہیں وہ ان کے خطوط کے جواب میں ہیں۔ ان کے خطوط کہاں گئے؟ مولانا کے رفقا، اکابر کے خطوط محفوظ نہیں رکھے یا ان خطوط کے معاملے میں وہ اس قدر مستغنی تھے کہ ان خطوط کے رکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کرتے تھے۔ طبیعت [illegible] کہ مولانا [illegible] منشی کے خطوط [illegible] میں صاحب [illegible] میں موجود ہیں [illegible] خطوط [illegible] سے [illegible] کے بعد نہ جانے یہ اثاثہ کہاں گیا [illegible] تعجب [illegible] میں کہاں [illegible] تیسری جلد کے غائب ہونے کی تین ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

[illegible] خاکہ تیار [illegible] کے سب اشارات مرتب کر لیے ہوں، لیکن سیاسی مشغولیتوں کے باعث [illegible] جلد مرتب نہ ہو سکی [illegible] ذات پر اعتماد تھا کہ وہ قید ہی میں لگے [illegible] مکمل کر دیں گے [illegible] ۱۹۳۶ [illegible] ڈھائی سال ان کے لیے کسی قدر [illegible] ۱۹۳۷ [illegible] خود مختاری کے تحت پہلے انتخابات ہوئے۔ کانگریس نے پنجاب، آسام، بنگال اور سندھ کے سوا [illegible] وزارتیں [illegible] وزیروں کے نگران مولانا ہی تھے۔ مسلم لیگ نے کانگریس کی وزارتوں کے خلاف [illegible] کیا تو معاملے کی سنگینی نے مولانا کی مشغولیتوں میں اضافہ کر دیا۔ اواخر ستمبر ۱۹۳۹ء کے آغاز میں دوسری جنگ عظیم چھڑ گئی۔ [illegible] ۱۹۴۰ء میں وہ کانگریس کے صدر منتخب ہوئے پھر ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۵ء تک ایک آدھ وقفے کے سوا قید میں رہے۔ اس دوران میں برطانوی حکومت کے مشن آتے رہے۔ ان سے بحیثیت صدر کانگریس گفتگو کا بار ان پر تھا۔ پھر ۱۹۴۷ء تک کہ ۱۵ اگست کو برعظیم آزاد ہو گیا اور مولانا کے نقطۂ نگاہ کی ہار ہو گئی۔ ان کے لیے فرصت کا لمحہ بھی نہ تھا۔ اس کے بعد فروری ۱۹۵۸ء تک دس سال کی مدت ان کے اضطراب مسلسل کا زمانہ تھا۔ مختصر یہ کہ مولانا صدمات کا مجموعہ اور سانحات کا پیکر ہو چکے تھے۔ اس عرصہ میں وہ جی نہیں رہے تھے بلکہ عناصر خمسہ کی بیگار رہے تھے اور ایک آہ نارسیدہ، نالۂ نارسیدہ

کی طرح گرد و پیش کی انگیٹھیوں میں تپ رہے تھے۔ اس زمانہ میں ترجمہ و تفسیر ناممکن تھے۔

۲۔ مولانا یورپی فلسفہ و افکار کی نت نئی کاوشوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ترجمہ و تفسیر کو جس انداز میں پیش کرنا چاہتے تھے۔ قرآن کے معانی و مطالب اس سے مختلف ہیں۔ قرآن محض عقل سے حل نہیں ہوتا، وہ عشق کی معرفت سے حل ہوتا ہے اور ایمان کی زبان میں بولتا ہے۔ شاید دماغ کے اس سفر ہی میں پیمانہ عمر لبریز ہو گیا اور تفسیر اُدھوری رہ گئی۔

۳۔ مولانا کا ذوق تھا کہ اپنے علم کی بیکرانی کے باعث اپنے مسودہ کو بار بار دیکھتے اور آخر وقت تک ترمیم و تنسیخ اور حذف و اضافہ فرماتے۔ ان سے یہ شکایت کاتبوں کو بھی تھی کہ وہ ہر لمحہ مسودہ میں اصلاح کرتے اور پلیٹ پر کاپی جمنے تک اضافہ و حذف میں تغیر و تبدل فرماتے [illegible] اپنے بعض مقدمین میں اس کا ذکر کیا ہے۔ [illegible] مذاق طبع [illegible]

میرا خیال ہے [illegible] جلد سوم تیار رکھی تھی وہ خود اس سے مطمئن نہ تھے۔ ان کے اپنے ذہن میں بعض مطالب میں اضافہ کا خیال تھا۔ [illegible] شرح کی وادی گذاریوں کے اندر سے قرآن حکیم کی [illegible] روشنی سے دو [illegible] چاہتے تھے۔ لیکن سیاسی مشغولیتوں سے انہیں اس کی فرصت ہی نہ دی کہ وقت آ گیا اور دنیا ترجمہ و تفسیر کی تیسری جلد سے محروم ہو گئی۔

[illegible] ۱۹۵۶ء میں مولانا کی [illegible] پر [illegible] گی تو بعض دوستوں نے استفسار [illegible] کے تحت ترجمان القرآن کی تیسری جلد کے متعلق بھی دریافت کیا، فرمایا:

"مسودہ تیار ہے کچھ حصہ [illegible] رہتے تھے لیکن ملکی معاملات، قتل و قتال ہو گئے تو اس ذہن سے غافل ہونا پڑا۔ خیال تھا کہ التوا مختصر ہوگا، لیکن مسلمانوں نے میرے دل کو اس قدر آزردہ کیا ہے کہ اب اس میں شگفتگی پیدا ہی نہیں ہوتی۔ گو دل صد پارہ کی قاشیں بھی کام آسکتی ہیں لیکن جب دل ہی مرتد ہو جائے تو حسرتوں کے اس مزار پر نہ دیئے جلتے ہیں نہ کوئی دوسری رونق پیدا ہوتی ہے۔

قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر اور مقدمہ و بیان انشا پردازی یا افسانہ نگاری نہیں اور نہ شاعری کا ہیجان ہے کہ صریر خامہ کے نوائے سروش ہوتے ہی غیب سے مضامین آنے لگیں۔ قرآن مجید کے لیے جبریل عشق کے فیضان اور مشکوٰۃ نبوت کے عرفان کی ضرورت ہے

اور یہ دولت اتنی ارزاں نہیں کہ اِدھر غنچہ کو آواز دی اُدھر قلمدان آگیا۔ اس سفر میں سالہاسال وادیاں قطع کرنی پڑتی ہیں۔"

عرض کیا "لوگوں میں انتظار ہی نہیں، اضطراب بھی ہے۔"

فرمایا:

"مجھے لوگوں کے اضطراب و انتظار کا اندازہ ہے لیکن میں چاہتا ہوں تیسری جلد پہلی دو جلدوں کی طرح نہ رہے وہ نظرثانی سے مستغنی ہو۔ جو لفظ ایک دفعہ قلم سے نکل جائے اس کو دوبارہ اٹھایا نہ جا سکے۔ قرآن پر جتنا غور کریں اس کی راہیں کھلتی چلی جاتی ہیں۔ اس کے ایک ایک لفظ میں مطالب و معانی کا دفتر [illegible] ہے [illegible] تفسیر کا مسودہ [illegible] ناتمام معلوم ہوتا ہے۔"

"مسودہ [illegible] اس کا [illegible] سے [illegible] اور یہی وجہ اس میں تاخیر کی ہے — قدرے تنگ کے فرمایا:

[illegible] فارغ [illegible] مسودہ ان کے حوالے کر دوں گا۔"

لیکن جس سال مولانا سے گفتگو ہوئی اس کے [illegible] مولانا ۲۲ فروری کو انتقال فرما گئے مگر [illegible] سے جو چیز [illegible] روشنی نہ دیکھی۔

مقدمہ اور [illegible] کے مسودات کا تو پتہ ہی نہیں [illegible] پر کیا بیتی [illegible] افکار جنہیں فارغ ہی ہیں لیکر [illegible] ہو گئے۔ اس سلسلہ میں [illegible] کا آخری مسودہ تھا تو وہ ترجمان القرآن کی تیسری جلد کے ساتھ ہی ناپید ہو گیا۔ [illegible] تیسری جلد کے شائع ہونے کا [illegible] ہے [illegible] عہد جو ترجمہ و تفسیر کے انتظار میں تھا اس محرومی کے احساس سے متاثر رہا۔ مولانا نے سچ فرمایا تھا۔

"افسوس ہے زمانہ میرے دماغ سے کام نہ لے سکا۔ غالب کو تو صرف اپنی ایک شاعری ہی کا رونا تھا۔ نہیں معلوم میرے ساتھ قبر میں کیا کیا چیزیں جائیں گی۔

نا روا بود بہ بازار جہاں جنس وفا

رونقے گشتم و از طالع دکان رفتم

تذکرہ | تذکرہ مولانا کے قلم سے پہلی کتاب ہے اپنی کہانی اپنی زبانی، اپنے اجداد اور ان کے سلسلوں کی روداد

یا پھر دعوت و عزیمت کی بعض شخصیتوں کے سوانح و افکار۔ پہلا ایڈیشن مطبوعہ ابلاغ پریس کلکتہ عربی ٹائپ ۲۰×۲۶/۸ سائز کے ۲۱۷ صفحات۔ مرتب مرزا فضل الدین احمد بی ایس سی۔ بی ایم۔ [illegible] آغاز میں اس کے قلم سے [illegible] صفحات کا مقدمہ۔ مرزا صاحب ۲۰۹ صفحہ پر رقمطراز ہیں کہ:

"اس مسودہ میں اس کے بعد دوسرا باب حضرت شیخ محمد بن شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں تھا۔ وہ اس پر انہوں نے اپنے والد مرحوم کے [illegible] سلسلے کا حال ختم کر دیا تھا۔ اس کے بعد تیسرے باب میں ان کے جد امجد حضرت شاہ محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ہیں اور پھر مولانا سعید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے [illegible] کتاب کو دو حصوں میں شائع کرنا مناسب [illegible] دوسرا باب حصہ دوم سے شروع [illegible] [illegible] ہے۔ [illegible] عقیدت مندوں کی پیاس نہیں بجھے [illegible] ہیں اور جن سے اس تذکرہ کے زمانہ تحریر کے حالات پر بھی [illegible] حصہ کے آخر میں درج کر دی جائیں تاکہ اس جلد کا اختتام بھی [illegible] حالات پر ہو [illegible] ان عقیدت مندوں کی پیاس نہیں بجھے گی جو ان کے مفصل حالات کے لیے تشنہ ہیں۔"

[illegible] صفحات [illegible] کی حالات زندگی پر مشتمل ہیں [illegible] مولانا کے اپنے حالات میں ہیں ان کا انداز [illegible] اپنی ذات کے بارے میں شاعری [illegible] ہے۔ آخری دو فصلوں میں پہلی فصل رانچی سے متعلق ہے جہاں مولانا نظر بند تھے، آخری فصل کے ابتدائی صفحوں میں مولوی محی الدین احمد کی گرفتاری پر اپنے مضطربانہ تاثر کا اظہار کیا ہے۔ فی الجملہ ۲۰۰ صفحات میں سے صرف ۴۴ صفحے مولانا نے اپنی ذات کے بارے میں لکھے ہیں۔ ان میں جیسے پچیس سال کے ایک نوجوان کی امنگوں کا فسانہ ہے یا پھر شاعرانہ اسلوب میں ایک ایسی سرگزشت ہے جو رندی و شوخی کی تمام منزلیں قطع کر چکی اور اپنے دامن تر پر نازاں رہی ہے۔ یہ گویا اس شعر کی تفسیر ہے ؎

ہر کسے را دامن تر ہست اما دیگران
باز می پوشند و ما در آفتاب انداختیم

مولانا رانچی بھیجے گئے [illegible] سے باہر وحشی اقوام کے ایک گاؤں مورابادی میں نظر بند تھے۔ مرزا فضل الدین نے مئی ۱۹۱۶ء میں مولانا سے ملنے رانچی گئے تو ان سے سوانح لکھنے پر اصرار کیا۔ مولانا اولاً عذر و انکار کرتے رہے پھر راضی ہو گئے۔ مرزا فضل الدین کو ایک خط میں لکھا ہے:

”جو کچھ بے اختیار قلم سے نکل جاتا ہے بھیج دیتا ہوں۔“

چنانچہ ہفتے بعد پہلے سوا صفحے لکھ کر بھیج دیے جون ۱۹۱۶ء سے ۷ اکتوبر ۱۹۱۶ء تک سلسلہ جاری رہا۔ کبھی کبھی رکاوٹ ہو جاتی، مرزا فضل الدین یاد دلاتے تو پھر شروع فرما دیتے۔ غرض ساڑھے چار ماہ کی مدت میں تذکرہ مکمل ہو گیا۔ [illegible] کے ۳ صفحات تذکرہ کی [illegible] میں شامل نہ تھے۔ مولانا نے [illegible] ۱۹۱۶ء میں مرزا صاحب [illegible] رہے [illegible] لکھنے پر [illegible] مولانا [illegible] تیار نہ تھے۔ [illegible] صاحب [illegible] سے آخر [illegible] ۱۹۱۶ء [illegible] میں مولانا نے [illegible] مسودہ [illegible] فضل الدین تھے [illegible] میں [illegible] ۷ اکتوبر ۱۹۱۶ء میں مکمل ہوئی [illegible] مرزا فضل الدین نے [illegible] اگست ۱۹۱۹ء کو نکل گیا۔ تذکرہ [illegible] کے [illegible] میں بعد شائع ہوا۔

پروفیسر محمد مجیب [illegible] ایک [illegible] میں لکھتے ہیں:

تذکرہ [illegible] موضوع پر [illegible] حیثیت سے [illegible] اس کی حیثیت ایک کتاب سے بہت زیادہ ہے [illegible] ایک شخصیت ہے ایک شعلہ [illegible] ہے ایک الہامی آواز کی قوت نطق [illegible] دل کو گرویدہ بنا۔ ایک المیہ کا حزن و غم اور ایک فتح کا مسرت انگیز [illegible] وہ ایک ایسی خود نوشت سوانح عمری ہے جو ایک تصور کا پیکر بن گئی ہے [illegible] تصور جو فطرت انسانی کی [illegible] ہے۔

اسی مضمون میں ہے کہ:

”یہ غیر محدود آمد ہی ہے جس نے تذکرہ کو [illegible] کا ایسا موثر بیان اور مذہبی و اخلاقی مسائل کا پرجوش تذکرہ بنا دیا ہے اس سے مولانا آزاد کی شخصیت [illegible] طور پر اس قدر منعکس ہوتی ہے کہ کسی صحیح سے صحیح سوانح عمری سے بھی ظاہر نہیں ہو سکتی۔ تذکرہ موضوع نہیں ہے۔ حماسہ حق ہے

جس کی تکمیل کے لیے تبحر علم و فضل، الفاظ پر زور اقتدار اور غیر معمولی قدرت کے طرز بیان سے کارفرمائی کی گئی ہے۔"

تذکرہ فی الواقع مولانا کی ایک غیر مربوط مگر عظیم تحریر ہے۔ جہاں تک اسلوب نگارش کا تعلق ہے، "الہلال و البلاغ" سے مشابہ ہے جس میں اس زمانہ کی چالیس فی صد عربی، تیس فی صد فارسی اور تیس فی صد اردو ہے۔ ساری کتاب میں اوائل شباب کی رنگینی معلوم ہے۔ ہر صفحہ سے مطالعہ کی پختگی، مشاہدہ کی وسعت و تخیل کا تنوع جھلکتا ہے۔ مولانا کی ساری [illegible] عربی و فارسی [illegible] اس زمانہ کے مذہبی شرفاء عربی و فارسی کے سحر سے نکل نہیں سکتے تھے۔ [illegible] کی مولانا [illegible] عربی و فارسی [illegible] بعض مسلمانوں [illegible] کے [illegible] کی [illegible] وساطت [illegible] سے مقدمہ [illegible] سعدی اور حیات جاوید وغیرہ [illegible] عربی و فارسی کے عرش سے [illegible] مسلمانوں [illegible] عربی و فارسی الفاظ [illegible] تذکرہ میں مولانا نے مخاطبین [illegible] تھا کہ وہ قوم کی سطح [illegible] تذکرہ لکھتے وقت عرب [illegible] وہ شعوری نہیں تو غیر شعوری طور پر [illegible] دیتے ہیں۔ ان کے [illegible] عام مسلمانوں کے سوا دین و مذہب کے وہ فرد تھے جو [illegible] چکے تھے۔

اردو کا مزاج پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴ - ۱۸ء) کے بعد بدلنا شروع ہوا لیکن ۱۹۳۱ء تک اس کی چھاپ اسلامی ہی رہی اور جہاں تک زبان کا مسئلہ تھا اس کے عناصر ترکیبی عربی و فارسی ہی کے آب و گل سے تیار ہوتے رہے۔ دوسری جنگ عظیم (۱۹۳۹ - ۴۵ء) تک اردو شاعری کا شکوہ آہنگ اور دبدبہ عربی و فارسی ہی کے الفاظ سے تھا۔ مثلاً اقبال کی الہامانہ شاعری کا سارا کارخانہ عربی و فارسی الفاظ پر قائم ہے۔ اسی

طرح جوش کی انقلابی شاعری بھی عربی و فارسی الفاظ ہی سے اُستوار ہے۔

مولانا نے الہلال، البلاغ اور تذکرہ میں عربی و فارسی کے جو الفاظ استعمال کئے۔ ان سے جو ترکیبیں وضع کیں اور فقروں کی ساخت میں اشعار کو جس طرح موزوں کیا وہ سب ان کا اعجاز تھے۔ ان سے پہلے الفاظ کا یہ ذخیرہ نہ کبھی اُردو نثر میں اس طرح شامل تھا اور نہ ان الفاظ میں وہ برجستہ پن نظر آتا تھا، جو مولانا کی طرز نگارش کا سحر ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا نے بعض خانہ نشین الفاظ کو جلوہ عام بنا دیا اور بے شمار عربی الفاظ کو محمل سے نکال کر بزم رنگین کی رونق بڑھا دی۔ اسی طرح فارسی کے بہت سے الفاظ ان کی قوت سے متحرک ہو گئے۔ اس سے پہلے اردو لغت ان سے خالی تھا۔ میرے ایک اندازہ کے مطابق قریب قریب تین ساڑھے تین ہزار الفاظ و اصطلاحات ایسی ہیں [illegible] شامل نہ کئے تھے مولانا کہہ سکتے تھے ع

[illegible]

"تذکرہ حقیقتاً [illegible] ایک ایسی جھیل کی سی ہے جس میں کئی چشمے اُبلتے ہوں [illegible] چمنستان ہے جس میں طرح طرح کے پھول، کلیاں، پتیاں، غنچے اور روشیں [illegible] میں۔ [illegible] سے متعلق [illegible] میں مادری سلسلہ کے مورث اعلیٰ شیخ جمال الدین دہلوی کے متعلق [illegible] کا ضمنی تذکرہ ہے۔ باقی [illegible] کے مختلف [illegible] جس میں بے شمار علمی، ادبی، عمرانی، سیاسی، تاریخی [illegible] حالات کے لیے مولانا نے والد مرحوم کے ایک قلمی [illegible] پر انحصار کیا ہے۔ چونکہ [illegible] یا مقالہ نظر بندی میں سامنے نہ تھی۔ اس لیے [illegible] کے حوالے میں ہو سکتا ہے۔ تذکرہ کے حوالے زیادہ تر حافظہ کی بنیاد پر ہیں جس سے بشریت [illegible] نہیں کی جا سکتی۔ [illegible] حافظہ کا اندازہ ہوتا ہے کہ قدرت نے ان کے دماغ کو اس اعتبار سے گنج قارون بنا دیا تھا۔ مولانا نے آخری صفحوں میں جو کچھ اپنے متعلق لکھا وہ محض رومانی شاعری ہے۔ ان چند صفحوں میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ انہوں نے ہندی کا سفر کیا اور جنوں کی بادیہ پیمائی کو نکلے تھے۔ جہاں تک تعینِ عنوان و مقدمات کا تعلق ہے تذکرہ میں کوئی ترتیب نہیں صرف لفظ فصل کے زیر عنوان ایک نیا مبحث یا ایک نیا مضمون چھیڑ دیا ہے۔ کئی مقامات

کی عبارتیں اس حد تک خطیبانہ ہیں گویا مولانا منبر پر ہجوم کے سامنے خطبہ دے رہے ہیں ۔

تمام مباحث کو دعوت وعزیمت کے ذوق کاری کی خصوصیت حاصل ہے یا پھر دعوت وعزیمت کے سفر میں آبلہ پائی کا تذکرہ اور خارِ مغیلاں کی داستان سرائیاں ہیں ۔ قتل وصلب اور تکفیر وتفسیق کے معرکے ہیں ، معاصرت کی فتنہ پردازیوں اور تعصب کاریوں کے ہنگامے ہیں ان کے تجزیے اور ان پر تبصرے ہیں فرقۂ مہدویہ کے بانی سید محمد جونپوری کے احوال ووقائع ہیں ان کی دعوت وتذکیر کا دفاع ہے ۔

تذکرہ کا سب سے [illegible] جس میں [illegible] کی [illegible] شخصیتوں کے [illegible] ہیں بعض درباری فتنوں کی [illegible] درباری علما [illegible] تفتیش اور [illegible] کی تعذیب [illegible] دلوں کے دشمن ہو چکے [illegible] ہیں ۔

امام ابن تیمیہ [illegible] مضمون علامہ شبلی نے لکھا لیکن مولانا ابوالکلام [illegible] خود مولانا کے ذہنی [illegible] ہیں ابن تیمیہ کے افکار [illegible] کو بھی [illegible] اختیار کیا تھا بعض حلقوں میں [illegible] سیاسی [illegible] جب مسلم لیگ اور کانگریس کے راستوں کا [illegible] تصادم کی شدت [illegible] ایک تو وہ لوگ تھے جو [illegible] سیاسی [illegible] تھا جو اپنے خود مقاصد [illegible] سب [illegible] مقید ولادین [illegible] مسلم لیگ کا دامن [illegible] مولانا پر [illegible] اس [illegible] میں [illegible] تماشائیوں نے تماشا دیکھنے ہی پر [illegible] نہ کیا [illegible] میں [illegible] سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے [illegible] کا شوشہ چھوڑا ۔ کسی نے کہا ، مولانا عقل کے ہو گئے ہیں اور قرآن مجید کو ایمان کے بجائے عقل سے ماپنا چاہتے ہیں ۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں ۔ ترجمان القرآن کی بحث میں اس کا جواب آچکا ہے لیکن ان بے بصر دانشوروں میں اخلاص ہوتا تو مولانا پر جو اعتراض کر رہے تھے ان کا جواب ترجمان سے کہیں پہلے تذکرہ میں موجود تھا ۔ مولانا نے امام ابن تیمیہؒ کا یہ قول نقل کیا کہ متکلمین وفلاسفہ سے بڑھ کر مضطرب ومحروم الاطمینان

قلب و شعور و روح کی لذت سے یکسر ناآشنا دوسرا کوئی گروہ نہیں۔ اور تذکرہ ہی میں لکھا ہے کہ اللہ کی کتاب اور رسول کی سنت نہ صرف اساس کائنات ہے بلکہ ان کے اتباع ہی کا نام عناصر حیات ہے۔

سیرۃ نبی سے متعلق تذکرہ کے صفحہ ۴۰ پر مولانا نے امام ابن تیمیہؒ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"سیرت کے مطالعہ و تفکر سے قرآن کے رموز و اسرار و غوامض کھلتے ہیں۔ قرآن و حیات نبوی معناً ایک ہی ہیں۔ قرآن متن ہے سیرت شرح۔ قرآن علم ہے سیرت عمل۔ سیرت ایک مجسم و متشکل قرآن ہے۔" مولانا قرآن ہی سے سیرت نبوی لکھ رہے تھے۔ علامہ شبلیؒ [illegible] وفات ہو چکی تھی [illegible] اس انداز ہی سے سیرت [illegible] ان مقالوں کو مولانا غلام رسول مہر نے [illegible] ایک ضخیم کتاب ہے [illegible] سیرت [illegible] مولانا [illegible] تھے۔ [illegible] سیرت [illegible] اردو میں [illegible] مولانا [illegible] اشارات و مقالات میں ہے۔

تذکرہ [illegible] مولانا [illegible] کتابوں [illegible] کا [illegible] تذکرہ [illegible] جامع تصویر [illegible] کے عوامل و عناصر [illegible] افسوس [illegible] تذکرہ [illegible] کے [illegible] جو [illegible] کی جلد شائع نہ ہو سکی۔ [illegible] جستجو بھی [illegible] مولانا نے میرزا فضل دین [illegible] مولانا [illegible] کی روایت کے مطابق میرزا فضل دین اپنے وطن [illegible] واپس نہ کی۔

تذکرہ سے معلوم ہوتا ہے [illegible] مولانا کے زیر قلم مندرجہ ذیل کتابیں تھیں۔

۱۔ تفسیر، ترجمہ، مقدمہ

۲۔ سیرت شاہ ولی اللہ

۳۔ دیوان غالب اُردو پر تبصرہ

۴۔ شرف جہاں قزوینی کے دیوان پر تبصرہ

۵۔ سیرت حضرت مجدد الف ثانی اس کی تسوید ۸ اگست ۱۹۱۶ء کو رانچی میں شروع کی اور ۱۲ اگست کو پورے ایک ہفتہ میں مکمل ہو گئی متوسط تقطیع کے ۲۰۲ صفحے تھے۔

۶۔ امتحان الخلعت

۷۔ الکلم الطیب

۸۔ القول الثابت

۹۔ سیرت طیبہ از قرآن مجید

۱۰۔ سیرت امام احمد بن حنبل

سیرت امام ابن تیمیہ

۱۱۔ حدیث [illegible] کی شرح

ترجمہ کی دو جلدیں چھپیں [illegible] میں [illegible] نقل [illegible] سے [illegible] کئے تو [illegible] جن مصنفات کے نام دیے گئے ہیں [illegible] ہی [illegible] ہیں۔ [illegible] ہیں دیکھا [illegible] غالب ہے کہ مولانا [illegible] کی وجہ سے [illegible] ایک مختصر سی مدت ہی میں مولانا اتنا آگے نکل چکے تھے کہ [illegible] دوسروں کے سوانح [illegible] کا تعلق ہے، وہ خود سوانح حیات ہو گئے۔ انہیں اپنی شخصیت کے [illegible] دوسروں کے سوانح لکھنے سے روک دیا۔ حیات [illegible] کی کوشش تھی۔ [illegible] اشارہ سے مخلص نہ تھے۔

تذکرہ سے متعلق بھی [illegible] میرزا فضل الدین نے ان کی منشا کے خلاف شائع کیا تھا۔ اب اس کا دوبارہ چھپنا ان کے نزدیک [illegible] تھی۔ وہ تذکرہ سے بہت آگے نکل چکے تھے شاید [illegible] خیال ہو کہ تذکرہ [illegible] میں ایک دوسرے [illegible] سے سفر شروع کیا۔ راقم نے ۱۹۵۶ء میں مولانا سے تذکرہ کی اشاعت کا ذکر کیا تو فرمایا کہ وہ ایک مرحوم ماضی کے ذوق نگارش کی داستان سرائی ہے۔ اس زمانہ میں کہ چالیس برس ہو چکے ہیں اب فہم و نظر اور تدبر و فکر کے لیے اس قسم کی حکایتیں منافی سی ہیں۔ یوں سمجھو کہ تذکرہ تبرکات کہن میں سے ہے۔ میرے پیش نظر سوانح و افکار کا پورا خاکہ موجود ہے لیکن وقت کی تنگ دامانی اور صورت حالات کی پریشانی نے قرطاس و قلم کو معطل کر رکھا ہے معذرت

کسی مقام پر ٹھہر جائیں تو پوری کہانی لکھی جا سکتی ہے۔

غبار خاطر

غبار خاطر مولانا کے قلم سے اُن کی آخری تصنیف ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن مئی ۱۹۴۶ء میں چھپا اور ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔ دوسرا ایڈیشن تین ماہ بعد شائع ہوا اور وہ بھی بعجلت فروخت ہو گیا۔ یہ دونوں ایڈیشن حالی پبلشنگ ہاؤس دہلی نے چھاپے لیکن مولانا ان کی طباعت و کتابت سے خوش نہ تھے۔ اس کا تیسرا ایڈیشن آزاد ہند پبلیکیشنز لمیٹڈ ۸ میکلوڈ روڈ لاہور نے پچیس ہزار روپیہ رائلٹی دے کر [illegible] کی تعداد میں شائع کیا ہر لحاظ سے معیاری تھا چونکہ [illegible] آزاد ہند پبلیکیشنز کے [illegible] ڈائریکٹر [illegible] اور [illegible] مطبوعات۔ پہلے دو ایڈیشنوں میں [illegible] ۱۹۴۷ء میں شائع ہوا [illegible] سے بعد پاکستان میں [illegible] ایڈیشن چھاپے [illegible] ۱۹۶۷ء میں [illegible] اکادمی دہلی کے زیر اہتمام [illegible] تقریباً ۲۴ [illegible] ایڈیشن شائع کیا [illegible] ۱۹۶۷ء [illegible] تاکہ مختلف ناشران کے [illegible] ہے۔

کل ۲۴ خطوط ہیں [illegible] تک [illegible] خطوط [illegible] لکھے گئے بظاہر [illegible] نہیں رکھ سکے خطوط قرار دیا اور لکھا ہے کہ انہیں اس خیال سے قلمبند نہیں کیا تھا [illegible] ہوگی۔ میں اپنے پرائیویٹ سیکرٹری پروفیسر محمد اجمل خان کے [illegible] اور یہ خطوط [illegible] کے بعد رسالہ غبار خاطر کا نام مستعار لے کر ان خطوط کو شائع فرما دیا۔

شملہ کا قدرتی [illegible] آغاز ہے۔ اور میری نظر سے خط [illegible] ہی کی ایک دلفریبی ہے۔ خط دوم میں قید کے سفر کی اجمالی روداد اور ان خطوط کا تذکرہ ہے۔ چوتھے خط میں قبل گرفتاری کے ذہنی واردات کا مختصر سا ذکر ہے۔ انفلوئنزا کی شدت کلکتہ سے بمبئی کا سفر [illegible] کے ذوق کی لطافت [illegible]

اور بیابانوں کی مناسبت، سگریٹ نوشی کی عادت اور حالت قید میں اس کے ترک پر استقلال۔ پانچواں خط "داستان بے ستون وکوہ کن" سیری کے آغاز سے قلعہ احمد نگر کی نظر بندی تک کے وقائع یعنی گرفتاری کیونکر ہوئی۔ اور قافلہ اسیران کیسے چلا؟ پھر قلعہ احمد نگر پہنچ کر اس کی پوری تاریخ مع جزئیات سامنے آگئی حافظہ کا ہر گوشہ تازہ ہو گیا۔ فرماتے ہیں:

> "یہی احمد نگر کا قلعہ ہے جس کی سنگی دیواروں پر برہان شاہ کی بہن چاند بی بی نے اپنے عزم و ہمت کی یادگاریں نقش کی تھیں، [illegible] تاریخ نے [illegible] کی سطروں سے اتار کر اپنے
> اوراق [illegible] میں محفوظ کر لیا ہے۔"

چھٹا خط [illegible] ہے۔ [illegible]
کا اصل مضمون [illegible]
[illegible] ہیں۔

[illegible]
[illegible] ہے۔ [illegible] مولانا کے
[illegible]
ذکر ہے۔ فرماتے ہیں:

> [illegible] ہوں"
> [illegible]

[illegible] ایک فقرہ نقل کیا ہے "خوش رہنا [illegible]" [illegible]
فلسفہ اور اخلاق کے [illegible] زندگی [illegible] پوری مجلس [illegible] ہے۔ دسواں خط ذاتی حالات و معلومات کے ماخذ و دستاویز کا درجہ رکھتا ہے۔ گیارھواں خط [illegible] سوانحی مواد کے [illegible] پیش کرتا ہے۔ بارھواں خط وجود باری تعالیٰ پر انسانی فکر کی نقش آرائیوں کا اظہار ہے۔ تیرھواں خط اسی خط کے مباحث کا اعادہ، شرح اور تفصیل ہے اور جدید و قدیم نظریات خدا پرستی کا نچوڑ ہے۔ چودھواں خط، پانچویں صلیبی حملے کی سرگزشت [illegible] کا جائزہ ہے۔ مولانا نے اس کتاب کے دو خاص مندرجات پر قلم اٹھایا اور مصنف کی کج روا تحقیق پر تنقید کی ہے۔ یہ ایک تاریخی علمی عالمانہ مکتوب ہے۔

جس میں بعض صوفیانہ رموز اور حکایتوں کا تجزیاتی اجمال بھی آگیا ہے۔ پندرہواں خط چائے کا تذکرہ ہے جس میں زمانہ حال تک کے نوشیدنی مرحلوں کی روداد ہے۔ یہی خط ہے جس نے برعظیم میں سفید یاسمین کی شہرت کا آغاز کیا۔ اور یہی چائے نوشی کی داستان بیان کی ہے۔ سولہویں خط میں بھی چائے ہی کا تذکرہ ہے۔ مولانا نے سردی سے اپنے علاوہ ذکریا اور قلم کی بھد آفرینی تازہ کی ہے۔

سترہواں خط انانیت و حیات سے متعلق ہے۔ جس میں [illegible] پر روشنی ڈالی ہے۔ ان کے نزدیک [illegible] کی معرفت بآسانی ہوسکتی ہے۔ [illegible] کے رنگ و روغن میں [illegible] میں ادبی مطالبات کے علاوہ سیاسیات کی [illegible] کا [illegible] رقت کی رعنائی اور خوش فسانی ہے [illegible] بیسواں خط [illegible] تبدیلی پر ایک [illegible] [illegible] کے [illegible] متعلق ایک [illegible] نظریہ ہے۔

چوبیسواں خط موسیقی [illegible] میں مطالب و معانی کا [illegible] ابوالکلام کے [illegible] جسم کے اقتضاء کا انسان ہے جس نے اپنے [illegible] شباب [illegible] کے [illegible] تختوں پر [illegible] راتوں میں ستار بجائی عمر رفتہ کو آواز دی پھر [illegible] ابوالکلام نے روحانی [illegible] کو کیونکر دفن کرتا رہا۔ اس خط کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیقی کی صحبتوں کا ابوالکلام اور سیاست کی محفلوں کا ابوالکلام دو مختلف وجود تھے۔ سیاسی ابوالکلام چوب خشک صحرا تھا لیکن اس خط کا ابوالکلام چناروں کی چھاؤں میں جوانی [illegible] کی تصویر تھا۔

غبار خاطر کی اشاعت اس وقت ہوئی جب سیاست کا گرد و غبار ہر طرف چھا رہا تھا۔ مسلمانوں

میں لیگ کی وجہ سے مولانا کے خلاف ہنگامہ برپا تھا۔ غبار خاطر پر بعض تنقیدیں لیگ کے سیاسی ذہن سے کی گئیں حتیٰ کہ بعض دانشور واقف ہی نہ تھے کہ غبار خاطر میں کیا ہے۔ وہ اپنے مقالوں میں بےہودہ تنقیدیں کرتے رہے اب اس زمانہ میں کہ سیاست و ادب میں حزبی رشتہ ہو چکا ہے۔ کسی تنقیدی مقالے پر معاشرہ کے اجتماعی مطالعہ کا اعتماد قائم ہونا ممکن نہیں۔ یوں بھی تنقید ایک مطالعاتی جبر ہے جو قارئین کے ذہنوں پر روا رکھا جاتا اور اس طرح مطالعہ کی آزاد راہیں مسدود کی جاتی ہیں۔

مولانا نے غالب کے خطوط [illegible] غالب سے [illegible]

مولانا کا اسلوب اور اس کا عہد [illegible] تھا۔ انہوں نے اپنی بات سنانے کے لیے خط نہیں لکھے بلکہ قید کی تنہائیوں میں مخاطبت کی [illegible] تنقید [illegible] کا پرتو [illegible] خیالات کا [illegible] تفصیل میں غبار خاطر کا مقام [illegible] خطوط [illegible] مرقع تیار ہو کر غبار خاطر [illegible] میں مولانا سے [illegible] اور ان کے حسن بیان کا [illegible] کے بعض [illegible] ہے۔

کاروانِ خیال

مولانا کے خطوط کا [illegible] ہے اور مرتب [illegible] شیروانی [illegible] اس میں دس خط مولانا نے [illegible] حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کے [illegible] مولانا کے ہیں۔ مولانا کا ایک خط مرتب کے نام بھی ہے [illegible] مولانا کے [illegible] خطوط [illegible] ہیں۔ تین خط ایسے ہیں جو غبار خاطر میں آ چکے ہیں۔ باقی [illegible] خطوط میں [illegible] ہیں۔ ان میں تین چار خط اہم ہیں۔ ایک خط میں سفر [illegible] کی تفصیل [illegible] ہے۔ [illegible] میں موسیقی سے [illegible] کا تذکرہ ہے [illegible] شعر و ادب کے متعلق [illegible] ہے۔ ایک خط عبارت کی تبدیلی سے غبار خاطر میں درج ہے۔ کاروانِ خیال اگرچہ غبار خاطر کے بعد طبع ہوئی لیکن اس کے بعض خطوط غبار خاطر سے پہلے لکھے گئے۔ فاضل مرتب کا مقدمہ افادہ کی چیز ہے۔ مرتب نے دونوں کے باہمی تعلقات اجاگر کیے اور بہت سی عمدہ باتیں بیان کی ہیں۔ جو شخص مولانا کے سوانح پر کام کرنا چاہے وہ کاروانِ خیال کے پانچ چھ خطوط سے بہت سی بنیادیں فراہم کر سکتا اور ان گوشوں سے واقف ہو سکتا ہے جن سے مولانا کے عقیدت مندوں کا آشنا ہونا ضروری ہے۔ ان مختصر خطوط سے مولانا

کے سوانح و افکار کی ترتیب و تجزیہ میں کافی مدد ملتی ہے۔

مولانا کی دوسری تصنیفات کی طرح یہ کتاب بھی کئی کئی ناشروں نے چھاپی اور ہزاروں کی تعداد میں بکی ہے۔

مکاتیب ابوالکلام

مولانا کے ادھر ادھر سے فراہم کردہ خطوط کا یہ پہلا مجموعہ تھا۔ جو ادبستان لاہور نے شائع کیا۔ پھر دوسرے تیسرے ایڈیشن میں مزید خطوط شامل کیے گئے۔ ایک خط مولانا حالی اور دو خط مولانا شبلی کے نام ہیں۔ ۳۸ خط سید سلیمان ندوی کے نام ہیں اور ۳ خط عبدالقادر قصوری کے فرزند مولانا محی الدین احمد کے نام ہیں۔ ان کے علاوہ پانچ خط مولانا [illegible] کے نام ہیں یہ وہ بعض جریدوں سے ماخوذ ہیں۔ مولانا مہر نے کل خطوط اپنے مجموعہ نقش آزاد میں شامل کیے ہیں۔ چند خطوط مختلف حضرات کے نام ہیں جن میں بعض مذہبی مباحث کا جواب دیا گیا ہے۔

ان خطوط سے بھی مولانا کے سوانح و افکار کی تدوین میں مدد ملتی ہے بلکہ ان کے فکر و نظر کی وسعتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

میرا عقیدہ

[illegible] مکتبہ جامعہ دہلی سے فروری ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا۔ مولانا غلام رسول مہر نے توضیحی [illegible] پیش لفظ [illegible] حکیم سعید [illegible] مولانا [illegible] کے پانچ خطوں کا مجموعہ ہے جس میں مولانا نے ان کے استفسار پر اپنے عقیدے سے متعلق بعض تشریحات [illegible] ایمان بالرسالت کا مقام و محل بیان فرمایا ہے۔

مکاتیب ابوالکلام آزاد

مرتبہ ابو سلمان شاہجہانپوری، ناشر اردو اکیڈمی سندھ، سن اشاعت فروری ۱۹۶۶ء۔ بہ قول مرتب اس مجموعہ میں ۱۹۰۰ء سے لے کر ۱۹۵۸ء تک کے خطوط ہیں ان کی تعداد ۱۸۱ ہے۔ ۴۸ مولانا کے اپنے قلم سے ہیں اور ۱۳۳ ان کے حسب ہدایت سیکرٹریوں کے قلم سے۔ حصہ اول میں مولانا کے مختلف تحریروں اور خطوط پر مشتمل ہے۔ حصہ دوم میں علامہ شبلی، علامہ علی، مفتی کفایت اللہ، سید سلیمان ندوی، پنڈت جواہر لال نہرو اور چودھری خلیق الزمان کے علاوہ کئی ایک احباب کے نام تقریباً ۵۹ خطوط ہیں۔ اس حصہ میں بعض وقتی تحریریں بھی ہیں۔ تیسرا حصہ ان لوگوں کے تعارف و تذکرہ کا ہے جن کے نام اس مجموعہ کے خطوط ہیں۔ یہ ایک قابل مطالعہ ادبی مجموعہ ہے۔ جس سے مولانا کی سیرت کے خطوط ابھرتے اور ان سے ایک سوانحی خاکہ تیار ہوتا ہے۔

نقشِ آزادؔ

مرتبہ مولانا غلام رسول مہر، ناشر کتاب منزل لاہور۔ کتاب کے تین حصے ہیں۔ حصہ اول میں (صفحہ ایک سے ۲۵۵ تک) مہر صاحب کے نام مولانا کے خطوط ہیں۔ یہ کل ۱۸۱ خط ہیں جن میں سے ۱۲۲ مولانا کے تحریر کردہ ہیں۔ [illegible] ان کی طرف سے [illegible] ہیں۔ [illegible] باقی ۵ خطوط ان کے پرائیویٹ سیکرٹری محمد اجمل خان اور ۴ خطوط پرسنل سیکرٹری مسٹر ایم این مسعود کے قلم سے ہیں۔

اس مجموعہ کا دوسرا حصہ ان [illegible] پر مشتمل ہے جو مولانا مہر [illegible] تصنیف غالب کا مطالعہ کرتے وقت [illegible] اوراق پر لکھے تھے۔ [illegible] خطوط [illegible] پر مشتمل ہے۔ اس میں [illegible] خطوط خواجہ حسن نظامی، [illegible] خط [illegible] حسرتی [illegible] خط [illegible] اور چار خط نیاز فتح پوری کے نام ہیں۔ مہر کے نام جو خطوط ہیں [illegible] فقر و فاقہ کی تصویر نمایاں ہوتی ہے بلکہ وہ ذہنی گرد و غبار بھی بیٹھ جاتا ہے جو [illegible] جلدوں کی اشاعت کے [illegible] ہوتا ہے۔ [illegible] پیمانہ [illegible] لیے بازار سے تجوریاں نہیں [illegible] [illegible] ثابت ہوتا ہے کہ [illegible] اجرت اور [illegible] اشاعت [illegible] مشکلیں [illegible] گھڑی تھیں اور مولانا فقر و استغنا کی کس منزل میں تھے۔

[illegible] خطوط [illegible] حالات [illegible] معلوم ہوتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ مکتوب الیہ مہر کے جس [illegible] کی آخری گھڑی تک مولانا سے منسلک رہا۔ ان مکاتیب میں بیشتر فقرے اس انداز کے ہیں [illegible] سلسلہ میں [illegible] وقت [illegible] سے ورثہ ہے۔ [illegible] ان خطوط کو اب پڑھتا ہوں تو ہوک اٹھتی ہے۔ [illegible] کا سیاسی سفر خصوصی و منفعت [illegible] ہماری [illegible] مستقبل [illegible] ان کی وفا ہی سمجھے لیکن [illegible] اندازہ ہوتا ہے کہ ان چند کلمات میں مستقبل کا حقیقی تجزیہ اپنے واضح نتائج کے ساتھ موجود تھا۔"

تبرکاتِ آزادؔ

مرتبہ مولانا مہر، ناشر کتاب منزل لاہور

۹۸ مکاتیب اور مقالات کا مجموعہ۔ ابتدا [illegible] صفحات کا دیباچہ [illegible] مہر خطوط کا یہ مجموعہ دینی و علمی اور تعلیمی و اخلاقی مسائل سے متعلق مجتہدانہ بصیرت و [illegible] کا نادیدہ مرقع ہے۔ اس میں علاوہ

محی الدین حمسہ کے نام جو خطوط ہیں وہ بیش قیمت معلومات کا ذخیرہ ہیں۔ عبدالماجد دریابادی اور سید سلیمان ندوی کے نام کے خطوط بھی مولانا کی سیرت نگاری میں مدد دیتے اور بعض سوانحی پہلو سامنے لاتے ہیں۔ ان کے علاوہ بعض متفرق خطوط ہیں اور سب کسی نہ کسی مسئلے سے متعلق ہیں۔

مکاتیب کا پہلا حصہ ۷۰ خطوط پر مشتمل ہے۔ دوسرا اٹھارہ خطوط کا مجموعہ ہے۔ تیسرا ۱۴۸ خطوں کا باب ہے۔ اور چوتھا پندرہ مکاتیب سے مملو ہے۔ مضامین میں ہجرت کا فتویٰ فتنۂ ارتداد اور مسلمانان مسئلہ خلافت اور جمہوریہ ترکیہ ابن سعود اور حرمین شریفین، مقابر و آثار پر عمارت [illegible] کیا آخری مسئلہ کی ہے؟ ان مضامین کے مطالعے سے مولانا کی ژرف نگاہی اور دقیقہ رسی کا اندازہ ہوتا ہے کہ ایک شخص نے اپنے فکر و عمل سے کیسے پہلے [illegible] پر قائم رہا اور نصف صدی کی [illegible] بیان کیے تھے۔

مندرجہ بالا مجموعے مولانا کے تمام خطوط کا مجموعہ نہیں البتہ ان کے بیشتر خطوط غیر مطبوعہ ہیں۔ پچھلی تقسیم کے وقت ان کے پاس کثیر تعداد جمع ہو چکی تھی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے پاس بھی ایک خطوط تھے۔ [illegible] حسام الدین کے [illegible] چند خطوط [illegible] تقسیم سے قبل [illegible] ضائع ہوئے۔ اس طرح جو لوگ ہندوستان سے مختلف علاقوں سے [illegible] پاکستان آئے ان میں سے تقریباً سب کا ذخیرہ ضائع ہو گیا۔ جو خطوط محفوظ ہیں ان میں غالب تعداد علمی، تاریخی، تہذیبی، ثقافتی اور ادبی و لسانی مسائل سے متعلق خطوط کی ہے۔ بعض خطوط نجی قسم کے واقعات ہیں یا پھر دین و مذہب کے بارے میں بعض سوالات کا جواب وغیرہ ہے۔ مولانا ایک سیاسی انسان اور ایک عظیم سیاسی راہنما تھے۔ لیکن ان تمام مجموعوں میں کوئی سیاسی خط نہیں۔ حالانکہ مہاتما گاندھی، پنڈت جواہر لال نہرو، ڈاکٹر انصاری، حکیم محمد اجمل خان، سردار پٹیل، بابو راجندر پرشاد اور دوسرے بیسیوں راہنما تھے جن سے مولانا مکاتبت کرتے اور خط و کتابت فرماتے تھے۔ راقم کے پاس ذاتی خطوط کے علاوہ چند صفحے کا ایک خط ہے۔ مولانا نے یہ خط صوبائی کانگریس کمیٹی سرحد کے صدر خان علی گل خان کو خان غلام محمد خان لوند خوڑ کی اپیل منظور کرتے ہوئے لکھا اور خان عبدالغفار خاں کے فیصلہ کو مسترد کیا ہے۔ اس خط کی عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا فیصلہ ایک منصف کے دماغ سے کرتے اور لکھتے ادیب کے قلم سے تھے۔ نہ جانے اس طرح کے کس قدر خطوط گم ہو گئے اور کتنے کہاں پڑے

ہیں۔ ایسے ہی بعض خطوط کا ذکر مختلف اصحابِ قلم نے اپنے مقالوں میں کیا ہے۔ جواہر لال نہرو نے اپنی ایک کتاب کچھ پرانے خطوط میں مولانا کے چار پانچ خط نقل کیے ہیں مہادیو ڈیسائی نے بھی اپنی کسی تصنیف میں ایک دو خط نقل کیے ہیں۔ پیارے لال نے مہاتما گاندھی کے آخری لمحات میں ایک آدھ خط دیا ہے۔ چوہدری خلیق الزماں نے اپنے سوانح حالات میں اپنے نام ایک خط کا عکس دیا ہے غرض مولانا کے بے شمار خطوط جن سے کئی مجموعے مرتب ہو سکتے ہیں اب تک اشاعت کی دسترس میں نہیں۔

مولانا نے [illegible] ہندوستان اور پاکستان کے متنازعہ مسئلوں سے متعلق لیاقت علی خان کو [illegible] صفحات کا [illegible] لیاقت سے جواب ایک [illegible] ہندوستان و پاکستان کے مابین [illegible]

مولانا نے [illegible] لیاقت علی [illegible] تو ایک [illegible] مستقبل [illegible] طاقت [illegible] ہے [illegible] سے مربوط ہیں میں چاہتا ہوں [illegible] دوسرے کے بارے میں کسی شک [illegible] خوف [illegible] ترقی [illegible] کبھی مجروح نہ ہو [illegible] حدود میں [illegible] ہیں۔

خان [illegible] کے پاس مولانا کے بہت سے خطوط ہیں ڈاکٹر خان صاحب نے بھی کئی خطوط کا ذکر کیا تھا [illegible] خطوط [illegible] کہ علامہ اقبال کے پاس مولانا کے تقریباً ڈیڑھ درجن خطوط تھے۔ لیکن اب ان کو ڈھونڈ [illegible] کچھ نہیں کہا جا سکتا ان خطوط کا کس قدر ذخیرہ تلف ہو چکا ہے۔

دیگر تصانیف مولانا کی تصانیف میں دین و ادب کی معرج کے اعتبار سے درجہ اوّل ترجمان القرآن (ہر دو جلد) کو حاصل ہے۔ اُن کی بقاء اور شہرت کے لیے یہ نا تمام تفسیر و ترجمہ کافی ہے۔ دوسرے درجہ پر ادبی و علمی اعتبار سے غبار خاطر (مجموعہ مکاتیب) ہے۔ تیسرا درجہ تذکرہ کو دیا جا سکتا ہے جو مختلف شخصیتوں کے استقامت و ایثار کی ایک کہانی ہے اور اس زمانے کے طرزِ انشاء کا ایک جامع شاہکار قرار فعیل

عدالت میں ایک بیان ہے لیکن اس کی سیاسی و تاریخی عظمت کو ادب کے صیقل نے تلوار بنا دیا ہے۔ قولِ فیصل کی مثال فردوسی کے شاہنامہ کی طرح رزمیہ ہے یا پھر رامائن کے طرز پر حق و باطل کی معرکہ آرائی کا افسانہ ہے۔ ہیئت نظم کا، زبان نثر کی، اسلوب مبارزت کا۔

"مسئلہ خلافت اور جزیرۃ العرب بظاہر پراونشل خلافت کانفرنس بنگال کا خطبہ صدارت ہے لیکن حقیقتاً" ۱۹۱۴ء کی جنگ میں خلافت عثمانیہ کے خاتمہ پر خلافت کے موضوع اور جزیرۃ العرب کے مضمون پر تحریر [illegible] مسلمانوں [illegible] خصوصیتیں قائم [illegible] اور دین کے جو داعی قرآن سے ان کی ریاست، معاشرے، افراد، جماعت [illegible] موضوعے ہیں ان کا تذکرہ تاریخ اور بیان [illegible] اردو زبان میں [illegible] ہیں۔

مولانا [illegible] جمعیۃ [illegible] وغیرہ کے مختلف سالانہ جماعات میں [illegible] حیثیت [illegible] خطبات [illegible] میں [illegible] رسالہ [illegible] جناب [illegible] دوست [illegible] کر دیے تھے۔ [illegible] ان دنوں اشاعتی [illegible] خطبات [illegible] کی پہلی کتاب تھی [illegible] پنجاب رہا تھا۔ اور ان کی [illegible] خطبات کا سودا کرنا چاہا لیکن معاملہ [illegible] ۱۹۲۳ء [illegible] مولانا کے ایک عقیدت مند نے [illegible] مجموعہ شائع ہوا [illegible] نے چھوا نسخہ [illegible] ہی خود ایک مجموعہ مدون کیا [illegible] درخواست کی کہ وہ دیباچہ لکھ دیں۔ ملک صاحب نے دیباچہ لکھا اور وہ شائع ہو گیا۔ [illegible] تو خطبات کا تیسرا ایڈیشن شائع [illegible] کے جامع و ولی ملک نصر اللہ خان عزیز قرار دیے گئے۔ [illegible] کا نام حذف ہو گیا۔

ان خطبات کا مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ:

۱۔ مولانا کی ابتدائی زبان، اس کا لہجہ اور اس کا پیام کیا تھا۔

۲۔ مولانا کی ارتقائی زبان، اس کا لہجہ اور اس کا پیام کیا تھا۔

۳۔ ان خطبات سے مولانا کے دینی نشو و نما اور فکری بلوغ کے مختلف درجے معلوم ہوتے ہیں۔

۴۔ مولانا کے تدبر کی پختگی، نظر کی وسعت اور فکر کی صلابت کا پتہ چلتا ہے۔

۵۔ بعض جملے الہامی اور دوامی ہیں اس نصف صدی کے واقعات نے ان کی تصدیق کی ہے۔

۶۔ ایک خطیب میں جو خصائص و محاسن ہونے چاہئیں وہ سب ان میں موجود ہیں۔

۷۔ ان میں ایک جامع کمالات انسان کی گہرائی و گیرائی موجود ہے۔

۸۔ ان کے مطالعہ سے نصف صدی سے برعظیم کی تاریخ مرتب کر سکتے اور ان کے [illegible] معلوم کر سکتے ہیں۔

۹۔ ان میں خطابت [illegible] کے بھی [illegible] [illegible] کی علامت

سے موجود ہیں۔

۱۰۔ فن تقریر کے طلباء اس سے مستفید [illegible] ہو سکتے ہیں۔

۱۱۔ ان خطبات میں [illegible] [illegible] ادبی چاشنی

نظر آتی ہے۔

مولانا [illegible] چھوٹی [illegible] کی تصنیفات ہیں۔ جناب [illegible] صاحب [illegible] اور

[illegible] کراچی [illegible] کے مطابق مولانا نے ۱۹۰۱ء میں [illegible] وقت [illegible] برس سے تھے شاعری کا

آغاز کیا۔ [illegible] کی [illegible] [illegible] مولانا [illegible] پیدائش [illegible] سے [illegible] ۱۹۰۰ء

میں جب [illegible] سال کی تھی [illegible] [illegible] [illegible] کا ترجمہ

کیا۔ پھر [illegible] [illegible] [illegible] کا ترجمہ کیا۔ وہ ترجمہ

خصائص محمدیہ کے نام سے شائع ہوا۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ کی ایک کتاب منہاج العابدین کا ترجمہ کیا۔ وہ بھی

شائع ہوئی۔ انفاس الانس کا ترجمہ شروع کیا۔ [illegible] چند [illegible] کے بعد چھوڑ دیا۔ [illegible] میں طبیعت فارسی شاعری کو

[illegible] توکل [illegible] کے وزن پر ایک مثنوی لکھنا شروع کی لیکن ناتمام رہ گئی۔

مولانا محمد حسین آزاد کی کتاب آب حیات کے حصہ اول کا دور دوم تک فارسی میں ترجمہ کیا اور ترکی کے ایک

فاضل سیاح طاہر بیگ کو دکھایا۔ تب مولانا ان سے فارسی شاعری اور فارسی نثر میں اصلاح لیتے تھے۔ کشش مادہ

اور کشش عشق کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں یہ ثابت کیا کہ عالم مادہ کی طرح عالم جذبات بھی ہے اور دونوں

کے قوانین یکساں ہیں۔ فنون امام غزالی کا ایک رسالہ ہے اس کا ترجمہ کیا۔ اسی عمر اور اسی زمانہ میں بعض رسائل

کے لیے مضامین لکھنا شروع کیے۔ ۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۲ء میں تیرہ چودہ سال کی عمر ہو گئی تو امام غزالی کی تہافۃ الفلاسفہ کا ترجمہ شروع کیا لیکن نصف کے بعد طبیعت اُچاٹ ہو گئی اور ترجمہ نامکمل رہ گیا۔

۱۹۰۲ء میں فرہنگ جدید کے نام سے فارسی لغت مرتب کیا۔ یہ مرزا غالب کی قاطع برہان اور مؤید برہان کی فرہنگ ناصری کے طرز پر تھا۔ اسی زمانہ میں دیوان غزلیات شائع کیا۔ جو اب تک مفقود و عنقا ہے۔ لیکن ابو سلمان شاہجہانپوری نے بعض غزلیں ارمغان آزاد میں جمع کی ہیں۔ جو شاعری کی اس صنف میں ابتدائی مشق کے ابتدائی نمونے ہیں۔ [illegible] شاعری کے بعض [illegible] سے متعلق [illegible] ہے۔ [illegible] ہے۔ [illegible] اصلاح [illegible] قیمت ۲ آنے [illegible] کے مقدمہ [illegible] نہایت تحقیق کے ساتھ لکھی [illegible] ہے جو [illegible] خیر الدین کو مولوی [illegible] الدین کا [illegible] معتقد کر [illegible] تھا کہ مولانا کے والد [illegible] وجہ سے جو [illegible] کی حد تک مقبول تھے [illegible] سے تھے۔ وہ [illegible] جیسے تھے۔ دوسرے علما [illegible] کی مقبولیت [illegible] وقت [illegible] تھے۔ [illegible] قدرتی [illegible] ظہور نہیں ہوا تھا جس [illegible] نہیں [illegible] کے اس رسالہ سے [illegible] معلوم ہوتی ہے جو مسلک [illegible] کے مخالفین کا جواب دیتے وقت [illegible] سخت [illegible] کے خلاف ذریت کی [illegible] کوئی لفظ [illegible] سب و شتم یا طعن و طنز کی ایک راہیں اختیار کیں۔ [illegible] ان کے قلم کی پہلی نگارش ہے جو [illegible] کے مسلک کی [illegible] قرار دی جا سکتی ہے۔ ان کے قلم میں طعن کا شائبہ بھی نہ تھا۔

"علوم جدیدہ و اسلام" ایک تصنیف تھی۔ معلوم نہیں [illegible] خود آزاد کی زبانی میں اس کا تذکرہ ہے کہ علوم جدیدہ کے مقابلہ میں اگر کوئی عہد ظلام مذہب اسلام کا دفاع کر سکتا ہے تو وہ سرسید کا علم کلام ہے۔ احسن المسالک صوفی ازم اور طریق ریاضت کے مختلف اسکولوں کی تشریح میں لکھی تھی۔ لیکن اس کی اشاعت و طباعت کا حال بھی معلوم نہیں۔ "المیت" اس میں یہ ثابت کیا گیا تھا کہ جدید سائنس کے تمام اصول مسلمان حکماء دریافت کر چکے تھے۔ اس زمانہ میں میو گیئین بلاد یون کے رسالہ سولر سسٹم کا اردو ترجمہ کیا جو

یک فارسی ترجمہ کا ترجمہ تھا۔

المعتزلہ: فرقہ معتزلہ کی تمام تاریخ جو مولانا کی دوسری زیر ذہن تصنیفات کی طرح ادھوری رہ گئی۔

حقیقت معجزات۔ آریوں اور عیسائیوں کے جواب میں مناظرانہ مباحث جنہیں حکیم محمد حسن شاہجہانپوری نے رسالہ کی شکل میں چھاپ دیا۔ علامہ فرید وجدی مصری نے المراۃ المسلمہ (مسلمان عورت) لکھی تو مولانا نے الندوہ کیلئے ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ اکتوبر ۱۹۰۵ء سے مارچ ۱۹۰۸ء تک چھپا۔ بعد کو کتابی شکل میں شائع ہوگیا۔

معارف النغمات: فن موسیقی میں تھی۔ اس کی ترتیب میں مرزا محمد ہادی نے بھی معاونت کی تھی سن تصنیف ۱۹۰۵ء یا ۱۹۰۶ء ہے۔

اخلاقی توحید [illegible] کی خوشہ چینی سے متمتع ہوئے۔

حیات سرمد: ایک مقالہ ہے جو خواجہ حسن نظامی کی فرمائش پر لکھا گیا۔ [illegible] جواب دیا:

"اب نہ تو مجھے [illegible] اور نہ اس میں [illegible] ہے [illegible] وقت [illegible] کیا جائے۔

تاریخ کے سیکڑوں ابواب، جنہیں [illegible] ہیں۔ انہیں چھوڑ کر سرمد وغیرہ پر کون وقت ضائع کرے۔"

ابو سلمان شاہجہانپوری نے [illegible] کی ان کتابوں کا زمانہ تصنیف ۱۸۹۹ء سے ۱۹۱۰ء تک ہے۔ عبدالرزاق ملیح آبادی نے "ابوالکلام کی کہانی خود ان کی زبانی" میں ان کتابوں کا اجمالی تذکرہ کیا ہے اور مذکورہ اشارات اسی کتاب ہی سے مستعار ہیں۔ اب ان کتابوں میں مسلمان عورت کے سوا کوئی سی کتاب دستیاب نہیں ہوتی البتہ حیات سرمد کا دیباچہ مل جاتا ہے۔ جو پہلے مقالہ تھا۔ لیکن سرمد کی رباعیات کے مرتبین نے دیباچہ بنا لیا۔ تب سے دیباچہ کے طور پر مشہور ہے۔

۱۹۲۰ء میں البلاغ کا دورِ ثانی ختم ہوگیا تو ۱۹۴۹ء تک مولانا کے قلم سے ترجمان القرآن ہر دو جلد کے علاوہ کوئی تحریر نہ نکلی نہ کوئی کتاب چھپی، نہ کسی نے ادھر ادھر سے کوئی ذخیرہ مرتب کیا۔ ۱۹۳۹ء میں ادبستان لاہور نے انتخاب الہلال شائع کیا پھر ۱۹۴۲ء کے دوران میں الہلال ہی سے مرتب کی ہوئی دو ایک کتابیں نکلیں اس کے بعد ۱۹۴۶ء میں بالخصوص اور ۱۹۴۵ء سے لے کر ۱۹۵۰ء کے اوائل تک بالعموم مولانا کے مضامین اور البلاغ کے مندرجات کئی اداروں نے مولانا کے نام سے چھاپے۔ ایک دو ناشر حیدرآباد دکن کے تھے، بعض کتابیں لکھنؤ سے اور کچھ دہلی سے شائع ہوئیں، بیشتر کا تعلق [illegible] سے ہوا اور [illegible] سب میں [illegible] لے گیا۔

ان کتابوں کی [illegible] سے دلچسپی اور [illegible] سوال [illegible] دوسری جنگ عظیم کے دوران میں [illegible] کاغذ [illegible] چھاپے [illegible] مضامین [illegible] مرتب کر کے مولانا کے نام سے شائع ہونے لگے ان مجموعوں میں کوئی حسن، نظم اور تحقیق [illegible] رکھی گئی [illegible] بعض [illegible] بھی مولانا [illegible] جب دور ثانی [illegible] الہلال و البلاغ میں شائع ہوئے تھے۔ ان کے [illegible] سید سلیمان ندوی، عبدالسلام ندوی، عبداللہ ندوی، مرزا [illegible] نے اپنا [illegible] ہر قسم کے مضامین [illegible] کر کے مولانا سے منسوب کر دیے۔ جہاں تک ترتیب و تقسیم کے ان مجموعوں کا تعلق ہے، مولانا ان سے بیزار تھے۔ [illegible] ان کے [illegible] جو کچھ چھپا ہے [illegible] نہیں [illegible] بلکہ اکثر مجموعے مجروح کیے گئے [illegible] کی غلطیوں سے پُر ہیں۔

ان کتابوں کے تین دور ہیں۔

اولاً۔ تحریک خلافت کے زمانہ میں منشی مشتاق احمد ناظم قومی دارالاشاعت میرٹھ نے مولانا کے نام سے الہلال و البلاغ کی تحریروں اور صدارتی خطبات کے اقتباسات سے بیس پچیس مجموعے شائع کیے مثلاً مضامین الہلال، مقالات الہلال، انتخاب الہلال، تحریک آزادی، عیدین، ام الکتاب، امر بالمعروف، ولادت نبوی، ذکریٰ، افسانہ ہجر و وصل، اولیا، اللہ و اولیاء الشیطان، حقیقت الصیام، حقیقت الحج، حقیقت الزکوٰۃ،

صدائے حق، جہاد اور اسلام دین اللہ، تحفظ ترک موالات کا مقصد، اتحاد اسلامی، مضامین آزاد، تحریک فی القرآن اور جمیع امید وغیرہ۔ بعد میں باب اکیڈمی لاہور سے بھی بعض کتابچے شائع کیے۔

ثانیاً ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۷ء تک کا دور جو دو تہائی لاہور اور ایک تہائی دہلی، لکھنؤ اور حیدرآباد دکن کے ناشروں کی مساعی پر مشتمل ہے۔

ثالثاً آزادی کے بعد کا دور ہے۔ پاکستان نے ہندوستان سے بڑھ کر [illegible] کی صحت سے بے نیاز ہو کر مولانا کے افکار و رشحات پر مشتمل [illegible] سے ماخوذ مقالات کی [illegible] کتابیں شائع کی ہیں۔ [illegible]

[illegible]

مولانا کی تحریروں سے [illegible]

[illegible] ناشر کی اس سینہ زوری پر تنقید کرتے ہوئے لکھا کہ [illegible] ہیں واللہ اعلم، لیکن جہاں تک اس کے دیباچہ کا تعلق ہے اس کی تصنیف [illegible] ناشر کی ہے۔ [illegible] راقم نے ناشر مذکور کو اس سینہ زوری سے باز رکھنے کی [illegible] جواب [illegible] ہندوستان میں چھوڑ گئے ہیں، یہاں روپیہ پیدا کرنے کے لیے اس قسم کا ڈاکہ ڈالنا پڑتا ہے۔ آپ مولانا کی بڑی عظمت [illegible] تحریر

۵. احساس ذکریں ہماری ویرانی کو ملحوظ رکھیں ہمارے لیے مولانا کا نام مجرد کا جائیداد ہے اور ایک مہاجر کو مردہ جائیداد سے مستفید ہونے کا حق پہنچتا ہے۔

برعظیم کی آزادی کے بعد مولانا کے قلم سے کوئی تصنیف نہیں نکلی بعض تقریریں یا دوسری منتشر تحریریں چھپ چھپا گئیں۔ البتہ حکومت ہند کے پبلیکیشنز ڈویژن نے شائع کئے ان کا ذکر مطبوعات کے تحت آچکا ہے۔

مولانا کی رحلت کے تھوڑے عرصہ بعد ان کے سوانح [illegible] کے نام سے شائع ہوئے۔ پروفیسر ہمایوں کبیر جو حکومت ہند میں [illegible] کی بعض ملاقاتوں میں مولانا نے [illegible] بیان کئے [illegible]۔ ان کی روایت کے مطابق مولانا کو پہلے [illegible] تھا۔ تو ایک طویل گفتگو کے بعد وہ سیاسی حالات [illegible]

اس طرح سوانح حیات کے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کر دیتا۔ وہ ہر باب کو پہلے خود دیکھتے [illegible] اس منزل پر انہوں نے کبھی کچھ بڑھا دیا اور کبھی کچھ بدل دیا کبھی کچھ عبارت [illegible] کے مسودہ میں بہت سی ترمیمیں [illegible] اس طرح کام کرتے رہے یہاں تک کہ ستمبر ۱۹۵۷ء میں پوری کتاب کا پہلا مسودہ میں نے ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جب پوری کتاب مولانا کے ہاتھ آگئی تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس کے قریب تیس صفحات جن میں ایسے مسائل اور ایسے تاثرات پر بحث کی گئی ہے جو بڑی حد تک ذاتی اور شخصی تھے فی الحال شائع نہ کئے جائیں اور ان صفحات کے سربمہر مسودہ کو کلکتہ کی نیشنل لائبریری اور نیو دہلی کی نیشنل آرکائیوز میں رکھ دیا جائے۔ اور انہیں کتاب کی اشاعت کے تیس سال بعد شائع کیا جائے۔ مولانا کے حسب ہدایت کانٹ چھانٹ کے بعد نومبر ۱۹۵۷ء میں کتاب کا مسودہ

جب انہیں دوبارہ دے دیا گیا تو اس وقت بھی کچھ تبدیلیاں کیں اور فرمایا کہ کتاب اب اشاعت کے قابل ہو گئی ہے۔ نومبر ۱۹۵۸ء کو مولانا کی سترھویں سالگرہ تھی اور اس موقع پر کتاب شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا لیکن مولانا کا پیمانۂ عمر ۲۲ فروری ۱۹۵۸ء ہی کو لبریز ہو گیا اور کتاب نومبر ۱۹۵۸ء کے بجائے جنوری ۱۹۵۹ء میں شائع ہوئی۔

اردو کی بدقسمتی تھی کہ اس کے عظیم المرتبت ادیب کے سوانح حالات انگریزی میں شائع ہوئے اور ان کا اردو ترجمہ مولانا کی زبان سے محروم رہا۔ تاہم جامعہ ملیہ دلی کے وائس چانسلر پروفیسر محمد مجیب نے سادہ و سہل زبان میں شستہ و رفتہ ترجمہ کیا جو "ہماری آزادی" کے نام سے اورینٹ لانگ مینس ہی نے شائع کیا۔ اس کی ذیلی سرخی ہے۔ "ایک تاریخ جو آپ بیتی بھی ہے" یہ سات لفظ ہیں جن میں کتاب کا جامع تعارف ہے۔ مولانا مہر [illegible] مولانا آزاد کے سوانح حالات [illegible] تھے [illegible] اور [illegible] ایک خاکہ بھی تیار کر چکے تھے۔ لیکن [illegible] سے [illegible] شائع [illegible] میں [illegible] ہو گئے۔ انہوں نے اس کتاب کے متعلق خیال [illegible] مولانا کی تصنیف میں [illegible] مولانا کے ابتدائی حالات میں دو ایک بھی غلطیاں ہیں [illegible] کے خلاف ہیں [illegible] کی [illegible] سے مطابق [illegible] بعد میں [illegible] تھیں۔ اور [illegible] ہے دوسرے انگریزی میں جو کچھ [illegible] ہے کوئی [illegible] نہیں۔ تیسرے [illegible] باب جو مولانا کے [illegible] حالات پر مشتمل ہے وہ اصل مسودہ کا جز نہیں۔ بلکہ اس [illegible] کا [illegible] ہے جو [illegible] مولانا نے دیکھا [illegible] یہ باب سوانح میں [illegible] شامل کیا [illegible] مولانا کی وفات کے بعد تحریر ہوا ہے۔

مولانا مہر [illegible] اس تحریر [illegible] جناب لطیف اعظمی نے قلم اٹھایا اور [illegible] کے اعتراض کا [illegible] خود مولانا [illegible] کے اعتراض میں کوئی وزن نہ تھا۔ مولانا ابو الکلام اور ہمایوں کبیر حکومت ہند میں ساتھ تھے۔ مولانا ہی انہیں کلکتہ یونیورسٹی سے پروفیسری چھڑا کر لائے تھے۔ پروفیسر محمد اجمل جو مولانا کے سیکرٹری تھے، اس ساری روداد کے عینی شاہد تھے۔ ہمایوں کبیر نے مولانا مہر کی تشفی کر دی اور دہلی کے بعض اہل قلم نے جو مولانا سے قریب رہتے تھے اس کی توثیق فرمائی کہ "ہماری آزادی" کی ترتیب و تحریر سے متعلق ہمایوں کبیر نے جو کچھ پیش لفظ میں لکھا ہے وہ حرف بحرف صحیح ہے۔ اور مسودہ مولانا ہی کا املا کرایا ہوا ہے۔

مولانا مہر عمر کے آخری دنوں میں خود خواہش کرتے تھے کہ وہ اس بحث کو چھیڑ کر کچھ معلومات حاصل

کرنا چاہتے تھے۔ اس کتاب کے سیاسی واقعات مولانا ہی کی زبان سے ہیں۔ نشان جن واقعات میں سے خود گزرے ہوں انہیں کوئی دوسرا شخص من و عن بیان نہیں کر سکتا۔ ان میں کوئی غلطی ہوتی تو اس وقت جو ہمارے زندہ تھے اور بعض دوسرے رفقا بھی وہ فوراً تصحیح کر دیتے اور فرما دیتے کہ فلاں واقعہ غلط ہے۔ سردار پٹیل سے متعلق جو کچھ لکھا گیا وہ اندرون خانہ کے ایک رازدان کی حیثیت سے صرف مولانا ہی لکھ سکتے تھے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مولانا نے کلکتہ اور دہلی میں محفوظ کردہ مسودوں پر اپنے دستخط کئے ہیں اور یہ کتاب [illegible] اس کے مصنف مولانا ہیں۔ [illegible] ہندوستان کی جدوجہد آزادی اور برطانوی [illegible] کی حیثیت سے خود اس میں شریک [illegible] اس وقت انڈین نیشنل کانگریس [illegible] ۱۹۳۹ [illegible] ۱۹۴۶ تک یعنی دوسری جنگ عظیم لڑنے سے پہلے کہ ہندوستان [illegible] کے رہنما [illegible] قائد اعظم [illegible] پنڈت جواہر لال نہرو، مولانا ابوالکلام آزاد [illegible] پٹیل [illegible] نہیں تھا یہ [illegible] مولانا آزاد ہی [illegible] ہیں جو ہمیں یہ کہانی دے گئے ہیں۔

ابوالکلام کی کہانی خود ان کی زبانی

[illegible] خود ان کی زبانی عبدالرزاق ملیح آبادی کے [illegible] ملیح آبادی [illegible] ہیں۔

[illegible] کی لکھی ہوئی [illegible] دوسری [illegible] میرے بھائی [illegible] میرے بھائی [illegible] ہیں [illegible] ترتیب چھوڑ [illegible] راضی ہو گئے [illegible] یہ کتاب [illegible] شروع کر دی [illegible] لکھتے جاتے تھے میں [illegible] مولانا نے یہ کتاب اس طرح لکھوائی کہ سامنے نہ کوئی نوٹ ہوتا تھا اور نہ کبھی مجھ سے پوچھا کل کیا لکھوایا تھا۔ دوسرے دن بیٹھتے ہیں کہ ٹوٹے کا رشتہ فوراً مل جاتا۔

ملیح آبادی لکھتے ہیں کہ مولانا نے تذکرے میں جوانی دیوانی کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ اردو ادب قیامت تک فخر کرے گا۔ میں نے مولانا سے عرض کیا کہ تذکرے میں اس عنوان سے جو اجمال ہے اس کی شرح ہو

جاسکے وہ بمشکل راضی ہوگئے اور بہت کچھ لکھوادیا۔ لیکن اگلے روز صبح ہی صبح مسودہ لوٹایا، فرمایا نظرثانی کروں گا۔ عرض کیا آپ کی نظرثانی کا مآل معلوم ہے۔ یعنی مسودہ غائب۔ اور یہی ہوا۔

اس کتاب میں مولانا نے نہ صرف اپنے والد مرحوم کے حالات بلاکم وکاست بیان کیے ہیں بلکہ اوائل عمر کا سفرنامہ بھی لکھوا دیا ہے۔ بقول ملیح آبادی:

”ایک ننھا سا بچہ ہے، دل فریب چہرہ پر بزرگوں کی سنجیدگی چھائی ہوئی ہے۔“ ابوالکلام بنتا چلا جارہا ہے اور آپ ہیں کہ اس خارق عادت، ذہانت و فطانت پر حیرت میں ڈوبتے اور جھوم جھوم کہتے چلے جارہے ہیں۔“

اس کتاب کو یہ امتیاز حاصل ہے۔ مولانا کی وہ تمام باتیں جو قلمبند ہوئی ہیں، مولانا کے قلم کی کل کائنات [illegible] محفوظ [illegible] مولانا کی مجلسیں [illegible] موجودہ نسل کے کانوں میں ہمیشہ گونجتی رہیں گی اور [illegible] ان کی یہ گفتگو جو اس کتاب میں محفوظ ہوگئی ہے وہ بہت بڑی بات ہے۔ جناب تقریروں کی زبان [illegible] ہوتی ہے اور یہ بھی [illegible] وہ سلاست نہیں رہتی۔ اس کتاب میں بعینہ وہی کچھ ہے جو مولانا کی زبان سے نکلا تھا، بیچ میں کسی قسم کا تصرف یا حک و اضافہ کرنا خلاف دیانت سمجھا گیا ہے۔

ملیح آبادی لکھتے ہیں:

> مسودہ دیکھنے کے بعد [illegible] مولانا بالکل ہی صاف [illegible] گئے مجھے حق [illegible] کتاب [illegible] نظرثانی کے لیے [illegible] نہیں [illegible] کہ [illegible] مسودوں کی طرح یہ بھی ہمیشہ کے لیے غائب ہو جاتا۔

یہ کتاب اشاعت سے ۳۷ برس پہلے ۱۹۲۱ء میں لکھی گئی۔ مولانا کو یہ دوبارہ ملیح آبادی سے حاصل کرنا [illegible] مسودہ غائب ہوجاتا۔ ملیح آبادی جانتے تھے اس زمانے میں مولانا بعض وہ خیالات پبلک میں لانا پسند نہ کرتے جو کتاب میں درج ہیں۔ راقم کا خیال بھی یہی ہے کہ مولانا شاید اس طرح اپنے سوانح پیش نہ کرتے۔ جب تک ان کے قلم سے کوئی بھی کتاب طباعت کے لیے مشین پر نہ چلی جاتے، وہ اس میں کانٹ چھانٹ اور اصلاح و ترمیم کے خوگر تھے۔

”یہ کہانی اس لحاظ سے دلچسپ ہے کہ اس میں ابوالکلامؒ سے پہلے کا ابوالکلامؒ موجود ہے یک ایسا ابوالکلامؒ

جو بھی ابو سلام نہیں بنا تھا جس کے دل کا ہر یقین شک کے حصار میں تھا اور جس کی روح کا ہر عقیدہ تذبذب کے نرغہ میں تھا۔

مولانا نے الہلال کے سن اجراء سے لے کر عمر کی آخری کروٹ تک سرسید کے افکار و نظریات سے اختلاف کیا بلکہ ان کے زبردست نقاد رہے۔ مولانا الطاف حسین حالی سے ایک گونہ ارادت کے باوجود سرسید کی سوانح عمری "حیات جاوید" پر زبردست تنقید کی۔ اپنی کتاب کے آخری اوراق میں مولانا نے ابتدائی عمر کے اس بڑے ہولناک دور کا حال لکھوایا ہے۔ جب [illegible] سے باغی ہو کر سرسید کی مذہبی [illegible] قبول [illegible] کے ہو رہے تھے۔ لیکن وہ حالت بھی [illegible] اس نے عقائد و عمل کے تمام رشتے کھول دیئے [illegible] پر [illegible] وقت [illegible] تھا لیکن [illegible] کے سفر کا شائبہ بھی [illegible] مولانا نے اس [illegible] سب سے زیادہ تاریک وقت کا نام [illegible] سے کشتی سے رہا ہو گئے اور [illegible] مولانا کی مذہبی تحریک کے حالات پر ایک مختصر [illegible] ہے جو اس کے بعد ابوالکلام بنا، امام الہند کہلایا اور الہلال کا [illegible] مولانا نے الہلال [illegible] صفحہ [illegible] پر لکھا ہے:

"قرآن حکیم مسلمانوں کا حقیقی امام ہے۔"

اور ترجمان القرآن جلد اول کے صفحہ ۱۰ پر رقمطراز ہیں:

"یہ یقین ہے کہ [illegible] کے لیے سرچشمہ حیات حقیقت قرآن کا انبعاث ہے۔"

مولانا نے اس حقیقت کو [illegible] کے بعد پایا تھا۔ اس کتاب میں مولانا کی وہ ساری ذہنی کشمکش [illegible] سے متاثر ہو کر موروثی مذہب سے ان کی دل برداشتگی کا باعث ہوئی اور وہ خاندانی مذہب سے بغاوت کی راہ پر آ گئے۔ اپنے والد کے مسلک پر ان کا واپس ہونا محال تھا کہ والد کا راستہ عشق کے غلو کا راستہ تھا۔ اور اس ساری کشمکش میں حقیقی اسلام ان کے سامنے آ چکا تھا وہ اس میں ڈوب گئے۔ ترجمان القرآن کی دونوں جلدیں اسی یقین و عقیدہ کی سرچشمی اور علم و صداقت کے دعوے سے معمور ہیں کہ ہر چیز استدلال و ایقان کے ترازو میں تلی ہوئی نظر آتی ہے۔

اس کتاب میں ایک چیز انتہائی عمدگی سے بیان ہوئی ہے کہ مولانا نے اپنے والد کے غلو فی مذہب ہی کو مدت نہیں بنایا بلکہ علمائے اُمت کے خلاف ان کا طرزِ عمل بھی بیان کیا ہے اور ان مصائب کو شرح و صدر سے لکھا ہے جو ان کے ہاتھوں علمائے اہلِ حدیث پر ہندوستان اور حجاز میں بیت رہے تھے۔

نوادر ابو الکلام

سرسید بک ڈپو علی گڑھ نے ۱۹۹۲ء میں شائع کی۔ مرتب عبدالغفار شکیل ایم اے پی ایچ ڈی ابتدائی گیارہ صفحات میں مولانا کے فارسی اُردو اشعار ہیں، وہ وہ کچھ زیادہ نہیں۔ دو چار غزلیں، ایک آدھ قصیدہ اور چھ سات رباعیاں۔ ان میں کوئی چیز نوادر میں سے نہیں۔ باب دوم میں مخزن [illegible] ماخوذ [illegible] مضامین ہیں۔ باب سوم میں ۱۹۱۳ء اور ۱۹۲۷ء کے بعد کا انتخاب ہے [illegible] مضمون ہے [illegible] سے منقول ہے [illegible] تقریریں [illegible] خطوط ہیں [illegible] کے نام [illegible] کے نام [illegible] کے نام [illegible] اور ایک [illegible] ٹکڑوں کی [illegible] ہیں۔

ناشروں کے مجموعے

[illegible] منقول ہو کر [illegible] تقسیم کے تحت بہت سی کتابیں شائع ہوئی تھیں۔ ایک نوجوان نے سادات سٹریٹ سیالکوٹ روڈ لاہور میں ابو الکلام لیڈی قائم کی، اور کئی ایک مجموعے شائع کئے۔ انہی مجموعوں میں ایک مجموعہ دس وقائع تھا۔ اس میں الہلال سے ماخوذ چار افسانے تھے۔ پہلا جنید بغدادی اور ابن ساباط کا واقعہ تھا، دوسرا امیر تیمور گورکانی سے ایک عورت کی فریاد ہے جس کے اکلوتے بچے کو قزاق اُٹھا کر لے گئے تھے۔ تیسرا وکٹر ہیوگو کے افسانہ قربانی کا ترجمہ ہے۔ چوتھا ترکی کے شاہزادہ جم کی روداد ہے کہ اس نے اپنے بھائی کے ہاتھوں ہزیمت اُٹھانے کے باوجود سلطنت ترکی سے غداری کی، اور دوست کے آغوش میں چلا گیا۔ ابن ساباط اور وکٹر ہیوگو کے مضمون کا رنگ تو مولانا کے قلم ہی کا ہے لیکن باقی دو مضامین کے متعلق یہ گمان بھی مشکل ہے۔ راقم کا

خیال ہے کہ مغرب دتقیہ کے تحت ان سے منسوب ہو گئے ہیں۔ البتہ جامع الشواہد مولانا ہی کے قلم سے ہے اور کئی دفعہ کئی ناشروں نے مختلف شہروں میں چھاپی ہے۔ اس میں مساجد کے حقوق و آداب وغیرہ کے علاوہ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کی اجازت سے نامسلمان مساجد میں شرعاً داخل ہو سکتے اور ان کی مجالس میں بیٹھ سکتے ہیں۔

اصحاب کہف ترجمان القرآن سے الگ کر کے دبستان لاہور نے پہلی دفعہ ۱۹۴۹ء میں شائع کی۔ فلسفہ۔ مکتبہ چٹان [illegible] سے شائع کی۔ مولانا نے ہندوستان کے [illegible] ہوتے ہی ۱۹۵۰ء میں ایک ایجوکیشن کانفرنس طلب کی [illegible] کہ فلسفہ کی ایک سی تاریخ لکھے [illegible] تجویز بورڈ کا صدر بنایا [illegible] انہوں نے مشرقی و مغربی فلسفہ کی [illegible] فلسفہ [illegible] قلم سے ہے اس دیباچہ میں [illegible] قرآن [illegible] [illegible] شامل کر دیتے ہیں [illegible] سے متعلق تھے [illegible] کی ترتیب میں کتابی شکل [illegible] ہیں [illegible] کی عبارتیں جوڑ کر یہ کتاب تیار کی گئی ہے۔

خطبات [illegible] صدیقی [illegible] خطبات ہیں جو فاضل مرتب نے [illegible] کلکتہ کی قید میں ۱۹۲۳ء کے دوران [illegible] سماعت [illegible] گھر جا کر قلمبند کرتے رہے۔ مرتب کا بیان ہے [illegible] مولانا نے [illegible] لفظ کی پوری [illegible] کی ہے۔ ان خطبات میں مولانا کی آواز ضرور موجود ہے۔

تحریک آزادی مرتبہ [illegible] ناشر مکتبہ [illegible] مولانا ہی کی تحریروں اور تقریروں کا مجموعہ ہے۔ اس میں کوئی نئی چیز نہیں جو کچھ مولانا نے مختلف موقعوں پر کہا یا لکھا مرتب نے جمع کیا ہے۔ سات مضمون ہیں جن میں مرزائیت وغیرہ سے متعلق مولانا کے دو تین خط ہیں۔ [illegible] کا طویل مضمون ایک تاریخی دستاویز ہے جس سے ہندوستان کے [illegible] فساد اور جمہوریت کے مزاج کی بعض جھلکیاں معلوم ہوتی ہیں۔

مضامین ابوالکلام مرتبہ محمود الحسن صدیقی ناشر آئینہ ادب چوک انارکلی لاہور دس مضامین کا مجموعہ ہے اور یہ سب مولانا ہی کے رشحات قلم کہے جا سکتے ہیں۔ ناشر نے شروع میں لکھا ہے کہ وقت کے سیاسی ہنگاموں نے اگرچہ مولانا ابوالکلام کو ہم سے الگ کر دیا لیکن ان کے قلم سے نکلے ہوئے جملے آج بھی ہمارے دلوں کو محبوب ہیں۔

ان کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف نے تیر و نشتر کا کام کیا اور قوم کے جسد و روح میں نئی زندگی پیدا کی ہے۔

عبداللہ بٹ مرحوم نے مولانا آزاد سے متعلق ملک کے نامور اہل قلم اور بعض سیاسی اکابر کے مضامین کا ایک مجموعہ شائع کیا، پھر الہلال سے مقالات آزاد اور مضامین آزاد مرتب کیے، یہ سہ کتابیں قومی کتب خانہ لاہور نے ۱۹۴۴ء میں شائع کیں ان سے مولانا آزاد کے سحر قلم کا نئی پود اور ان لوگوں کو پہلی دفعہ اندازہ ہوا جو الہلال کے غروب ہونے کے بعد پیدا ہوئے یا جوان ہوئے تھے۔ مضامین آزاد میں الہلال کی سیاسی تحریک زیر عنوان مقالہ اول مولانا کے سوانح و افکار پر کام کرنے والوں کے لئے تحقیقی خصوصیت رکھتا ہے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے متعلق مدینۃ الامۃ کے عنوان سے مقالات کی سیریز ہے۔ یہ مجموعہ حقیقی الہلال کی بہترین تحریروں کا انتخاب ہے اور ہر مقالہ اپنی انفرادی خصوصیت کے علاوہ مستقل اہمیت رکھتا ہے۔

مضامین لسان الصدق مرتب ہیں عبدالقوی دسنوی اور ناشر ہے نیر بک ورکس لکھنؤ، سن اشاعت دسمبر ۱۹۶۰ء اس مجموعہ میں پچاس مضامین ہیں۔ مرتب نے مولانا آزاد کی ان تحریروں کا انتخاب کیا ہے۔ مقدمہ قابل مطالعہ ہے۔ لسان الصدق کے مقاصد اور اس سے متعلق مولانا کا مضمون اس ہے۔ تمدنی اور معاشرتی مسائل پر اور ان کے علاوہ بعض تاریخی مضامین ہیں۔ انجمن حمایت اسلام سے متعلق مختصر سا مضمون خوب ہے۔ آخر میں لسان الصدق سے متعلق معاصرین کی آراء ہیں۔ چونکہ لسان الصدق نومبر ۱۹۰۳ء میں نکلنا شروع ہوا تھا اور مولانا کی عمر اس وقت پندرہ سال تھی۔ اس لیے ان آراء سے مولانا کے مستقبل کی تصویر ملتی ہے۔ ان میں سے اکثر آراء قابل توجہ ہیں۔ سر شیخ عبدالقادر اور مولانا ظفر علی خان کے علاوہ بعض رسائل کی آراء بھی نقل کی گئی ہیں ان سب نے ابوالکلام کے ذوق کی بوقلمونی کا اعتراف کیا ہے۔

باقیات ترجمان القرآن مولانا غلام رسول مہر ایڈیٹر انقلاب نے عمر بھر مولانا آزاد کے سیاسی نظریات سے اختلاف کیا لیکن دین و ادب میں ہمیشہ ان کے معتقد رہے۔ مولانا آزاد کو مہر صاحب کے اس تعلق خاطر کا اعتراف تھا جب بھی مہر و سالک سیاسی افکار کی حریفانہ و معاندانہ مخالفت کے باوجود ملاقات کو حاضر ہوتے، مولانا نہ صرف خندہ پیشانی سے پیش آتے بلکہ تلخ آمیز ہونے کے باوجود ان کے لیے دروازہ ہمیشہ کھلا رکھا۔ مہر صاحب مولانا کے کچھ زیادہ ہی قریب تھے۔ اور مولانا

بھی نہیں ہو رہی تھی سمجھتے تھے۔ مہر صاحب آزادی کے بعد مولانا کا ذکر اس محبت اور عقیدت سے کرتے کہ حیرت ہوتی، وہ گویا ان کے عشق میں ڈوب گئے تھے۔ اکثر اپنے وطن کی سیاسی جدوجہد پر افسوس کرتے اور مولانا کے فکر و نظر کو خراج پیش کرتے فرماتے۔

”مولانا برعظیم کے لیے قدرت کا عطیہ تھے۔ ہم نے ان کی فراست کو جھٹلا کر اپنے مستقبل کو آگ لگا دی ہے۔“

راقم نے [illegible] سے ملاقات میں سلسلہ گزارش [illegible] مولانا کے سوانح و افکار پر کوئی مستقل کتاب لکھیں۔ ایک بڑی وجہ یہ تھی [illegible] مولانا کے قریبی [illegible] ساتھی تھے۔ [illegible] سیاست سے بہار سے [illegible] تعلق، کئی تحریکوں میں حصہ لیتے رہے [illegible] حیثیت سے سیاسی دور کی مرحلوں سے واقف تھے [illegible] لکھنے کا شوق تھا [illegible] آخری دن تک روزنامچہ لکھتے رہے۔ مولانا کے سوانح [illegible] معیشت کی فکر میں [illegible] [illegible] اور وہ ان کی ترتیب و ترجمہ اور تالیف و تصنیف میں لگے رہتے [illegible] مولانا کے سوانح لکھو [illegible] گئے [illegible] ہندوستان [illegible] مشکل ہے اور [illegible] بھی [illegible] جو مولانا کی سوانح کے لیے [illegible] ہیں۔ یوں بھی ہندوستان میں سیاسی [illegible] یا موضوع لکھے جاتے اور جمع کرتے رہیے۔ اس طرح ایک ذخیرہ ہو جائے گا۔ پھر انہیں ترتیب دے کر کتاب بنا لیجیے تب [illegible] آسانی ہوگی جو اس وقت کتاب سے [illegible] یا محسوس ہوں گے۔ مہر صاحب مان گئے۔ راقم [illegible] تیسرے روز [illegible] بنا کر بھیج دیا [illegible] جو بات [illegible] [illegible] دیکھ کر میں [illegible] مہر صاحب [illegible] سے جواب دینا مشکل تھا [illegible] جیسا [illegible] اور کچھ [illegible] کے مسائل و [illegible] تحریر کیا جس سے ایک اچھا خاصا مواد جمع ہو گیا لیکن کتاب کی شکل نہ بن سکی اور وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

مولانا آزاد کی وفات کے بعد جب ترجمان القرآن کی تیسری جلد کا مسئلہ اٹھا اور نتیجہ یہ

آرزو با پھر آمد و کے بعد خون آرزو

کے سوا کچھ نہ تھا نہیں تو مہر صاحب نے تیسری جلد کے خلا کو باقیات قرآن کے نام سے پُر کرنا چاہا، چنانچہ ترجمان القرآن

کی دو جلدوں کے اٹھارہ پاروں کو چھوڑ کر باقی بارہ پاروں کی اُن آیات و سور کا ترجمہ مع تفسیر و تشریح الہلال و البلاغ سے جمع کیا، جو مختلف مضامین میں استعمال ہوئیں۔ یہ ۸۰ سورتوں کے ترجمہ و تفریح اور تشریح و تفسیر کا مجموعہ ہے۔ بعض ضروری وضاحتیں حاشیے میں لکھ دی ہیں۔ مہر صاحب لکھتے ہیں:

"میں نے جو چیزیں جمع کی ہیں ان کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ "ترجمان القرآن" جلد سوم کا بدل ہوگا، حاشا وکلا، مطلب صرف یہ ہے کہ جو کچھ بھی مولانا کے قلم سے اس حصہ قرآن کے متعلق نکلا جو جلد سوم کا موضوع تھا وہ خواستگاران کرام کے سامنے آجائے۔ مجھے یہ کہنے کا بھی کوئی حق نہیں کہ اگر مولانا کی [illegible] جلد سوم شائع ہوتی تو ان آیتوں کا ترجمہ یا تشریح وہی ہوتی جو میں نے مولانا کی تحریروں سے [illegible] کی ہے۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ اگر وہ مطلب کچھ میسر نہیں [illegible] مولانا [illegible] قرآنی [illegible] نہ ہونا چاہیے [illegible]"

مولانا کا طریقہ یہ تھا [illegible] میں قرآن مجید کی آیات پیش کرتے تھے تو عموماً ساتھ ہی ترجمہ فرما دیتے تھے۔ بیشتر مواقع پر ایسی آیات ہیں جن کا ترجمہ و تشریح ہے۔ میں نے اپنی [illegible] ہے کہ مجھے خطوط وحدانی میں پیش کر دیتے ہیں تاکہ ترجمہ اور تشریح [illegible] میں [illegible] اس کوشش میں ہر جگہ کامیاب نہیں ہوا۔ بعض مقامات پر [illegible] دو سورتوں کا بہت بڑا حصہ مکمل ہو گیا۔ صرف دو تین آیتیں [illegible] وجہ [illegible] نہ ہو [illegible] ایسے مقامات کے لیے حضرت شیخ الہند کا ترجمہ لکھ دیا اور اس کے [illegible] خطوط وحدانی [illegible] دیا۔ تشریحات میں بھی میں نے مولانا ہی کی عبارتیں قائم رکھی ہیں۔ [illegible] زیادہ تر عبارتیں زیر ترجمہ آیات کے آس پاس ہی تھیں۔ البتہ جہاں عبارتوں کا [illegible] بہت [illegible] تھا وہاں ان میں سے کچھ حصے حذف کر دیئے اور جہاں ربط مطالب کے لیے اپنی طرف سے چند الفاظ کا اضافہ کرنا پڑا انہیں خطوط وحدانی میں دے دیا تاکہ مولانا کی عبارتوں سے الگ رہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ایسے ٹکڑے بہت کم ہیں۔ انتہائی احتیاط کے باوجود مجھے اعتراف میں تامل نہ ہونا چاہیے کہ ممکن ہے میں نے کہیں علمی بے بضاعتی یا ناقہمی کے باعث ٹھوکریں کھائی ہوں۔ اگر ایسا ہوا تو ان ٹھوکروں کے لیے مجھے ملزم گردانا

جائے۔ مولانا کی ذات گرامی کو اس کے لیے ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔

من و دل گر فدا شد چہ باک
غرض اندر میاں سلامت اوست

مولانا کے ساتھ میرے تعلق کی مدت چالیس سال سے کم نہ تھی۔ اور ان میں سے پینتیس سال ایسے گزرے جن میں ان کی شفقتیں اور نوازشیں میرے لیے افتخار کا بہت بڑا سرمایہ بنی رہیں۔ یہاں تک کہ بعض سیاسی مواقع پر اختلاف رہتے ہوئے بھی [illegible] عقیدت و نیاز کی اس طویل مدت کے تقاضے [illegible] درماندہ نہیں ہونا پڑا۔ [illegible] کے لیے اور سے قائم رشتہ [illegible] نے اب تو مذہبی مسئلوں کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ مولانا نے خود [illegible] کا بند و بست کیا [illegible] مواقع کے باوجود [illegible] ایسی ایمان افروز نظیر [illegible] سکیں [illegible] کا ذوق ہے کہ وہ ان کے علوم [illegible] ترتیب [illegible] کچھ کر سکتا ہے [illegible] عقیدت کا محض تقاضا ہی ہے ورنہ [illegible] مرتب کر دینے سے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے؟

رسول رحمت یہ کتاب ترجمان القرآن سائز کے [illegible] صفحات پر مشتمل ہے۔ مرتب مولانا غلام رسول مہر ہیں اور ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ہے۔ کتاب کیا ہے؟ مولانا آزاد کے سیرۃ نبوی سے متعلق مقالات کا مجموعہ ہے۔ جنہیں مہر صاحب نے بہ ترتیب و اضافہ مطالب مدون کیا ہے۔

مولانا نے الہلال والبلاغ میں سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر مختلف اوقات میں بہت سے مقالے شائع کیے۔ ربیع الاول کی تقریب میں وہ ایک دو یا اس سے زیادہ مقالے تحریر فرماتے تھے۔

بعض لوگ سیرۃ طیبہ سے متعلق استفسار کرتے تو مولانا مفصل جواب رقم کرتے۔

مولانا الہلال و البلاغ سے بھی پہلے اس خیال کے داعی تھے کہ سیرت رسول قرآن پاک سے مرتب کی جائے۔ علامہ شبلی نے سیرت النبی پر قلم اٹھایا تو انہیں بھی مشورہ دیتے رہے۔ البلاغ میں اس انداز کا ایک خاکہ بھی شائع کیا۔ مولانا فرماتے تھے حیات و سیرت کا کوئی ٹکڑا ایسا نہیں جس کے لیے قرآن میں ایک سے زیادہ آیات نہ ہوں حتیٰ کہ قرآن ہی بیان کرتا ہے کہ دنیا کو بتلا دے کہ اس کا لانے والا کون تھا؟ کیسے زمانہ میں آیا؟ کس ملک میں پیدا ہوا؟ اس کے خویش و بیگانہ کیسے تھے، قوم [illegible] کا کیا حال تھا اس نے کس طرح زندگی بسر کی؟ اس نے دنیا کے ساتھ کیا کیا؟ اس کے دن کیسے کاٹتے؟ راتیں کیونکر بسر کیں، اس نے جب دعوت کی پہلی صدا اٹھائی تو دنیا کا حال کیا تھا؟ جب واپس [illegible] اور حیات نبوت [illegible] قرآن [illegible] سیرت [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] شمائل و خصائل [illegible] سلاست [illegible] بعض جدید باتیں تحریر کی ہیں۔

[illegible] مولانا نے رحمۃ للعالمین کے معانی و مطالب جس [illegible] سے بیان کیے ہیں، اس [illegible] سیرت کا ایک بڑا ذخیرہ [illegible] کی کاشت [illegible] ہے۔

مولانا [illegible] علم و فکر اور دین و سیرت کی آفاقی [illegible] جو سائنس کی اس دنیا میں مذہب سے متعلق فلسفے نے پیدا کیا ہے۔ مولانا [illegible] قدرت نے اس سلسلے میں ڈھالا تھا کہ وہ یورپ کی علمی قیادت کے چیلنج کا جواب دے سکتے تھے۔ لیکن سیاست کے خارزار میں وہ اس طرح الجھے کہ علم و فن کے دماغ کی کاشتکاری و صنعتوں ہی میں رہ گیا۔

انبیائے کرام

ترجمان القرآن سائز کے ۳۰۰ صفحات کی یہ کتاب بھی شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور نے شائع کی ہے۔ مولانا غلام رسول مہر مرتب ہیں اور مجموعہ ہے مولانا آزاد کے ان مقالات کا جو انبیائے کرام سے متعلق الہلال و البلاغ میں چھپتے رہے یا ترجمان القرآن میں داعی حق علیہ السلام کی سیرت سے متعلق تحریر کیے گئے۔

رسول رحمت کی طرح اس کتاب کا مقدمہ بھی مولانا ہی کے دو مقالوں پر مشتمل ہے۔ ایک میں سیرت نبوی کی غرض وغایت واضح کی گئی ہے۔ دوسرے میں بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید میں مخصوص دعوتوں پر کیوں کفایت کیا گیا؟ ان مقالات میں کتاب کا نصف حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق ہے۔ دوسرا حصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان ترجمان القرآن سے ماخوذ ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام پر دو مقالے ہیں ان کے علاوہ حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت داود علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام پر بھی مقالات ہیں۔ [illegible] پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے [illegible] کے بعض واقعات [illegible] ہوتے ہیں

رسائل وجرائد کی ادارت

مولانا فرماتے ہیں کہ:

[illegible]

[illegible] کے بعد اس سے [illegible]

[illegible] اخبار [illegible]

[illegible]

مولانا [illegible] رسائل کے [illegible] ایک [illegible] جاری کرایا اور اس کے ایڈیٹر [illegible] اس میں پہلا مضمون سید القطب (?) [illegible] رسالے کی تحریر میں [illegible] تین چار مہینے ہی میں بند ہو گیا [illegible] مضمون لکھے۔ کلکتے میں ایک صاحب عبد الغفار مصطفائی (?) پریس کے مالک تھے ان سے شراکت کی اور ہفتہ وار احسن الاخبار جاری کیا۔ مولوی احمد حسن عربی کے فاضل اور انگریزی میٹرک تک پڑھے ہوئے تھے وہ شریک مدیر تھے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ:

"احسن الاخبار کے دفتر میں مصر، قسطنطنیہ، طرابلس، تیونس، الجزائر اور امریکہ کے تمام عربی اخبارات ورسائل مبادلہ میں آتے جن سے نہ صرف عالم اسلامی کے مسائل سے پوری

اور گہری واقفیت ہو گئی بلکہ عربی علم و ادب کا ذوق بھی ان میں پیدا ہو گیا۔

"حسن" اخبار، تقریباً مولانا ہی مرتب کرتے تھے۔ "تحفہ احمدیہ محمدیہ" ۱؎ مولانا محمد علی صاحب نے دوبارہ نکالا اور اس کی ترتیب علمی و مذہبی کر دی۔ اس میں حافظ شیرازی اور عمر خیام پر مختلف اہل قلم نے ایک سلسلہ مضمون لکھا جس میں اس نکتے پر بحث کی گئی کہ شعراء کے کلام سے ان کی سیرت منعکس ہوتی ہے یا نہیں جام و سبو کی صورتیں واقعی ہوتی ہیں یا محض شاعرانہ تصویر کشی ہے۔ منشی نوبت رائے نظر لکھنؤ سے ماہنامہ "خدنگ نظر" نکالتے تھے۔ انہوں نے کوئی سال بعد یہ رسالہ مولانا کے سپرد کر دیا۔

علامہ شبلی سے مولانا کے تعلقات کا آغاز اس رسالے ہی میں شائع شدہ ایک مضمون "عکس" [illegible] باعث ہوا۔ [illegible] میں [illegible] مولانا [illegible] شاہجہان پور کے وقتی پیڈیٹر بھی رہے۔ [illegible] بیدار کے وقتی ایڈیٹری کا زمانہ ۱۹۰۲ء یا ۱۹۰۳ء میں سے کسی وقت [illegible] کے لگی، مولانا نے [illegible] اخبار "ریڈنگ روم" ——— دارالمطالعہ [illegible] قائم کر رکھا تھا۔ [illegible] کے مشورے سے [illegible] "لسان الصدق" [illegible] کا [illegible] الفاظ میں خیر مقدم کیا گیا۔

جناب عبید [illegible] ۱۹۶۷ء میں [illegible] کے نام سے کتابی مجموعہ شائع کیا۔ [illegible] ۹ دسمبر ۱۹۶۶ء کی تحریر میں لکھا ہے کہ

۱۔ "لسان الصدق" کے شمارے [illegible] کے مشہور کتب خانہ [illegible] میں موجود ہیں۔

۲۔ یہ پہلا ماہنامہ تھا جو مولانا کی ادارت [illegible] نومبر ۱۹۰۳ء میں کلکتے سے نکلنا شروع ہوا۔ آخری پرچہ مئی ۱۹۰۵ء کا نکلا تھا۔ رسالہ موقت نہیں تھا۔ بعض دفعہ دو دو تین تین ماہ کا شمارہ اکٹھا نکلا اور کئی ناغے ہوتے تھے۔

اس رسالے کے مقاصد حسب ذیل تھے۔

الف۔ سوشل ریفارم یعنی مسلمانوں کی معاشرت اور رسومات کی اصلاح کرنا۔

ب۔ ترقی اردو، یعنی اردو زبان کے علمی لٹریچر کے دائرے کو وسیع کرنا۔

ج۔ علمی مذاق کی اشاعت، بالخصوص بنگال میں۔

د۔ تنقید، یعنی اردو تصانیف پر منصفانہ ریویو کرنا۔

مولانا نے جلد اول کے شمارہ اول۔ ۲۰ نومبر ۱۹۰۳ء میں ان چاروں مقاصد پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ علامہ شبلی نعمانی کی تحریک و اصرار پر اکتوبر ۱۹۰۵ء سے مارچ ۱۹۰۶ء تک الندوہ کے اسسٹنٹ ایڈیٹر رہے۔ فرید وجدی کی کتاب [illegible] مسلمان عورت [illegible] کا ترجمہ [illegible] مولانا نے الندوہ [illegible] نومبر ۱۹۰۵ء [illegible] (۱۹۰۵ء)، اور جنوری (۱۹۰۶ء) میں شائع ہوا۔ وکیل امرتسر نے [illegible]

مولانا نے [illegible] ترجمہ بھی ناشروں نے چھاپ ڈالا، مولانا کے علم میں آیا تو انہوں نے محمد یونس خالدی کو ایک خط میں لکھا:

یہ [illegible] لگے تھے [illegible] راستہ [illegible] اگئی ہے [illegible] صحت بھی اتنی اب صحیح نہیں کہا۔ فرید وجدی سے [illegible] ہے [illegible] علمی تحقیق [illegible] مولانا شبلی کی [illegible] پر [illegible] سے [illegible] وقت [illegible] معلومات [illegible]

ممکن ہے مولانا الندوہ [illegible] کے مقدمہ میں [illegible] کی [illegible] کے خطوط [illegible] مولانا عبد الماجد دریابادی [illegible] ایک ایسا طالب علم پہنچا جو مولانا سے علامہ شبلی کے خطوط پر [illegible] مولانا نے ان کے [illegible] کو فتنہ بننے سے پہلے ختم کر دیا۔ [illegible] سے محفوظ کیا چنانچہ الندوہ کو مارچ ۱۹۰۶ء میں چھوڑ دیا اور اپریل ۱۹۰۶ء میں امرتسر [illegible] وکیل ہفتے میں دوبار کے ایڈیٹر ہو گئے اور ہفتے میں تین بار کر دیا لیکن ستمبر ۱۹۰۶ء میں آپ کے بڑے بھائی [illegible] سے [illegible] پر انتقال ہو گیا تو نومبر میں والد کے اصرار پر وکیل چھوڑ کر کلکتے چلے گئے لیکن آپ کو نہ تو اپنے والد کے مسلک سے اتفاق تھا اور نہ ان کی پیری مریدی کو جاری رکھنا چاہتے تھے۔ آپ کا میدان کتب و رسائل کا میدان تھا۔

مولوی عبد الہادی کلکتے سے "دار السلطنت" نکالتے تھے۔ وفات پا گئے تو پرچہ بند ہو گیا۔ ان کے فرزند مولوی عبد اللطیف تاجر چرم تھے۔ مولانا کے ایک دوست محمد یوسف انجم نے انہیں "دار السلطنت" جاری

لکھنے پر آمادہ کیا، تو مولانا کو ایڈیٹر بنا دیا۔ جنوری ۱۹۰۷ء سے چند ماہ تک مولانا اس کی ادارت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ لیکن پھر مالک کی درشتی مدخت کے باعث الگ ہو گئے۔ نتیجۃً اخبار بند ہو گیا۔

دارالسلطنت سے علیحدگی کے بعد مولانا دوبارہ وکیل میں چلے گئے اور وکیل ہاف ویکلی (BI-WEEKLY) ہو گیا کوئی نو دس ماہ وہاں رہے۔ لیکن جولائی ۱۹۰۸ء کے آخر میں قطع تعلق فرمایا۔ پھر یہی دنوں مصر و عراق وغیرہ کے سفر کو چلے گئے۔

مولانا کا یہ زمانہ [illegible] ۱۹۱۲ء [illegible] الہلال [illegible] اس عرصہ میں مولانا نے بہت سے رسائل و جرائد کی ادارت کی۔

[illegible]

[illegible] کی صحافت [illegible]

[illegible]

[illegible] اس کے سوانح کی [illegible] سامنے آتی ہیں۔

بہرحال اس مختصر [illegible] کے چھٹے [illegible] اسلامی ہندوستان کی مشارع و مطلع ہو گیا وہ یہی ابتدائی عمر میں زبان و قلم کی دھن میں لگنے سے لکھنؤ، اعظم گڑھ، بمبئی، حیدرآباد، امرتسر، رامپور اور جانے کہاں کہاں گھومتا رہا اور یہ تمام شہر تب اس کے شوق کا سنگ میل بنتے۔ ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے کہ مولانا علامہ شبلی کے فیضان تلمذ کی بدولت صحافت کے سفر میں شہسوار ہو گئے۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ مولانا آزاد نے علامہ شبلی سے باقاعدہ خوشہ چینی اور بعض مشترکہ رشتے تو ممکن ہے کہ دارالمصنفین کی عنان سید سلیمان ندوی کے بجائے مولانا ابوالکلام کے ہاتھ میں ہوتی۔

الہلال کا اجراء

مولانا ابو الکلام اور الہلال لازم و ملزوم [illegible] رنگ گل و بلبل کا وحشی لازمہ تھے۔ الہلال شمع تھی مولانا پروانہ [illegible] الہلال [illegible] مولانا [illegible] مسلمانوں کی سیاسی صحافت جس نے برطانوی استبداد [illegible] ہاتھوں میں تھی [illegible] صحافت [illegible] افق پر [illegible] شخصیت، [illegible] مولانا محمد علی پیچھے [illegible] تھے۔ [illegible] سیاسی لیڈر کی حیثیت [illegible] ہندوستان کی سیاسی شہرت کا نقیب تھی۔ مولانا ابو الکلام [illegible] سیاست کے [illegible] میں سے زیادہ [illegible] کی موقت میں [illegible] مجاہد کی دستاویز ہو [illegible] پہلے وہ الہلال کی وجہ سے مولانا ابو الکلام [illegible] پھر الہلال ان کی بدولت [illegible] ہو گیا۔ مہاتما گاندھی سے ینگ انڈیا تھا تو وہ [illegible] سیاسی [illegible] تھا [illegible] گویا ینگ انڈیا مہاتما گاندھی کی بدولت تھا۔ [illegible] ینگ انڈیا کی بدولت نہ تھے۔

الہلال جب نکلا تو ابو الکلام اس کی بدولت تھے۔ ابو الکلام [illegible] کے رہنما ہو گئے تو وہ ان کے بدلتی سوانح و افکار کی دستاویز [illegible] ہو گیا۔ المختصر الہلال مولانا کی صحافتی معراج تھی اور یہ حقیقت ہے کہ الہلال سے بڑا ہفتہ وار آج ۷۱ برس بعد بھی اردو صحافت پیش نہیں کر سکی۔ نہ اتنا بڑا مجلہ نہ اتنا بڑا ایڈیٹر اور نہ اتنا بڑا ذہن۔

علمی، تاریخی، فکری، و جذباتی صحیفہ۔ لوگ پڑھتے تو سر دھنتے اور دیکھتے تو مست ہوتے تھے۔ اس کی خوبیاں اس کے ساتھ ختم ہوگئیں۔ وہ پرچہ نہیں ایک عہد تھا۔ ایک تاریخ تھا، ایک دعوت تھی، ایک انجمن تھی، ایک تحریک اور ایک اکادمی تھا۔

پہلا پرچہ ۱۳ جولائی ۱۹۱۲ء کو نکلا، پھر نومبر ۱۹۱۴ء میں اس کی ضمانت ضبط ہوگئی تو بند ہوگیا۔ الہلال کی جگہ البلاغ نکالا گیا۔ یہ ہلال کا بدل تھا۔ پہلا شمارہ ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء کو نکلا۔ اصلاً ہفت وار تھا لیکن اکثر پندرہ روزہ میں نکلتا رہا۔ آخری نمبر ۵، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴ [illegible] ۲۴ مارچ اور ۳۱ مارچ اپریل ۱۹۱۶ء کا مشترکہ تھا۔ مارچ میں مولانا کو حکم ملا کہ وہ حدود بنگال ترک کردیں۔ وہ رانچی (آسام) چلے گئے [illegible] ۱۹۲۰ء [illegible] اس حاکمانہ حکم نے البلاغ کا خاتمہ کردیا۔

الہلال کا دور ثانی [illegible] ۱۹۲۷ء [illegible] دسمبر ۱۹۲۷ء میں ختم ہوگیا۔

مولانا [illegible] البلاغ کی [illegible] جاری کیا، مولانا اس کے محرک تھے [illegible] پھر ۲۳ دسمبر ۱۹۲۱ء کو ہفتہ وار "پیغام" جاری [illegible] گرفتار ہوگئے۔ [illegible] عبدالرزاق ملیح آبادی [illegible] ایک مجلہ نکالا، نگران خود تھے اور مدیر [illegible] ملیح آبادی۔ پہلا پرچہ اپریل ۱۹۲۳ء کو نکلا۔ آخری مارچ ۱۹۲۸ء [illegible] اس دوران میں کبھی کبھار دو دو تین تین شمارے یکجا شائع ہوتے رہے۔ [illegible] ۲۴ صفحے، اس مجلے کا نصب العین [illegible] لیکن [illegible] زیادہ شریف [illegible] بنایا گیا [illegible] اس مجلے [illegible] میں بند کردیا۔ اس میں پہلی دفعہ محمد علی، شوکت علی اور ان کی والدہ محترمہ کا مشترکہ فوٹو شائع ہوا۔ مہاتما گاندھی کی تصویر دو دفعہ چھاپی گئی۔

الہلال کا سحر و تاثیر ہی ایسا تھا کہ مولانا کو ہمیشہ اس پر ناز رہا، اور یہ ناز بے جا نہیں تھا۔ اپنی بہت سی تحاریر و خطبات میں الہلال کا ذکر کیا اور فرمایا، ان چیزوں کو جو آج تحریک، موقف، نصب العین یا ذریعہ وسیلہ و مقصد

بن رہی ہیں وہ ستنے برس پہلے الہلال میں ملک وقوم کو ان کی ضرورت سے مطلع کر چکے ہیں۔ راقم گزشتہ کے خطبہ صدارت میں ہلال کی اس دعوت اور اپنے فکر کی ہمیشگی کا ذکر کیا تھا۔ ملک وقوم کو جو مسائل آج پیش آرہے ہیں وہ ان کے امکان و ظہور کے متعلق برسوں پہلے نشاندہی کر چکے ہیں۔ الہلال انہی حقائق کا اعلان و اظہار تھا۔ ان کے نزدیک الہلال ہندوستان کی آزادی، مسلمانوں کی وحدت، خدا کی طاعت، اسلام کی دعوت، مشرق کی بیداری، غلامی کی بیخ کنی، جہاد کے ولولے، یقین کی دولت، عمل کی طاقت، ایمان کی قوت، اتحاد کے جلال اور غیر ملکی استعمار کے خلاف ہندوستانی قوم کے اعلان مبارزت کا نقیب تھا۔

الہلال کے ذہنی اثرات و جذبات اور اس کی دعوت اس کی تحریک کے لیے لازم ہے کہ ہم ان امور کا پتہ چلائیں:

١۔ مسلمانوں کی اس وقت سیاسی صورت حال کیا تھی؟ اس دور میں ان کی اخلاقی، تعلیمی اور سیاسی آب و ہوا کا درجہ حرارت کیا تھا؟

٢۔ الہلال سے پہلے مسلمانوں میں کون سی تحریکیں کام کر رہی تھیں، اور کس انداز کے واقعات ابھر رہے یا ڈھل رہے تھے۔

٣۔ ملی اور علمی میدان میں مسلمان جرنلزم کے لیے کیا مطالب رکھتے تھے۔

٤۔ علمائے سیاست یا تحریک میں سیاست کے ... کو آگے بڑھا رہے تھے۔

٥۔ ہندوستانی مسلمان کس مقام پر تھے۔

٦۔ ہندوستان میں خلافت یا ... اور مسلمانوں میں مذہبی ... تھے

٧۔ مسلمانوں میں پڑھے لکھے اور دانشور کس قسم کے تھے۔

٨۔ مسلمانوں سے مخاطبت کے لیے کونسی زبان کارگر ہو سکتی تھی؟

٩۔ انہیں کی زبان یہ تحریک کی زبان اور مرشدی زبان یہ تعلیمی زبان تھی؟ مسلمانوں کو ان کا ماضی یاد دلانے اور نیند سے جھنجھوڑنے کے لیے الہلال کی زبان طور سینا کی زبان تھی۔

١٠۔ الہلال ہندوستانی مسلمانوں کے لیے کیا کچھ لایا، اور اس کی آمد سے کس قسم کا چمن کھلا۔

١١۔ الہلال کی بدولت ادب و صحافت میں کونسی نئی نئی راہیں کھلیں اور اردو زبان کن نئے مضمونوں اور موضوعوں سے آشنا ہوئی۔

۱۲۔ [illegible] کے مدرسہ قدرت سے جو رتن نکلے یا اس کی آواز سے مسحور و متاثر ہوئے ان کی نظم یا [illegible] سے ملک و قوم نے کیا حاصل کیا۔

۱۳۔ [illegible] سے پہلے ہفتہ وار صحافت ایک پیشہ تھی۔ [illegible] نے تحریک بنایا [illegible] کی حیثیت [illegible] ہدایت [illegible] ۱۹۰۲ء کے [illegible] سال [illegible] کسٹھ برس بعد جب کہ ملک آزاد ہے لیکن صحافت، تحریک، فرض و عبادت کے [illegible] تجارت یا پیشہ بن گئی ہے [illegible] اعتقاد ہے وہ عبادت اور [illegible] ہیں [illegible] ہے۔

ہندوستان میں صحافت کے ابتدائی [illegible] سے [illegible] ہیں۔ [illegible] نصف [illegible] [illegible] کی حکومت کے [illegible] اردو [illegible] انیسویں صدی کا نصف اول قلمی اخباروں کا زمانہ تھا۔

[illegible] پیشہ [illegible] سے [illegible] اس [illegible] کی چھپائی سے [illegible] طباعت [illegible] کی [illegible] کا آغاز ہوا۔ [illegible] طباعت کی [illegible] شروع میں [illegible] ہندوستان [illegible] ہندوستان [illegible] عظیم میں طباعت [illegible] سترہویں صدی کے وسط میں [illegible] نے [illegible] میں چھاپہ خانہ قائم کیا۔ انگریزوں نے بمبئی میں [illegible] ۱۶۷۱ء میں [illegible] میں [illegible] ہیں [illegible] پریس [illegible] اس [illegible] ۱۷۸۴ء کو سامنے آیا۔ [illegible] کے [illegible] ٹائپ ایجاد ہو چکا تھا۔ اردو ٹائپ نستعلیق کا نمونہ [illegible] کلکتہ [illegible] میں دیا گیا۔ ۱۸۰۰ء میں کلکتے کے چار انگریزی چھاپہ خانوں میں اردو اور فارسی کتابیں چھپتی تھیں۔ ۱۸۰۳ء میں ہندوستانی پریس کے نام سے کلکتے میں فارسی رسم الخط کی چھپائی کے لیے چھاپہ خانہ قائم ہوا۔ ۱۸۳۶ء میں لیتھو کی چھپائی کا آغاز ہوا۔

۱۷۶۶ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک ملازم ولیم بولٹس نے راز ہائے درون پردہ کی چہرہ کشائی کیلئے ہندوستان سے پہلا اخبار شروع کرنا چاہا۔ لیکن کمپنی کے ارباب حل وعقد ناخوش ہوگئے انہوں نے ولیم کو بنگال سے فوراً نکل جانے اور ستمبر کے مہینے میں یورپ چلے جانے کا حکم دیا۔ اس نے انگلستان پہنچ کر ایسٹ انڈیا کمپنی کی وحشیانہ لوٹ مار اور ظالمانہ استحصال پر پانسو صفحے کی کتاب لکھی۔ اس واقعہ کے بارہ سال بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کے پرنٹر جیمز آگسٹس ہکی نے جیب سے روپیہ خرچ کر چھاپہ خانہ قائم کیا اور اس کے تحت پہلا مطبوعہ اخبار بنگال گزٹ نکالا۔ [illegible] کی [illegible] کو اپنے نقد و نظر کی آماجگاہ بنایا [illegible] ۱۷۸۱ء اس کو چار ماہ قید اور پانسو روپیہ جرمانے کی سزا ہوئی [illegible] گورنر جنرل اور چیف جسٹس کے خلاف [illegible] چیف جسٹس [illegible] مطالبہ [illegible] [illegible] دستر [illegible] [illegible] کی [illegible] سے جرمانہ [illegible] سزا معاف [illegible] [illegible] اور سی دشمنی [illegible] کا اخبار بند ہوگیا۔

جس سال ہکی گرفتار ہوا [illegible] DE MESOMER [illegible] پیٹر ریڈ PETER REED نام کے دو تاجروں نے کلکتہ سے انڈیا گزٹ جاری کیا۔ اس میں ہکی کے خلاف لکھا جاتا اور دربار مغلیہ کی خبریں دی جاتیں۔ سلطان ٹیپو کے والد حیدر علی سے جنگ کی تفصیلات بھی اس میں چھپتی رہیں۔ ۴ مارچ ۱۷۸۴ء کو حکومت کی زیر سرپرستی کلکتہ گزٹ جاری کیا گیا۔ اس کا ایڈیٹر فرانسس گلیڈون تھا جس نے فارسی کی بے شمار کتابیں انگریزی میں منتقل کیں اور فارسی انگریزی لغت مرتب کی تھی۔

اس اخبار کا ایک عجیب پہلو یہ تھا کہ اس میں کلکتے کی انگریز دوشیزاؤں کے نام عاشقانہ ابیات لکھے بندوں شائع کیے جاتے۔ اس اخبار کے [illegible] سال بعد کلکتہ کرانیکل نکلا۔ اور کئی مختلف الاوقات مجلے شائع ہونے لگے۔ ولیم ڈوان

حکی کے بعد دوسرا شخص تھا جس نے "بنگال جرنل" کے ایڈیٹر کی حیثیت سے انگریزی حکام کو آڑے ہاتھوں لیا۔ "بنگال جرنل" سے الگ ہونے کے بعد اس نے انڈین ورلڈ کے نام سے ایک نیا اخبار جاری کیا اس کی بے باکی کے باعث اسے گرفتار کر کے انگلستان جانے والے ایک جہاز میں بٹھا دیا گیا اور تقریباً بیس ہزار روپے کی جائیداد ضبط کر لی گئی۔ وہ انگلستان سے امریکہ پہنچا اور صحافت میں بڑا نام پیدا کیا۔ غرض ۱۷۹۱ء سے ۱۷۹۸ء کے درمیانی عرصے میں حکومت نے کلکتے کے کئی اخباروں کے خلاف کارروائی کی اور وجہ صرف یہ تھی کہ حکومت فوجی خبروں کی اشاعت ایک خاص ڈھنگ سے چاہتی تھی مگر اخبارات اس پر راضی نہ ہوتے تھے۔ اسی سلسلے میں ڈاکٹر چارلس مینک کو ۱۷۹۸ء میں [illegible] ایک اخبار جاری ہوئے جن میں آرڈیننز کے "مدراس گزٹ" کو کمپنی سے [illegible] نے ۱۷۹۵ء میں حکومت سے [illegible] "ایسٹ انڈین" [illegible] کر لیا اور جہاز میں بٹھا کر انگلستان [illegible]

[illegible] ایک دوسری روایت [illegible] [illegible] صحافت [illegible] [illegible] قانون [illegible] [illegible] کر دیتی ہوئی [illegible] حکومت [illegible] ایڈیٹر [illegible] [illegible] متاثر ہوتی اور کمپنی انگلستان [illegible] سو یا دو سو سے زیادہ نہ تھی اور یہی فی الجملہ ان کا طول و عرض تھا۔

اس تحقیقی بحث سے قطع نظر کہ اردو کا پہلا اخبار کون سا تھا اور کب جاری ہوا، عام طور پر "جام جہاں نما" کلکتہ (۱۸۲۲ء) کو فارسی کا پہلا اخبار قرار دیا جاتا ہے۔ اس نے اپنی اشاعت کے اگلے سال اردو ضمیمہ جاری کیا اور وہ پانچ سال جاری رہا۔ اس کے برعکس دہلی کا "اردو اخبار" اردو کا پہلا مکمل اخبار تھا جس کے ایڈیٹر مولانا

محمد حسین آزاد کے والد مولانا محمد باقر تھے۔ یہ اخبار ۱۸۳۷ء میں دہلی سے جاری ہوا۔ جام جہاں نما کے متعلق تازہ تحقیق کے مطابق کہا جاتا ہے کہ ابتداءً اردو ہی میں نکلا تھا لیکن قارئین اردو کے حق میں نہ تھے۔ نتیجہ جلد ہی فارسی میں منتقل ہو گیا۔ اس وقت مسلمان حکمرانوں کی بدولت عدالتی زبان فارسی تھی۔ کمپنی فارسی کو ختم کر کے اردو یا ہندوستانی لانا چاہتی تھی۔ عوام چونکہ فارسی سے مانوس تھے اسی لیے جام جہاں نما کو اردو چھوڑ کر فارسی اختیار کرنا پڑی۔ کچھ عرصہ بعد اردو ضمیمہ شامل کیا جو ترک کر دیا [illegible] جام جہاں نما کی اشاعت کے تین ہفتے بعد ہندوستان کے بہت بڑے مصلح راجہ رام موہن رائے نے [illegible] فارسی [illegible] کلکتہ سے مراۃ الاخبار جاری کیا۔ یہ اخبار ۱۲ اپریل ۱۸۲۲ء کو شائع ہوا [illegible] اور بلا کسی حادثے کے بند ہو گیا۔ [illegible] کے علاوہ بعض علاقائی زبانوں [illegible] اور پنجابی میں بھی کئی ایک اخبار نکالے گئے۔ [illegible] سے مالی [illegible] کا شکار ہو گئے کبھی عوام کی بے توجہی سے ڈوبے [illegible]

برطانیہ میں [illegible] ۱۷۹۹ء [illegible] دیکھتے ہیں [illegible] کوئی قانون [illegible] مخالف پروپیگنڈے [illegible] لارڈ ویلزلی نے ۱۷۹۹ء میں [illegible] پر پابندی عائد کی کہ

۱۔ [illegible] کے آخر میں پرنٹر کا نام درج کیا جائے۔

۲۔ ہر اخبار کا مالک اور ایڈیٹر گورنمنٹ سیکرٹری کو اپنے نام اور سکونت سے مطلع کرے۔

۳۔ اتوار کے دن ناغہ کیا جائے۔

۴۔ جب تک حکومت سیکرٹری [illegible] اخبار کا معائنہ نہ [illegible] شائع نہ کیا جائے۔

۵۔ جو شخص کسی قاعدے کی خلاف ورزی کرے گا اسے فوری طور پر یورپ روانہ کیا جائے گا۔

[illegible] اخبارات پر سنسرشپ [illegible] وقت کلکتے سے سات اخبار نکلتے تھے۔ [illegible] سب نے ان شرائط کو بلا تامل قبول کر لیا لیکن ۱۸۱۳ء میں لارڈ ہیسٹنگز نے گورنر جنرل کا عہدہ سنبھالا تو بعض قابل اعتراض پہلوؤں کی اشاعت پر پابندی [illegible] کے لیے نئے قواعد کا اعلان کیا۔

۱۸۱۸ء میں سنسرشپ منسوخ ہو گئی لیکن اخبارات کو ہدایات دی گئیں کہ وہ کمپنی کے ڈائریکٹروں، انگلستان کے پبلک اداروں، مقامی نظم و نسق، سیاسی معاہدات، کونسل کے ممبروں، سپریم کورٹ کے ججوں اور کلکتے کے لارڈ بشپ

کے متعلق اشارۃً یا کنایۃً بھی کوئی سی نکتہ چینی نہ کریں۔ اس کے علاوہ ان تمام چیزوں کی اشاعت سے پرہیز کیا جائے، جس سے یہ معلوم ہو کہ ہندوستانی عوام کے مذہبی عقائد و عبادات میں مداخلت کی گئی ہے۔ نجی سکینڈل اور ذاتی حملوں سے احتراز کیا جائے اور انگلستان سمیت ممالک غیر کے اخبارات سے ایسے اقتباسات ہرگز نقل نہ کیے جائیں جن سے ہندوستان میں برطانیہ کی شہرت و اقتدار پر [illegible]

لارڈ ہیسٹنگز کے بعد جان ایڈم گورنر جنرل بنا تو اس نے ۱۴ مارچ ۱۸۲۳ء کو پریس آرڈی ننس جاری کیا کہ [illegible] کسی وقت بھی واپس لیا جا سکتا ہے، نیز ہر وہ چھاپہ خانہ ضبط کر لیا جائے گا جو [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] کے تحت ہی ایک اخبارات [illegible]

[illegible]

[illegible] کی خدمت میں [illegible] اور تین ہندوستانی [illegible] لارڈ ہیسٹنگز [illegible] انہوں نے پریس کے ضوابط منسوخ کر دیئے [illegible] کے مطابق

۱۔ [illegible]

۲۔ [illegible]

۳۔ ہر شمارے میں [illegible] کے علاوہ [illegible] قرار دیا گیا۔

۴۔ قواعد کی خلاف ورزی پر دو سال تک قید اور پانچ ہزار روپے تک جرمانے کی سزا تجویز کی گئی۔

سر چارلس کے اس اقدام پر [illegible] گزاری کی غرض سے کلکتہ میں [illegible] ہال بنایا گیا ایک لائبریری قائم کی گئی۔ لیکن انگلستان کی برسر اقتدار [illegible] پارٹی [illegible] اس نے سر چارلس کو گورنر جنرل کے عہدے سے ہٹا دیا۔

انیسویں صدی کے نصف اول میں پڑھے لکھے طبقے کی زبان فارسی تھی اور یہ مسلمانوں ہی کی زبان تھ

تھی بلکہ سندھ [illegible] بھی فارسی ہی تھی۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے اپنی کتاب "صحافت" میں لکھا ہے کہ ۱۸۵۷ء سے پہلے فارسی زبان میں کل ۱۹ اخبار جاری ہوئے ان میں سے ایک "مفرح القلوب" ۱۸۵۵ء میں کراچی سے نکلا دوسرا "مطلع خورشید" سورت، تیسرا [illegible] پشاور۔ ان کے علاوہ مدراس میں بھی فارسی کا ایک اخبار جاری تھا۔ لیکن فارسی صحافت کا سب سے بڑا مرکز کلکتہ تھا۔ جہاں سے فارسی کے نو اخبار نکلتے تھے، دوسرا مرکز دہلی تھا جہاں فارسی کے دو اخبار تھے ان ۱۹ میں سے صرف چند اخبار سرکار کے وفادار تھے۔ تب عوام کے لیے اخبار خریدنا قریب قریب ناممکن تھا صرف روسا اور امراء ہی اخبار خریدتے اور پڑھتے تھے۔ جہاں تک اشاعت کا تعلق ہے جام جہاں نما کی اشاعت صرف ۲۸ رہ گئی تھی [illegible] اخبار کی [illegible] اخبار کی اشاعت [illegible] [illegible] ۱۸۵۰ء میں [illegible] [illegible] دہلی کالج میں [illegible] دہلی سے اور کئی اخبار جاری [illegible] [illegible] ہوا روزنامہ تھا لیکن منشی [illegible] میں ۳ سال قید ہو گئے۔

[illegible] اردو کا پہلا آزاد اخبار تھا۔ فقیر سراج الدین اس کے سرپرست تھے ۱۸۵۵ء میں ایک ہفتہ وار "لاہور گزٹ" نکلا۔ مگر سال کے اندر اندر بند ہو گیا۔ پھر دوسرا اخبار "پنجاب جرنل" نکلا۔ منشی سید محمد عظیم نے ۱۸۵۶ء میں "پنجابی اخبار" جاری کیا۔ ایک غیر سرکاری اخبار "مفید عام" ڈپٹی کمشنر لاہور کی سرپرستی میں جاری ہوا۔ لاہور کے بعد پنجاب کا دوسرا اخباری مرکز سیالکوٹ تھا۔ اس کا پہلا اخبار "ریاض الاخبار" تھا۔ اس کے علاوہ "چشمہ فیض" اور "خورشید عالم" بھی دو مقامی ہفتہ وار تھے۔ ایک دو پندرہ روزہ اور دو تین ماہنامے نکلتے رہے۔

۱۸۵۲ء میں ملتان سے "ریاض نور" جاری ہوا۔ ڈیڑھ سال بعد "شعاع الشمس" جاری کیا گیا۔ دونوں کی چشمک تیز ہوئی تو "شعاع الشمس" بند ہوگیا۔ ان کے علاوہ گوجرانوالہ، گجرات، راولپنڈی، شملہ، لدھیانہ، بٹالہ، امرتسر وغیرہ سے کئی ایک ہفتہ وار نکالے گئے۔ ۱۸۴۶ء میں آگرہ کالج کے زیر اہتمام "صدر الاخبار" نکلا پھر اس کا نام بدل کر "اخبار الحقائق" کر دیا گیا۔ میرٹھ سے "جام جمشید" کا اجرا ہوا۔ آگرہ سے ایک صاحب محی الدین نے "اسعد الاخبار" جاری کیا۔ اس کے علاوہ بعض دوسرے اخبار بھی آگرہ سے نکلتے رہے جن میں منشی نول کشور کا "سفیر آگرہ" نمایاں تھا۔ ادھر لکھنؤ میں چھاپہ خانے [illegible] مدت سے قائم تھے۔ لیکن پہلا [illegible] لکھنؤ [illegible] ۱۸۴۷ء میں جاری ہوا۔ پھر "طلسم لکھنؤ" اور [illegible] جاری کئے گئے۔ شمالی ہند کے بعض دوسرے شہروں [illegible] بریلی [illegible] سے بھی اخبار نکلتے رہے [illegible] ۱۸۵۷ء [illegible] میں [illegible] خاص [illegible] کا مقصد [illegible] مطبوعہ صحافت [illegible] قومی اخبار [illegible] ۱۸۵۷ء [illegible] قومی اخبارات [illegible] کا نتیجہ تھا۔

ایک عجیب بات ہے کہ [illegible] انگریزی حکومت سے تو [illegible] مطالبہ کیا [illegible] دیسی اخباروں کو بند کیا جائے، حالانکہ [illegible] ہندوستانی اخبار حکومت سے [illegible] سکتے تھے۔ یہ ایک دردناک حقیقت ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے جرم میں سب سے زیادہ سزا کے مستحق ہندوستانی اخبار سمجھے گئے اور انہیں سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ "دہلی اردو اخبار" کے ایڈیٹر مولانا محمد باقر کو اس الزام میں گولی سے اڑا دیا گیا کہ وہ دہلی کالج کے پرنسپل مسٹر ٹیلر کے قتل کی سازش میں شریک تھے۔ ان کے فرزند مولانا محمد حسین آزاد "دہلی اردو اخبار" کے پرنٹر اور پبلشر تھے۔ ان کی گرفتاری کے وارنٹ جاری ہو گئے تو پاپیادہ لکھنؤ بھاگ کر جان بچائی۔ "صادق الاخبار"

کے ایڈیٹر جمیل الدین تین سال قید کیے گئے۔

۱۸۵۷ء تک کی فارسی اور اردو صحافت کا خلاصہ یہ ہے کہ اخباروں کی اشاعت محدود تھی لیکن ان کے قارئین بلا شبہ بااثر طبقے کے لوگ تھے۔ انقلاب سے کوئی دو تین مہینے پہلے بعض اخباروں نے جرأت دکھائی اور وہ جنگی رنج کے خلاف خبریں دینے اور ان پر تبصرہ کرنے میں دلیر ہو گئے۔ لیکن دوسری دیسی زبانوں میں سے کوئی اخبار زیر عتاب نہ آیا، تو پھر کاروائی فارسی اور اردو اخباروں کے خلاف کی گئی البتہ لارڈ کیننگ یا ان کے رفقا کے خلاف جن انگریزی اخباروں کا [illegible] زیر عتاب آ گیا۔ ۱۸۵۸ء کے بعد [illegible] میں دہلی کے اخبار مقدمہ پیش تھے۔ انقلاب کے خاتمے پر [illegible] مسلمانوں سے ہاتھ سے اور ت سلب کر لی گئی۔ ۱۸۵۳ء میں [illegible] ۱۸۵۸ء میں [illegible] میں صرف ایک اخبار کی [illegible] مسلمان کے ہاتھ میں تھی

۱۸۵۷ء کی شورش کے بعد انگریزوں کے [illegible] مسلمانوں [illegible] سبب [illegible] جمعیت الجموع ایک خوفزدہ جماعت ہو گئے۔ چنانچہ صحافتی دور کا آغاز [illegible] ۱۸۵۸ء میں منشی نول کشور نے لکھنؤ سے اودھ اخبار جاری کیا جو چند سال بعد روزنامہ ہو گیا [illegible] سال [illegible] اودھ اخبار [illegible] روزنامہ تھا اور اس کا لسانی سرمایہ اسلامی کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ منشی نول کشور ۱۸۹۵ء میں انتقال کر گئے۔

۳ مارچ ۱۸۶۶ء کو علی گڑھ سے اخبار سائنٹفک سوسائٹی یا علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ جاری ہوا، پہلے ہفت روزہ تھا پھر سہ روزہ ہو گیا۔ اس کا ایک کالم انگریزی اور ایک اردو میں ہوتا۔ سرسید احمد خاں اس میں سیاسی مسائل پر مقالات و شذرات لکھتے۔ اخبار کا مقصد انگریزوں اور ہندوستانیوں کو ایک دوسرے کے خیالات سے آگاہ رکھنا تھا۔ سرسید احمد انگریزوں سے جس موالات کے موید تھے یہ اس کا آئینہ تھا۔

سرسید نے برعظیم کے مسلمانوں کی اصلاح و بیداری کے لیے جو تعلیمی، معاشرتی و مذہبی تحریک شروع کی اس کی تکمیل کے لیے انگلستان سے لوٹ کر ۲۴ دسمبر ۱۸۷۰ء کو "تہذیب الاخلاق" جاری کیا جو مہینے میں تین بار نکلتا۔ اس کے دو نام تھے ایک تہذیب الاخلاق دوسرا دی محمڈن سوشل ریفارمر۔ اس رسالے کی بدولت اردو ادب نے ایک انقلابی کروٹ لی۔ اردو شاعری کا رخ بدلا۔ مذہبی ادب میں تنوع پیدا ہوا۔ سادہ اور سہل زبان کی بنا پڑی۔ محمڈن کالج قائم ہوا۔ مسلمانوں میں انگریزی زبان پڑھنے کا شوق بڑھا۔ لیکن تہذیب الاخلاق میں

سرسید نے مذہب کا جو طرز فکر پیش کرنا چاہا اس سے مذہبی مداخلت و تخریج کا غلغلہ بلند ہوگیا۔ نتیجۃً سرسید نے تہذیب الاخلاق کا مذہبی حصہ منسوخ کر دیا۔

لکھنؤ سے اودھ پنچ نکلا۔ یہ طنز و مزاح کا پرچہ تھا۔ جس سے ملک کے بعض معروف اہل قلم وابستہ ہوگئے۔ لیکن طنز و مزاح کا یہ پہلا پرچہ نہیں تھا اس سے پہلے جنوری ۱۸۵۵ء میں رام پور سے "مذاق" نکلتا رہا۔ دوسرا پرچہ مدراس پنچ تھا۔ جو ۱۸۵۹ء میں جاری ہوا۔ جنوری ۱۸۷۷ء میں میرٹھ سے "ظرافت الاحباب" نکالا گیا۔ اسی سال مراد آباد سے "ہیملٹ پنچ" نکلا۔ [illegible] اس کے ایڈیٹر منشی سجاد حسین تھے [illegible] میں نکلا اور [illegible] رتن ناتھ سرشار کے علاوہ مرزا مچھو بیگ نواب سید محمد آزاد، اکبر الہ آبادی، تربھون ناتھ ہجر [illegible] شوق [illegible] علی [illegible] بھی اودھ پنچ میں [illegible] جاری رہے۔

[illegible] تہذیب کا [illegible] اور مشرقی تہذیب کا حلیف تھا۔

[illegible] اس دور کا [illegible]

[illegible] تعلیمی و تہذیبی سرگرمیوں کو بڑھانا تھا۔

[illegible] ۱۹۰۲ء میں انجمن حمایت اسلام کے اسکول اور کالج سرکاری تحویل میں چلے گئے تو بند ہوگیا۔ [illegible] نے یکم اگست ۱۸۹۰ء کو ہفتہ وار "مہذب" نکالا۔ اس کا مقصد ہندوستان کی خیر خواہی [illegible] اور مسلمانوں کو [illegible] سے بچانا تھا۔ ۱۸۸۳ء میں لکھنؤ سے "ہندوستانی" نکلا۔ جو پہلے ہفتہ وار پھر ہفتے میں دو دفعہ اور آخر میں تین دفعہ ہوگیا۔

منشی سراج الدین احمد نے جنوری ۱۸۸۰ء میں الہ آباد سے ہفتہ وار "[illegible]" اخبار نکالا۔ اس میں ہلکے پھلکے طنزیہ تبصرے ہوتے اور سیاسی مسائل کو پیش کیا جاتا۔ الہ آباد سے ایک دوسرا اخبار "احسن الاخبار" ۲ جنوری ۱۸۸۰ء کو حاجی محمد کبیر الحق نے جاری کیا۔ یہ ایک ماڈریٹ اخبار تھا اور اس میں اسلامی خبریں نمایاں ہوتی تھیں۔

حکیم محمد محمود خان نے منشی بہاری لال مشتاق کی ادارت میں دہلی سے "اکمل الاخبار" جاری کیا، علامہ مرد تاتریہ کیفی کی رائے کے مطابق یہ اپنے وقت کے ثقہ اخباروں میں سے تھا۔

مولوی محرم علی چشتی نے ۵ جنوری ۱۸۸۷ء کو لاہور ہی سے "رفیق ہند" جاری کیا۔ یکم جنوری ۱۸۸۲ء کو دیوان مول سنگھ نے مولوی نبی بخش کی ادارت میں "آفتاب عالمتاب" جاری کیا۔ اسی طرح بمبئی، مدراس، بنگلور، حیدرآباد دکن سے کئی اخبار شروع ہوئے، اور عرصے تک نکلتے رہے۔ لیکن یہ اخبار بس اخبار ہی تھے۔ ان کے سامنے کسی علمی اور قومی ضرورت کی دعوت یا اشتہاری اسپرٹ [illegible] نہ تھی۔

۱۸۵۷ء سے ۱۹۰۰ء کے درمیان چار اردو روزنامے نکلے۔ ان میں "اردو گائیڈ" کلکتہ ۱۸۵۸ء، "اودھ اخبار" لکھنؤ (۱۸۷۷ء) اور [illegible] روزنامہ [illegible] ۱۸۸۵ء [illegible] قابل ذکر ہیں۔ [illegible] میں لاہور سے دو روزنامے "شام وصال" اور "صبح امید" ضمیمہ کی شکل میں نکلتے رہتے [illegible] کا پہلا روزنامہ قرار دیتے ہیں ۱۵ دسمبر کو کلکتہ سے "ہند مشیر" [illegible] میں جاری ہوا۔ ۲۴ اپریل ۱۸۹۵ء کو کلکتہ سے "پیسہ اخبار" نکلا اور بمبئی ۱۸۸۵ء [illegible] ادھر لکھنؤ سے "اودھ اخبار" کے علاوہ ۱۸۹۶ء میں روزنامہ [illegible] جاری ہوا۔ پھر ۱۸۹۵ء میں ہی [illegible] اخبار نکلے۔ [illegible] آباد سے [illegible] ۱۸۹۷ء کو "قیصر الاخبار" کا روزانہ ایڈیشن شروع کیا گیا۔ [illegible] سے بھی کئی ایک روزنامے جاری ہوئے۔ زیادہ تر "مشیر دکن" سے [illegible] برعظیم کی آزادی تک نکلتا رہا۔ مدراس سے [illegible] تھا۔ جو [illegible] میں [illegible] رنگون سے "حدیقۂ رنگون" ۱۸۹۲ء، بمبئی سے "خادم ہند" ۱۸۹۳ء [illegible] جاری ہوئے۔

یہ روزنامے ضرور تھے لیکن ان میں ابھی ایسی چیز نہ تھی جو ان کے رستے سے قوم کو ملتی اور کسی تحریک کا حرف آغاز ہوتی۔ ان کی سرگزشت بس اتنی ہے کہ ایک زمانے میں اس نام کے اخبار جاری ہوئے تھے۔

انیسویں صدی کی آخری دو دہائیوں سے لے کر بیسویں صدی کی پہلی ڈیڑھ دہائی میں لاہور سے "اخبار عام" اور "پیسہ اخبار" نکلے، امرتسر سے "وکیل" نکلا، موخر الذکر کے دور تحریر میں مولانا عبداللہ العمادی اور مولانا ابو الکلام آزاد کے علاوہ آخری دور میں مولانا عبداللہ سہاس ایڈیٹر رہے۔ ۱۹۰۵ء کا آغاز عجیب ہلچل کا زمانہ تھا۔ کانگرس کی بنیاد اگرچہ ۱۸۸۵ء میں ایک انگریز مسٹر اے۔ او ہیوم نے رکھی، لیکن ایک قومی تنظیم کی حیثیت سے انیسویں صدی کی ڈیڑھ دہائی تک ممتاز نہ ہو سکی۔ ۱۹۰۵ء میں بنارس کے سالانہ اجلاس میں ۷۵۶ مندوبین شامل ہوئے جن میں صرف سترہ مسلمان تھے۔ اسی سال لارڈ کرزن نے ڈھاکہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اس تقسیم کے خلاف زبردست ہنگامہ

شروع ہوگیا۔ ہر کہیں انارکی پھیل گئی۔ جگہ جگہ بم پھٹنے لگے۔ کانگرس نے بھی تقسیم کی مخالفت کی۔ ۱۹۰۶ء میں مسلمانوں کے ایک وفد نے سر آغا خان کی راہنمائی میں لارڈ منٹو، وائسرائے ہند سے ملاقات کی اور نیابتی اداروں میں مسلمانوں کے لیے تحفظات کا مطالبہ کیا جس کے علاوہ مرکزی، صوبائی اور بلدیاتی اداروں میں جداگانہ انتخاب رائج کرنے پر زور دیا۔ لارڈ منٹو کے بالواسطہ ایما پر یہ وفد ان سے ملا تھا۔ چنانچہ ۱۹۰۹ء میں اصلاحات نافذ ہوئیں تو جداگانہ انتخاب کا اصول تسلیم کر لیا گیا۔ اس کی روداد پہلے آ چکی ہے کہ نواب وقار الملک اور نواب سلیم اللہ خان ڈھاکہ نے ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا مسلمان [illegible] مسلم لیگ کی نیو رکھی۔

اس وقت کانگرس کی راہنمائی [illegible] گوکھلے، بپن چندرپال، بال گنگادھر تلک اور لالہ لاجپت رائے کے ہاتھ میں تھی [illegible] تلک کے [illegible] قومی ہیرو تھا۔ ۱۹۰۷ء میں حکومت نے لالہ لاجپت رائے کو جلاوطن کر دیا۔ اسی سال روس اور برطانیہ نے ایران پر قبضہ رکھنے کے لیے اپنے حلقہ اثر میں بانٹ لیا۔ اس [illegible] اور ایک سال کے اندر اندر خاندان قاچار [illegible] اگلے سال [illegible] انقلاب آگیا۔ انجمن اتحاد و ترقی نے سلطان عبد الحمید کو تخت سے اتار دیا [illegible] حکومت کے [illegible] سلطان کے [illegible] رکھے۔ ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے طرابلس پر حملہ کر کے طرابلس چھین لیا۔ [illegible] یورپ کی [illegible] طاقتوں کے اشارے پر بلقانی ریاستوں نے ۱۹۱۲ء، ۱۹۱۳ء میں ترکی کے خلاف [illegible] ترکی کے یورپی مقبوضات اس سے چھین گئے۔ ۱۹۱۱ء میں کلکتے سے [illegible] دہلی [illegible] ہندوستان [illegible]۔

گاندھی جی ۱۹۱۵ء میں [illegible] ہیوم کے تاسیسی مقاصد پر تھا۔ ۱۸۸۵ء سے ۱۹۰۵ء تک کانگرس کے ۲۱ اجلاس ہوئے۔ تین کی صدارت پارسیوں نے کی، ۱۲ کی ہندوؤں نے، ایک کی ہندوستانی عیسائی نے، دو کی انگریزوں نے اور چار کی مسلمانوں نے۔ لیکن علی گڑھ کے بعض انگریز پرنسپلوں، اور [illegible] کی بدولت، سر سید اور دوسرے اکابر مسلمانوں کو کانگرس سے الگ رکھنے کی تحریک اٹھا چکے تھے اور اس کے برگ و بار انتہائی سرسبز تھے۔ ادھر یہ ایک حقیقت ہے کہ اردو سے ہندی کو ٹکرانے کا فرض [illegible] علی گڑھ کالج کے پرنسپل مسٹر مارسن نے انجام دیا۔ ادھر ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی میں مسلمانوں کی ہزیمت نے انہیں ہندوستان کے طول و عرض میں ایک زندہ لاش کر دیا تھا۔ اس کے بعد علما کی ایک جماعت نے انہیں انگریزوں کی غلامی پر راضی رکھنا چاہا۔ کئی علما نے برطانوی عملداری کے حق میں فتوے جاری کیے۔ حتیٰ کہ مکہ معظمہ کے بعض

علماء سے بھی ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کے فتوے حاصل کئے گئے۔ جنگ امبیلہ سرحد ۱۸۶۳ء کے بعد انگریزوں نے مجاہدین اور ان کے معاونین کو ختم کرنے کی ٹھانی۔ انبالہ (۱۸۶۴ء)، پٹنہ (۱۸۶۵ء)، راج محل (۱۸۷۰ء)، مالدہ (۱۸۷۰ء) اور پٹنہ (۱۸۷۱ء) میں مقدمہ ہائے سازش قائم کر کے سید احمد شہید کی تحریک کے باقیات کو خوفناک سزاؤں کے حوالے کیا۔ موت کی سزا دی، عمر قید کیا اور جائیدادیں ضبط کیں۔ پھر قرآن مجید کی تفسیر و ترجمہ میں مداہنت و مداخلت شروع ہوئی۔ ڈپٹی نذیر احمد نے انگریزوں کو اولوالامر قرار دیا۔

سر ولیم میور یوپی کا گورنر تھا۔ اس نے علی گڑھ کی دینی جماعت کا سنگ بنیاد رکھا۔ وہ ہندوستان میں سب سے پہلا شخص تھا جس نے حضور سرور کائنات اور دین اسلام کے خلاف سب سے بدتر کتاب لکھی۔ اس میں لکھا "انسانیت کے دوست سب سے بڑے دشمن محمد اور محمد کا قرآن ہیں"۔ اس ولیم میور ہی نے ڈپٹی نذیر احمد کو دو ہزار کی جبہ پوشی، شمس العلماء کا خطاب دلوایا اور ایڈنبرا یونیورسٹی سے ایل ایل ڈی کی ڈگری دلوائی۔ پنجاب میں مرزا غلام احمد پیدا کیا گیا، جو مسلمانوں میں نئی فتنے کھڑے کر رہا تھا اور اندرونی تیر اندازی کر رہے تھے اور مسلمانوں کی دینی وحدت میں خلل ڈال رہے تھے۔

المختصر وہ دینی جذبے جو پچھلے سے پچھلے دور کے مسلمان بڑی شان سے قدم بڑھا رہے تھے اور ہندوستان کے مسلمان ایک ایسے مقام پر پہنچے تھے کہ ان میں افراتفری، دہشت زدگی اور جاہلی اعتدال پیدا ہو چکا تھا۔ سرسید سے متعلق تاریخ کہہ دی گئی ہے۔ وہ انگریزوں کے دوست تھے اور وہ علمی میدان میں پیش قدمی کرتے رہے۔ لیکن ۱۸۵۷ء کے غدر میں ورلڈ وار ... پھر اس سطح میں ان کی مساعی پر غور سے معلوم ہو گا کہ انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو سپین کے مسلمانوں کی طرح معدوم ہو جانے سے بچا لیا۔ وہ مسلمانوں کے جسمانی محافظ تھے۔ اور وہ مجاہدین کے ہراول دستے کی سالاری پر مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی متمکن تھے، جو مسلمانوں کے دینی محافظ تھے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کا وجود ان ہی دو گروہوں ہی کا مرہون تھا۔ لیکن الہلال، ہمدرد اور زمیندار سے پہلے ہندوستانی مسلمان ذہناً پابہ زنجیر تھے۔ ان کے گرد و پیش خوف کا حصار تھا۔ اور وہ اپنی تاریخ کے سرمائے سے بہر وجوہ خالی الذہن تھے۔ اگر کہیں کوئی چنگاری تھی تو خاکستر میں دبی ہوئی۔ اور اس کی مثال بیوہ کے آنسو کی طرح تھی۔ جو عموماً تخلیہ میں بہہ کر مٹی میں تحلیل ہو جاتا یا رخساروں کی خشکی چاٹ لیتی یا پھر دامن میں رہ جاتا ہے۔

الہلال کے دینی اثرات کا جائزہ لینے کے لیے جو سوالات ابھر آتے ہیں ان میں سے کئی ایک سوالات

کا جواب پہلے اوراق میں آچکا ہے۔ اجمالاً یہ کہ :

۱۔ الہلال نکلا تو اُردو صحافت میں دعوتِ دین کا رجحان ہی وہاں مفقود تھا۔ اخبار سیاست و مذہب کو زندگی کے دو مختلف وظائف سمجھتے تھے۔ مذہب ان کے نزدیک ذاتی عقائد کی چیز تھا۔ آپس میں شرعی تکرار و فقہی تحکا فضیحتی کا شمار رہتے تھے۔ کوئی بین الاقوامی احساس یا ملکی سیاست کا فعال تاثر ان کے فکر و نظر میں نہیں تھا۔ اخباروں کا اجتماعی مزاج مجلسی تھا۔ ملک سیاسی طور پر ذہنی جدوجہد کی فضا میں انگڑائی لے رہا تھا۔ لیکن ہمارے جرائد اس سے بیگانہ تھے۔

۲۔ الہلال نے اس وقت جنم لیا تھا کہ جب مسلمان داخلی عقائد سے بیزار ہو چکے۔ اور خارجی حالات سے ناامید ہو چکے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب عیسائی سلطنتیں عالمی طاقت کی حیثیت سے مسلمانوں کی بیخ کنی کا فیصلہ کر چکی تھیں۔

۳۔ ہندوستان کے داخلی سیاست میں مسلمان اور ہندو ہم وطن ہوتے ہوئے بھی الگ تھے۔

۴۔ مسلمانوں کا سیاسی سرمایہ لٹ رہا تھا۔ خلافتِ عثمانیہ کے یورپی مقبوضات اس کے ہاتھ سے نکل چکے تھے۔ اور جو باقی رہا وہ مردِ بیمار تھا۔

۵۔ ہندوستانی مسلمان سلطنت کھو نے کے بعد دینی وحدت کھو چکے۔ وہ اب مذہبی پیشواؤں کی استعماری چراگاہوں کا غلہ تھے۔

۶۔ ہندوستان میں قومی آزادی کا تصور پیدا ہو رہا تھا لیکن مسلمان اس تصور سے خالی الذہن ہو چکے تھے۔

۷۔ اس وقت کے پڑھے لکھے مسلمانوں کا تناسب معلوم کرنا مشکل ہے۔ لیکن عام روایتوں کے مطابق یہ دو چار فیصد سے زیادہ نہ تھا۔ وہ ان میں حروف شناس لوگ بھی شامل تھے۔

۸۔ اس زمانے میں مذہب و سلطنت کی زبان ہی مسلمانوں کو متاثر کر سکتی تھی۔ مذہب کی زبان عربی، سلطنت کی زبان فارسی تھی۔ ان زبانوں سے محروم ہوئے انہیں کچھ زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا۔ لیکن ان کا مزاج ان زبانوں ہی کے مطابق تھا۔ اور وہ لسانی اعتبار سے ان کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ ان زبانوں کی گونج اور گرج ان کے خمیر میں رچی ہوئی تھی۔

۹۔ الہلال مبارزت کی دعوت تھا۔ اس دعوت کے لیے وہی زبان موزوں تھی جو الہلال نے استعمال

کی اور مسلمان صدیوں سے جس کے وارث تھے ۔

۱۰۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے الفاظ میں الہلال نے انہیں بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ سید سلیمان ندویؒ کی یہ رائے پہلے نقل ہو چکی ہے کہ نوجوان مسلمانوں میں قرآن پاک کا ذوق پیدا کیا، ان کے لیے بیان و تفہیم کے نئے نئے دروازے کھول دیے۔ اور ان کے دلوں میں قرآن پاک کے مطالب و معانی کی بلندی و وسعت کو پوری طرح نمایاں کر دیا۔ اور مولانا آزاد نے اس فتنۂ فرنگ کے عہد میں اس طرز و روش کی پیروی کی جس کو ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ نے فتنۂ تاتار میں پیدا کیا تھا۔

[illegible] کے ان الفاظ پر ایک دفعہ پھر غور کیجیے کہ یہی الہلال کا امتیاز تھا۔

الہلال سے ہندوستان کے تعلیم یافتہ مسلمانوں [illegible]
[illegible]
[illegible]

الہلال نے خلافت کے [illegible] زمانے کی خلافت کو [illegible] دیے۔ اس ضمن میں الہلال کا ایک خطرہ [illegible] صرف جمیل نقد صحافی پیدا کیے [illegible] مولانا غلام رسول مہر، مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی [illegible] وغیرہ جو مولانا سے غایت درجہ متاثر تھے علامہ سید سلیمان ندوی، علامہ عبداللہ عمادی، مولانا حامد علی صدیقی، عبدالواحد لاہوری اور مولانا عبدالسلام ندوی [illegible] الہلال ہی سے ہوا —

برعظیم کی آزادی کی تحریک [illegible] مسلمانوں میں [illegible] کی لیڈرشپ الہلال کی مخلوق یا الہلال سے متاثر تھی۔ ایک دور میں مسلمانوں کی [illegible] لیڈرشپ [illegible] کا تعین کیے بغیر ابھی الہلال ہی کی خوشہ چیں [illegible] سیاست سے [illegible] افراد نے [illegible] انہیں [illegible] میں الہلال [illegible] مولانا کے [illegible] قلم سے [illegible] جمعیۃ علمائے ہند، مجلس احرار اسلام اور خدائی خدمت گار تحریک کے قائدین [illegible] مولانا آزاد اور الہلال کی دعوت پر جنگ آزادی میں شریک ہوئے۔ حتی کہ ڈاکٹر ذاکر حسین اور پروفیسر محمد مجیب وغیرہ بھی اپنے قومی درد اور ادبی عشق کو الہلال سے منسوب کرتے تھے۔

۱۱۔ الہلال اردو زبان کا پہلا باتصویر جریدہ تھا اس سے پہلے جتنے ہفتہ وار تھے وہ چند صفحے آگے نہ تھے،

لیکن الہلال پہلا ہفتہ وار تھا جس کی اشاعت فی ہفتہ دس ہزار ہو گئی۔ آج کے لاکھ ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ ۱۹۲۷ء میں ٹائپ اور نستعلیق کو ملا کیا۔ اس کا پہلا دور تمام تر ٹائپ میں تھا۔ الہلال ہی کی بدولت صحافت میں موضوعات کا تنوع پیدا ہوا۔ الہلال مذہب، سیاست، معاشیات، نفسیات، جغرافیہ، تاریخ، عمرانیات، سوانح، ادب، ثقافت اور شعر و نشاعر کا مرقع تھا۔ اس عہد کے نامور اہل قلم، شبلیؒ، اقبالؒ اور حسرتؒ کے رشحات فکر الہلال میں چھپتے تھے۔ اور یہ اس کی عظمت کا اعتراف تھا کہ علامہ اقبال نے بھی اس کے لیے خریدار مہیا کیے تھے۔ الہلال کا علمی ذہنی سطح بلند تھی کہ وہ اردو اخبار نہ تھا بلکہ ایک مجلہ تھا جس میں ہر ہفتے گفتگو ہوتی تھی۔

۱۲۔ حقیقت یہ ہے کہ الہلال ہندوستان کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کا صور اوّل تھا۔

۱۳۔ الہلال اپنی روح کے اعتبار سے ایک دعوت تھا۔ اس نے مسلمانوں میں انقلاب پیدا کیا۔ ہندوستان میں کبھی پہلے یا بعد میں کسی اخبار نے اتنی مختصر مدت میں اتنی شہرت حاصل نہیں کی۔ یہ اخبار بہت جلد قوم کو بیدار کر گیا۔ اور انگریزی سامراج کے خلاف جنگ آزادی کی راہ ہموار ہو گئی۔ الہلال صحافت کی تاریخ میں آزادی کی جدوجہد کے میدان میں آخری گروہ تھا۔

۱۴۔ الہلال نے پہلے ہندوستان کے مسلمان کی حیثیت سے عامی مسلمان کو سوچنے کا ایک خاص رخ دیا۔ الہلال نے یہ خصوصیت پیدا کی۔ اس کا اظہار تحریک خلافت کے زمانے میں ہوا۔ اور یہی چیز پاکستان کے قیام اور ہندوستان کی آزادی تک برعظیم کے مسلمانوں کے خون میں گردش کرتی رہی۔

پاکستان کی تحریک حقیقت میں مسلمانوں کا سیاسی مطالبہ تھی۔ اس مطالبہ کی پیدائش ہندوؤں کی طرف تنگ نظری اور بیگانگی کا میلان سے ہوئی جس کی قوت سے اس مطالبے کو پروان چڑھایا۔ وہ قوت کچھ بھی تھی کہ انگریزوں اور ہندوؤں کے لیے اس کا تسلیم کرنا ناگزیر ہو گیا۔ وہ مذہب کی طاقت تھی۔ اس کی پشت پناہی اسلام کر رہا تھا۔ وہی اسلام جس نے ۱۹۰۰ء میں دیوبند کے مدرسہ میں بنا ڈالی جو الہلال کے افق سے طلوع ہوا۔ در حقیقت مسلمانوں کے خون میں گردش بن گیا۔ پھر اسلامی ہندوستان کی نشو و نما ہوئی جس کو اقبال کی فکر نے مجلّیٰ کیا۔ اور ابوالاعلیٰ مودودی نے پاکستان میں اسلامی تحریک بنا دیا۔

الہلال نکلا تو کانگریس اور لیگ کا ابتدائی دور تھا۔ مسلم لیگ کی تیو سرکاری مسلمانوں نے اٹھائی اور وہ مسلمانوں کو کانگریس سے الگ رکھنے کی دوڑ میں سرگرم تھے۔ کانگریس کی لیڈرشپ لیگ کی لیڈرشپ کے مقابلے میں حریت فکر کی مالک تھی۔ اس کا ظاہری چلن ستھرا نمائندگی کا تھا لیکن ہندو کا معاشی و سماجی ذہن اس پر غالب تھا۔ اس کے

سالانہ اجلاس خالی خولی قراردادوں کا مجموعہ تھے اور بس۔ مولانا ان دنوں لیگ سے مجتنب تھے تو کانگریس سے بھی مجتنب رہتے تھے۔ اجلاس کے مقاصد اور پولیٹیکل تعلیم کے تحت ۱۰ ستمبر ۱۹۱۲ء کو لکھا:

- ہمارے پاس اگر کچھ ہے تو قرآن ہی ہے اس کے سوا ہم کچھ نہیں جانتے۔
- ہم نے تو اپنے پولیٹیکل خیالات مذہب ہی سے سیکھے ہیں۔ وہ مذہبی رنگ ہی میں نہیں بلکہ مذہب کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ ہم انہیں مذہب سے کیونکر علیحدہ کر دیں۔ ہمارے عقیدے میں ہر وہ خیال جو قرآن کے سوا کسی اور تعلیم سے حاصل کیا گیا ہو [illegible] پولیٹیکس بھی [illegible] میں داخل ہے۔
- قرآن سامنے ہوتا تو نہ گورنمنٹ کے دروازے [illegible] کی بدولت تمام دنیا کو سب کچھ سکھایا ہے۔
- [illegible]
- اجلاس کا مقصد اصلی اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ مسلمانوں کو [illegible] اعمال و معتقدات میں صرف کتاب اللہ [illegible] کی دعوت دیتا ہے [illegible] علمی مسائل ہوں خواہ تمدنی و سیاسی ہوں خواہ [illegible] مسلمان [illegible]
- [illegible]
- [illegible] پولیٹیکل پالیسی قائم کرنے کے لیے [illegible] ہندوؤں کی پیروی [illegible] مسلمانوں [illegible] پولیٹیکل تعلیموں [illegible] جماعت میں شامل ہونے کی ضرورت نہیں [illegible] جماعت میں شامل رہنے والے اور اپنی راہ پر چلانے والے ہیں۔ اور صدیوں تک چلا چکے ہیں۔ ہم کسی کے ساتھ نہیں صرف خدا کے ساتھ ہیں۔
- اس کی پالیٹکس میں یہی دعوت ہے کہ نہ تو گورنمنٹ پر بے جا اعتماد رکھئے نہ ہندوؤں کے حلقہ درس میں شریک ہوئیے صرف اس راہ پر چلئے جو اسلام نے بتلائی ہوئی صراط المستقیم ہے۔

اس اداریے میں مولانا نے ہندو انارکسٹوں کے طرز تشدد سے ہاتھ اٹھاتے ہوئے ہندوستان میں برٹش

گورنمنٹ کے قدم کردہ امن کا اعتراف کیا۔ لیکن نہایت خوبصورتی سے زور اس پر دیا کہ ہم اپنے مذہبی اصول کے مطابق ملک کی ترقی و آزادی کے لیے سعی کریں گے۔

۱۹۱۲ء کے ہندوستان میں برطانوی استعمار کے قہر و غضب کا جو عالم تھا۔ ہلال اس کا اندازہ شناس تھا۔ اس نے ہر قدم حکمت عملی سے اٹھایا۔ ۲۲ ستمبر ۱۹۱۲ء کے اداریہ "صبح امید" میں لکھا کہ:

"بے شک فی الحقیقت پالیٹکس میں نہ تو قوم کی کوئی پالیسی تھی اور نہ کوئی رائے، صرف چند ارباب رسوخ و اقتدار تھے جو اپنے محلوں میں بیٹھ کر تجویزیں کیا کرتے تھے۔ پھر تمام قوم کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر ان کے ہاتھوں میں زنجیریں پکڑا دیتے۔ اور وہ کولہو کے بیل کی طرح ان کے پیچھے [illegible] مسئلہ الوقت [illegible] اصلی قوت عامہ قوم کی ہے اور حقیقی پالیسی وہی ہے جو خود قوم کے دماغوں میں پیدا ہوئی۔"

مسلمانوں کی [illegible] ۲۳، [illegible] اکتوبر اور ۶ نومبر ۱۹۱۲ء کے شماروں میں جو اقتباسات لکھے ان میں بتایا:

۱۔ اس موت ہے، اور خود وہ زندگی ہی کی موت ہے۔

۲۔ [illegible] عقیدے میں بھی [illegible] مسلمانوں کے لیے عبرت اور تنبیہ کا سب سے بڑا سبق ہندوؤں کے سیاسی اعمال میں [illegible] تھی کہ آج تک [illegible] عزت حاصل نہیں کی گئی لیکن [illegible] نہیں [illegible] سب سے بڑھ کر [illegible] مذہبی موت نہیں ہو سکتی کہ انسان زندگی کے ایک ضروری شعبے میں [illegible] تقلید سے مجبور ہو جائے [illegible] کی طرف سے مایوس ہو کر نہیں بلکہ دوسری قوم کے دسترخوان کی بچی کھچی ہڈیوں پر بسانا پڑے۔

۳۔ اسلام تو اعتقاد و عمل کی ہر صداقت اور حالات کے ہر حسن و جمال کا نام ہے۔ جہاں کہیں صداقت اور جمال موجود ہے یقین کرنا چاہیے کہ وہ اسلام ہے، مسلمانوں کو نہ پولیٹکل پالیسی کی تلاش و جستجو میں وقت ضائع کرنا چاہیے نہ اعلیٰ تعلیم کے اضافہ لاحاصل میں پڑنا چاہیے، نہ لیگ کے غلامانہ اور مرگ آور پالیٹکس پر توجہ کرنی چاہیے اور نہ کانگریس کی رپورٹوں میں اپنے لیے نسخہ فلاح ڈھونڈنا چاہیے، ان کو صرف ایک ہی کام کرنا چاہیے یعنی بلا سوچے ہوئے کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں، اپنا ہاتھ دست الٰہی میں دے دینا چاہیے۔

۲۔ آج دنیا قوم اور وطن کے نام میں اپنے لیے جو تاثیر رکھتی ہے وہ اثر مسلمانوں کے لیے صرف اسلام یا خدا کے لفظ میں ہے، مسلمانوں کے لیے ہر شے ان کے مذہب میں ہے۔

الہلال بابتہ ۱۸ دسمبر ۱۹۱۲ء کے الہلال میں "الجہاد فی سبیل الحریت" کے زیر عنوان ان الفاظ میں لکھا:

"یقیناً ایک دن آئے گا جب کہ ہندوستان کا آخری سیاسی انقلاب ہو چکا ہوگا۔ غلامی کی وہ بیڑیاں جو اس نے خود اپنے پاؤں میں ڈال لی ہیں بیسویں صدی کی ہوائے حریت کی تیغ سے کٹ کر گر چکی ہوں گی اور وہ سب کچھ ہو چکے گا جس کا ہونا لازم ہے۔ اس وقت ہندوستان کی ملکی ترقی کی ایک تاریخ لکھی جائے گی جو آج کی محسوس ہے اس میں ہندوستان کے تمام روز افزوں کی نسبت کیا لکھا جائے گا؟ اس میں لکھا جائے گا کہ ہمیشہ بدبخت و محروم قوم جو ہمیشہ ملکی ترقی کے لیے ایک رونق، وطن کی فلاح کے لیے ایک بدقسمتی رہ گئی ہیں ننگ کریں دماغ تعلیم کا کھونا دوست جماعت میں اور بیچ سب ہندوستان کی پیشانی پر ایک گہرا داغ اور گورنمنٹ کے ہاتھ میں ملک کی امنگوں کو پامال کرنے کے لیے ایک بہترین آلہ رہی۔ اس میں لکھا جائے گا کہ ایک قابل نفرت مسلمانوں کا گروہ تھا جس کے بزدلانہ زیردست ہاتھوں نے اپنے مذہب سے جائز بنا دیا تھا جو اپنے نبی نے دوسرے آقا کے ہاتھ میں اپنی گردن دے رکھی تھی اور خوش ہوتی تھی، جس میں کوئی انسانی ارادہ، کوئی انسانی جرأت اور کوئی انسانی زندگی کا ثبوت نہ تھا جو نہ اپنے دماغ سے سوچ سکتی تھی نہ اپنی آنکھ سے دیکھ سکتی تھی، نہ اپنے پاؤں سے چل سکتی تھی اور نہ اپنے ہاتھوں کو اپنا ہاتھ سمجھ کر اٹھا سکتی تھی۔ ایک معمول جو مسمرائزر کے ارادے پر زندہ ہو، ایک وجود شل جو صرف زمین کے لیے بار ہو، ایک درخت جو حرکت کے لیے ہوا کا منتظر ہو، ایک پتھر جو بغیر کسی ذی روح کے حرکت دیئے ہل نہ سکتا ہو اور سب سے آخر یہ کہ ایک بدبختی کا داغ جو انسانیت کی پیشانی پر ہو۔

پھر اس میں لکھا جائے گا، یہ حالت اس قوم کی تھی جو آہ تم! وہ کہ مسلم تھی۔

اگر تم کہو کہ تاریخ ہند میں ہمارے لیے شرف و عظمت کا بھی ایک باب ہوگا تو تم خاموش رہو اور مجھ سے کہو کہ میں اسے پڑھ دوں، بے شک ایک باب ہوگا مگر جانتے ہو اس میں کیا ہوگا؟ اس

میں لکھا ہوگا کہ ہندوستان ملکی ترقی اور قومی آزادی کی راہ میں بڑھا، ہندوؤں نے اس کے لیے اپنے سروں کو ہتھیلی پر رکھا، مگر مسلمان غاروں کے اندر چھپ گئے۔ ملک نے پکارا مگر انہوں نے اپنے منہ اور زبان پر قفل چڑھا دیئے، ملک غیر منصفانہ قوانین کا شاکی تھا، ہندوؤں نے اس کے لیے جہاد شروع کیا، پر اس قوم مجاہد نے یہی نہیں کیا کہ صرف چپ رہی بلکہ مجنونانہ چیخ اٹھی کہ تمام کام کرنے والے باغی ہیں، اسے کیا خبر کہ بیسویں صدی میں کوئی ملک غلام نہیں رہ سکتا، شاید ہی دنیا میں کسی قوم نے پولیٹیکل زندگی میں ایسی تذلیل و توہین کی ہوگی جیسی یہ سالہا سال سے کرتی ہے، اسے چاندی اور سونے کو بیچنے والو قتی کی نمود، جو دیگر ریاست کی تحقیر اور توہین کے اعمال اس کی عزت پیشانی پر کلنک کا ایک ٹیکا ہیں۔"

"ہندو مسلمانوں کا سوال بھی یہ ہے، ہندو زیادہ ہیں سب سے [illegible] ہیں، فوج میں چھوٹ پڑ گئی ہے، سید محمود سب سے بہتر [illegible] تعلیم میں ترقی نہیں کی اس سے تھا، پالیٹکس یہی ہے کہ پہلے ہندوؤں سے اپنے غصب کردہ حقوق لیں اور [illegible] حریف بنا دو کی چال کی قیمت کی چپ تھی"

"اگر مسلمانوں کی آنکھوں پر سے ان کے عمل کی حسرت بند کر دیا جاتا تو وہ اس منظر کو دیکھتے اور خون کے آنسو روتے، وہ دیکھتے [illegible] یہ ممکن ہے کہ ملک کی ترقی وطن کا [illegible] ہندو مسلم [illegible] لیا ہے اور مسلمانوں کو بن حیثیت [illegible] کوئی حق نہیں رہا۔"

الہلال مسلم لیگ کے بارے میں خوش [illegible] تھا، علی گڑھ کی سیاست کا سخت مخالف تھا، اور یونیورسٹی کی تاسیس میں حکومت کے تسلط کو [illegible] سے مزید دیکھنے کا متمنی تھا، چونکہ مولانا آزاد کا علامہ شبلی سے تعلق تھا۔ اس لیے ان کی دلچسپی کا مرکز ندوہ تھا۔ الہلال کا تقریباً ایک تہائی حصہ ندوہ کے مسائل و مباحث پر مشتمل ہوتا۔ ۱۹۱۳ء کے ہر شمارے میں ندوہ کا ذکر رہا۔

الہلال والبلاغ کا ابتدائی دور عثمانی سلطنت سے بلقانی ریاستوں کی آویزش، طرابلس پر اٹلی کے تصرف، خلافت عثمانیہ کے مشکلات اور مسلمانوں پر اسی طرح کے روز مرہ کے استعماری حوادث کی داستان مسلسل تھا۔ فی الجملہ الہلال کا یہ دور خاص اسلامی دور تھا۔ اس دور میں مولانا نے الہلال والبلاغ کے صفحات میں قرآن واسلام کو پیش کیا اور حزب اللہ کی نیو اٹھائی۔ ان محوری موضوعات کے علاوہ مسجد کانپور، مسجد شہید گنج

اُردوئے معلیٰ، مسلم گزٹ اور زمیندار وغیرہ کے اجراء پر اپنے خاص انداز میں خامہ فرسائی کی۔ عربی زبان کے حوالے سے اُردو زبان کی علمی اصطلاحات پر نہایت قیمتی مضمون شائع کئے اور اس طرح علمی مباحث کا ایک نیا دروازہ کھولا۔

۱۹۲۷ء کا الہلال ۱۶۔۱۹۱۲ء کے الہلال کی دعوت سے مختلف تھا۔ اس میں مولانا ایڈیٹر ہونے کے باوجود کم ہی شریک ہوئے لیکن ان کا ذوق وایقان اور طرزِ زبان بدرجہ اتم موجود تھے۔ الہلال کا دورِ اول تحریک کا دور تھا۔ لیکن دورِ ثانی اس سے مختلف تھا۔ دینیت، قومی کا شہ پارہ اور مدیر کی بجائے مدیر کا جدید ادبی مذہب تک میں پروفیسر وسعت و رفتار وعلم کے گنج شائگان کا گمان ہوتا ہے۔

الہلال کی نثر

الہلال کی نثر اردو نثر میں ایک ہے۔ اس میں ایک خاص اسلوب ہے منفرد جس میں ایک خاص مزاج تھا مولانا اور دوسرے اس کے خاص تھے۔ جن فصلاء نے اردو تحریر میں الہلال کے رشحاتِ قلم میں ان کا حصہ تھا الہلال سے الگ ہوتے تو ان کا اسلوب بدل گیا اور خود صاحب طرز ہو گئے۔

مولانا عبدالسلام ندوی الہلال کے ادارۂ تحریر میں رہے۔ وہ دارالمصنفین اعظم گڑھ میں سید سلیمان ندوی کے رفیق فکر رہے ان کے تذکرہ تو سب سے تھے۔ ۱۹۴۰ء کے معارف میں اردو سے متعلق ان کا ایک خطبہ صدارت درج ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں:

"مولانا ابوالکلام آزاد کا طرزِ تحریر اُردو زبان کا ایک خاص طرز ہے جس کی تقلید ناممکن ہے۔ جن لوگوں نے اس کی تقلید کی ان کا وہی حشر ہوا جو زاغ کا ہوا۔"

مولانا حامد حسن قادری پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ نے داستانِ تاریخِ اردو میں سرسید کے دور کو نثر کا پانچواں دور ۱۸۵۷ء تا ۱۹۰۰ء قرار دیا ہے اور چھٹے دور کی ابتدا مولانا محمد حسین آزاد (متوفی ۱۹۱۰ء) سے کی ہے اور اس دور میں مولوی ذکاء اللہ دہلوی (متوفی ۱۹۱۰ء) مولوی نذیر احمد دہلوی (متوفی ۱۹۱۲ء) خواجہ الطاف حسین حالی (متوفی ۱۹۱۴ء) مولوی سید علی بلگرامی (متوفی ۱۹۱۱ء) کو شریک کیا ہے۔ ان کے علاوہ میر ناصر علی (پیدائش ۱۸۴۰ء) اور خواجہ سید ناصر نذیر فراق دہلوی (پیدائش ۱۸۶۵ء) کو بھی اسی دور میں شامل کیا ہے۔ لیکن فاضل مولف نے پنڈت رتن ناتھ سرشار، مولوی عبدالرحیم شرر، مرزا محمد ہادی رسوا، اور منشی سجاد حسین ایڈیٹر اودھ پنچ کو اس دور میں شامل نہیں کیا اور صرف یہ بیان کیا ہے کہ ان کی پہلی اور بڑی حیثیت ناول نگاری

ہے۔ دوسرے ان کے فن کا ارتقا بیسویں صدی میں ہوا اور یہ چاروں خلافت کے پیش رو تھے۔"

اس تقسیم و تجزیہ کے مطابق محمد حسین آزاد اگر نثر کے چھٹے دور کے راہنما تھے تو ساتواں دور ابوالکلام آزاد اور ظفر علی خاں وغیرہ کا تھا، یا پھر ان کے ہمراہیوں اور جانشینوں کا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ابوالکلام کی معجز رقم نثر کے سوا عوام کو شعر نے نثر سے کہیں زیادہ متاثر کیا۔ ادب نے عوام کے ذہنوں کو اتنا نہیں جھنجھوڑا جتنا صحافت نے اور صحافت سے کہیں زیادہ اردو خطابت نے عوام کو جگایا۔ [illegible] نے اعتراف کیا تھا کہ "ہندوستان میں قومی آزادی کی تحریک کو پھیلانے اور چلانے میں اردو کا سب سے بڑا حصہ ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ انگریزی ہندوستان میں تحریک آزادی کے دوران اردو اخبار ہی مختلف اوقات میں حکومت کے زیر عتاب رہے اور امتحان و ابتلا کے شدائد سے گزرے۔ جتنی [illegible] میں [illegible] اور قید ہونے والے [illegible] تھے جن [illegible] وقوعات کی مجموعی [illegible] کا حساب [illegible] اشاعت سے بھی دو چند۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے معاشرے اور ہندوستان کے سماج کو اتنا کتابوں نے بیدار نہیں کیا جتنا اخبارات نے جگایا اور [illegible] پر سحر کیا۔ [illegible] ابوالکلام [illegible] ہی نہیں خود تاریخ تھے اور یہ خصوصیت کسی دوسرے [illegible] کو حاصل نہیں ہوئی اور نہ [illegible] سیاست میں اتنے مختلف رنگ و بہار پیدا کیے۔

مولانا غلام رسول مہر برصغیر کے جلیل القدر صحافی تھے وہ اپنے ایک مضمون "نادرہ روزگار شخصیت" میں لکھتے ہیں۔

"ابوالکلام کے دور اول ہی میں دنیا نے تسلیم کر لیا تھا کہ علم و فضل میں یہ آدمی صدیوں سے پیدا نہیں ہوا۔"

ڈاکٹر سید عبداللہ نے "ایام عشق و جنوں" کے عنوان سے لکھا۔

"ابوالکلام کی شخصیت اقلیم معنی تھی۔"

ایک دوسرے مضمون میں تحریر کیا۔

"ابوالکلام ایک بے پناہ قلم لے کر پیدا ہوئے تھے۔ لیکن انہیں سقراط کی طرح اپنی ہی قوم کے

ہاتھوں زہر کا پیالہ پینا پڑا۔"

پنجاب کے مشہور ریڈیائی ڈرامہ نگار رفیع انور نے لکھا،

"ان کے رشحاتِ قلم پر سینکڑوں اسپنسر اور ہزاروں میکالے بے دریغ نچھاور کیے جا سکتے ہیں۔"

عبدالماجد دریابادی اپنا قلمی بغض مولانا محمد علی سے ارادت کی آڑ میں نکالتے رہے لیکن مولانا محمد علی کا مولانا آزاد کے متعلق قول تھا کہ:

"میں نے لیڈری ابوالکلام کی نثر اور اقبال کی شاعری سے سیکھی ہے۔"

حسرت موہانی نے الہلال ہی سے متاثر ہو کر لکھا تھا ۔

جب سے دیکھی ابوالکلام کی نثر
نظم حسرت میں بھی مزا نہ رہا

سجاد انصاری مرحوم کے یہ دو قول "معارف" اعظم گڑھ کے مدیر سید صباح الدین عبدالرحمٰن نے اپنے مضمون "الہلال کا مطالعہ" میں نقل کیے ہیں۔

"میرا عقیدہ ہے کہ اگر قرآن نازل نہ ہوتا تو ابوالکلام کی نثر اس کے لیے منتخب کی جاتی یا اقبال کی نظم، میرے نزدیک ابوالکلام اور اقبال حقیقی معنوں میں ذی القلم ہیں۔"

سید صباح الدین رقمطراز ہیں کہ،

"مولانا کی قلمی بادہ کاری سے میں نے اپنے دماغ کو سرشار ہوتے پایا۔ الہلال کے اوراق اٹھاتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ سحر سامری سے کوئی مسحور کر رہا ہے۔ اردو میں الہلال کی جھنکار اور للکار ایک بالکل نئی چیز تھی وہ ایک صدائے ربانی معلوم ہوتی تھی دراصل الہلال ان کے قلم سے سحر حلال بن گیا تھا۔"

نواب بہادر یار جنگ جو مسلم لیگ کے سب سے بڑے خطیب تھے فرماتے: "وہ الہلال پڑھ کر مقرر ہوئے تھے"۔ سید سلیمان ندوی فرماتے: "مولانا شبلی کا ارشاد تھا کہ میں ایجاز کا بادشاہ ہوں ابوالکلام اطناب کا بادشاہ ہے۔"

سرسید کی عبارت کی ناہمواری اور پھیکے پن کو حالی نے اپنی سادگی اور پرکاری سے دور کیا۔ محمد حسین آزاد نے اس کو رنگینی اور دلکشی عطا کی۔ ڈپٹی نذیر احمد نے برجستگی اور صفائی گوئی دی۔ شبلی

نے متانت، ثقاہت اور لطافت بخشی لیکن اُردو کے اسلوب بیان میں شوکت و حشمت اور عظمت و جلال کی جو کمی تھی اس کو مولانا آزادؒ نے الہلال کے ذریعے پورا کیا۔ الہلال ہندوستان کے مسلمانوں کی مذہبی دینی اور سیاسی زندگی کا ایک اہم موڑ تھا۔ مولانا نے الہلال کی معرفت مسلمانوں کی دینی محبت ملی غیرت اور قومی بصیرت کا منار تیار کیا پھر اس کی چوٹی پر چڑھ کے ملکی سیاست اور وطن آزادی کا صور پھونکا جس نے انگریزوں کے تعمیر کردہ طلائی قصر کی بنیاد ہلا دی۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنی تصنیف "تلاش ہند" میں الہلال کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ صاحب الہلال مسلمانوں کے لیے ایک نئی آواز [illegible] اس سے پہلے وہ اس کی توانائی و زیبائی سے ناواقف تھے۔

جمہوریہ ہند کے پہلے صدر راجندر پرشاد اُردو اور فارسی میں دستگاہ رکھتے تھے۔ ان کا اُردو رسم الخط نہایت خوبصورت اور حروف کی نشست کے اعتبار سے اس طرح تھا کہ [illegible] کا گمان ہوتا تھا۔ راقم الحروف وزارتی مشن کے زمانے میں ان سے ملا تو دوران گفتگو الہلال کا ذکر آگیا، کہنے لگے:

"مسلمانوں نے صاحب الہلال سے وہی حرکت پائی جو [illegible] سے دنیا میں آئی [illegible] یہ حقیقت یہ ہے کہ [illegible] الہلال کا ذہنی [illegible] چاہیے تو عمر بھر اُتار نہیں سکتا ہے۔"

مفتی کفایت اللہ جن کو دینی لوگ ابو حنیفہ ثانی کہا کرتے تھے، راقم الحروف مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کے ہمراہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس زمانے کے اخباروں کی روش پر بات چیت شروع ہو گئی۔ مولانا حبیب الرحمن کہہ رہے تھے کہ آج کے اخبار بھی ہیں، ان میں تلوار کی کاٹ نہیں۔ مفتی صاحب نے فرمایا: اخبار ہر دور میں قومی ضرورتوں کے مظہر ہوتے ہیں، الہلال اس زمانے کے مسلمانوں کی دینی خواہشوں اور سیاسی آرزوؤں کا آئینہ تھا۔ ابوالکلامؒ کے قلم نے اس کو صور اسرافیل بنا دیا۔ اخبار تو اب بھی ہیں۔ لیکن ایڈیٹروں میں کوئی ابوالکلامؒ نہیں، بادل ہیں رعد نہیں۔"

مولانا ظفر علی خانؒ شہید گنج کے بعد کانگرس کی ہمنوائی سے کٹ کے مسلم لیگ کے ہو گئے، لیکن ہجو نگاری کا ولولہ خاص رکھنے کے باوجود "ستم رسیدہ مسلمانوں" کے اوصاف کا اعتراف کرتے اور انہیں مسلمانوں کی روح

قرار دیتے تھے۔ ایک دفعہ مولانا ابوالکلام آزاد کا ذکر آیا تو فرمایا۔

"اردو ادب الہلال کی اداؤں سے بالا بلند ہو گیا، دین قیم کے چہرے پر اس کی صداؤں سے رونق آگئی اور سیاست کا بازار اس کے ولولوں سے معمور ہو گیا، الہلال قرن اول کی آواز تھا لیکن کامریڈ میں صحابہ کا اضطراب تھا اور زمیندار بلال کی اذان تھا۔"

سید عطاء اللہ شاہ بخاری خطابت کے بادشاہ تھے، جس طرح الہلال کی صحافت میں قرآن کی آیتیں اور شاعری کے ترو تازہ شعر بے پیرایہ یا اقتباس کے موقع پر ہوتے۔ اسی طرح شاہ جی کی خطابت میں شاعری کا جمال اور قرآن کا جلال ہوتا۔ سامعین ان کے سحر کا شکار ہوتے، شاہ جی ان کے ذہنی شاگرد تھے۔

الہلال کا یہ دور [illegible] اسی کا نتیجہ [illegible] اور اجتہادوں [illegible] ایسی جماعت پیدا کی جس نے [illegible] ہندوستان [illegible] کے [illegible] جماعت اسلامی، خلافت تحریک، مجلس احرار اور تبلیغی جماعت تک ذہنی پس منظر میں [illegible] کی حد تک الہلال ہی کے دور اول کا ولولہ ہے۔

سفرنامہ اشاعت

الہلال کے دو دور ہیں۔ [illegible] کے نام اشاعت کا جو عرصہ رہا وہ سوا تین سال تھی۔ الہلال کا پہلا دور [illegible] کا تھا۔ البلاغ ایک سال کے وقفے سے ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء کو البلاغ [illegible] ۳۱ مارچ ۱۹۱۶ء تک چلا۔ یوں پانچ ماہ۔ الہلال کا دور ثانی (۱۹۲۷ء) چھ ماہ ہے۔ ترتیب یہ ہے۔

الہلال دور اول

۱- ۱۳ جولائی تا ۲۵ دسمبر ۱۹۱۲ء۔

۲- ۸ جنوری ۱۹۱۳ء تا ۷ دسمبر ۱۹۱۳ء۔

۳- ۷ جنوری ۱۹۱۴ء تا ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء

البلاغ

۱- ۱۰ جون ۱۹۲۷ء ——— تا ۹ دسمبر ۱۹۲۷ء۔

الہلال دور ثانی

۱- ۱۰ جون ۱۹۲۷ء تا ۹ دسمبر ۱۹۲۷ء

صرف ۱۹۱۳ء پورا سال ہے جب الہلال سال بھر نکلا۔

ایک چھپتی ہوئی نگاہ میں ان تمام پرچوں کی شکل یہ ہے کہ ۱۹۱۲ء کے تمام پرچوں کا سرورق سرخی مائل

کلاں، اور ہر شمارہ ٹائیٹل سمیت بیس صفحات کا ہے۔ تمام پرچہ مکینیکل نیوز پرنٹ پر ہے قیمت ۲ آنے۔ ہر ورق پر کسی شخصیت یا واقعہ کی تصویر مع فہرست مضامین کے ہے۔

مندرجات کا جائزہ

شمارہ اوّل ۱۳ جولائی ۱۹۱۲ء

پہلے صفحے پر پرنس امین النعانی کی تصویر ہے، دو اندر شیخ محمد عبدہ مصری، سید محمد رشید رضا مصری، ادیب پاشا، جاوید بک، شیخ عبدالحق ہاشمی معہ جماعت مجاہدین کی تصویریں ہیں۔ ... شمارہ ... عثمانی ... تصویر ہے۔ ان کے افتتاحی احوال کارروائی تذکرہ ہے۔

افتتاحیہ سے معلوم ہوتا ہے ... کے اجراء ... ۹ ... میں ہوا تھا۔ سید رشید رضا مصری کے بارے میں مولانا ... کا مضمون ہے۔ سب سے بڑا مضمون نامہ برانِ غزوہ طرابلس پر ہے، کارنامہ کے عنوان سے تصویر سمیت ... کی صورت حال کا بیان ہے۔ میدان جنگ کے تار ہیں، اس کے علاوہ قسطنطنیہ کی ڈاک ہے۔ شیخ سنوسی سے ... کی خبر ہے، ... اسلامی کے احوال کا خلاصہ ہے۔ آئندہ شمارہ کی تصاویر اور مضامین کا اعلان ہے۔

۲۰ جولائی

صفحہ اوّل پر ... شیخ ... کی تصویر ہے۔ مضامین میں ہلال کے طباعتی سفر کی مشکلات کا ذکر ہے، ... سلام کے زیر عنوان ... اسلام کے مقالہ کی ابتداء ہے۔ سید رشید رضا پر دوسری قسط ہے۔ نامہ بران غزوہ طرابلس کے ... کے تصویری مقالات ہیں۔ شیخ احمد سنوسی کے علم جہاد کی تصویر ہے۔ اسلامی ممالک کی خبریں ہیں، اور اس صفحہ کے ضروری وقائع کا فقہ ہیں۔

۲۷ جولائی

قیمت فی پرچہ ... آنے کر دی گئی۔ صفحہ اوّل پر ... کیمپ میں عثمانی پیامبر کی تصویر ہے، توفیق پاشا، کامل پاشا، فتحی بک اور ایرانی مجاہدین کی تصویریں ہیں، قسطنطنیہ کے احوال کا تذکرہ ہے، مسلم یونیورسٹی اور مسلم لیگ پر سرکاری ... کی شکایت ہے۔ رشید رضا مصری کے متعلق تیسری قسط ہے، نامہ بران غزوہ طرابلس اور کشتگان کارزار طرابلس کی داستان ہے۔ اسلامی ممالک اور اقصائے مغرب کی خبریں ہیں۔

۴ اگست صفحہ اول کی تصویر میں محمود شوکت پاشا صدر [illegible] قوعدہ میں فوج کے جوانوں سے مخاطب ہیں۔ افتتاحیہ مسلم یونیورسٹی کے مسئلے پر ہے اور خاصا طویل ہے۔ قسطنطنیہ میں ہجوم مشکلات کے عنوان سے ایک مضمون ہے۔ باقی وہی نامورانِ غزوۂ طرابلس کی خبریں ہیں۔ مزارِ طرابلس اور بیروت پر گولہ باری کے تصویری مرقعے ہیں۔ اس کے علاوہ مکتوب اقصیٰ اور عالم اسلامی کی خبریں ہیں۔

۱۱ اگست صفحہ اول پر محمد حسن بک ترکی [illegible] طرابلس [illegible] کا عطیہ بھیجا کی تصویر ہے۔ شذرات کے علاوہ [illegible] معروف دنیا عن الفتنہ پر ۲ صفحے کا اداریہ [illegible] شذرات کے دو صفحے، نامورانِ غزوۂ طرابلس [illegible] طرابلس کے حوالے [illegible] کے ہاتھوں قتل کی تصویر، عالم اسلامی کے تحت مسلمانانِ چین [illegible] [illegible] کے خبروں کا خلاصہ۔

۱۸ اگست [illegible] [illegible] مسلم یونیورسٹی [illegible] قسط نمبر ۲ مسلم یونیورسٹی [illegible] [illegible] کا خلاصہ۔

۲۵ اگست صفحہ اول پر [illegible] تصویر [illegible] مسلم یونیورسٹی کے [illegible] معروف [illegible] مسئلہ کی تیسری قسط، نامورانِ غزوۂ طرابلس، [illegible] کی خبروں کا خلاصہ۔

یکم ستمبر [illegible] طرابلس [illegible] شذرات [illegible] مسلم یونیورسٹی کمیٹی [illegible] کی تصنیف [illegible] مسلم یونیورسٹی [illegible] مکتوب اقصیٰ کے زیرِ عنوان [illegible] [illegible] نامورانِ غزوۂ طرابلس کا مزارِ طرابلس اور عالم اسلامی معہ تصاویر۔

۸ ستمبر صفحہ اول پر ادھم پاشا کی تصویر، مختلف الموضوع شذرات۔ مکتوب اقصیٰ کا خبرنامہ، دلدل کے مقاصد اور سیاسی تعلیم پر ایک خط اور اس کا جواب۔ مسلم یونیورسٹی کمیٹی کے متعلق مولانا محمد علی کا نامہ گرامی۔ مولانا کا عرض حال کے زیرِ عنوان جواب۔ نامورانِ غزوۂ طرابلس اور کارزارِ طرابلس معہ تصاویر، یورپین ترکی اور ریاستہائے بلقان کا نقشہ۔

۱۵ ستمبر ابراہیم ترک بے کی تصویر صفحہ اول، یونیورسٹی کمیٹی پر مقالہ، عید مظفر کے زیر عنوان افتتاحیہ، مدنی خطرے میں، عبدالماجد دریابادی کا مقالہ، مسلم یونیورسٹی کے سلسلے میں مولانا محمد علی ایڈیٹر کامریڈ کا دوسرا خط، نامور ان غزوہ طرابلس، کارزار طرابلس مع تصاویر۔

۲۲ ستمبر حسینوں پر غدر برس کے عثمانی مجاہد، احمد حلمی بے کی تصویر، اندر پورے صفحے کے ایڈیشن آرٹ پیپر پر [illegible] جارج پنجم کی تصویر، لکھنؤ سے ایک گمنام تہدیدی مراسلہ اور اس کا جواب [illegible] شائستگی [illegible] مسلم یونیورسٹی [illegible] نامور ان غزوہ طرابلس، کارزار طرابلس مع تصاویر، بعض دوسرے [illegible] سے قومی [illegible] مدنی خطرے میں، قسط نمبر ۲

۲۵ ستمبر [illegible] کی تصویر [illegible] کی گردباری کا شکار ہوا تو اس جہاز کے ایک افسر [illegible] کی تفصیلات۔

۶ اکتوبر [illegible] اور [illegible] پھانسی [illegible] کی تصویر، اہل کی تربیت [illegible] نامور ان غزوہ طرابلس مع تصاویر [illegible] دعوت [illegible] دخلوط، صفحہ آخر پر ماہنامہ البیان کا اعلان۔

۱۶ اکتوبر [illegible] کی تصویر [illegible] مسلمانوں کی آئندہ شاہراہ، مقصود نمبر ۲، طویل اداریہ، آزادی [illegible] ہندوستان میں اسلام [illegible] ہندوستان میں اسلام [illegible] کے خیالات، نامور ان غزوہ طرابلس، کارزار طرابلس مع تصاویر، جنگ ترکی و یورپ، عثمانی فوج کے جانباز افسروں کی پورے صفحے پر تصویر۔

۲۳ر اکتوبر — صفحۂ اول پر عبدالرحمن بک کی تصویر۔ شذرات، تین صفحے، مسلمانوں کی شاہراہ مقصود، [illegible]، ناموران غزوۂ طرابلس، شئون عثمانیہ با تصویر، مولانا شبلی کی کشالت کے نام سے "یونیورسٹی اور سحاق" پر تنقیدی نظم۔ مولانا آزاد کی علمی مجلس عقد میں تقریر۔ [illegible] صفحے، عثمانی طبیب [illegible] پر تنقید کے نظام [illegible] کو الهلال [illegible] اسلامی، اشاعت اسلام، علامہ شبلی، دعوت اصلاح مسلمین و اتحاد اسلامی از مسٹر حسن قدوائی بیرسٹر۔

۱۳ر نومبر — شذرات کے زیر عنوان [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ادب [illegible] جرمن جرنیل [illegible] ناموران [illegible] یونیورسٹی کے [illegible] وصلت کی [illegible] [illegible] تصویر [illegible] [illegible] کے [illegible] [illegible] نظم [illegible] ناموران [illegible] [illegible] علمی مجلس [illegible] [illegible] سیرت عثمانیہ۔

۲۰ نومبر — اس شمارے کے پہلے صفحے پر کوئی تصویر نہیں [illegible] باتصویر درج ہیں [illegible] کا عنوان [illegible] [illegible] صفحہ [illegible] [illegible] ہیں نہیں [illegible] ان میں [illegible] [illegible] عید الاضحی [illegible] [illegible] ۱۲ [illegible] تصویر [illegible] [illegible] [illegible] دروازہ [illegible] علامہ شبلی [illegible] ہے۔ اسی شمارے میں عید [illegible] [illegible] الاسلامیہ۔

۲۷ نومبر — شذرات [illegible] [illegible] کا [illegible] مقدمات بین الاسلام والاسلام [illegible] [illegible] حقیقت صفحۂ اول کی تصویر ایک یونانی جہاز پر ترکوں کا قبضہ۔ شئون عثمانیہ کے تحت جنگ بلقان پر ایک صفحہ کا مضمون، اس کے علاوہ محاذ جنگ کی بہت سی خبروں کا خلاصہ اور [illegible] کی تصویریں۔ [illegible] پر [illegible] سے [illegible] عنوان وصانت کی نظم اور [illegible] اصلاحات بسلسلہ تحریک اسلامی۔

۴ دسمبر — صفحۂ اول پر ناظم پاشا کی تصویر ہے۔ شذرات اور افکار و حوادث کے علاوہ عید الاضحی پر مقالہ نمبر ۳۔ مولانا شبلی کے قلم سے فارسی میں ایک طویل ترکیب بند، شئون عثمانیہ اور بعض جنگی خبروں کی تفصیلات۔ جنگ بلقان اور دول یورپ، یورپین ترکی اور ریاستہائے بلقان کا نقشہ۔

۱۱ دسمبر — صفحۂ اول پر ناظم سواد الور پاشا کی تصویر۔ اندر [illegible] پر اس تصویر کا پورا صفحہ۔ شذرات اس صفحے،

عید الاضحیٰ پر چوتھا مقالہ۔ ایک عربی نظم تہنیت کے زیر عنوان "تہنیت" بیل سید امیر علی سے وصداقت کا ایک مجرد پید نظم میں خطاب [illegible] صداقت انگلستان اور اسلام، مقالہ شئون عثمانیہ۔ اس کے علاوہ خبروں کے تین صفحے۔

۱۸ دسمبر | شذرات میں ملکی سیاست پر لطیف طنزیں ہیں۔ صفحہ اوّل کی تصویر ایک عثمانی مشین گن کی ہے۔ جس نے حملہ آور بلغاریوں کی صفیں اڑا دیں۔ اس کے افسر علی محمود حصاری کو تمغہ سعد تی دیا گیا۔ صفحہ ۲ پر ہندوستان کے اس میڈیکل مشن کی تصویر ہے جو ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی زیر قیادت بلقان کے مجروحوں کی مرہم پٹی کے لیے ترکی گیا۔ اس وفد سے روانگی سے قبل مولانا محمد علی ایڈیٹر کامریڈ نے [illegible] تصویر پر لکی ہے:

"[illegible] دوستو! زخمیوں کے ملک میں جا رہے ہو۔ جب وہاں پہنچ کر زخموں کو دھونا تو ذرا احتیاط کرنا کہ وہ [illegible] ان کے [illegible] کی ایک تصویر ہے "صوفیہ" کے شاہی [illegible] میں قسمیں [illegible] صفحہ [illegible] مقالہ [illegible] جس [illegible] الہلال [illegible] نقل کیے جا چکے ہیں۔ صفحہ ۲ پر الہلال [illegible] کی مناسبت سے ایک دلچسپ نظم ہے اس شمارے کے [illegible] سے [illegible] کا [illegible] ہے۔ اس کے علاوہ کوہ [illegible] کی تقریر صفحہ ۱۱ و ۱۲ پر شئون عثمانیہ، اور شمالی ڈاک۔

۲۵ دسمبر | [illegible] کی تصویر ہے۔ دو صفحہ مرہم [illegible] پر [illegible] جہاد میں گولی لگنے سے زخمی ہوئے تھے۔ دوسری تصویر ان [illegible] بلغاری [illegible] کی ہے جنہوں نے مسلمانوں کے محلے میں [illegible] خاندانوں سے خراج تحسین حاصل کیا۔ اداریہ الہلال کی پہلی سہ ماہی کے اختتام پر ہے۔ [illegible] کی تنقیدات اور دوسری خبریں بھی دی گئی ہیں۔ دعوت الہلال کی نسبت ایک [illegible] درج ہیں۔ فغان مسلم کے نام سے خیبرا حکیم سیف شاہجہان پوری کی ایک نظم ہے اور یہ علامہ شبلی کے بعد پہلے شاعر ہیں جنہیں الہلال میں جگہ دی گئی۔ صفحہ ۶ پر نیاز فتحپوری کا الہلال کے طرز بیان کی ستائش میں خط ہے۔ شئون عثمانیہ [illegible] مراسلات کے صفحات ہیں۔

۱۹۱۳ء

۸ جنوری | صفحہ اوّل پر لندن میں صلح کانفرنس کی تصویر ہے یہی تصویر پورے صفحے پر اندر بھی دی

گئی ہے۔ شذرات کے عنوان سے صلح کانفرنس اور جنگ کے بارے میں متفرق خبریں ہیں۔ اداریے کا عنوان ہے "فاتحہ جلد جدید"۔ صفحے ۸ پر "مردان غزوہ بلقان" کی روداد کا آغاز ہے۔ صفحہ ۱۱ کا مقالہ تاریخ کی بازگشت کے عنوان سے بیسویں صدی کی عیسائی سلطنتوں کے صلیبی معرکوں پر تبصرہ ہے۔ اس کے علاوہ شئون عثمانیہ اور بعض دوسری خبریں ہیں۔ مراسلات کا صفحہ اور مقالات کے زیر عنوان مسلم لیگ پر وقت کی نظم ہے۔

۱۵ جنوری صفحہ اوّل پر انور پاشا کی تصویر ہے۔ "ہلال" کے مخصوص خطابیہ انداز میں پالیسی "قومی جھنڈے" کے عنوان سے ہے۔ [illegible] جلد جدید نمبر ۲ ہے۔ دوسرا مقالہ تاریخ عمرانی [illegible] ہے۔ [illegible] مولانا شبلی کی کثافت کے ادبی نام سے نظم ہے۔ شئون [illegible] [illegible] کی تلخیصات ہیں۔

۲۲ جنوری [illegible] ۲۲ رجامع مسجد [illegible] کانپور کی تصویر [illegible] جلد جدید [illegible] [illegible] سے مسلم کی روداد ہے۔

۲۹ جنوری صفحہ [illegible] پر دوران عثمانیہ سے [illegible] محمود شوکت پاشا کی تصویر ہے قسطنطنیہ سے [illegible] محمود شوکت پاشا کا اجمال سے نام جو [illegible] [illegible] [illegible] عثمانی [illegible]۔ یہ عنوان ساڑھے [illegible] صفحے کا طویل اداریہ ہے۔ طلعت بے۔ ناظم پاشا [illegible] کے علاوہ [illegible] غزوہ بلقان کے [illegible] میں [illegible] کی تصاویر ہیں [illegible]۔ [illegible] زیر عنوان عثمانی [illegible] کی سرگزشت ہے مولانا شبلی کے مقالہ سیرۃ نبوی کی دوسری قسط ہے۔ شئون عثمانیہ ہیں حسرت موہانی اور نیاز فتحپوری کا کلام ہے۔ نقاد کے ادبی نام سے مسلم لیگ کے خلاف علامہ شبلی کی فکاہی نظم ہے۔ سر میاں محمد شفیع کو لیگ کا صدر بنانے پر احتجاجی مراسلہ ہے۔

۵ فروری صفحہ اوّل پر جامع مسجد پڈریا فرنگی محل کے صحن کی تصویر ہے۔ شذرات کے زیر عنوان ملک کا ایک عظیم الشان دن ۲ فروری دو صفحے کا مضمون ہے۔ [illegible] جنگ بلقان سے متعلق ایک

جلسہ عام کی روداد ہے۔ جنگ بعد از صلح کے عنوان سے ترکی اور بلقان کی آویزش کا تذکرہ ہے اور دوسرے کا عنوان ہے "حدیث الغاشیہ" [illegible] مقاد ترکی کے اسباب شکست پر اخبار پانیر کے نامہ نگار کی تحریر کا ترجمہ ہے۔ سید حسن بلگرامی کی تصویر ہے۔ سیرۃ نبوی پر مولانا شبلی کا تیرا اقتباس ہے۔ نیاز فتحپوری [illegible] کی نظمیں ہیں۔ مقالہ [illegible] کی تفصیلات اور جنگ بلقان کی داستان ہے۔ شئون عثمانیہ کی روداد ہے۔

۱۲ فروری صفحہ اول پر انقلاب عثمانی کے نامور رکن پرنس یوسف عزالدین کی تصویر ہے۔ قسطنطنیہ سے [illegible] ہے۔ جنگ [illegible] روداد ہے۔ [illegible] کامبی [illegible] پر ایک مختصر مضمون ہے۔ مولانا [illegible] نامور [illegible] ہے [illegible] مولانا شبلی [illegible] [illegible] مقالہ [illegible] کا دیدہ صفحہ ہے اور شئون [illegible]

۱۹ فروری [illegible] کی [illegible] جلسہ [illegible] گئی ہے۔ [illegible] کے دو قطعے ہیں۔ "انگلستان اور اسلام" [illegible] علامہ شبلی نعمانی [illegible] ہے۔ [illegible]

۲۶ فروری صفحہ [illegible] کی تصویر ہے۔ [illegible] ہلال احمر کے زیر عنوان تین صفحے کا مضمون ہے۔ یونیورسٹی فاونڈیشن کمیٹی سے متعلق "حدیث الغاشیہ" ہے۔ مقالہ [illegible] یونیورسٹی کے نصاب تعلیم پر نظر ہے۔ "معجزہ اور خوارق" پر مقالہ ہے۔ جواب شکوہ اقبال کے زیر عنوان ریاست رامپور کے ہوم سیکرٹری کی دو صفحے میں ایک نظم ہے۔ مذاکرہ علمیہ میں [illegible] کا تذکرہ ہے۔ اس پر الہلال کا طویل نوٹ ہے۔ ایک تصویر چوتھی صدی ہجری کی تحریر کا ایک ٹکڑا ہے۔ شئون عثمانیہ

ہیں مثلاً مودرن غزوہ بلقان اور مراسلات کا صفحہ ہے۔

۵ مارچ صفحۂ اول پر ادرنہ کے ایک خیمے کی تصویر ہے جس میں غازی انور بے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ فروکش ہیں۔ سرورق کے اندرونی صفحے پر انقلاب عثمانی ۲۳ جنوری ۱۹۱۳ء کی ایک معرکہ آرا تصویر ہے۔ غازی انور بے باب عالی میں داخل ہو رہے ہیں۔ ناظم پاشا کا ایڈی کانگ ان پر گولی چلاتا ہے لیکن جوابی فائر سے ناظم پاشا گولی کا نشانہ ہو جاتے ہیں۔ خصوصی تاروں کے علاوہ شذرات، افکار و حوادث [illegible] مستقبل [illegible] شئون عثمانیہ [illegible] میں [illegible] [illegible] افکار و حوادث میں [illegible] [illegible] مقالہ کی ایک ورکشاپ کی دو نکاتی [illegible] [illegible] پر ہے۔

۱۲ مارچ [illegible] تصویر ہے [illegible] [illegible] استقبال [illegible] [illegible] [illegible] متعلق واقعہ بھی ہے۔ ایک [illegible] [illegible] تصویر ہے جو انجمن اتحاد و ترقی کا وفد [illegible] [illegible] مقالہ ہے۔ باقی شئون عثمانیہ کے علاوہ مراسلات اور ماموران بلقان کے صفحات ہیں۔

۱۹ مارچ صفحۂ [illegible] کے پیش [illegible] تصویر ہے [illegible] صفحہ ہے۔ حضرت امام [illegible] [illegible] انقلاب عثمانی کے [illegible] انجمن اتحاد و ترقی کی [illegible] سے متعلق شذرات ہیں۔ دوسرے صفحے پر حضرت عیسیٰ کے عنوان سے [illegible] کی تصویر ہے۔ تیسرے صفحے پر قطب جنوبی کے دریافت کنندہ کی تصویریں ہیں۔ چوتھا صفحہ بھی انہی تصویروں سے پر ہے۔ یونیورسٹی [illegible] طویل نظم ہے۔ قطب جنوبی پر مقالہ علمیہ کے زیر عنوان کپتان رابرٹ اسکاٹ کے سفر کی تفصیلات ہیں۔ شذرات و افکار و حوادث ہیں۔ مطبوعات اردو پر انتقاد کے زیر عنوان تبصرہ [illegible] ہے۔ شئون عثمانیہ کا کالم ہے۔

۲۶ مارچ صفحۂ اول پر میڈیکل جہاز کی تصویر ہے۔ اندرونی صفحے میں ڈاکٹر انصاری کی زیر قیادت آل انڈیا میڈیکل مشن کی دو تصویریں ہیں۔ ایک تصویر ترک زخموں کے ساتھ ہے۔ دوسری لیفٹیننٹ ڈرنل

انورسے کے ساتھ اداریہ "اعرب" کے زیرِ عنوان ہے۔ شذرات جغرافیۂ جنگ پر ہیں۔ مذاکرہ علمیہ قطب جنوبی پر ہے۔ ایک تصویر بیسویں صدی کے ترقی یافتہ جہاز پر ہے۔ بیت پر نقادی اور ترکوں پر شقاوت کی نظمیں ہیں۔ باقی وہی ناموران غزوہ بلقان، شئون عثمانیہ اور جنگ کی تفصیلات ہیں۔

۲ اپریل صفحۂ اوّل پر اور نہ کے رہنما غازی شکری پاشا کی تصویر ہے۔ گذشتہ شمارے میں شائع شدہ شفاف کی نظم کے بے معنی ہونے پر اظہارِ تاسف۔ اس کے علاوہ پچھلے شمارے کے نکات پر اظہار افسوس ہے۔ شذرات تغیر اور شعر پر دو صفحے کے ہیں۔ اد[illegible] حدیث الغاشیہ "جاء الحق وزھق الباطل" (دو صفحے)۔ انگلستان در اصل [illegible] کے عنوان سے [illegible] ذکرہ علمیہ [illegible] علامہ شبلی نعمانی کی صدقت فاروقی کا ایک واقعہ "طویل نظم" ہے۔ [illegible] حسب [illegible] [illegible] باقی وہی [illegible] کے [illegible] تفصیلات ہیں۔

۹ اپریل [illegible] صفحۂ اوّل پر [illegible] سلطان [illegible] [illegible] تخت شاہ یونان یا مجاہد [illegible] سقوط ادرنہ اور [illegible] [illegible] [illegible] ہے۔ [illegible] ہیں۔ [illegible] مقالہ ہے۔ [illegible] موضوع پر [illegible] در بشر [illegible] [illegible] پچھلے دو شماروں کا ہے۔

۲۳ اپریل صفحۂ اوّل [illegible] دو صفحے پر جامع ملا ایڈریانوپل کی تصویر [illegible] [illegible] ندوہ سے پہلے [illegible] [illegible] تاریخ [illegible] میں سے ایک صفحہ پر [illegible] صدقت محصورین [illegible] اور [illegible] ہیں [illegible] [illegible] [illegible] محمود [illegible] کا [illegible] اور اہلال کی دو صفحے پر تصریحات۔

۳۰ اپریل جنگ کا میدان [illegible]۔ علامہ شبلی نعمانی اور مسئلہ الندوہ (طویل مقالہ)، اداریہ صدقت محصورین محاصرۂ قرآن جز قسط ۲۔ مذاکرہ علمیہ قطب جنوبی ڈاکٹر [illegible] اور موجودہ ہندوستان۔ مختلف علمی مراسلات، نیاز فتحپوری [illegible] الہ آبادی کا نظم، مسلمان لیڈروں کی خدمت میں کھلی چٹھی۔ عالم اسلامی

کی خبریں۔

۷ مئی صفحۂ اول پر مسجد قرطاجنہ کی تصویر مولانا شبلی نعمانی اور مسٹر الندوہ۔ جنگ کے احوال پر شذرات۔ "آہ! اس شب مجھے وہ صور قیامت ملا" کا معرکہ آرا مقالہ۔ اداریہ [illegible] واقعات و نتائج گزشتہ شمارے کے مستقل عنوانوں کے باقیات، شئون عثمانیہ، رمضان دمشق کے علاوہ ایک پر گمنام شاعر کے چار شعر، علمی مراسلات۔ علامہ شبلی پر بے جا الزامات کا رد۔

۱۴ مئی صفحۂ اول پر جامع سلانیک کے منبر کی تصویر۔ مولانا شبلی اور الندوہ کی تیسری قسط انصار اللہ کا قرطاس [illegible] اسلامی استفراق، [illegible] تصاویر۔

۲۱ مئی [illegible] دفاع و سقوط [illegible] علمی مراسلات۔

۲۸ مئی [illegible] کا نوحہ۔ جنگ بلقان کے نتائج پر اداریہ [illegible] دولت عثمانیہ کے بارے میں الہلال کی [illegible] علاوہ [illegible] حزب اللہ [illegible] پر خطوط۔

۴ جون صفحۂ اول پر شفاخانہ ہلال احمر کی تصویر۔ مسلمانان ہند اور انگریزی حکومت کی حکمت عملی پر اداریہ۔ بنو امیہ اور ابدال پر مقالہ خاص۔ [illegible] اور بے خانماں مہاجرین کا تذکرہ۔ شذرات بعنوان من انصاری الی اللہ، اعانہ مہاجرین عثمانیہ وغیرہ۔ مراسلات کے تحت کیا یورپ سے اسلام کی حکومت

مت جاریگی (دو صفحے کا مقالہ)

۱۱ جون صفوۃ من شاہد کی یہودی اور اس کے معروض کی تصویر۔ اس مقصد میں یک خاص مقالہ خواجہ غلام ثقلین کے قلم سے مسند میں ہے۔ شذرات کے عنوان سے کانپور کی مسجد کے انہدام پر طویل مقالہ ہے۔ حقائق و آداب میں مولوی اثر بدا کرو علمہ کا مقالہ ہے۔ مذہب و سیاست کے زیر عنوان علامہ شبلی نعمانی کی طویل نظم ہے۔ مراکش کے یک تاراج سدو بازار کی تصویر مع مضمون اور عہد فرانس کی مدد ہے۔ کارزار طرابلس، نتائج و غیرہ اور دوسرے احوال و وقائع۔

۸ جون شذرات کے تحت [illegible] شہید [illegible] اور محمود توحیت [illegible] روشنی کے [illegible] مشہور مضمون [illegible] مختلف مراسلات۔

۲۵ جون [illegible] میں پیش آمدہ حالات پر تبصرہ۔ حزب اللہ کے اعلان و مقاصد کا اعلان [illegible] کی دوسری قسط۔ [illegible] کے زیر عنوان [illegible] میدان جنگ کا [illegible] مختلف [illegible]

۲ جولائی افتتاحیہ [illegible] حزب اللہ کے [illegible] زیر عنوان نظام حکومت اسلامیہ پر [illegible] تین صفحے کا مقالہ۔ شئون عثمانیہ و وقائع و کوائف۔

۹ جولائی عثمانی فوج کی حربی تصویریں۔ مولانا [illegible] کے سوری جانے کی اطلاع۔ مسجد کانپور کے المیے پر اداریہ۔ مسجد کانپور کے سانحہ پر [illegible] کی تبصرہ۔ حزب اللہ کے [illegible] کی تیسری قسط۔ [illegible] کی تیسری [illegible] پیش آمدہ واقعات [illegible] شئون عثمانیہ۔ [illegible] بلقان نظام حکومت اسلامیہ (۲)، مغرب اقصیٰ اور دوسرے مضامین۔

۱۶ جولائی ڈاکٹر انصاری کی ترکی سے واپسی۔ مولانا محمد علی کے روزنامہ ہمدرد کا خیر مقدم۔ انبیائے کرام کے اسوہ حسنہ کے زیر عنوان اسوہ نوحی (اداریہ) علم الانسان پر مقالہ۔ مدنیت فرنگ کی داستان استبداد الجزائر سے ایک مظلوم کا خط۔ نظام حکومت اسلامیہ کی تیسری قسط۔ علامہ شبلی کی نظم، شئون عثمانیہ، مسئلہ شرقیہ

نگلستان، ترکی اور ہندوستان۔ مراسلہ لیسلسہ حلافت و کرب یا حضرت [illegible] از عبدالماجد دریابادی، عراق کی تقدیر۔

۲۳ جولائی صفحہ اول کی تصویر میں ایک ترک کے سر پر ایک بلغاری صلیب بنا رہا ہے۔ تیتر اورنہ پر شذرات کے تحت طویل معلوماتی مقالہ، مقالات کے تحت مصر، یونان، اور ترکی کی رفتار سیاست وثائق و حقائق کے تحت تفسیری سلسلہ، مذاکرہ علمیہ میں فلسفہ تشکیک۔ مراسلات میں حادثۂ مسجد کانپور کی مسئولیت از محمود احمد عباسی۔ آخر میں مہاجرین عثمانیہ کے لئے اعانہ کی تحیلی فہرست اور مکاتیب۔

۳۰ جولائی صفحہ اول پر پرنس سعید حلیم پاشا کی تصویر۔ شذرات کے تحت [illegible] کی کارروائی، حزب اللہ کے اغراض و مقاصد، چوتھی قسط فلسفہ حیات و موت۔ [illegible]

[illegible]

۶ اگست [illegible] کی [illegible] اس نے اخوان مراکش سے طنجہ میں کیا سلوک کیا۔ [illegible] قضاء مجد [illegible] مصر اور قبرص سے [illegible] [illegible] قطع و برید [illegible] کی خبریں [illegible]

[illegible]

۲۰ اگست صفحہ اول [illegible] علی احمد [illegible] زیارت سے تعزیق [illegible] خلافت و کرب یا حضرت [illegible] اور [illegible] موضوعات پر بعض دوسرے [illegible] مسجد کانپور کے متعلق [illegible] بعض مخصوص علمی مباحث بعنوان مذاکرہ علمیہ، شذرات کے تحت یورپ کیوں خاموش ہے۔ [illegible]

[illegible]

۲۷ اگست [illegible] سے واپسی [illegible] لکھنؤ کے ملک سے صفحہ اول پر [illegible] وہ مطبوعہ ہیں۔ انھوں نے سیلم پانی پتی کو ڈپٹی کمشنر لکھنؤ کی ہدایت پر ایڈیٹری سے الگ کیا ہے۔ پورے صفحے پر سازش کنندگان انقلاب عثمانی کی شخصی تصویریں۔ مسجد کانپور کے حادثے پر دو ریہ۔ عربی زبان اور علمی اصطلاحات پر سید سلیمان ندوی کا مضمون، کئی ایک علمی و سیاسی مراسلات، مرید فرنگ۔

۳ ، ۱۰ ستمبر صفحہ اول پر شوکت پاشا کے جنازے کی تصویر، مسجد کانپور کے حادثے پر شہدا کی خون آلود

کے عنوان سے اداریہ۔ شہدائے مسجد کانپور کے سلسلہ میں لکھنؤ کے جلسے کی روداد۔ سرکاری حکام کو مولانا ابوالکلام آزاد کا اس قدر خوف تھا کہ انہوں نے صوبائی گورنر سے احکام لے کر جلسے کا انعقاد روک دیا۔ عربی زبان و علمی اصطلاحات و مذاکرہ علمیہ، بعض اہم مسائل کا خلاصہ، خبر نامے، مقالات، شذرات، تاریخ اسلام کا ایک غیر معروف صفحہ۔ حبش میں ایک اسلامی حکومت۔ اداریہ نمبر ۲، قرآن کریم اور اصطلاح لفظ کفارہ، فکاہات کے زیر عنوان ۳ نظمیں۔

۱۷ ستمبر مسجد کانپور کی مجلس دفاع کے [illegible] مولانا [illegible] میر [illegible] مولوی [illegible] کے نقل [illegible] پریذیڈنٹ [illegible] مسٹر [illegible] سے رسول [illegible] فکاہات کے زیر عنوان [illegible] مسجد کانپور [illegible] خبر نامے [illegible] حکومت [illegible] کا مقالہ، مراسلات [illegible] مختصر مقالے ہیں۔

۲۴ ستمبر صفحہ اول پر مسجد مقدس کانپور کی تصویر۔ [illegible] مضمون الہلال پریس سے دو ہزار کی ضمانت طلبی [illegible] ریاست [illegible] اداریہ [illegible] پہلی قسط۔ مسجد کانپور کے حادثے پر دو تصویریں [illegible] ایک تصویر [illegible] ہے جس میں مسجد کے حجرہ میں [illegible] گرفتار کیا گیا۔ دوسری صفحہ اول کی تصویر ہے۔ [illegible] کے تحت [illegible] حکومت [illegible] میں بحث۔ وقائع و حقائق کے تحت [illegible] کا آغاز۔ مولانا شبلی کی دو نظمیں [illegible] حسرت موہانی کے قلم سے حزب اللہ پر ایک طویل مراسلہ۔ خطوط و مکاتیب۔

یکم اکتوبر صفحہ اول پر [illegible] کا اندرونی منظر۔ اسی سلسلے کی تصویروں کے دو صفحے، ایک تصویر مسجد کانپور کے صحن پر خون کے دھبوں کی ہے۔ دوسری مسجد کے سلسلے میں قید ہونے والوں کے اس بارے میں مراسلات و مقالات۔ شذرات کے تحت مسٹر [illegible] لکھنؤ کی روداد، مسجد کانپور کے سلسلے میں بعض واقعات کی تصدیق و توضیح، الہلال کی ضمانت پر ساڑھے تین صفحے کا اداریہ۔ علامہ شبلی نعمانی کی نظم اور خطوط پر دو صفحے کی بحث۔ رفتار ریاست، الہلال پریس کی ضمانت اداریہ۔

۸ اکتوبر صفحہ اول پر بیس بچوں کی تصویر جنہیں مسجد کانپور کے سلسلے میں گرفتار کیا گیا۔ اس کے علاوہ دو صفحوں پر چار تصویریں۔ ایک تصویر مسجد کے محراب کی ہے جس پر خون کے چھینٹے نظر

آ رہے ہیں دوسری منہدم کی ہوئی دیوار کی ہے۔ شذرات میں سرکاری مسلمانوں کی داغدار سیرت کا اجمالی تجزیہ۔ مجلس دفاع مطابع و جرائد کی روداد کے علاوہ افکار و حوادث، مسلم گزٹ لکھنؤ کی داستان اور اسلام میں مسجد کی دینی اہمیت (اداریہ)۔ احرار قوم کے عنوان سے مولانا شبلی نعمانی کی نظم ہے۔ دعوت الہلال پر بحث سے مراسلات گزشتہ سلسلہ وابستہ مضامین کے باقیات۔

۱۵ اکتوبر گزشتہ مباحث و مسائل کے علاوہ قصص القرآن کی دوسری قسط۔ دیگر گزشتہ سے پیوستہ۔ مذکورہ عنوان کے تحت عربی زبان اور علمی اصطلاحات۔ فتنۂ عثمان پر ایک طویل اداریہ۔ صفحۂ اول پر ایک آٹھ سالہ بچے کی تصویر جو مسجد کانپور کے سانحہ میں زخمی ہو گیا۔ حادثۂ مسجد کانپور۔ کلکتہ کے جلسہ منعقدہ ۲ ... کی روداد۔ علامہ شبلی کی نظم ... کے عنوان سے نظم، سانحۂ مسجد کانپور۔

۲۲ اکتوبر حادثۂ مسجد کانپور کے سلسلے میں پریس ایکٹ کے تحت ... شذرات ... یہ عنوان مسجد کانپور کے سلسلے میں۔ عنوان گزشتہ ... دو حصے کا مضمون۔ ۲ جولائی ۱۹۱۳ء سے ۲ اکتوبر تک کی سرگزشت۔ لارڈ ہارڈنگ وائسرائے ہند کے اعلان کا خیر مقدم۔ اس کے علاوہ اخبار سیاست، افکار و حوادث، تقریظ ... مساجد کی حیثیت دینی۔ شئون مشرقیہ عالم اسلامی، بریدِ فرنگ، فن مکالمت، عبدالماجد دریابادی کا سلسلہ وار مضمون ... خط در جواب الہلال کا جواب۔

۲۹ اکتوبر پورے صفحے پر لارڈ ہارڈنگ کی تصویر۔ مسجد کانپور کے سلسلے میں ۱۴ اکتوبر کے جلسے کی روداد۔ مولانا ندوی کی تقریر کے دو حصے، شذرات کے تحت گرفتار شدگان کی رہائی بسلسلہ مسجد کانپور، رفتار سیاست، افکار و حوادث وغیرہ کے مستقل عنوان۔ اسلام میں مساجد کی حیثیت (اداریہ)، آئرلینڈ ہوم رول کی دوسری قسط۔ فن مکالمت کے مضمون کا دوسرا حصہ۔ نظام دکن کی طرف سے علامہ شبلی نعمانی کے ماہانہ وظیفے میں دو سو روپے کا اضافہ۔ مجلس دفاع مطابع و جرائد سے متعلق بشیر قدوائی بیرسٹر کا مراسلہ۔ شبلی نعمانی اور ظفر نصیر آبادی کی نظمیں، الہلال اور پریس ایکٹ سے متعلق خطوط۔

۵ نومبر صفحہ اول پر مجلس دفاع ملی قسطنطنیہ کے اجلاس کی تصویر۔ شروع میں مسجد کانپور سے متعلق ۱۴ اکتوبر کے جلسے کی روداد کا دوسرا حصہ۔ سید سلیمان ندوی کی تقریر۔ ان کے علاوہ بعض دوسرے احباب کی تقریریں۔ علامہ شبلی نعمانی، نیاز فتحپوری اور وحشت کی نظمیں، افکار و حوادث۔ گزشتہ سے پیوستہ مضامین و اداریہ بریدِ فرنگ، مسئلہ عثمان، مسجد کانپور کی مصالحت کے خطوط، مطبوعات جدیدہ پر تبصرہ، حکومت بلغاریہ اور دولت

عثمانیہ میں شروط صلح۔

۱۲ نومبر یوم الحج اور حزب اللہ کے عنوان سے ایک طویل مقالہ، منیٰ کی تصویر کے نیچے معرکہ آرا طویل تحریری خطبہ، سیرتِ نبویؐ پر ایک نہایت مفید مقالہ، قتلِ نفس سے متعلق قرآن پاک کے احکام، داخلی امور اور خارجی واقعات کی تنقیحات۔ صفحہ اوّل پر سلطان تیمور دانی عمان کی تصویر، مسجد کانپور کے بارے میں نقد و نظر پر مشتمل بعض خطوط، اخبار و حوادث، شئونِ عثمانیہ، برید فرنگ، متفرقات تصاویر۔

۲۶ نومبر جنوبی افریقہ پر معلوماتی مقالہ اور [illegible] تاریخ [illegible] تجربات، قتل سود بعد از جنگ، جنگ [illegible] تعلق [illegible] زیرِ عنوان مقامات، برید فرنگ، شئونِ عثمانیہ۔

۳ دسمبر [illegible] کی تصویر [illegible] جو جنوبی افریقہ کے [illegible] سے قیادت کر رہے ہیں۔ پورے [illegible] میں جنوبی افریقہ کا [illegible] میں اندرونی [illegible] ہوئے ہیں۔ [illegible] کے تحت بعنوان [illegible] کی اطاعت [illegible] خیال۔ ایک دوسرا مضمون [illegible] جو دھیانی مسلمانوں کی اس روش پر لکھا گیا ہے۔ انہوں نے اس [illegible] میں [illegible] چھوڑ دی [illegible] نے قربانی کی سبیت [illegible] قربانی سنت ہے۔ یہ مضمون نہایت درجہ دلچسپ ہے۔ ایک دوسری تصویر [illegible] ہے اس [illegible] میں انہیں ایک لاکھ بیس ہزار کا نوبل پرائز دیا گیا تھا۔ حزب اللہ پر [illegible] کی آخری قسط ہے۔ اس کے علاوہ باقی مضامین مسلسل مندرجات کی اقساط ہیں۔

۱۰ دسمبر ابتدا جنوبی افریقہ کے احوال [illegible] کا صفحہ، عشرہ محرم [illegible] پر طویل مقالہ۔ انڈین نیشنل کانگرس کراچی کے اجلاس پر [illegible] تبصرہ۔ محمڈن ایجوکیشنل کانگرس آگرہ کے اجلاس پر [illegible] تبصرہ۔ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کے خبرنامے کا جائزہ۔ مسلم لیگ کے زیرِ عنوان ایک صفحے کا مضمون، آخری فقرہ ہے کب تک بدبخت مسلمانوں کا پالیٹکس سر آغا خان یا سید امیر علی کے بت پرست کا نام ہوگا: مسئلہ شرقیہ شئونِ عثمانیہ اور برید فرنگ کے علاوہ خطبِ عظیم کے عنوان سے مولانا شبلی کی نظم ہے۔ تنازع البقا پر ایک پر مغز مقالہ، مذاکرہ علمیہ کے تحت مذہب شوپنہار کا ایک ڈیڑھ صفحات کا مضمون

پہلا مضمون جنوبی افریقہ پر۔ آخر میں ہفتہ کے عنوان سے شذرات کے تحت روداد البلاغ

۱۷ دسمبر — بعض دوسرے وقتی مسائل پر قلم کی نوک جھونک۔ اداریے کے تحت یونان اور ترکی کے صلح نامے کا متن اور اس پر تبصرہ۔ مذکرات علمیہ میں مذہب نشو و ارتقا پر ڈاکٹر رسل ویلیس کے مضمون کا ترجمہ (قسط دوم) ایک صفحہ اصطلاحات علمیہ کا۔ آخر میں البصائر کے تحت ادارہ سیرت نبوی پر حکیم غلام غوث سکنہ بہاولپور کا مضمون۔ علمی اصطلاحات ترتیب ہوم رول بل۔

البلاغ

۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء تا ۳۱ مارچ ۱۹۱۶ء

۱۲ نومبر — [illegible] قرآن پر سلسلے ترجمے کا اعلان۔ نوادر تاریخی زمن [illegible] [illegible] مہینے میں دو بار اشاعت کا اعلان ضخامت دوگنی، قیمت [illegible] [illegible] تمہیدی [illegible] صفحے۔ [illegible] سورہ [illegible] صفحے [illegible] کے تحت جنگ کا اثر اخلاق پر مقالات [illegible] مضمون [illegible] علمیہ [illegible] حقیقت [illegible] آثار عتیقہ [illegible] اسلامی عمارت [illegible] کے علاوہ البیان فی مقاصد القرآن کی اشاعت کا اعلان۔

۲۶ نومبر — [illegible] کا تذکرہ [illegible] البلاغ [illegible] صفحے، شہادت حسین علیہ السلام پر [illegible] تقریر۔ حادثہ [illegible] کربلا [illegible] اسلام اور فلسفہ احتساب [illegible] تفسیر کے علاوہ مولانا حسرت موہانی کی غزل سے

سب ہو گئے چپ بس ایک حسرت
گویا ہیں ابو الکلام آزاد

تاریخ کے تحت مسلسل تذکرہ طوفان نوح، آثار عتیقہ بیجاپور، عروج اسلامیہ اور تجارت۔ بصائر و حکم کے تحت جنگ کا اثر اخلاق پر (دوسری قسط)

۱۰ دسمبر — عہد انوار انتظار کے تحت سرگزشت اجلال احرار اسلام کے تحت تفسیر سورہ فاتحہ کا صفحہ بصائر و حکم

کے تحت "جنگ و صلح"۔ تاریخ امتِ مسلمہ (تیسری قسط)، اسیرانِ جنگ (مقالہ)۔

۱۷ دسمبر عہدِ انتزاع و انتشار کی دوسری قسط۔ اسیرانِ جنگ کی دوسری قسط۔ مولانا شبلی کی حیاتِ علمی و ادبی پر ایک سرسری نظر۔ مولانا کی ایک تقریر فلسفۂ اجتماع و جنگ۔ تاریخ امتِ مسلمہ (چوتھی قسط)۔ الحرب فی الاسلام۔ تاریخ معتزلہ کا ایک صفحہ۔ فلسفۂ اجتماع اور جنگ (خطوط)، مراسلات۔

۱۴ جنوری اسلام کے بانی عمدہ [illegible] شائع ہونے کا اعلان۔ ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [illegible] [illegible]۔ [illegible] [illegible] جنگ اور مطالعہ علم النفس۔ [illegible] اسوۂ محمدی۔ حکومت شوریٰ [illegible]۔ تاریخ [illegible] کا ایک ورق [illegible] [illegible] کانفرنس۔ مولانا کا [illegible] [illegible] کے نام خط اور اس کا جواب۔ الحرب فی الاسلام۔

۲۸ جنوری، ۴ فروری [illegible] الفن [illegible] [illegible] رشید کے دربار [illegible] قرآن [illegible] [illegible] عسکریہ [illegible] قرآن حکیم۔ الحرب فی الاسلام۔ [illegible] یافتگان عہدِ نبوت کا اسوۂ حسنہ۔

۱۱ فروری اسلام اور [illegible]۔ سید سلیمان ندوی کا طویل مقالہ دعوۃ الی القرآن، مسئلہ خلق قرآن سے متعلق [illegible] کی [illegible]۔ احتساب در اسلام۔ اسلام اور تربیت عسکری۔ باب التقنید بر بید فرنگ۔

۱۸ فروری [illegible] و حوادث۔ مجوزہ شیعہ کالج کے [illegible] [illegible] اللہ [illegible] علیہ [illegible] فرنگ۔ مسئلہ خلق قرآن [illegible]۔ باب تفسیر [illegible] معاشرت اور [illegible] سید سلیمان ندوی، نکار و حوادث۔

۲۵ فروری مجوزہ شیعہ کالج۔ اختلاف اور وجوہ اختلاف [illegible] کا مضمون، شئون اسلامیہ کے تحت [illegible] [illegible] تفسیر سورۂ والتین، باب تفسیر سلیمان فارسی کا اسوۂ حسنہ از عبد السلام ندوی، مطبوعات جدیدہ۔

۱۰ مارچ مجوزہ شیعہ کالج سے متعلق آخری قسط۔ افسانۂ ہجر و وصال، باب التقنید الحق والباطل، مذاکرہ علمیہ اختلاف [illegible]۔ خواطر فی الاسلام۔ شئون اسلامیہ جامع ازہر از سید سلیمان ندوی، گزشتہ سے پیوستہ مضامین۔

۱۷۔۲۴ مارچ گورنمنٹ بنگال کے حکم جلاوطنی پر انجمن خیال۔ افکار و حوادث۔ مذاکرہ علمیہ۔ مدارس اسلامیہ افسانۂ ذلت یا مسلم یونیورسٹی، مرزا غالب کا غیر مطبوعہ قصیدہ در تہنیت والی رام پور، باب التقریظ گزشتہ سے پیوستہ مضامین (البلاغ کے تمام شماروں کے صفحہ اوّل پر ترجمان القرآن کا اشتہار بالالتزام چھپتا رہا)

الہلال سنہ ۱۹۱۴ء

۷۔۱۴ جنوری صفحۂ اوّل پر بیگم صاحبہ بھوپال کی تصویر، حقیقی شہنشاہی۔ الہلال کی اردو النفاست۔ آگرہ کی مغیثہ میں جنگ میں، مسلمانوں پر مقدمہ، افکار و حوادث، مذہب اسلام کی مذاکرہ علمیہ، اتحاد شیعہ و سنت، زیر ردیف مقدمہ، سلامت۔ گلستان میں تبلیغ اسلام اور مکتوب آستانہ علیہ۔ بستر مرگ پر ایک نظر، داعی دین، ابراہیم رحمت اللہ کا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں صدارتی خطبہ۔

۲۱ جنوری صفحۂ اوّل پر شاہ جہاں کی تصویر، آثار ہند کے عنوان سے صفحۂ اوّل کی تصویر کے علاوہ ممتاز محل اور تاج محل کی تصویر۔ جنوبی افریقہ کے اخوان رشید کی شہادت پر تین صفحے کا اداریہ اور ان کی خدمات کا اعتراف۔ شمارہ اول کے اداریہ کی دوسری قسط، ندوۃ العلما (قسط اوّل)، مسقط سے مراسلات۔ تمدنی شئون عثمانیہ۔ مرید فرنگ۔ سر ابراہیم رحمت اللہ کی مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں صدارتی تقریر کا دوسرا حصہ۔

۲۸ جنوری جنوبی افریقہ کے حوادث و کوائف۔ حادثہ زمیندار پریس (ضمیمہ ۲ صفحے)، ندوۃ العلما (قسط نمبر ۲)، مسقط (قسط نمبر ۲) مراسلات۔ افتراء حیات عثمانیہ۔ جزائر فلپائن معاہدہ شیخ الاسلام فلپائن کی تصویر۔ مذاکرہ علمیہ (آثار عرب)، مرید فرنگ مراسلات۔ سید جمال الدین افغانی اور حضرت مفتی محمد عبدہٗ کی تصاویر۔

۴ فروری صفحۂ اوّل پر سر ابراہیم رحمت اللہ کی تصویر۔ تذکرہ، اسلامی خبروں کا خلاصہ، افکار و حوادث دعوت الی الحق و داعی الی الحق (اداریہ)، ندوۃ العلما (قسط نمبر ۳، ۱۹۱۵ء کی موتمر اسلام)۔ شئون عثمانیہ۔ مذاکرہ علمیہ (آثار عرب)، آثار عتیقہ۔ بابل سے متعلق مقالہ مع تصاویر، ابراہیم رحمت اللہ

کی صدارتی تقریر (تیسری قسط)

۱۱ فروری
اہم عالمی خبروں کا خلاصہ۔ زمیندار پریس کی ضبطی پر برٹش پارلیمنٹ کے بعض ارکان کی ہمدردی، مولانا ظفر علی خاں لندن میں۔ ۱۹۱۰ء کی موتمر سنہ ندوۃ العلماء (قسط ۴) علوم القرآن (از سید سلیمان ندوی)، مذاکرۂ علمیہ (آثار عرب، رمض مقدس۔ اتحاد شیعہ و سنی۔ معارف تربیہ شئون عثمانیہ جرمنی جنگ سش۔ کارزار طرابلس مع تصاویر، دختر جنگ کے اسباب۔ اخوان الصفا دارالمصنفین کی اسکیم کے متعلق مولانا شبلی کے خیالات، عالمی خبروں کا مجموعہ [illegible]

۱۸ فروری
نگار و حوادث زمیندار پریس کی ضبطی پر، مذاکرۂ علمیہ آثار عرب کا پہلا حصہ [illegible] آثار عتیقہ [illegible] شئون عثمانیہ [illegible] کی تصویر، علوم القرآن [illegible]

۲۵ فروری
عالمی خبروں کا خلاصہ، شذرات، مذاکرۂ علمیہ [illegible] علوم القرآن، کارزار طرابلس [illegible] شئون عثمانیہ [illegible] آثار عتیقہ ندوہ [illegible] مراسلات [illegible] البانیہ کی [illegible] سلطنت [illegible] ہوگا،

۴، ۱۱ مارچ
ندوہ کے طلبہ کی اسٹرائک۔ مسجد [illegible] کا حادثہ [illegible] (قسط نمبر ۵) شذرات [illegible] ہوگئی [illegible] آثار عتیقہ بعلبک، مذاکرۂ علمیہ ایام کی حقیقت [illegible] اسلامی حقیقۃ الصلوٰۃ [illegible] تمدن [illegible] تصویر [illegible] کے نتیجے [illegible] اسلام کا مراسلہ۔

۱۸ مارچ
ندوہ کے طلبہ کی اسٹرائک [illegible] تحریک کی انتہائی تخریب، مسئلہ قیام البلقان [illegible] ندوۃ العلماء (قسط ۶) حقیقۃ الصلوٰۃ، آثار عتیقہ گزشتہ سے پیوستہ، عالم اسلامی، مراسلات، مکتوب لندن۔

۲۵ مارچ
کلکتے کی ایک مسجد کی تصویر اور اس پر ایک نوٹ کہ اس مسجد کو دیگر مساجد و مقابر کے ساتھ پولیس کمشنر کلکتہ نے خرید لیا اور خطرہ میں ہے۔ دارالعلوم ندوہ کی سٹرائک کا مسئلہ۔ قیام البلقان کا آخری فیصلہ (دو ہزار خریداروں کے حصول کی خواہش، ندوۃ العلماء (قسط نمبر ۷) حقیقۃ الصلوٰۃ۔ کارزار طرابلس شئون عثمانیہ مراسلات مذاکرۂ علمیہ، ندوۃ العلماء کے متعلق خطوط (تین صفحے) گزشتہ سے پیوستہ مضامین۔ تبصرۂ کتب۔

یکم اپریل | دہلی ڈیپوٹیشن (مقالہ)، لشکر پور کی مسجد کا مسئلہ۔ ندوۃ العلماء، شئون عثمانیہ۔ کارزار طرابلس، شیخ سنوسی و طریقۂ سنوسیہ۔ ہوائی جنگ۔ آثار عتیقہ مصر۔ مراسلات۔

۸ اپریل | چین کے دار الحکومت پیکن میں مکتب رشیدیہ کی تاسیس و تصویر۔ مسئلہ بقاء و اصلاح ندوہ، نظامت ندوۃ العلماء۔ مذاکرۂ علمیہ و ابتدائی تعلیم المشرق الاقصیٰ اور دعوت اسلام شیخ سنوسی اور طریقۂ سنوسیہ اشمالی افریقہ کا سر مخفی، المشرق الاقصیٰ و دعوت اسلام۔ مراسلات۔

۱۵ اپریل | ندوۃ العلماء کے متعلق [illegible] کے [illegible] ندوہ کے متعلق مختلف مضامین۔ نفس انسانی [illegible] اور حیات اسلامی [illegible] [illegible] سنوسی [illegible] تصویر [illegible]۔

۲۹ اپریل | ندوہ سے متعلق [illegible] سے مختلف مضمون۔ عالم اسلامی کے تحت [illegible] تعلیم سے متعلق [illegible] متعلق [illegible] مراسلات۔

۶ مئی | ندوہ [illegible] کی حمایت [illegible] کے متعلق [illegible] اور قدیم [illegible] سنوسی [illegible] سنوسیہ [illegible] مسئلہ قیام [illegible] [illegible] الحریت فی الاسلام۔

۱۳، ۲۰ مئی | مسئلہ قیام الہلال [illegible] کو منتقل ہوا اس پر تبصرہ۔ مکتوب سندھ [illegible] [illegible] واقعہ ایلارہ، انکار حدیث و [illegible] مستشرقین، مکتوب آستانہ عالیہ الحریت فی الاسلام، مسئلہ [illegible] و بقاء ندوہ۔ اسی کے جلسے کی روداد [illegible] بلقان کے بعد مسئلہ [illegible] آثار عتیقہ مصر، فلسطین و عراق کے [illegible]، مسئلہ قیام الہلال [illegible] مراسلات۔ مختلف کوائف و وقائع۔

۲۷ مئی | مسئلہ قیام الہلال۔ اسعد پاشا کی البانیہ میں گرفتاری اور جلاوطنی۔ البانیہ میں مسلمانوں پر مظالم۔ مسئلہ مساجد و قبور شکر پور مع تصاویر۔ مذاکرۂ علمیہ حدیث، تفسیر اور سیرت کی ایک مشترک بحث مسئلہ بقاء و اصلاح ندوہ، تاریخ الکیمیا۔ بریڈ فرنگ۔ سٹرہ کا معرکہ۔

۳ جون | مسلمانان ہند اور دولت عثمانیہ کی جنگی اعانت کے زیرعنوان "ہندو پیٹریٹ" کے جواب میں

اداریہ۔ مسئلہ مساجد وقبور لنکر پور، حدیث، تفسیر اور سیرت گزشتہ سے پیوستہ۔ فلسفہ ابدیات کا ایک سرسری مطالعہ، ترکی در تعلیم وحریت نسواں۔ ایک ایڈیٹر اور وزیر فرانس کی نزاع (روزنامہ فگارو پیرس کے ایڈیٹر کو فرانس کے وزیر مال کی بیوی نے اس کے دفتر میں جاکر ریوالور سے ہلاک کر دیا تھا) برید فرنگ کے تحت اس سانحے کی باتصویر روداد۔ علمی خبریں۔

۱۰ر جون — الاسبوع کے عنوان سے عالمی خبروں کی تلخیصات۔ لنکر پور کی مساجد ومقابر کے سلسلے میں ٹاؤن ہال کا مجوزہ جلسہ۔ ایک یورپین لیڈی اور جنوبی عرب کی سیاست، ندوۃ العلماء، ذخائر برکیونر شئون عثمانیہ۔ مسقط، عمان، یمن، حضرموت کے حول وحوالت، عالم اسلامی، غربی ہند میں [illegible] کا انتظامی [illegible] سیاحت، علمی خبریں۔

۱۷ر جون — [illegible] گزشتہ [illegible] ولیؔ ندوہ [illegible] ابیات [illegible] متعلق بعض [illegible] ایک غیر مطبوعہ قصیدہ ۵۰ صفحے، گزشتہ سے پیوستہ [illegible] عیسائی مذہب، تصویری مقالہ، شئون عثمانیہ، برید فرنگ، علمی خبریں۔

۲۴ر جون — [illegible] ربانی [illegible] زیر عنوان طویل اداریہ باب التفسیر کے [illegible] اختلاف [illegible] رباعیات عمر خیام کے امریکن ایڈیشن پر پورے تین صفحے کا تبصرہ [illegible] باتصویر [illegible] شبلی [illegible] جہانگیری [illegible] شئون عثمانیہ، برید فرنگ، ۱۰ مئی کا جلسہ دہلی (از حکیم اجمل خان)۔

یکم جولائی — [illegible] کی تصویر [illegible] پرنس سعید حلیم پاشا [illegible] دولت عثمانیہ کی تصویر، پانچ بیں ستمبر کا مانی میں اداریہ، مرزا غالب کی غیر مطبوعہ غزل ؎

ڈرتا ہوں آئینے سے کہ مردم گزیدہ ہوں

نیاز فتح پوری کی نظم التجائے پروانہ (ان الحکم الا للّٰہ) خطاب اول۔ زمیندار کی ضمانت اور ضبطی پر چیف کورٹ لاہور کی نامنظوری۔ اختلاف الوان (تفسیر، علم نباتات اور حیوانات)، رباعیات عمر خیام کے امریکن ایڈیشن پر تبصرہ۔ کینیڈا میں ہندوستانیوں کی حالت زار۔ (باتصویر)، ۱۰ مئی کا جلسہ دہلی بابت ندوہ (از حکیم اجمل خان)۔

۸ جولائی کراچی میں عظیم نامی فلم پر مسلمانوں کا اضطراب۔ بابو گنگا پرشاد ایڈیٹر ہندوستان کی رحلت۔ اعلان جماعت حزب اللہ۔ الہلال کی پانچویں ششماہی (اداریہ)۔ الفاظ القرآن (سید سلیمان ندوی)، عالم نباتات و حیوانات، برید فرنگ (انگلستان کے حقوق طلبوں کی داستان)، اسوۂ حسنہ پورے صفحے کی نظم (شاعر کا نام درج نہیں)، ہوائی ریل۔ مراسلات۔

۱۵ جولائی الاسبوع (مختلف خبریں)، مسئلہ قیام الہلال (پہلی منزل) (سواد و صفحے)، مشہد اکبر (مسجد کانپور کی تعمیر جدید) اولیاء اللہ و اولیاء الشیطان (اداریہ)، تفسیر القرآن کا ایک باب، ٹائی ٹینک کا عبرتی حادثہ، ریڈیم اور اس کے اثرات۔ تحقیقات علمی (حیوانات، حیوانات میں کی بے ہیئتی کو بیٹھا سنے کا کارخانہ)۔ باب التفسیر۔

۲۲ جولائی ایشیائی باشندوں کا حق، مسئلہ قیام الہلال، مسجد کانپور ندوہ، مسجد کانپور اولیاء اللہ و اولیاء الشیطان، ... اسلامیہ، ... حق، باب الفکر، مکتوبات، ... جرس اور علما الکلمات کی قدر دانی ... صاحب مرحوم کا ... مطبوعہ کلام ہے

فقیر غالب مسکین کا ہے کہیں تکیہ

آخر ... صوبہ سرحد ... کی ... تار ... دو سے عثمانیہ کا مستقبل۔ تصویر ... تصویر مسجد کانپور ... اسلامیہ ندوہ۔ رمضان مبارک

۲۹ جولائی پر تین صفحے کا مقالہ۔ بخارا میں دعوت ... حزب اللہ (مقاصد)، لسانیات و اختراع و آرمیں ثابت ... اور ... الارض، خورد بینی (دور بین)، روح اور اس کا مسکن۔ احتساب اور اسلام حوادث و سوانح۔ الاحتساب فی الاسلام، ... عبدالسلام ندوی، وقائع و کوائف۔

۵ اگست جنگ چھڑنے کا ... باب ... قرآن۔ احتساب اور اسلام (دوسری قسط)، روح نباتات اور حساس ... (مع تصاویر) قطب جنوبی کی مہم (مع تصاویر) ندوہ کا جدید دستور العمل الاحتساب فی الاسلام (قسط ۲) گزشتہ سے پیوستہ مضامین۔

۱۲ اگست جنگ کے پیش نظر الہلال کے روزانہ ضمیمہ کی اشاعت۔ ہفتہ جنگ (دو صفحے)، مادہ مقدس، سیلۃ المقدس، باب التفسیر حصار وحکم۔ گزشتہ سے پیوستہ مضامین۔

۱۹-۲۶ اگست جنگ پر الطامۃ الکبریٰ کے تحت اداریہ۔ تربیت اطفال۔ یورپ کی تاریخ تعصب

پر ایک نظر، روح دوراں کا مسکن، مذاکرہ علمیہ، جرمنی کے بحری قوی کا ایک منظومی، باتصویر شریک جنگ ممالک کے سربراہوں کی تصاویر، انگلستان کے قوی بحریہ، گزشتہ سے پیوستہ مضامین۔

۲؍ستمبر جرمنی کے ہاتھوں سقوط بلجیم و تفصیلات، معاہدہ پیرس کے قریبی آثار، الحرب فی الاسلام داداریہ، بحر شمالی برطانیہ، جرمنی، فرانس، دولت عثمانیہ، امریکہ، جاپان، اٹلی، آسٹریا کے جنگی جہازوں کا جائزہ اور موازنہ۔ موجودہ فن صحافت، امام غزالی، جنگ کی سبقت، شراب کا اثر حیوانات پر، جرمنی دیوان، ایڈیٹر الہلال مصر کی رحلت، دمار جنگ یورپ مع تصاویر۔

۹؍ستمبر سطح [illegible] مختار جنگ کا نقشہ [illegible] کے تحت [illegible] نقشہ، پورا [illegible] جنگ [illegible] تصاویر پر مشتمل ہے۔

۱۶؍ستمبر [illegible] ہفتہ اول، [illegible] تخمینات مع تصاویر، ادبیہ، اغراض [illegible] مقالات۔

۲۳؍ستمبر [illegible] مقالہ، ہفتہ جنگ، اخبار و حوادث [illegible] جنگ کے متعلق [illegible] جنگ اور عورتیں کی [illegible] متعلق تفصیلات و کیفیات، [illegible] حالات آغاز جنگ کا شعلہ اول،

۳۰؍ستمبر [illegible] تصاویر [illegible] دو صفحے، ہفتہ جنگ، اخبار و حوادث [illegible] ہندوستان [illegible] یورپ کا نیا نقشہ جو تیار ہو رہا ہے (مقالہ)، [illegible] مراسلات و مذاکرات

۷؍اکتوبر جرمنی اور یورپ [illegible] جرمنی اور برطانیہ کے عسکری سواروں کا تقابل، پابندی عہد اور [illegible] ادبیہ، [illegible] مقالہ [illegible] بعض اہم تصویریں، چار صفحے، ہفتہ جنگ، ۵ صفحے، ماہر [illegible] ایجنسی کی تاریخ تاسیس و اشاعت جنگ کی مزید تصویریں، چار صفحے، بحری سرنگیں اور دوسرے جنگی حقائق۔

۱۴؍اکتوبر برطانیہ کی جنگی [illegible] ہندوستانی مددگاروں کی تصاویر، چار صفحے، بیگم بھوپال، نواب رامپور، نظام حیدرآباد، مہاراجہ میسور، مہاراجہ بڑودہ، مہاراجہ بیکانیر، مہاراجہ گوالیار، ٹھاکر صاحب

گنڈل، مہاراجہ جے پور، مہاراجہ کوٹہ، مہاراجہ جموں و کشمیر، نواب ٹونک، مہاراجہ دتیا، مہاراجہ پٹیالہ کی دی س کے علاوہ جرمنی قیدیوں کی کلکتے میں آمد اور دوسری تصویریں۔ سقوط بلجیم۔ کامانگاٹا مارو کے مسافروں کی گرفتاری کے مقام بج بج کی تصویر۔ شاہ رومانیہ کی وفات۔ ورود مقدس دہم ذی الحج، پابندی عہد اور اسلام جنگ کی قوت محرکہ فلسفہ کے تحت "حرب" تار بیڈو، جنگ کے متعلق موضوعی خبریں۔ پیشانی کے نیچے غازی انور پاشا کی تصویر۔ تار پیڈو، مذاکرہ علمیہ، جرمنی کی ترقی کا راز، علمی مراسلات۔

۲۸ اکتوبر الہلال کے روایتی سرورق کی تبدیلی آرٹ پیپر، [illegible] (مقالہ)، مولانا ظفر علی خان کی مزاجاً [illegible] کے عنوان سے [illegible] تصویر کے چھ صفحے [illegible] امداد دینے والے [illegible] دو نوابوں کی تصاویر، جنگ کے میدان سے مختلف [illegible] صفحے سے [illegible] فاتح وہیگیرکا مینازومقا [illegible] جرمنی خاتون کا [illegible]

۱۱ نومبر [illegible] افواج کا خدمات مقدسہ میں معاہدہ [illegible] ہندوستان اور یورپ [illegible] جنگ کے اشخاص و وقائع کی تصاویر دیا صفحے اشئون اسلامیہ۔

۱۸ نومبر فاتح افواج کا داخلہ ممالک مقبوضہ [illegible] بجانب اسلامیہ [illegible] بنگال [illegible] پانچ صفحے، تصاویر جنگ۔ حادثہ [illegible] کے عنوان [illegible] شبلی نعمانی کے انتقال کی خبر اور سیاہ حاشیہ [illegible] تصاویر [illegible] صفحہ شئون اسلامیہ [illegible] الہلال پریس کی ضبطی ضمانت چونکہ ۱۶ نومبر کو دو ہزار کی پہلی ضمانت ضبط کی گئی، اس کے [illegible] کے شمارے بھی ضبط کیے گئے۔

الہلال سنہ ۱۹۲۷ء

۱۰ جون ۱۹۲۷ء کا الہلال نصف ٹائپ، تسخ، اور نصف لیتھو (نستعلیق) میں شائع ہونے لگا۔

سرورق کی تصویر ختم کر دی گئی، صرف لفظ ہلال طبع ہونے لگا۔

اداریہ آغاز، فتوحِ شام کی سریانی تاریخ، درہ آب کی سرگزشت، تاج کے بیٹے دو جرمن عورتوں کی محنتی جنگ "حسن، عشق اور تاج و تخت"، اندونیہ کا تخت شاہی ایک فتنہ گر حسن کے رحم پر۔ آثار عتیقہ اندلس میں اسلامی تمدن کا آخری نقش قدم، شام کی حرکت استقلالی، دہ تخت دار پہ کھینچے ہوئے احرار کی تصویریں، دار انیشنزم مرغی پہلے پیدا ہوئی یا انڈا؟ مومن اور منکر ایک دلچسپ مکالمہ، اچھی مجلسیں، بعض مشہور آدمیوں کے لطیفے، مکتوب انگورہ، مکتوب مصر، فلسطین کی تبیغی، خانگی زندگی و غیرہ۔

۲۴ جون ۱۳۴۵ھ

[illegible] اعلان کا تیسرا دور [illegible] ادبیات کے تحت [illegible] مطبوعات جدیدہ [illegible] شام کی حرکت [illegible] مکتوب فرانس، مکتوب جاپان [illegible] مطبوعات [illegible]۔

اور ۸ جولائی

[illegible] کے متعلق پنجاب ہائی کورٹ کے فیصلے پر مولانا کا مدلل بیان [illegible] تحقیق و تفحص [illegible] ادبیات کا مقیاس میزان، فرانسیسی اور معزمی کی [illegible] مکتوب [illegible] اندلس پر ایک نظر [illegible]، مکتوب قسطنطنیہ، مکتوب [illegible]، مکتوب شام، مکتوب مصر، [illegible] مکتوب فرانس، [illegible]۔

۱۵ جولائی

اردو [illegible] طباعت پر [illegible]، ایک انگریز خاتون جو شام میں مسلمان ہوگئی۔ وکٹر ہیوگو کے [illegible] محبت اور قربانی کا ترجمہ، تذکرہ علمیہ [illegible] انسانی عمر کی درازی [illegible] شباب انسانیت موت کے دروازے پر [illegible]، مکتوب چین، مکتوب قسطنطنیہ [illegible] کی داستان۔

۲۲ جولائی

ازمنہ وسطیٰ میں عربی طبابت، انسانی عمر کی درازی پر ڈاکٹر نوف اور مسٹر چرچل کا مکالمہ، مکتوب لندن، مکتوب فرانس، مکتوب مصر، مکتوب شام، علم آثار مصر، بیرونی ارض کے تحت تیونس اور [illegible] سے متعلق تاثرات، گزشتہ سے پیوستہ مضامین، انسانیت موت کے دروازے پر، امام حسین، محبت اور قربانی، وکٹر ہیوگو۔

۲۹ جولائی علم الآثار مصر، انقلاب فرانس کے ارکان ثلاثہ، والٹیر، کیا نپولین مسلمان ہوگیا تھا؟ ایک تاریخی بحث، پان یورپین تحریک اور امن عالم، تین ہزار سال پہلے کی شاعری، مکتوب امریکہ، مکتوب انگورہ، گزشتہ سے پیوستہ مضامین، انسانیت موت کے دروازے پر، امام حسین، ہجری سنہ کا آغاز (قسط ۲)

۵ اگست مذاکرہ علمیہ کے تحت نظریہ ارتقا، گمشدہ حلقہ، ریڈیم، جان ڈرنک واٹر، مکتوب شام، انسانیت موت کے دروازے پر، عمرو بن العاص، نبی کے نسخے، صوبہ سرحد [illegible] عجیب و غریب تقریر، مکتوب قسطنطنیہ، میری صحیفہ نگاری کی زندگی کا ایک ورق، ایک فرانسیسی صحافی، تفسیر سورہ فاتحہ کا ایک صفحہ، گزشتہ سے پیوستہ مضامین، متعلقہ خبروں کا خلاصہ۔

۱۲ اگست [illegible] یونانی [illegible] مذاکرہ علمیہ [illegible] کائنات [illegible] کے تحت مغرب کے [illegible] تمدن [illegible]، سپین سے سورج، نوجوان ترکی پر ایک نظر، مکتوب قسطنطنیہ، حجاج بن یوسف (موت کے دروازے پر)

۱۹ اگست [illegible] طبوعات جدیدہ [illegible] اردو [illegible] ادب [illegible] سات عجائبات عالم، [illegible] کا [illegible] کے دو صفحے، لیلیٰ و مجنوں [illegible] تفسیر سورہ فاتحہ کا ایک صفحہ (۲)، مختارات (حاصل مطالعہ)

۲۶ اگست لیلیٰ و مجنوں (قسط ۲)، سید حسن [illegible] آبادی، ہندوستان اور حکیم البیرونی، یونانی ادب کے تراجم، گزشتہ سے پیوستہ مضامین، ریاستہائے متحدہ امریکہ، انسانیت موت کے دروازے پر، [illegible]، مکتوب [illegible]، [illegible] ایک [illegible] تجربہ میں ایک کروڑ پتی نے خودکشی کرتے وقت کیا محسوس کیا؟ نپولین پر قاتلانہ حملے، سات عجائبات عالم (۳)، مشتری کا مجسمہ، عالمی احوال و وقائع۔

۲ ستمبر سات عجائبات عالم، روڈس کا عظیم بت، بابل کے معلق باغ، باب، اہرام مصر، تفسیر سورہ فاتحہ کا ایک صفحہ، مذاکرہ علمیہ کے تحت اسکی کا راز، مقررہ یا سیاسی مقالہ، سعد زغلول پاشا،

(سوانح و افکار، تاریخ و عبر (عہد عباسیہ کا ایک صفحہ، الامین اور المامون)، اس کی محبت، ٹگور کے ایک افسانے کا ترجمہ (دختر شیرانی کے قلم سے)، پراپیگنڈا (تشریحی مقالہ)، دنیا کا جدید ترین شہر آسٹریلیا کا نیا دارلخلافہ، ۱۸۵۷ء تصویر کا دوسرا رُخ، سعد پاشا زغلول کے اقوال۔

۹ ستمبر | مذاکرۂ علمیہ کے تحت قانون توارث جسمانی و معنوی، جمہد انقلاب اور شخصی استبداد، دنیا کی موجودہ سیاست پر ایک سرسری نظر، علم اور دین، کیا قانون پر نکتہ چینی قانون کی توہین ہے؟

وکٹر ہیوگو کی تقریر، ہندوستان کی تحریک [illegible] مشرق و مغرب کا تصادم، [illegible] کے اقوال، ایک مصری مسلم [illegible] ۱۸۵۷ء تصویر کا دوسرا رُخ [illegible] مذہبی تحریریں [illegible] سزائے قتل [illegible] مکتوب [illegible]۔

۱۶ ستمبر | [illegible]

[illegible] تاسیس، مکتوب [illegible] گزشتہ سے پیوستہ مضامین۔

۳۰ ستمبر | مذاکرۂ علمیہ کے تحت [illegible] جرائد و حیات [illegible] اور [illegible] [illegible] میں علم الاجتماع [illegible] مکتوب مصر [illegible] گزشتہ سے پیوستہ مضامین۔

۷ اکتوبر | علم الاجتماع [illegible] فرانسیسی سفارت [illegible] مکتوب [illegible] افسانہ، کتابہ تاریخ اسلام کے مختصر وفیات [illegible] موت کے [illegible] اسلام اور سزائے قتل [illegible] مذہبی تحریریں۔

۱۴ اکتوبر | باب تفسیر کے تحت حضرت [illegible] علیہ السلام اور ایک بادشاہ کا معاہدہ، مذاکرۂ علمیہ کے تحت عالم حمادی، تاریخ عبر کے تحت مسیحیت اور بت پرستی، ترکی حکومت کے اجتماعی و سیاسی تغیرات، مکتوب آستانہ، کتابہ اسلام کی مختصر وفیات، گزشتہ سے پیوستہ مضامین۔

۲۱ اکتوبر | علم اور کلیسا کا معرکہ، دنیا کی مشترک اور عام فہم زبان اسپرنٹو، حکومت ترکیہ کے اجتماعی و سیاسی تغیرات (دیدہ مقالہ با تصویر ہے اس میں ایک تصویر عجیب و غریب ہے کہ سلطان عبد الحمید کے سامنے

وزرا سے حکومت سجدہ کر رہے ہیں، آثار عتیقہ کے تحت شہر قدیم کے احوال، روحانیات کی مجلس، افسانہ، مکتوب حجاز، مدحت پاشا، ارسو، تاریخ و افکار، مکتوب جرمنی، اکابر تاریخ اسلامی کی مختصر وفیات۔

۲۸ اکتوبر حکومت ترکی کے اجتماعی و سیاسی تغیرات، شہر قدیمہ کا انکشاف ۲، برید فرنگ، سفیروں کا استقبال، مذاکرۂ علمیہ کے تحت علوم مادیہ کی ترقی، امیر محمد بن عبد الکریم کی تصویر بعنوان ایک فراموش شدہ عظمت، روح کے موضوع پر رسالۂ اطبائے مصر کے مباحث۔ مدحت پاشا ۲۱، مکتوب حجاز، نپولین پر دوسرا حملہ، افسانہ، ادب عہد اموی کی اسلامی حیثیت۔

۴ نومبر کمیونزم [illegible] مقاصد [illegible] کا مقام، ابن بطوطہ کی سیاحت، [illegible] [illegible] مدحت پاشا [illegible] خطوط [illegible] سے پہلے اور بعد، مذاکرۂ علمیہ کے تحت [illegible] کی موجودہ منزل، گزشتہ سے پیوستہ مضامین۔

۱۱ نومبر ہندوستان [illegible] کے [illegible] جغرافیائی، اقتصادی اور عمرانی لحاظ سے ہندوستان کا جائزہ، مستشرقین [illegible] مستشرق [illegible] اور اس کے مقاصد ۲، یورپ میں ظاہر ہے ایک مشرقی درویش، باب التفسیر، [illegible] مدحت پاشا، مکتوب [illegible] فرانس کا [illegible] ڈرامہ، [illegible]

۱۸ نومبر باب التفسیر، [illegible] قرآنی [illegible] مقاصد ۴، مصر اور ترکی کی نسوانی تحریکات، [illegible] غازی مصطفیٰ کمال کا تاریخی خطبہ [illegible] تاریخ کا سب سے بڑا [illegible] نام نہاد مجلس اقوام۔

۲۵ نومبر نپولین کا [illegible] غلام [illegible] باب التفسیر، حجت [illegible] آثار عتیقہ کے زیر عنوان [illegible] سودان کا بیان، اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت، مکتوب قسطنطنیہ، ماسپولین کی کہانی، پرنس [illegible] کی زبانی، برطانوی شہنشاہیت کا تنزل، ماحصل مطالعہ۔

۲ دسمبر نپولین [illegible] کی خانگی زندگی، انسانی عظمت اور اخلاقی نامرادی، باب التفسیر، حجت براہیمی، جدید مذہب [illegible] آثار عتیقہ، فرانس کی نئی اثری دریافت، برید فرنگ، عرب خلفاء

وسلاطین کے مختصر جوابات۔ خلاصتوا کے قریقی قبائل، غدر ۱۸۵۷ء (تصویر کا دوسرا رُخ) مکتوب حجاز، سائنسی خبروں کی تخلیصات۔

۹ دسمبر | جدید مذہب روحی، آخری مملوک سلطان مصر، قدما کی مفقود صنعتیں، مذاکرہ علمیہ، روسی انقلاب کی جوبلی، ترکی کی نسوانی تحریکات، جلیانوالہ باغ کا قتل عام، مکتوب آستانہ، مکتوب مصر، مصر کی سیاسی بیداری، نحاس پاشا کی زبانی، اسلام اور سزائے قتل (مولانا ابوالکلام آزاد)

۱۹۲۷ء کا الہلال دور اول کے الہلال و البلاغ کی بہ نسبت زبان کے اعتبار سے سادہ و سلیس تھا۔ اس میں عربی کی بھرمار [illegible] نہیں تھا۔ [illegible] اور ایک عنوان [illegible] [illegible] دور کے الہلال میں کئی [illegible] مفقود ہیں۔ مثلاً [illegible] تصویریں [illegible] نیچے ٹائپ [illegible] کے سوال پر حصول آراء کی بحث ۱۵ جولائی سے ۹ دسمبر کے آخری پرچے تک موجود رہی۔

عربی حروف کے حق میں ۲۵ [illegible] مشترکہ [illegible] کے حق میں ۲۰۲، [illegible] جاپانی کے حق میں ۱۹۰ رائیں آئیں۔ پہلے دور میں اداریے [illegible] اس دور میں [illegible] ملک کے وقتی مسائل پر جس سے [illegible] کی [illegible] سیاست [illegible] کا علم ہو کوئی ہی تحریر نہیں۔ غرض اس دور کے الہلال کی ترتیب و تدوین میں مولانا موجود تو ہیں لیکن ان کے اپنے قلم سے کچھ زیادہ مقالے نہیں، البتہ جو مقالات چھپے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی نگاہ اور قلم ان میں شریک ہیں۔[1]

---

[1] الہلال و البلاغ کے مندرجات کا جائزہ میری ہدایت کے مطابق میری بیٹی صوفیہ سبحانی نے مرتب کیا ہے۔ جو کچھ الہلال و البلاغ میں چھپتا رہا، جائزہ میں ان مطبوعہ مقالات کے اشارات ہیں۔ مولانا الہلال و البلاغ کے ابتدائی دور میں ایک مقالہ کے لیے کئی سرخیاں قائم کرتے تھے۔ اس جائزہ میں ہر مضمون کی صرف ایک سرخی لی گئی ہے۔ الہلال و البلاغ (دور اول) کے ہر مقالہ میں کئی کئی تصویریں ہوتی تھیں۔ جائزہ میں ان

سب کا حوالہ نہیں اور نہ سب مضامین ہی کا ذکر ہے۔ ممکن ہے بعض مضامین کا حوالہ سہواً رہ گیا ہو۔ اس کے علاوہ وہی مراسلات و مکاتیب الہلال و البلاغ میں راہ پاتے تھے جو کسی علمی، فکری، سیاسی، ادبی، تہذیبی اور تفسیری مسئلے سے متعلق ہوتے یا اُن میں ملّی رعایت سے کوئی خبر ہوتی۔ اس جائزے سے صرف عنوانوں کا علم ہوتا ہے۔ مولانا کے قلم کی معجز نگاری اور علم کی بے پناہی کا اندازہ الہلال و البلاغ کے مطالعہ ہی سے ہو سکتا ہے۔

دعوتِ الہلال کے نتائج

بیسویں صدی کے [illegible] ہندوستانی [illegible] سرگذشت کا ایک نیا باب تھا۔ اب تک صورت حال کا نقشہ یہ تھا۔ ۱۸۵۷ء میں [illegible] ایسٹ انڈیا کمپنی [illegible] مسلمانوں کی شہادت ۱۸۵۷ء سے مسلمانوں کے [illegible] قیامت کی [illegible] ہندوستانی مسلمانوں [illegible] جو ۱۸۵۷ء میں بیت گئی اور کئی سال تک مختلف علاقوں میں جاری رہی۔ [illegible] کا مقدمہ [illegible] علماء کے خلاف [illegible] شروع ہوئی [illegible] سرسری کارروائی کے بعد تختہ دار [illegible] کھینچ گیا۔ [illegible] گرفتار شدہ [illegible] کل پانچ مقدمات چلائے گئے۔ پہلا مقدمہ [illegible] ۱۸۶۴ء [illegible] دوسرا مقدمہ پٹنہ ۱۸۶۵ء میں [illegible] مولانا [illegible] تھے۔ تیسرا مقدمہ [illegible] کے ملزم مولانا امیر الدین تھے۔ چوتھا مقدمہ راج محل [illegible] وقوع تھا۔ اس کے ملزم ابراہیم منڈل تھے۔ پانچواں مقدمہ پٹنہ میں [illegible] کل سات ملزم تھے۔ [illegible] سید احمد شہید علیہ الرحمۃ کے باقیات، جماعت مجاہدین کے نام سے سرحد کے قبائلی علاقے میں تھے۔ مگر [illegible] بنگال سے بہار تک محض شبہ کی بنا پر ان کے حقیقی [illegible] کو پھانسی کے پھندے [illegible] بہیمانہ تشدد کی بھینٹ چڑھا دیا۔

۱۸۵۷ء کے بعد ۱۸۶۳ء میں جنگ امبیلہ انگریزی استبداد کی خون آشامیوں کا نقطہ عروج تھا جس میں جماعت مجاہدین کا قلع قمع کیا گیا۔

ادھر ہندوستان سے افغانستان کے خلاف برطانوی استبداد کی مہمیں بھی مسلمانوں کو مغلوب کرنے ہی کا حصہ تھیں۔ ۱۸۷۸ء-۷۹ء کی جنگ میں امیر محمد یعقوب تاج و تخت سے محروم ہوئے اور ہندوستان

میں نظر بند کئے گئے، ان کی باقی عمر ڈیرہ دون میں گزری۔ ان کا بھائی سردار محمد ایوب ابتداً [illegible] میں پھر راولپنڈی میں۔ وفات پا گیا تو پشاور میں دفن ہوا۔

ان کی جلاوطنی پر حکومت امیر عبدالرحمٰن کو ملی۔ برطانوی استعمار نے ۱۸۷۹ء میں افغانستان سے ایک یسی جنگ لڑی جو بقول جنرل خارسٹ ہندوستانی بغاوت کے بعد دوسرا ابتلا تھا۔

غرض ۱۸۷۹ء سے لے کر ۱۹۰۰ء تک صرف سرحدی علاقے میں اکیاون جنگیں لڑی گئیں۔ اور یہ سب ہندوستان کے مسلمانوں کو محکوم رکھنے یا ہمیشہ کے لیے [illegible] برطانوی [illegible] کا استبدادی عمل اور اس کی استعماری شکلیں تھیں۔

[illegible] برطانوی استبداد کے پیش نظر [illegible] مسلمانوں کے خلاف تھا، اور بنگال و بہار کے مسلمان [illegible] رہے تھے۔ [illegible] ہندوستان کے مسلمان ۱۸۵۷ء کا حشر گزار کر ایک مرتبہ پھر [illegible] اور پنجاب و سرحد [illegible] موجودگی کے باعث برطانوی استبداد کی زد میں تھے۔ [illegible] خصوصی رابطہ پنجاب سے تھا [illegible] بغاوت کی سند [illegible] گئے۔

[illegible] یہی سبب ہے کہ برطانوی استعمار نے [illegible] تقسیم پنجاب کی اور ۱۹۰۱ء میں پشاور [illegible] ڈیرہ اسماعیل خان [illegible] کے علاقے کاٹ کر شمال مغربی صوبہ سرحد کی بنیاد رکھی [illegible] ان علاقوں کو [illegible] کی رو سے کسی بھی شخص کو صرف [illegible] میں [illegible] گرفتار کرنے کی [illegible] اس پر ہنگامی [illegible] پھر [illegible] کی حیثیت یہ تھی کہ عدالت جس طرح چاہے مجرم کو لٹکا سکتی اور جو چاہے سزائے موت دے سکتی ہے اس کے علاوہ عدالت [illegible] اختیار رکھتا تھا وہ اس کی نعش کو آگ [illegible] میں جلوا دے۔ [illegible] یہ سب ہندوستان کے مسلمانوں کو ختم کر دینے کی استبدادی مہم تھی۔ غرض مسلمانوں کی ویرانی کو مختلف شکلیں دینے ہی کا نتیجہ تھا کہ ۱۹۱۲ء میں بہار و اڑیسہ کو بنگال سے کاٹ کر علیحدہ صوبہ بنایا گیا۔

ہندوستانی مسلمان ممکن تھا ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ حریت کی پاداش میں تمام تر ختم کئے جاتے لیکن ایک تو اتنی بڑی تعداد کو ہندوستان سے ختم کرنا مشکل تھا۔ دوسرے اس قسم کا فیصلہ یا ارادہ انگریزی عملداری

ناموافق تھا۔ تیسرے ہندوستان ابھی ہندو مسلم کی تقسیمی تفریق تک نہیں پہنچا تھا۔ چوتھے مسلمانوں کی مدافعتی قوت کی بعض ایسی صورتیں نکل آئی تھیں کہ وہ خود برطانوی عملداری کے حسب حال تھیں۔

پنجاب میں برطانوی عملداری کو ٹوانوں، تمنوں، کھرلوں اور جاٹوں وغیرہ ایسے قبائل ہاتھ آگئے جو اس کے لیے فوجی اعتبار سے ریڑھ کی ہڈی ثابت ہوئے، دوسرے میرزا غلام احمد نے مسلمانوں کو جہاد سے باز رکھنے کے لیے دستارِ نبوت باندھ لی اور ضعیف الاعتقاد مسلمانوں کے لیے الہامی سندیں حرفِ آخر تھیں۔ ان کے علاوہ ہندوستان میں تبلیغی مناظرے سامنے ہو گئے۔ جن لوگوں نے جہاد کو مسلمانوں کے لیے فرض قرار دیا اور اسلامی زندگی کا لائحہ عمل بنایا جیسے وہابی، ان کے خلاف مقدمات کے ذریعے تحریک تمام تحلیل کی گئی۔ نتیجۃً جو [illegible] ختم ہو گیا۔ ادھر سرسید کی تحریک نے مسلمانوں کا جوش ٹھنڈا کیا اور [illegible] ۱۸۵۷ء کا مسلمان کسی [illegible] حد تک بھی مخلص ہی تھی۔ سرسید [illegible] ۱۸۵۷ء [illegible] تھا۔ انہوں نے جس ذہنی [illegible] پالیسی سے ہندوستانی مسلمانوں کے [illegible]۔ ادھر ان بزرگوں نے دیوبند کی بنیاد ڈالی جنہوں نے مسلمانوں کی روح کا تحفظ کیا۔ سرسید [illegible] مقدمہ [illegible] تفتیش تھا۔ بالفاظ دیگر ہندوستانی [illegible] سے ختم کئے جا رہے تھے۔ ہندوستانی مسلمانوں کو برطانوی حکومت کے [illegible] سرسید کی تحریک [illegible]۔ سرسید ۱۸۱۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ حریت کی شاہراہ [illegible] دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے ۱۸۵۹ء میں رسالہ "اسباب بغاوت ہند" لکھا۔ پھر "وفادار مسلمانان ہند" کا ایک سلسلہ مضامین شروع کیا جو ان کی جرأت اور مسلمانوں کی مدافعت کا ایک [illegible] تھا۔ آج رسالہ "اسباب بغاوت ہند" کے متعلق منفی رائے قائم کی جا سکتی ہے لیکن جن دنوں سرسید نے قلم اٹھایا تب [illegible] میں [illegible] سازی کا زمانہ تھا۔ ان دنوں حکومت ہند کے فارن سیکرٹری مسٹر سیسل بیڈن نے اس رسالے کے متعلق سرکاری یادداشتوں میں لکھا تھا کہ ایک باغیانہ تحریر ہے لیکن وائسرائے نے اتفاق نہ کیا اور اس طرح رسالہ اپنے مقصد میں کامیاب رہا۔

مشنریوں نے ۱۸۵۷ء کے فوراً بعد ہندوستانیوں کو عیسائی بنانے کی مہم تیز کی اور اسلام پر کھلم کھلا حملے شروع کئے۔ اس نزاع کو ختم کرنے کے لیے سرسید نے ابتداً "تبیین الکلام" لکھی۔ جس کا مقصود انگریزوں

اور مسلمانوں کے مابین عقائد کا اختلاف ختم کرنا تھا۔ لیکن وہ ایک تالیف تھی اور تالیف ہی رہی۔ دوسری کتاب احکام طعام اہل کتاب ۱۸۶۸ء میں تالیف کی جس میں آیات قرآنی اور احادیث رسالت سے یہ ثابت کیا جایا کہ انگریزوں کے یہاں کا کھانا اور ان کا ذبیحہ جائز ہے بشرطیکہ حرام چیزوں سے پاک ہو۔ لیکن سرسید اس طرح بھی مسلمانوں سے انگریزوں کی نفرت دور نہ کر سکے۔ سر ولیم میور یوپی کا لیفٹیننٹ گورنر تھا، اسی نے علی گڑھ کالج کی بنیاد رکھی اور شمس العلماء مولوی نذیر احمد دہلوی کو ایڈنبرا یونیورسٹی سے ایل ایل ڈی کی ڈگری دلوائی۔ لیکن اس کے خبث باطن کا یہ عالم تھا کہ وہ ہندوستان میں پہلا انگریز تھا جس نے [illegible] محمد [illegible] حضور کی ذات اور صفات کے خلاف بدگوئی کا آغاز کیا۔ سرسید اس کتاب کو پڑھ کر بے چین ہو گئے اور [illegible] نے خطبات احمدیہ کے نام سے جواب لکھا۔ اس کے علاوہ [illegible] جب وہ [illegible] ۱۸۶۶ء میں [illegible] سوسائٹی قائم کی جو ۱۸۶۴ء میں [illegible] کے ساتھ علی گڑھ منتقل ہو گئی [illegible] لندن گئے، وہاں ملکہ وکٹوریہ [illegible] پرنس آف ویلز [illegible] ۱۸۷۰ء واپس ہندوستان آئے اور ۲۴ دسمبر ۱۸۷۰ء کو تہذیب الاخلاق [illegible] ہندوستانی مسلمانوں کے ذہن کی بنیاد ہو سکے۔ ڈاکٹر ہنٹر نے ۱۸۷۱ء میں ایک کتاب مسلمانان [illegible] بغاوت کو مذہبی قرار دیا۔ اس کتاب کی اشاعت پر سرسید [illegible] انگریزی اور اردو میں چودہ مضامین کا جوابی سلسلہ لکھ کر اعلان کیا میں خود وہابی ہوں۔ نیز جو ملکہ وکٹوریہ کی سالگرہ کا دن تھا ۲۴ مئی ۱۸۷۵ء کو علی گڑھ اسکول کا آغاز کیا۔ یکم جون ۱۸۷۵ء کو چھاؤنی کے پرانے بنگلوں میں تعلیم شروع ہوئی۔ آخر یہی اسکول کالج بنا اور سرسید کی وفات کے بعد یونیورسٹی کہ سرسید کی تحریک کا حاصل تھا۔ [illegible] علی گڑھ کی تحریک تمام تر سرسید ہی کی تحریک تھی اور ایک ہی تصور وعمل کے دو نام تھے۔

۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء کو سرسید رحلت کر گئے لیکن ان کی تحریک کے ذہنی اثرات اتنے پھیل چکے تھے کہ اس دور کو بجا طور پر سرسید کی تحریک کا دور کہا جا سکتا ہے۔

علی گڑھ کالج کے پہلے پرنسپل مسٹر سڈنس تھے ان کے علاوہ کئی ایک انگریز اساتذہ کا تقرر ہوتا رہا۔ لیکن

انڈین نیشنل کانگرس سے پہلے صورتِ حال یہ تھی کہ انگریز اساتذہ تعلیمی اوقات کے سوا طلبہ سے الگ تھلگ رہتے۔ مسٹر تھیوڈور بیک نومبر ۱۸۸۳ء میں پرنسپل ہو کر آئے تو ان کا طرزِ عمل مختلف تھا۔ وہ طلبہ سے ملتے ملاتے اور ان کی بہبود کا خیال رکھتے۔ ان کے ساتھ انگریز اساتذہ بھی انہی کے نقشِ قدم پر چلتے، طلبہ کی بعض انجمنیں بنائی گئیں جو ان کے لیے بہر خصائص بالکل نئی چیزیں تھیں۔

مولوی سمیع اللہ خاں علی گڑھ کالج کی بنیاد رکھنے میں سرسید کا دایاں بازو تھے، انہی کی وجہ سے علی گڑھ میں مدرسہ کھولا گیا۔ [illegible] علی گڑھ کے رؤسا کالج کے مددگار تھے۔ مولوی صاحب اور ان کے دوستوں [illegible] انگریز اساتذہ کی [illegible] اس کے برعکس [illegible] مسلمانوں پاس داخل [illegible] مضطرب [illegible] مولوی سمیع اللہ خاں [illegible] اسی کا نتیجہ تھا [illegible] کی حیثیت [illegible] سرسید کی [illegible] سیکرٹری ہو [illegible] یہ مولوی سمیع اللہ خاں صاحب [illegible] کا نتیجہ مولوی سمیع اللہ خاں [illegible] کالج کے بنیادی [illegible] اس تفرقے سے [illegible] اور یہ انگریزی کی سیاست کا ایک ایسا موڑ تھا کہ اس کے نتائج سے [illegible] سیاست کا [illegible] ہاتھوں میں آگیا۔

سرسید کی ۲۲ سالہ سیکرٹری شپ [illegible] بجٹ [illegible] مسلمان اور تیس نامسلمان تھے۔ سرسید رحلت کر گئے [illegible] سید محمود کالج کے آنریری سیکرٹری مقرر ہوئے لیکن وہ دس ماہ بعد ۳۱ جنوری ۱۸۹۹ء کو [illegible] صحت کی بنا پر مستعفی ہو گئے۔ [illegible] جگہ نواب محسن الملک منتخب ہوئے۔ نواب صاحب کی مساعی مشکور سے [illegible] قرض اتر گیا بلکہ [illegible] روپے کالج فنڈ میں جمع ہو گئے۔ [illegible] عمارتیں [illegible] بڑی [illegible] مکمل ہو گئیں۔ اس کے علاوہ طلبہ کی تعداد بھی دوگنی ہو گئی۔ پرنسپل بیک بیمار ہو کر سرسید کی وفات کے ڈیڑھ سال بعد ستمبر ۱۸۹۹ء میں وفات پا گئے۔ تھیوڈور ماریسن ان کے جانشین ہوئے۔ ان کی [illegible] مساعی سے تعلیم کا معیار [illegible] یونیورسٹی سے بھی اونچا ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ علی گڑھ یونیورسٹی سے طلبہ کو جو شغف پیدا ہوا وہ بیک ماریسن اور آرنلڈ کے فیضانِ تعلیم

کا نتیجہ تھا۔ ان طلبہ کی یہ مضبوط بھائی برادری جو ہندوستانی مسلمانوں کی عبقریت کا ظہور تھا، تمام تر انگریز اساتذہ کی مرہون تھی۔ ان اساتذہ کا سلسلہ ۱۸۹۳ء سے شروع ہو کر ۱۹۰۵ء میں مسٹر ماریسن کی مراجعت انگلستان پر ختم ہو گیا۔ لیکن ان سے پہلے یا ان کے بعد جو اکا دکا انگریز سٹاف کالج سے منسلک ہوئے ان کا دائرہ عمل محض درس و تعلیم تک محدود رہا۔ نواب محسن الملک ۱۹۰۷ء میں رحلت کر گئے تو نواب وقار الملک مقرر ہوئے، لیکن ان کی انگریز اساتذہ سے نہ بن سکی۔ ان اساتذہ نے صوبہ کے گورنر سے شکایت کی۔ گورنر نے نواب وقار الملک کو [illegible] انگریز اساتذہ کے حق میں فیصلہ دے [illegible] فیصلے پر دستخط کر دیں۔ انہوں نے فوراً دستخط کرنے سے [illegible] لیکن [illegible] مقامی [illegible] کے اصرار پر دستخط کر دیئے۔ علی گڑھ واپس پہنچے تو صاحبزادہ آفتاب احمد خان [illegible] مسلمانوں نے احتجاجی جلسے شروع کئے اور [illegible] سے فریقین میں مصالحت [illegible]

[illegible] کانگرس [illegible] ۱۸۸۵ء میں اس خیال سے [illegible] ہندوستانی [illegible] جو مشتاق [illegible] تھا کہ ۱۸۵۷ء کا [illegible] ہندوستانی [illegible] کانگرس [illegible] کا ایک ذریعہ [illegible] لوگوں کے ہاتھ میں چلی گئی جو انگریزوں کے سیاسی مقاصد [illegible] سے دور رہتے تھے۔

[illegible] کانگرس کے [illegible] محسوس کیا کہ برطانوی عملداری کیلئے اس کا وجود خطرناک ہے اور [illegible] کے دماغ میں ہندو مسلم [illegible] جو نقشہ ہے وہ انگریزی حکومت کے مصالح و مقاصد کے خلاف ہے، چنانچہ اس نے کانگرس کے خلاف اینگلو انڈین اخبارات مثلاً "پائنیر" [illegible] وغیرہ میں مضامین کا سلسلہ چھیڑ کر سرسید کو ہم خیال بنا لیا۔ سرسید نے کانگرس سے مسلمانوں کی علیحدگی کا بیڑہ اٹھایا اور انگریز دوستی میں اس قدر آگے بڑھے کہ سید جمال الدین افغانی جو ان دنوں ملک بدر ہو کر ہندوستان میں مقیم تھے، ان کے خلاف عربی رسالوں میں زوردار تنقید کرتے رہے۔ لیکن سرسید اپنی دوڑ میں کامیاب رہے۔ جن دو مسلمانوں نے اب تک کانگرس کے مختلف اجلاسوں کی صدارت کی تھی ان میں ایک مسٹر بدرالدین طیب جی

(۱۸۸۷ء) مدراس کانگرس کے صدر تھے دوسرے مسٹر رحمت اللہ سیانی (۱۸۹۶ء) کلکتہ کانگرس کے صدر ہوئے تھے۔ سرسید کا شمالی ہند میں جہاں مسلمانوں کے فعال مرکز تھے بہت زیادہ اثر تھا اور وہ بہ وجوہ ان کے ساتھ تھے۔ کانگرس کے مسلمان صدر صرف اس لیے مسترد ہو گئے کہ دونوں بمبئی کے تھے اور شمالی ہند کے مسلمانوں سے انہیں کوئی رابطہ نہ تھا۔ مسٹر بیک نے کانگرس سے مسلمانوں کے اجتناب کو پختہ کرنے کے لیے انڈین پیٹریاٹک ایسوسی ایشن قائم کی اور دس سال تک اس پر قابض رہے۔ پھر جب اس ایسوسی ایشن پر شبہ ہوا کہ وہ کانگرس کا چربہ ہو رہی ہے تو اس کو توڑ کر ڈیفنس ایسوسی ایشن قائم کی۔ اس کی افتتاحی تقریر میں مسٹر بیک نے کہا کہ :

"چند سال سے ملک میں دو [illegible] ایجی ٹیشن [illegible] تنظیم [illegible] سلطنت کے [illegible] ہیں [illegible] کے حسب حال نہیں ہے۔ ہمارا باہمی [illegible] سلطنت سے [illegible] ہمارا [illegible] اصل مقصد ہے۔"

گویا باہمی [illegible] وقت [illegible] ایجی ٹیشن کانگرس برطانوی [illegible] کے خلاف [illegible] لالہ لاجپت رائے اور سردار اجیت سنگھ [illegible] حکومت کے خلاف [illegible] جیل [illegible] کی نذر ہو گئے یا جلاوطن کیے گئے۔ یہی وہ زمانہ تھا جب بنگال [illegible] نے زبردست ہڑتالیں کیں، پونا میں تعزیری پولیس بٹھائی گئی، نظربندی کے لیے بے شمار قوانین بنائے گئے، بنگال [illegible] مدراس [illegible] پنجاب [illegible] میں دہشت پسندی کے واقعات رونما ہونے اور سارے ملک کے افق پر ایجی ٹیشن کے بادل چھا گئے۔

سلطان ٹیپو کی شہادت (۱۷۹۹ء) سے لے کر بہادر شاہ ظفر کی گرفتاری (۱۸۵۷ء) تک انگریزوں کا واحد نصب العین ہندوستان سے مسلمانوں کا خاتمہ تھا۔ پھر بیسویں صدی کے سال اول تک اس خاتمے کی منزلیں تکمیل طلب رہیں۔ عجب نہ تھا کہ ہندوستان کے مسلمان ہسپانیہ کے مسلمانوں کی طرح مٹ جاتے لیکن قدرت کو منظور نہ تھا اس کے وجوہ پچھلے صفحات میں شرحاً بیان کیے جا چکے ہیں۔ پرنسپل بیک نے جو کچھ کہا وہ بداہۃً ہندوستان

میں انگریزوں کی نئی ذہنی کروٹ کا آغاز تھا اور ملک میں انگریزی عملداری کو طول دینے کی سیاسی مینا کاری کا ایک حصہ۔

نواب سلیم اللہ خاں (نواب ڈھاکہ) کی دعوت پر دسمبر ۱۹۰۶ء میں قیام مسلم لیگ کا ڈول ڈالا گیا۔ تو مسلم لیگ کی بنیادی قیادت صدارتی اعتبار سے نواب وقار الملک، آدم جی پیر بھائی، سر علی امام، سر آغا خان، نواب ڈھاکہ، سر شفیع، سر ابراہیم رحمت اللہ وغیرہ کے ہاتھ میں رہی۔ جن لوگوں کو جماعتی اغراض و مقاصد مرتب کرنے کی نامزد کمیٹی میں رکھا گیا، ان میں نواب سید علی بلگرامی اور حسن شاہ دین، [illegible] بھی تھے، نواب محسن الملک جوائنٹ سیکرٹری رہے۔ لیگ کی وفاداری میں تھوڑی سی دراڑ سید نبی اللہ [illegible] کی صدارت کے زمانے ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئی [illegible] ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم چھڑی تو حکومت نے ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے تحت مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا ظفر علی خاں اور مولانا حسرت موہانی، [illegible] محمود الحسن [illegible] مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا عزیر گل وغیرہ [illegible] ساتھ برطانوی حکومت نے شریف مکہ کے ذریعہ حجاز میں گرفتار کیا اور مالٹا میں نظر بند کر دیا۔ شریف مکہ نے حکم دیا تھا کہ مغرب سے پہلے مولانا محمود الحسنؒ حاضر ہو جائیں تو ان کے دو گرفتار شدہ معتقدین رہا کر دیے جائیں گے، ورنہ حضرت حسین احمد مدنی کو پھانسی دے دی جائے گی۔ اس پر حضرت شیخ الہند فوراً تشریف لے گئے اور گرفتار ہو گئے۔ ان کی رہائی ۲ مارچ ۱۹۲۰ء کو ہوئی۔

مسلم لیگ کے دوسرے دور کا آغاز دسمبر ۱۹۰۵ء کے سالانہ اجلاس میں ہوا، اور دسمبر ۱۹۰۶ء کے اجلاس میں بصدارت محمد علی جناح لیگ، جمعیت ہندی سے دو ہاتھ آگے کانگریس ہم خیالی کے مرحلہ میں داخل ہوئی۔ بقول علامہ شبلی مرحوم [illegible] ایک سیاسی [illegible] بن گئی۔ کانگریس اور لیگ کے درمیان باہمی حقوق پر میثاق ہو گیا۔ کانگریس کے ساتھ مسلم لیگ کا آخری اجلاس ۱۹۲۰ء میں بصدارت مولانا حسرت موہانی منعقد ہوا، لیکن ۱۹۲۲ء اور ۱۹۲۳ء کے دو سال کسی سرگرمی سے بغیر نکل گئے۔ پھر ۱۹۲۴ء میں مسلم لیگ خاندانی جمعیت پسندوں کی طرف منتقل ہو گئی اور تیرہ سال تک اس کا عالم قریب قریب یہی رہا۔ محمد علی جناح ۱۹۳۴ء میں اس کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۴۰ء میں پاکستان کا مطالبہ اس کا موقف ہو گیا پھر پاکستان بن جانے تک قائد اعظم ہی صدر رہے۔ بالفاظ دیگر مسلم لیگ کا روشن چہرہ قائد اعظمؒ تھے اور پاکستان کا مطالبہ اس کی تحریک کا پہلا اور آخری جاندار موقف تھا۔ ورنہ مسلم لیگ ان دنوں بھی جب ہندوستان کامل آزادی کے لیے جدوجہد

کر رہا تھا، مسلمانوں کے رجعتی عناصر کا دار الفرقان تھا۔ اور اس کی سیاست، کثر و بیشتر ان لوگوں کے ہاتھ میں رہی جو انگریزوں کی ناراضی کا حوصلہ نہ رکھتے تھے۔

لارڈ کرزن نے ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ تو مسلمانوں کی رجعتی قیادت نے خوشنودی کا اظہار کیا، لیکن ہندوؤں نے اس کے خلاف تحریکی ہنگامہ برپا کر دیا۔ نتیجۃً دسمبر ۱۹۱۱ء میں شاہ جارج پنجم نے دہلی دربار میں اس تقسیم کو منسوخ کر دیا اور دار الحکومت کلکتہ سے دہلی منتقل ہو گیا، جس سے مسلم لیگ کی رجعتی قیادت کو گہری چوٹ لگی [illegible] حکومت کے توسط سے اس کے لیڈر تھے [illegible] معطل عضو ہو گئے۔ تاہم جنگ عظیم کے زمانے [illegible] ۱۹۱۴ء میں بھی رجعتی قیادت کے [illegible] تھے [illegible] بے معنی تھی [illegible] عمل بے معنی [illegible]

بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں صحافت [illegible] کہ اردو اخبارات لاشۂ بے جان تھے۔ کسی اخبار میں [illegible] انگریزی اخبار [illegible] میں [illegible] حکومت [illegible] بلکہ [illegible] اجتماعی ذہن کا [illegible] ہوئے تھے۔

[illegible] تھے۔

لیکن مولانا ظفر علی خان نے [illegible] کی وفات کے بعد جنوری [illegible] میں [illegible] زمیندار کی عنان ادارت سنبھالی تو [illegible] اپنے معاصروں کی [illegible] کو کلکتہ سے مولانا محمد علی جوہر کا انگریزی [illegible] کا [illegible] ۱۹۱۲ء [illegible] تھے۔ [illegible] ان میں [illegible] میں کچھ زیادہ [illegible] تھا، لیکن [illegible] قومی احساس، اور مسلمانوں سے [illegible] کا تعلق تھا۔ یہ دونوں ایک ہی قافلے کے حدی خواں تھے جس نے چنا سفر شروع کر دیا لیکن قافلہ بجائے خود بھی مرتب ہو رہا تھا۔ دوسری طرف [illegible] ان کا ہم قدم نہ سہی ہم آواز ہو چکا تھا۔

مولانا محمد علی جوہر دل گداختہ لے کر پیدا ہوئے اور برق تپاں تھے، انہوں نے ۲۳ فروری ۱۹۱۲ء کو

ہمدرد نکالا، جو ایک تحفے کا ضمیمہ بنا رہا تھا لیکن اس دور میں ان کی عظمت کا باعث کامریڈ تھا جس کے لیے خود دن رات مضطرب رہتے، اور یہ ہفتہ بالاستیعاب پڑھتا تھا۔ برنارڈ شا نے مولانا محمد علی کی موت پر کہا تھا کہ ان کا قلم میکالے کا، زبان برک کی اور ان کا دل نپولین کا تھا۔ کامریڈ نے ہندوستان کے انگریزی پڑھے لکھے مسلمانوں کو کس حد تک متاثر کیا، اس کا اندازہ یوں کیجیے کہ ان انگریزی خواں مسلمانوں سے ہو سکتا ہے جو تحریک خلافت میں شامل ہوئے اور قید و بند کی صعوبتوں کو لبیک کہا۔ بہرحال کامریڈ انگریزی خواں مسلمانوں کی [illegible] تھی لیکن مسلمان قوم کی بیداری میں، محمد علی کی شخصیت کے [illegible] مولانا محمد علی کامریڈ کی بدولت مسلمانوں کے لیڈر نہیں تھے [illegible] مسلمانوں کی قیادت اپنی قوت سے کی۔ مولانا محمد علی کی عظمت کا [illegible] کی پرشکوہ سیاست [illegible] نقادوں [illegible] ہیں تک وہ کسی [illegible] حاصل تھی

مولانا ظفر علی خان کا زمیندار [illegible] سیاست [illegible] صحافت [illegible] تھے۔ [illegible] زمیندار ملک کے ویرانے میں خود [illegible] سے مسلمانوں کو اس [illegible] پنجاب [illegible] خلافت [illegible] پہلی دفعہ [illegible] ہوا [illegible] حکومت [illegible] کے خلاف جذبہ پیدا ہوئی [illegible] کو ظفر علی خان [illegible] قائم بنایا جو برطانوی [illegible] مسلمانوں [illegible] میں خاندان کی [illegible] کا تیا پانی ہو گیا [illegible] زمیندار کا [illegible] کیا جائے اور انہیں اس سے بچایا جائے۔ [illegible] حکومت کی [illegible] زمیندار اسلامی ہندوستان میں پہلا اخبار تھا [illegible] ضبطی کا آغاز ہوا۔ جس کے مطابع ضبط کیے گئے، جس کے کئی ایڈیٹر قید ہوتے رہے اور جسے کئی دفعہ تعطل و تنسیخ کی منزلیں گزارنا پڑیں۔ زمیندار کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس نے ملک کے لیے نامور ایڈیٹر پیدا کیے۔ اس لحاظ سے وہ صحافت کا سب سے بڑا دبستان تھا۔ زمیندار نے کئی تحریکیں اٹھائیں۔ کئی جماعتیں پیدا کیں اور مسلمانوں کو صرف جری، بہادروں کی جماعت دی بلکہ بے شمار سیاسی کارکن پیدا کیے جو برعظیم کی آزادی کے آخری مرحلے تک

کانگرس، مسلم لیگ، مجلس احرار، و جمعیۃ علمائے ہند کی روح رواں ہے۔ "الہلال" و "کامریڈ" کے مقابلے میں "زمیندار" نے بڑی عمر پائی، اس کی موت قومی آزادی کے بعد خود مسلمانوں کے ہاتھوں ہوئی لیکن وہ پاکستان کے حصارِ آزادی کا معمر قلعہ دار تھا۔

"الہلال" ہندوستانی مسلمانوں کے جگرداروں خواص کی آواز تھا۔ اس کی بدولت ان علماء و اکابر کو سہارا ملا جو سید احمد شہید، جماعت مجاہدین، علمائے صادق پور اور اکابر دیوبند کی فکر کے وارث تھے۔ جنہیں بریلوی مکتبِ فکر سے موروثی اختلاف تھا اور [illegible] سے متعلق تھے۔

الہلال نے علما کے دلوں جہاد کو عوامی تحریک [illegible] ذوقِ جہاد کے لیے میدانوں کی [illegible] [illegible] [illegible] میں رزم کا دور تھا۔ مولانا آزاد [illegible] میں الہلال ہی کی معرفت آئے [illegible] تحریروں [illegible] داعی قالب تھا [illegible] عوام کا [illegible] اس طرح ہمکلام ہوا [illegible] الہلال ہی کی دعوت کا [illegible]

مولانا آزاد سے مولانا ظفر علی خاں [illegible] ایک [illegible] لیکن جب دونوں ایک ہی تحریک کے دست و بازو بنے تو مولانا ظفر علی خاں [illegible] مولانا آزاد کی [illegible] اور جہاد و مہاجرین کا [illegible] بلکہ ان کے دماغ کو عربی دماغ [illegible] آپ نے [illegible] میں لاہور کے ایک جلسہ عام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

"ابوالکلام نے ہندوستان میں گم شدہ اسلام کو دریافت کیا ہے وہ ایک یگانۂ عصر انسان ہیں"

مولانا شوکت علی لاہور میں شہید گنج کانفرنس کی صدارت کے لیے آئے تو خلیفہ شجاع الدین کے ہاں کسی طرح مولانا آزاد کا ذکر چھڑ گیا فرمایا:

"وہ قرن اول کے مسلمانوں کی ذہنی فراست کا نمونہ ہیں ان میں ایک ہی نقص ہے کہ عوام سے پرہیز کرتے ہیں ورنہ فقہی میدانوں میں جن راست باز زبانوں کے سوانح و افکار پڑھ کر دل کو ایک گونہ مسرت اور دماغ کو حیرت ہوتی ہے کہ اس پائے کے عظیم لوگ بھی ہم میں تھے۔ مولانا آزاد فی زمانہ ان کی تصویر ہیں"

حسرت موہانی کا ایک شعر ہے سے

جس زمانے میں سب تھے مہر بلب
ایک گویا تھے ابوالکلام آزاد

مولانا ظفر علی خاں نے مولانا آزاد کی مدح میں کئی نظمیں کہی ہیں، جن میں ایک شعر

جہاں اجتہاد میں سلف کی راہ گم ہو
ہے تجھ کو اس کی جستجو تو پوچھ ابوالکلام سے

خان عبدالغفار خان نے شملہ کانفرنس میں سے واپسی کی روداد بیان کرتے ہوئے بتایا:

"وہ پنجاب اور بہار کے مطالبے سے اس قدر جارحانہ روی میں آ گئے تھے۔ مولانا آزاد کے ساتھ کانگرس ورکنگ کمیٹی میں ہم سب حیران رہ گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا مجلس عاملہ کا دماغ تھے اور یہی ان کا حسن و محاسن کی بدولت وہ اختلافی مباحث میں بھی فریقین کا احترام نہیں کھوتے تھے۔"

مولانا حسین احمد مدنی نے مولانا سے متعلق ایک دفعہ فرمایا کہ "وہ آیت من آیات اللہ ہیں۔ ابوالکلام نہ ہوتے تو ہندوستان میں مسلمانوں کا انقلابی سفر دیر تک معطل رہتا۔ وہ ایک جامع الصفات انسان ہیں کہ اس قسم کے انسان صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔"

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی ناظم جمعیۃ علمائے ہند فرماتے تھے۔

"مجھے سیاست کا چسکا الہلال نے ڈالا اور ابوالکلام آزادؒ نے میدان رستخیز میں لا کھڑا کیا۔"

مولانا شبیر احمد عثمانی مولانا آزادؒ سے مختلف راستے پر تھے لیکن لاہور (پاکستان) میں ایک ملاقات کے دوران میں فرمایا:

"مولانا آزاد نے سیاسی آواز کو دینی لہجہ دے کر اس زمانے کے علماء کو خطابت کا ایک

نیا اسلوب دیا اور اس یگانہ اسلوب کے سحر میں کسی کو اختلاف نہیں۔ میں نے ابتداً ابوالکلام کی خوشہ چینی کی ہے۔"

مسٹر آصف علی نے لکھا تھا:

"مولانا آزاد روز بروز پیدا نہیں ہوتے، ہم سب ان کے افکار کے ممنون ہیں، وہ نہ ہوتے تو شاید ہمارا قافلہ مرتب نہ ہوتا۔"

علامہ انور شاہ کاشمیری سے متعلق مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے بتایا کہ مولانا آزاد دیوبند میں حضرت قاسم نانوتوی اور حضرت شیخ الہند کی قبروں کے پاس ٹہل رہے تھے۔ علامہ انور شاہ نے دور سے دیکھ کر فرمایا:

"وہ دیکھو علم ٹہل رہا ہے۔"

فرمایا ابوالکلام سے [illegible] ہم سب [illegible] ہے

[illegible] سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے [illegible] کی ترغیب [illegible] ایک جلسے میں مولانا ظفر علی خان نے دونوں پر عقیدت کے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا:

ظفر علی خاں تیرے [illegible] ہیں [illegible]

لیکن مولانا حسرت [illegible] سیاسی [illegible] فرماتے:

"مولانا نے مجھے [illegible] سیاست پڑھنی [illegible] کی خدمت [illegible] نہ ہوتے تو نہ جانے کب تک ہندوستانی مسلمانوں کی سیاسی زندگی میں [illegible] رہتا"

چودھری افضل حق احرار کا شہ دماغ تھے، شاہ جی انہیں [illegible] کہتے۔ چودھری صاحب ابتداً میں سب انسپکٹر پولیس بھرتی ہوئے تھے، مولانا آزاد کی صدارت میں جلسہ عام تھا کہ چودھری صاحب نے سرعام وردی اتار کر استعفیٰ دے دیا اور تحریک عدم تعاون میں شریک ہو گئے۔ چودھری صاحب مولانا کو ملک علم کا شہنشاہ اور تدبر کے اعتبار سے بے پناہ کہتے تھے۔ فرماتے: ابوالکلام نے مجھے اس راہ پر ڈالا اور شاہ جی نے تھانیدار کی وردی اتروادی۔

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے مولانا کو ہمیشہ اپنا مرشد کہا۔ فرماتے:

"ابوالکلام میں ابوذرؓ کا فقر، علیؓ کا استغناء، صدیقؓ کا عشق، فاروقؓ کا دبدبہ اور عثمانؓ کی حیا مجتمع تھی"

کی سقامت رچی ہوئی ہے، وہ ان خصائص کا مجموعہ ہیں۔

شیخ حسام الدین احرار کا بازو تھے۔ مولانا سے ان کے عشق کا یہ حال تھا کہ ان کے خلاف اختلافی بول تک نہ سنتے۔ کسی زبان پر ایسا کلمہ ہوتا تو اس سے الجھ پڑتے۔ فرماتے "ہم لوگ انسانی وجود میں ابوالکلام کی تحریریں ہیں۔"

سید سلیمان ندوی اور مولانا عبدالسلام ندوی کی آرا پہلے نقل ہو چکی ہیں۔ مولانا [illegible] مسلاتی سے ابوسعید بزمی سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: ابوالکلام [illegible] کا معجزہ ہے۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی دعوت قرآن میں [illegible] موجود ہے۔ قاضی عبدالغفار [illegible] ابوالکلام [illegible] ان کے تعلقات کی [illegible] سے مولانا کی ذات پر خوبصورت [illegible] نے حاصل کیا۔ اس مضمون کے مطالعے سے [illegible] ابوالکلام کا دماغ قدرت کا معجزہ تھا۔ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کی سیاسی قوت کا ایک عظیم مظہر ہے۔ پروفیسر [illegible] نے مولانا کو فکر و نظر کی معراج پر دیکھا [illegible] کی عظمت میں پہلے قدم پر پیشانی جھکا دی ہے۔ پروفیسر [illegible] کے نزدیک وہ قبلہ [illegible] تھے۔ [illegible] نے خود [illegible] ابوالکلام [illegible] قدرت نے [illegible] جس میں اس [illegible] کو ڈھالا تھا۔

سید سلیمان ندوی کی [illegible] مولانا عبدالماجد دریابادی نے ایک [illegible] کی [illegible] مصنفین کے [illegible] سعید احمد [illegible] نے راقم کو اپنے والا نامے میں لکھا کہ

"ابوالکلام سے حسد کی وجہ [illegible] کی جائے [illegible] جواب دینے کے عادی نہ تھے ورنہ [illegible] کے بغیر [illegible] معذور [illegible] ابوالکلام [illegible] مسلمانوں کی سب سے بڑی ذہانت کا نام تھا۔"

ملیح آبادی نے ذکر آزاد میں لکھا ہے "میں اخبار نویس ہی نہ ہوتا اگر مولانا کی رفاقت میسر نہ آتی۔ میرے قلم کی رونق کا سرچشمہ انہی کی ذات تھی۔" غلام رسول مہر پنجاب کے بہت بڑے صحافی اور بلند پایہ انشا پرداز تھے۔ انہیں تحقیق و تنقید کے سیاسی میدانوں میں کمال حاصل تھا وہ انگریزی، عربی، فارسی اور اردو میں

یکتا تھے۔ مولانا سے ان کی عقیدت ان مختلف کتابوں سے معلوم ہو جاتی ہے جو مولانا کے مقالات و مکاتیب کا مجموعہ ہیں اور ان کی مرتب کی ہوئی ہیں۔ راقم کے نام ایک مکتوب میں لکھا ہے:

"ہم نے مولانا کے معاملے میں کفرانِ نعمت کیا ان کی فراست سے فرار ہماری عقلوں کا الحاد تھا مولانا ہندوستان میں عرب و عجم کی نفاستوں کا پیکر تھے۔ میں نے خود زندگی کا آغاز البلاغ کے مطالعہ سے کیا، میرے تمام ذوق مولانا کے اسی فیضانِ نگاہ کا نتیجہ ہے۔ لیکن ہم نے مولانا کے علم و عمل کو ٹھکرا کر شومئ قسمت خرید لی ہے۔ مولانا باوجود اس وحدت کے [illegible] کا عطیہ تھا۔ ہم لوگ [illegible] کا سبب ہے۔"

چراغ حسن حسرت [illegible]

"ابوالکلام ایک عظیم انسان [illegible] ادارہ ہے۔ ان سے ہمکلام ہو کر [illegible] یقین آتا ہے [illegible] قدر [illegible] کا نتیجہ ہے [illegible] مسلمان ایک عظیم ذہنی بحران کا شکار ہیں۔ ابوالکلام اور اقبال کے سوا بر عظیم کے مسلمان صحرائی مخلوق ہیں۔"

خواجہ حسن نظامی مرحوم کہا کرتے تھے ہندوستان میں مسلمانوں کی ذہانت کے محور تین ہیں۔

(۱) ابوالفضل (۲) مرزا غالب (۳) مولانا آزاد۔

علامہ سیماب اکبرآبادی آگرہ کے مشہور شاعر و یگانہ استاد تھے۔ پاکستان بنا تو کراچی آگئے وہیں انتقال کیا۔ انہیں تاج محل سے عقیدت درجہ عشق تھا۔ ان کے مجموعہ ہائے کلام میں تاج محل پر بہت سی نظمیں ہیں۔ مولانا آزاد کا ذکر آیا تو کہنے لگے

"اس تقصیر نے انہیں ہم سے چھین لیا ہے وہ انسانوں کا تاج محل ہیں۔"

جوش ملیح آبادی اپنی ذات سے باہر نہیں جھانکتے خود کو مہابھارت کا کل سمجھتے ہیں۔ مولانا آزاد کے تذکرے میں فرمایا:

"مولانا شاعر ہوتے تو ہم غزل ہو جاتے کیونکہ صدیوں تک ان کا نعم البدل پیدا ہونا مشکل تھا۔ وہ نفائس روزگار میں سے تھے، کئی دفعہ اشتباہ ہوتا ہے کہ ہم ان کی صدائے بازگشت ہیں۔"

گاندھی جی اپنے ساتھیوں میں مولانا کو تاریخ کا سب سے بڑا عالم اور اپنا استاد کہتے تھے۔ مولانا کی شخصیت

سے متعلق ان کا جو نقطۂ نگاہ تھا اس کی ایک بڑی تصویر مہادیو ڈیسائی کی کتاب "ابوالکلام آزاد" ہے۔ گاندھی جی نے اس کتاب کا مختصر دیباچہ لکھا ہے وہ مولانا کو علم میں ڈھلا ہوا انسان سمجھتے اور ان کے نزدیک وہ ایک ایسے سیاست دان تھے جو دو قوت کے بجائے نظریات پر زندگی گزارنا اور [illegible] کی [illegible] سے بے نیاز رہتا ہے۔ جواہر لال نہرو نے ان کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ اور وہ ان کی ہمہ گیر شخصیت کے معترف تھے ان کے خیال میں مولانا جدید و قدیم ہندوستان کی تہذیب و تمدن کی مجسمہ تھے۔ پنڈت موتی لال نہرو مولانا کے ذاتی دوست تھے۔ مولانا کے متعلق ان کا خیال تھا کہ [illegible] آگ، پانی، مٹی اور ہوا نہیں بلکہ علم فکر، فہم، تدبر ہیں۔ پنڈت جی کے یہ [illegible] نے راقم سے بیان کیے تھے [illegible] مولانا کے جگری دوست تھے ان کا [illegible] سب سے بڑی [illegible] ہیں۔ بھولا بھائی ڈیسائی نے مولانا سے متعلق [illegible] کی ذات ہندوستان کے [illegible] علوم [illegible] نظر آتی ہے۔"

نواب [illegible] کے نزدیک مولانا علم کے [illegible] استقامت کا پہاڑ تھے۔ علامہ شبلی [illegible] شباب کی سرحدوں سے قریب ہونے کے باوجود [illegible] طبیعت رکھتے تھے۔ علامہ شبلی کا اندازہ تھا کہ [illegible] اس نوعمر وجود میں جمع ہو رہی ہیں [illegible] ابوالکلام ابھی نوجوانی کے حدود میں داخل نہ ہوئے تھے۔ لیکن ان کے علم و نظر کی وسعت [illegible] ذہن کی طاقت پر تعجب ہوتا تھا کہ اس نوعمری میں قدرت نے ایک یونانی دماغ کو عجمی حسن دے کر عربی شباب پر رکھ دیا ہے اور پوچھتا ہے تو ہندوستان کی ذہانت [illegible] ہوتی ہے۔"

اس ہندوستان میں جو ۱۹۲۰ء [illegible] مہاتما گاندھی اور مولانا ابوالکلام آزاد دو شخصیتیں ایسی تھیں جن سے ہندوستان کی جدید لیڈر شپ پیدا ہوئی۔ لیکن مہاتما گاندھی کا واسطہ انسانوں کی اس جماعت سے تھا جو بت کدے سے اٹھی اور اس کی روایتوں کو اپنے مذہب کی اساس سمجھتی تھی۔ اس کے بیشتر افراد ہی پوجا کے عادی تھے۔ گاندھی جی نے اپنے دور کی لیڈر شپ کو جنم دیا، پروان چڑھایا اور جواہر لال بنا دیا لیکن مولانا آزاد اس قوم کے فرد تھے جس کی تلواریں اپنے ہی اکابر کے لہو سے گلنار رہی ہیں۔ ابوالکلام کے دشمن

ہلال سے جو لوگ تیار ہوئے وہ سیاست و سیادت کی وادیاں ضرور قطع کرتے رہے۔ لیکن جس قوم کے اعضاو ارکان تھے، اس کے خارستان میں تلوے سہلاتے رہے۔ ابوالکلام سب کچھ تھے لیکن ان سب کچھ کے باوجود آخر دم تک تنہا رہے۔ اس کی تربیت گاہ میں کوئی جواہر لال نہ تھا اس کے آخری شب و روز جنگل میں سرما کی چاندنی تھے یا پھر ہجر کے آنسو کہ شب کا سناٹا اور صبح کا اجالا دونوں تماشائی ہوتے ہیں۔

معاصرین کی آراء

ذیل میں بعض عظیم شخصیتوں سے مولانا کے متعلق ان کی معاصرانہ [illegible] سے دریافت کی۔ وہ جو کچھ چھپتے رہتے انہیں بھی یادداشتوں میں لکھ لیا۔ [illegible] پرچوں سے چھپ چکی ہیں [illegible] ہیں۔ حقیقتاً یہ مولانا کی شخصیت و عبقریت کی تصویر ہے جو شخصیتوں کی [illegible] سے متعلق [illegible] ہیں۔ وہ مولانا سے ہر حضر و ہر سفر میں [illegible] ہے [illegible] محمد علی [illegible] بنا کام ہی [illegible] پنڈت جواہر لال نہرو، بابو راجندر پرشاد [illegible] ولبھ بھائی پٹیل کی [illegible] شخصی حیثیت کا تجزیہ کیا ہے [illegible] بات ہے کہ [illegible] وہ ہے جس کا لوگوں کو بھی اعتراف ہے۔ ڈاکٹر [illegible] نے اپنی [illegible] سے مولانا کی [illegible] کا اقرار کیا ہے۔ ان کے علاوہ خان عبدالغفار [illegible] مولانا کے مباحث میں گاندھی جی کے [illegible] رہتے ہوئے [illegible] مولانا سے [illegible] کرتے۔ ان کے [illegible] خیال میں مولانا کی تصویر اپنی رعنائی و زیبائی کے ساتھ آ رہی ہے۔ مولانا ظفر علی خان نے معاصرت کی روایتی چشمک سے بے نیاز ہو کر اقرار محاسن کیا ہے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری [illegible] دور کے سب سے بڑے خطیب اور [illegible] زبان کے ساحر تھے۔ ہمیشہ فرماتے کہ [illegible] نے ان کا ذہنی سانچہ تیار کیا تھا۔ غرض ان مختصر آراء میں مولانا کے سوانح و افکار کی بے شمار جھلکیاں ہیں۔ مطالعہ فرمائیے:

مہاتما گاندھی

[illegible] مہاتما گاندھی جو بھجن کا [illegible] دعا میں معمول کے مطابق کٹیا بنا کے رہ رہے تھے۔ راقم نے بعض دوستوں کی معیت میں ان سے دو بار ملاقات کی۔ ایک دفعہ خود [illegible] کی اور ملاقات ہو گئی، دوسری دفعہ سید عطاء اللہ شاہ کی ہمراہی میں۔ پہلی ملاقات میں روزنامہ [illegible] کا شمارہ ان کے سامنے تھا۔ سرخ پنسل سے کسی مقالے پر نشان لگے تھے، مہاتما جی نے فرمایا:

”ڈن نے مولانا آزادؔ کی مسلمانوں سے غداری کا مفروضہ قائم کیا اور اس پر طعن و تضحیک کی زبان استعمال کی ہے۔ ہماری سیاست اسی لیے صاف نہیں کہ ہم اختلاف کرنے والوں کی ذات کو رگیدنے کے شوق میں جھوٹ بولنے اور بہتان باندھنے سے ہچکچاتے نہیں۔ مجھ سے خود کرپس اور پیتھک لارنس نے کہا ہے کہ مولانا آزاد سے ہم نے سب تک سات آٹھ دفعہ ملاقات کی ہے۔ انہوں نے مسٹر جناح کا نام ہمیشہ عزت سے لیا اور ان کا تذکرہ نقطۂ نگاہ کے معلوم اختلاف یا ٹکراؤ کے باوجود [illegible] جس طرح شرفاء آپس میں تبادلۂ افکار کرتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کی ذہانت و صلاحیت پر کوئی چوٹ نہیں کرتے تھے۔ اس کے برعکس مسٹر جناح نے کئی دفعہ مولانا کے متعلق حقارت سے [illegible] جب پنڈت نہرو نے لکھا [illegible] کرپس [illegible] مولانا نے [illegible] سے شاید [illegible] لارنس [illegible] مولانا [illegible] ہیں ان کا ذہن [illegible] پیدا کیا ہے۔ وہ سیاست کو تاریخ کی میزان میں تولتے [illegible] حقائق سے نتیجہ نکالتے ہیں۔ مولانا کوئی ذاتی بات نہیں [illegible] اور قومی [illegible] کے بجائے ایک عالمی انسان کے [illegible] ہندوستان کے مسئلے کو حل کرنے [illegible] فی الحال ذہن میں [illegible] ہیں ان [illegible] یہ وہ نہیں تو [illegible] مولانا سے خلوص پر مرتب کی ہیں“

راقم نے گاندھی جی سے سوال کیا کہ ہندوستان میں آپ کی پوری سیاسی عمر مولانا کے ساتھ گزری ہے اس طویل تجربے میں آپ نے ان کے متعلق کیا رائے قائم کی ہے؟ گاندھی جی نے فرمایا:

”آپ کا سوال پیچیدہ ہے اور پیچیدہ ہونے کے علاوہ طویل بھی ہے۔ رفقاء کے متعلق رائے دینا آسان نہیں، ہر تصویر کے بہت سے رُخ ہوتے ہیں۔ مولانا علم کے شہنشاہ ہیں، میں انہیں افلاطون، ارسطو، فیثاغورث کی طرح کا ویسا ہی انسان سمجھتا ہوں، وہ تاریخ کے بہت بڑے عالم ہیں۔ کانگریس ورکنگ کمیٹی میں جہاں تک تاریخ کے شعور کا تعلق ہے،

کوئی بھی ان کا ہم پایہ نہیں، سب ان سے پیچھے ہیں، اردو زبان ان کی لونڈی ہے،
وہ عربی و فارسی کے جیّد عالم ہیں، خطابت کے فن میں ڈیماستھینز و سسرو کے
ہم رتبہ ہیں لیکن ان کے متعلق ہم نے کتابوں میں پڑھا ہے، مولانا کو ہم نے دیکھا اور
سنا ہے، وہ ایک سامعہ ان کے انداز میں بات چیت کرتے اور فصاحت کی بوقلمونی کو چند
فقروں ہی میں سمیٹ کر لے آتے ہیں، جو ہر حال ان کے خیالات کی انگریزی کرتے ہیں۔ کل انڈیا
کانگریس کمیٹی میں پیچیدہ [illegible] قراردادیں مولانا ہی پیش کرتے اور [illegible]
کو چیت کرتے ہیں [illegible] کلام میں تاثیر [illegible] کا [illegible] اس وقت
ہندوستان بھر میں کوئی شخص ان کی نظیر نہیں [illegible] سب [illegible] ہے، وہ
[illegible] کر [illegible] ہی خیالوں [illegible] ہیں [illegible]
[illegible] وقت [illegible] ہیں لیکن [illegible] رہتے ہیں، جو اس سے
[illegible] کا [illegible] کہ وہ [illegible] صاحب کا شکار ہیں، مسلمانوں نے
ان [illegible] میں [illegible] مسلمانوں کو حق تھا [illegible] لیکن ایک ایسا
شخص جو [illegible] سے الف [illegible] نہیں مگر جو کسی [illegible] نہیں [illegible]
[illegible] کے [illegible] بھٹ جاتا ہے، اس کے خلاف
[illegible] مولانا کی ذہانت،
ہندوستان کے لیے عطیہ [illegible] کانگریس [illegible] یا [illegible] سے پہلی [illegible] میں
[illegible] ہوگیا کہ وہ ایک [illegible] اس وقت ہندوؤں اور مسلمانوں میں خلافت
کا یہ طوفان نہیں تھا بلکہ تحریک خلافت اور [illegible] کے [illegible] نے باہمی اتحاد کی ایک
[illegible] پیدا کردی تھی۔ ملک کے [illegible] کی صفوں میں تھے۔ مسلمانوں میں
سے حکیم اجمل خان، مولانا محمد علی اور ڈاکٹر مختار احمد انصاری ذہانت و قابلیت کے
انسان تھے۔ حکیم صاحب کی سوجھ بوجھ اور فہمیدہ شخصیت کا ہر گوشہ میں احترام تھا، وہ
محض طبابت کی وجہ ہی سے مسیح الملک نہ تھے ان کا ہاتھ ملک کی سیاسی نبض پر بھی تھا،
وہ حالات و واقعات کی صحیح صحیح تشخیص کرتے تھے، مولانا محمد علی شجاعت کا پیکر تھے۔

وہ عوام کو اپنے زورِ بیان سے موہ لیتے اور عوام ان کی طرف کھنچے چلے جاتے تھے۔ بلاشبہ ہندوستان کی نئی بیداری میں ان کا وجود برق و رعد کی پہلی صدا تھا۔ لیکن وہ جذبات کے انسان تھے۔ ڈاکٹر انصاری ہاتھ کے سخی، دل کے غنی اور دماغ کے دھنی تھے ہمندر کی تہوں سے موتی نکال لاتے ان سے غرباء کے لیے سخاوت کا ایک چشمہ ابلتا۔ مسلمانوں نے ان سے بھی غیر اخلاقی سلوک کیا۔ مولانا آزاد مقابلۃً کم تھے۔ لیکن اس وقت بھی کانگرس میں صفِ اول کے رہنما تھے۔ ان کا شمول جیسے ہی ان سے ہمارے لیے فخر و مسرت کا باعث رہا۔ ہم ان کے مشوروں [illegible] جنگ دور حالتوں میں بھی مفید [illegible] ثابت [illegible] تھا کہ ۱۹۲۲ میں جب [illegible] کانگرس کے سب سے کم عمر صدر ہوئے وہ جو [illegible]

راقم نے سوال کیا۔

مہاتما جی، مولانا اور آپ کے درمیان سیاسی امور میں اختلاف رہے ہوں تو اس صورت میں کیا ہوتا ہے؟

مہاتما جی نے مسکراتے ہوئے کہا

مولانا میں پہلے تو کئی بار [illegible] باعث [illegible] وہ جہت سے معاملات ایک منطقی [illegible] حیثیت سے حل کرنا چاہتے ہیں، لیکن اس دنیا میں ہر چیز منطقی اور عقلی طور پر حل نہیں ہوتی۔ یہ دنیا واقعات و حادثات کی بوقلمونیوں کا مجموعہ ہے، جہاں عقل اور بے جوڑ چیزیں چلتی ہیں، جن کی عقل تصدیق نہیں کرتی لیکن وجدان توثیق کرتا ہے۔ وہ ہر چیز کو عقل [illegible] منطق سے دیکھتے ہیں، میں اندر کی آواز پر عمل کرتا ہوں۔ ان کی تدبیریں قرینِ حقیقت ہوتی ہیں۔ بسا اوقات مجھے ان سے اتفاق کرنا پڑتا ہے۔ مولانا کی سب سے بڑی خوبی اختلافِ آراء کی نظری آویزش میں یہ ہوتی ہے کہ وہ کسی خیالی نظریے اور نتیجے کو ذاتی وقار کا مسئلہ نہیں بناتے، اور ہر چیز کو نرم روی سے حل کرتے ہیں۔

کانگرس میں ایک ہائی کمانڈ ہے۔ مولانا اس ہائی کمانڈ کے رکن ہیں۔ ان کا اپنے ساتھیوں میں احترام ہے اور وہ سب ان کی آراء کے وزن کو محسوس کرتے ہیں۔ کانگرس کی دوسری طاقت ملک کے عوام ہیں۔ بے شک ملک کے عوام کی بہت بڑی اکثریت کانگرس کے ساتھ ہے لیکن مسلمانوں کی اکثریت کچھ اس طرح تقسیم ہے کہ متحدہ قومیت کی داعی ہونے کے باوجود کانگرس اکثریتی مسلمانوں کی نمائندہ نہیں۔ اس اعتبار سے مسلمانوں نے مولانا کی پوزیشن کو کانگرس میں ضعیف کیا ہے اور شاید مولانا ذاتی طور پر محسوس کرتے ہیں

راقم نے عرض کیا:

کیا یہ صحیح نہیں کہ مولانا نے خود مسلمانوں کی [illegible] سے [illegible] اس طرح کنارہ کیا کہ مسلمان بھی ان سے [illegible]

مہاتما جی نے کہا:

"کسی حد تک یہ بات ٹھیک ہے۔ مگر [illegible] ہندو اس وقت تک پسند نہیں کرتے جب تک وہ [illegible] یا وہی بات نہ کرے جو ان کے شعور [illegible] میں مختلف [illegible] جناب کی [illegible] منفعل [illegible] [illegible] کی زندگی فقر و درویشی کی زندگی ہے۔ وہ [illegible] شاہی ہے [illegible] کی طبیعت اس سے مختلف [illegible] ہے۔

مہاتما جی نے [illegible] کہا۔ ہندوؤں میں خلقتہ ہیرو ورشپ ہے۔ مسلمانوں کا مزاج اس کے الٹ ہے۔ بہرحال یہ ایک تجزیاتی پہلو ہے۔ جہاں تک مولانا کا تعلق ہے ہم نے انہیں ایک سچا مسلمان پایا ہے۔ ہم انہیں ہندوستان کی عظمت سمجھتے ہیں۔ مسلمانوں کو انہیں ایک عبقری شخصیت کے علاوہ انعام ایزدی سمجھنا چاہئے تھا لیکن یہ ایک دردناک المیہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنی زبان و بیان کی تمام غلطیاں ان پر صرف کردی ہیں۔ مولانا اسلام کے ترجمان اور مسلمان ثقافت کا نمائندہ نہ ہوتے، صرف سیاست کے کھلاڑی یا مغربی ثقافت کا مجسمہ ہوتے تو ممکن تھا مسلمان ان کے گرویدہ ہوتے اور اغلب تھا نہیں

اس مقام پر متمکن ہو سکتے ہیں جو اسلام کے نزدیک جائز نہیں، لیکن ہماری اصطلاح میں ہیروورشپ کا مقام ہے۔"

پنڈت جواہر لال نہرو

عبد اللطیف پنجاب کے نیشنلسٹ طلبہ میں ایک متحرک نوجوان اور پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے سیکرٹری تھے۔ انہوں نے "ابوالکلام آزاد" کے نام سے ملک کے بعض چیدہ اہل قلم اور سربرآوردہ سیاست دانوں کے مضامین کا مجموعہ مدون کیا۔ لاہور کے مشہور پبلشر قومی کتب خانہ سے شائع کیا۔ [illegible] ایک مقالہ بعنوان ایک غیر معمولی سیاست دان پنڈت جواہر لال نہرو کا [illegible] پنڈت جی نے یہ مقالہ [illegible] [illegible] مولانا کی [illegible] [illegible] کتاب میں [illegible] کا مضمون حسب ذیل ہے:

"کسی شخصیت کے متعلق [illegible] خیال کرنا ایک مشکل کام ہے [illegible] مشکل ہو جاتی ہے جب وہ ہستی [illegible] [illegible] تقریباً ۲۲ سال ہوئے جب پہلے پہل میری [illegible] مولانا کی شخصیت قومی کاموں [illegible] جنگ عظیم کے دوران میں [illegible] ان سے ملنے کے لیے بیتاب تھا [illegible] ان کے چہرے پر پختہ کاری اور بالغ نظری کے گہرے نقوش تھے [illegible] کانگرس کے درمیان ناگزیر تھی۔ چونکہ مجھے خود بھی اس وقت کانگرس کے اندرونی حلقوں سے اتنا گہرا ربط وضبط نہیں تھا۔ اس وقت دور ہی سے مطالعہ کرنے کا موقع ملتا رہا۔ لیکن اس کے بعد کانگرس ورکنگ کمیٹی کی میٹنگوں میں بغور مطالعہ کرنے کا موقع ملا اور بالخصوص پچھلے دس بارہ برس سے تو مجھے ان سے بہت گہرا تعلق رہا ہے۔ اگر ہمارے ایام قید وبند اور میری ہندوستان سے غیر حاضری کے زمانے کو اس میں سے مستثنیٰ کر دیا جائے تو کانگرس کے روزانہ مشاغل

اور اس کی عظیم الشان تجویزوں اور منصوبوں میں مجھے ان کی مسلسل رفاقت کی عزت حاصل رہی ہے کانگریس کی تاریخ میں اور بنا بریں ہندوستان کی تاریخ میں بہت کم لوگ اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ کانگریس کی تجاویز وعزائم کی تراش خراش اور وضع قطع میں ان کا زبردست ہاتھ کس طرح مصروف رہا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ پریذیڈنٹ ہیں یا ورکنگ کمیٹی کے ایک عام ممبر ان کی رائیں اور مشورے غیر معمولی طور پر وقیع سمجھے جاتے تھے کیونکہ ان راؤں اور مشوروں کے پس پردہ دانش و تدبر اور فہم و فراست کی غیر معمولی پختگی اور کھراوٹ روز بروز نمایاں تر ہوتی جا رہی تھی۔

مولانا [illegible] بالکل مختلف اور نرالے سیاست داں ہیں۔ آپ ایک کامیاب سیاست داں کے طبعی [illegible] آپ کی افتادِ طبیعت [illegible] آپ [illegible] اور خلوت پسند [illegible] آپ کے مجبور میں ایک [illegible] وجود ایک [illegible] سکے تو [illegible] ہنگامہ خیزیوں سے [illegible] کے لیے آمادہ کرنا کوئی آسان کام نہیں لیکن یہ سچ ہے کہ [illegible] خصوصیت عام [illegible] تھی [illegible] نے [illegible] حرکت و گردش کی زندگی پر مجبور کر دیا ہے۔

مولانا [illegible] وہاں موجود تھے [illegible] تاریخ قوم [illegible] و بصیرت [illegible] ان کے دماغ میں عجیب ضبط و ترتیب کے ساتھ موجود ہے۔ [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے منطق و فلسفہ [illegible] معقولیت پسند ہے [illegible] ان کے پس منظر میں ایک [illegible] کبھی کبھی بلند تر خشک ظرافت پیش کرتا ہے۔

اگر اس قدر خلوت پسندی اور شرمیلا پن ان کی طبیعت کا خاصہ نہ ہوتا تو وہ ملکی اور قومی کاموں میں اس سے بھی بڑھ کر حصہ لیتے کیونکہ ان کے قلم میں ایک سحر اور ان کے بول میں ایک اعجاز ہے جو ہزاروں بے حس دلوں کو حرکت و عمل کی طرف راغب کر سکتا ہے ہم نے یہ اعجاز پرور آواز اب پبلک میں شاذ و نادر ہی سنی ہے اور بدقسمتی سے انہوں نے اپنے جادو نگار قلم سے بھی پہلے کی طرح دل آویزیاں اور رنگینیاں پیدا کرنی چھوڑ دی

دی ہیں۔

مجھے ہمیشہ تصنیفی زندگی سے ان کی بے اعتنائی پر افسوس ہوا ہے کیونکہ جو زبان وہ لکھتے ہیں وہ زیادہ سے زیادہ پر معنی الفاظ سے مملو ہوتی ہے وہ جو مضمون شائع کرتے ہیں انہوں نے نہ صرف ہندوستان بلکہ مغربی ایشیا، عربی ممالک اور مصر سے خراج تحسین وصول کر لیا تھا محض ان کے قلم کی بدولت تھا اور اب تک یہ حالت ہے کہ اگر ان عربی بولنے والے ممالک میں کوئی سیاح ہندوستان سے جاتا ہے تو اس سے ابو الکلام کے متعلق ضرور دریافت کیا جاتا ہے۔ انہوں نے [illegible] ہماری قوم کو صاف اور سلجھے ہوئے طرز فکر اور بنا میں صحیح رد عمل کے تعین میں کس قدر گراں بہا [illegible] نصیب ہوتی ہے

یہ محض حالات کا تقاضا ہے کہ وہ [illegible] پیش کرتے ہوں [illegible] لیڈر کے ایسے مجبور ہو گئے [illegible] جنہیں ان کو بہت زیادہ [illegible] انہوں [illegible] ایک مکمل ہار رہے ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ [illegible] ہم یہ ہمیشہ محسوس کرتے رہے ہیں ان کی رائے بہت زیادہ وقیع ہوتی ہے اور [illegible] اس سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے [illegible] صاف دماغ کی پیداوار ہوتی ہے [illegible] گیا ہے اور [illegible] ہوتی ہیں

میں [illegible] ہندوستانی [illegible] ایک ہی وقت میں زبردست عالم دین اور ہندوستانی اتحاد کے [illegible] ہیں۔ ان دونوں چیزوں کے اتحاد میں انہوں نے مطلق دقت محسوس نہیں کی [illegible] ہندوستانی زندگی کے اختلافات میں یک باہمی آویزش نظر آتی ہے۔ لیکن مولانا اس عام سطح سے بہت بلند واقع ہوتے ہیں [illegible] بلندیوں سے انہوں نے نہ صرف اس تنوع کے پس پردہ حقیقی اتحاد و یک جہتی کو دیکھ لیا ہے بلکہ یہ بھی معلوم کر لیا کہ ہندوستان اور اس کی مختلف روحوں کی نجات اس ایک یک جہتی اور اتحاد ہی سے وابستہ ہے۔[1]

---

[1] پنڈت جی کے مضمون کا اردو ترجمہ عبد اللہ بٹ کی کتاب سے نقل کیا ہے، اس وقت انگریزی متن سامنے نہ تھا ورنہ بعض فقرے مزید اختصار کے ساتھ شگفتہ ہو سکتے تھے۔

مولانا وفات پا گئے تو راقم ان کے جنازے میں شمول کے لیے دہلی گیا۔ پنڈت جی اس وقت حزن و یاس کی تصویر تھے۔ انہیں دفنانے کے بعد پنڈت جی مولانا کی کوٹھی میں آئے تو ہم چند لوگ وہاں تھے، سب احتراماً کھڑے ہو گئے لیکن پنڈت جی کی پریشانی کا یہ عالم تھا کہ تسلیمات لیے بغیر یہ کہتے ہوئے مولانا کے کمرے کی طرف بڑھ گئے "مولانا سے مل کے ابھی آتا ہوں" پھر تھوڑی دیر منٹ میں واپس آگئے ان کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو تھے معاً باہر باغ میں چلے گئے جہاں مولانا صبح و شام ٹہلا کرتے تھے، پنڈت جی کو بے حال دیکھ کر پربودھ چندر ساتھ ہو لئے، پنڈت جی شاخوں سے پوچھ رہے تھے۔

"مولانا تو جیسے مسند یا سے کبھی پھول کھلاتی
وہ کیسا ہی سب ہرے بھرے تھے
اب کبھی کھلیں گے — ؟ اور دوستوں سے کہہ رہے تھے کہ ہمیشہ کے لیے دین ان سے جدا ہو گئے"

پنڈت جی واپس آئے راقم سے کہا:

"خدمت آپ نے ہمارے بیچ میں شرکت کی، کب تک یہ ملے، مولانا سے ملاقات ہوئی؟ اب تو کبھی ملاقات نہ ہوگی۔"

وہیں ڈھیر یں [illegible] سے ملا، انہوں نے مجھے گلے لگایا اور [illegible] ڈھے جلد عالم تھا۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد صدر جمہوریہ ہندوستان جلسے کے صدر تھے پنڈت جی نے اپنی تقریر کے شروع ہی میں کہا:

مولانا کی موت نے ہندوستان کو اس کی ایک بڑی عظمت سے محروم کر دیا ہے۔ وہ ہماری ان شخصیتوں میں سے تھے جو تاریخ کے تبع ہیں۔ بے شک ہندوستان نے بہت کم [illegible] ان کے جنازے میں لوگوں کا ہجوم مہاتما جی کی ارتھی سے بھی زیادہ تھا۔ میں سوچتا رہا ایک شخص جو عوام سے ہمیشہ دور رہا اور جس کی سب سے بڑی پریشانی کا نام عوام تھے، اس کے جنازے میں بیکراں ہجوم کہاں سے آیا گویا سارا ہندوستان امڈ آیا تھا۔ میرے دل نے جواب دیا کہ وہ ہندوستان کی عظمت ہونے کے باوجود فی زمانہ ہندوستان کے سب سے بڑے مظلوم انسان تھے، لوگوں نے ان کی مظلومیت کا احساس و اعتراف کیا ہے۔ ہندوستان

ہیں بڑے بڑے لوگ ہر دور میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ قدرت کا نظام یہی ہے کہ وہ انسانوں کی آبادیوں کو خلا کا شکار نہیں ہونے دیتی، ہر دور میں بڑے آدمی پیدا کرتی ہے۔ مولانا کی موت سے وہ دروازہ بند نہیں ہوا۔ ہندوستان آئندہ بھی بڑے آدمی پیدا کرتا رہے گا لیکن ہم ان کی رحلت سے ایک زبردست خلا کا شکار ہو گئے ہیں کہ آزادی سے پہلے غلام ہندوستان کی جدوجہد میں اور آزادی کے بعد آزاد ہندوستان کی تگ و دو میں جب بعض مسائل کی پیچیدگیاں ہمارے لیے مہلک ہی بن جاتی تھیں تو ہم سوچتے تھے کہ آج مولانا سے حل دریافت کریں۔ حیرت ہوتی کہ وہ ہمارے ذہن پر [illegible] دور کر دیتے ہر گتھی سلجھا دیتے ہر مسئلہ کا سمت جواب [illegible] موت [illegible] کندھوں پر [illegible] [illegible] ہوتے ہیں۔

رفیع احمد قدوائی [illegible] پنڈت جی سے مولانا سے متعلق عرض کیا [illegible] کی وجہ یہی [illegible] ہندوستان کی ایک بڑی جماعت ہے [illegible] کے لیے بھی مولانا جیسے [illegible] قوم سے [illegible] ہندوستان کی سیاست مختلف ہوتی۔"

پنڈت جی نے کہا:

"مولانا کی طبیعت ایک سانچہ میں ڈھلی ہے اس کو توڑنا یا موڑنا مشکل ہے ان کے علم کی سب چاہتی نے ان میں ایک شان [illegible] پیدا کر دی ہے اور وہ اس سے کسی حال میں بھی دستبردار نہیں ہوتے، اپنی زبان پر کسی کی شکایت نہیں لاتے اور بڑے سے بڑے حادثوں پر گزار لیتے ہیں۔ مسلمان قوم نے اپنے سیاسی خواص کی پیروی میں ان کے متعلق جو زبان بولی ہے اور جس بدگوئی کے انبار لگائے ہیں وہ سب کچھ انتہائی شرمناک ہے۔ ایک انسان جو مستقل معنوں میں سیاست دان نہ ہو علم کی نزاکت کے سانچے

میں ڈھلا ہو، اور ادب کی نفاست پر اس کے مزاج کی اساس ہو اس کے احساس کی پژمردگی کا اندازہ عوام نہیں کر سکتے۔ عوام اگر جوش و غضب کی حالت میں ہیں تو [illegible] کی بچی زبان میں کا انعام بھی ہیں۔ وہ تعمیر سے شاذ ہی واسطہ رکھتے ہیں ان کی عمومی عادت تخریبی ہوتی ہے۔

میں ایک حد تک تاریخ اسلام کا طالب علم ہوں، اور اس کے مطالعے نے مجھے اس خیال کے بنانے میں مدد دی ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ اپنے ہی [illegible] کی عظمتوں سے ان کی زندگی میں شرمناک برتاؤ کیا ہے۔ پھر ایک زمانہ گزر جانے کے بعد تاریخ نے ان کی عظمت کا اعتراف کیا اور ان کے علم سے استفادہ حاصل کیا ہے۔

بہرحال مولانا [illegible] ہوں [illegible] کی [illegible] نہیں [illegible] ہوتی، شاید وہ ابوالکلام نہ ہوتے۔"

سردار ولبھ بھائی پٹیل

ڈاکٹر راجندر پرشاد اور سردار [illegible] مولوی [illegible] لدھیانوی نے [illegible] حبیب الرحمٰن لدھیانوی سے

ان سے وقت [illegible] ملاقات ہو گئی۔ [illegible] باتوں باتوں میں [illegible] کی کہ سردار صاحب بولیں لیکن وہ گھنٹہ بھر ہماری باتیں سنتے رہے خود ایک حرف [illegible] پتھر میں جونک لگا رہے ہیں، کوئی ہفتہ بعد شری پرشاد چندر بھی [illegible] ان سے ملاقات ہوئی تو [illegible] کے متعلق میرے سوالات کی نوعیت نے انہیں جواب دینے پر آمادہ کیا۔

میں نے کہا:

"سردار صاحب [illegible] یہاں تک صداقت ہے کہ وزارتی مشن کے مذاکرات میں مولانا کا مسلمان ہونا سیاستاً درست نہیں۔ مسلم لیگ ان کی پوزیشن خراب کرتی اور مسلمانوں کی وہ عدم نمائندگی کے زعم میں ان کی شخصیت کو رد کرتی ہے۔ ادھر وزارتی مشن باضابطہ طور پر کانگرس کے ہندو رہنماؤں سے بات کرنا چاہتا ہے تاکہ ہندو مسلم قضیہ کے متعلق اپنے ذہن کے خطوط پیدا کر سکے۔ کانگرس بہرحال ہندوؤں ہی کا مجموعہ ہے۔ مثلاً آپ کے متعلق خود کانگرس کے بعض ذمہ دار صوبائی نمائندوں کی طرف سے یہ تردید جا رہا ہے کہ آپ [illegible] اختیارات یا حکومتی مذاکرات کے اس مرحلے میں مولانا کی ترجمانی کو بوجوہ خرابی اور خلل کا موجب خیال کرتے ہیں؟"

سردار صاحب مسکرائے کہنے لگے۔

"ہر شخص اپنے خیالات کا مجاز ہے۔ یہ مرحلہ ہی ایسا ہے کہ طرح طرح کے خیالات آوارہ ہو کر اڑ رہے ہیں۔ مجھ میں اور مولانا میں بہت زیادہ ذہنی فاصلہ ہے لیکن وہ بعض قومی امور سے متعلق نظریاتی چیز ہے ورنہ مولانا کے متعلق جہاں تک ہمارے اعتقاد کا تعلق ہے ہم ان کی صداقت فکر اور رسوخ حب وطنی پر شبہ نہیں کر سکتے۔ اس ملک کے مختلف مکاتیب فکر کی لیڈرشپ اور اس قدر کے دماغ [illegible] ملک ہوتی تو ہم بہت پہلے آزاد ہو چکے ہوتے [illegible] مجھے مولانا کے متعلق کوئی شکایت ہے تو یہ [illegible] آج تک مسٹر جناح کے متعلق ایک [illegible] سے [illegible] ایسے شخص کو زیب نہیں دیتا جو اپنے [illegible] مسٹر جناح کی [illegible] دینے کے لیے اصرار کیا تھا ان کا جواب تھا۔

"مسٹر جناح نے اس کلمہ تحقیر سے اپنی عزت میں کوئی اضافہ نہیں کیا [illegible] خیال ہو کہ اس طرح ان کی طبیعت خوش رہتی ہے [illegible] کے طور پر [illegible] کرنا چاہیے [illegible] استعمال کی اجازت دی ہے [illegible] مسٹر جناح کو بھی [illegible] کے لیے ان چیزوں کے استعمال کا حق پہنچتا ہے۔ دوسری چیز اس ضمن میں مولانا نے یہ کہی کہ ہم ذاتیات کی شرانگیزی سے صحت یاب نہیں ہو سکتے۔ [illegible] قومی مسائل اس طرح حل ہو سکتے ہیں۔

بدمزگی کا علاج بدمزگی نہیں اس طرح مسائل کا راست ہونا مشکل ہے۔ قربانی جان و مال کے ایثار ہی کا نام نہیں، حق و صداقت کے لیے عزت و شہرت کا تیاگ دینا بھی قربانی ہے۔

مسٹر جناح کی درشتی نے قوم کو غلط راہ پر ڈال دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ سیادت کا طرز عمل معتقدین کے لیے لازمہ تقلید ہو جاتا ہے۔ پاکستان بن گیا تو اس ساری لیڈرشپ کو

جو مسٹر جناح کے اس کلمہ سے خوشی ہوئی ہے خود میں مستقل سے گزرنا ہوگا۔ وہ محسوس کریں گے کہ ہر الف ننگا مخلوق کے بازار سے گزر رہے ہیں۔ رہا وزارتی مشن سے متعلق یہ خیال کہ وہ مولانا سے بات چیت کرتے ہوئے کوئی روک محسوس کرتا ہے تو یہ غلط ہے۔ وزارتی مشن جانتا ہے کہ مولانا کو کانگریس کا پورا پورا اعتماد حاصل ہے اور مولانا جو کچھ ان سے کہتے، اجتماعی اعتماد سے کہتے ہیں۔ مولانا سے کسی مسئلے میں اختلاف ہو تو ہمیں ہو سکتا ہے۔ لیکن وزارتی مشن کے مدرست ہی نہیں۔ مولانا ہندوستان کی ترجمانی کر رہے ہیں اور سنڈور رتی مشن پر ہندوستان بہ قمت کا نقش جما رہے ہیں۔

راقم نے سوال کیا

سردار صاحب آپ میں اور مولانا میں ذہنی فاصلے کیا ہیں؟ سردار صاحب کے چہرے پر کھلی مسکراہٹ پھیل گئی، کہنے لگے۔

"وہ مسلمان ہیں میں ہندو ہوں، کیا یہ ذہنی فاصلہ نہیں؟ پھر کھل کے ہنستے ہوئے کہا لیکن ہندوستان کی آزادی کے حصول کا جذبہ جس نے ہمیں ساتھ کھڑا کیا ہے وہ لوگ ہمارے ذہنی فاصلے پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ ہمارے درمیان کوئی اختلاف حائل کئے ہیں میں کوئی شارع نہیں، یہ فاصلے نہیں رکھتے۔ ہمیں غیر ملکی سامراج کے خلاف جدوجہد نے یک جان دو قالب کر رکھا ہے۔ اس میدان میں ہم متحد ہیں۔ مولانا سے میرے یا میرے بعض ساتھیوں کے اختلاف کی وجہ یہ بھی ہے ہم گاندھی جی کے پیروکار ہیں وہ انہیں پرانے ہندوستان کے رشیوں کی طرح مانتے ہیں۔ مولانا گاندھی ازم کے پیرو نہیں وہ قومی جدوجہد میں گاندھی جی کے ساتھی ہیں ان سے اختلاف بھی کرتے ہیں اور اتفاق بھی۔ بعض بعض مسائل میں انہیں بنیادی اختلاف ہوتا ہے۔ مثلاً عدم تشدد، گاندھی جی کا دھرم ہے، مولانا اس کو جدوجہد آزادی میں بے بس ہندوستان کا ہتھیار کہتے ہیں۔

سردار پٹیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ہم لوگ گاندھی جی کا مجوزہ لباس پہنتے ہیں اور ہم میں سے نناوے فی صد قومی نشان کے طور پر گاندھی ٹوپی رکھتے ہیں۔ لیکن مولانا اس باب میں بھی مغلیہ تہذیب کے دلدادہ ہیں۔ وہ مسلمانوں کی سی اچکن اور مسلمانوں

کی سی ٹوپی پہنتے ہیں۔ خان عبدالغفار خان اور ڈاکٹر سید محمود کانگریس کی مجلس عاملہ کے مستقل ممبر ہیں، انہوں نے اپنے تئیں گاندھی جی کے سانچے میں ڈھال لیا ہے۔ ڈاکٹر سید محمود ہمیشہ گاندھی ٹوپی پہنتے ہیں، لیکن مولانا کے ذہن میں اس کا تصور ہی نہیں۔ بات معمولی سی ہے لیکن مولانا اس طرح اپنی انفرادیت قائم رکھتے اور اپنے مخصوص کلچر سے الگ نہیں ہوتے۔ ان کی نشست و برخاست عادات و مشرقی تہذیب کی اسلامی وضع قطع رکھتی ہے۔

بہرحال مولانا اس ہندوستان کی رواداری اور تحمل کے نمائندہ ہیں جو مغلوں کے عہد کی امتیازی خصوصیت تھی:

"مولانا کے بارے میں آپ کی حتمی رائے کیا ہے؟" میں نے سردار صاحب سے آخری سوال کیا۔

سردار صاحب نے کہا:

"مولانا کی ذہانت [illegible] ان کی [illegible] اپنے دکل کھرے انسان کے دو قدموں کی محتاج نہیں۔ وہ دمشق، بغداد اور دہلی کی مسلمان سلطنتوں کے عہد کی عظمت کا آخری وجود ہیں۔ انہیں قدرت نے ہندوستان کے زمانہ [illegible] میں پیدا کیا ہے۔ وہ ہندوؤں میں ہوتے تو مہاتما گاندھی کی طرح مہاتما گاندھی ہوتے، ہندو عوام انہیں [illegible] پوجتے۔ لیکن مسلمانوں نے ان سے وہ سلوک کیا جو [illegible] اور [illegible] کے [illegible] نے نئی دنیا کے رہنماؤں سے کیا تھا۔"

راقم نے عرض کیا:

"جان گنتھر نے انڈر دی ایشیا میں آپ کو، راجن بابو کو اور مولانا کو کانگریس کے ارباب ثلاثہ قرار دیا اور لکھا ہے کہ آپ اس جسم کا [illegible] مولانا اس کا دماغ اور راجندر پرشاد اس کا دل ہیں۔"

سردار صاحب مسکرائے۔ راجن بابو نے کہا۔

"مولانا کی شخصیت بلاشبہ کانگریس کے وجود میں دماغ کی ہے۔"

میں نے یوسف مہرعلی کے حوالے سے عرض کیا کہ انہوں نے مولانا کے سوانحی خاکے میں لکھا ہے۔

"آپ کی شخصیت بالکل ان قاموسیوں کی طرح ہے جنہوں نے انقلاب فرانس کو اپنی تحریروں

میں ڈھالا تھا۔

- آپ گاندھی جی کے فلسفۂ عدم تشدد کے عقیدۃً حامی نہیں بلکہ ہندوستان کی آزادی کے لیے بے بس قوم کا اسلحہ سمجھتے ہیں۔
- ہندوستان کے معمر سیاست دانوں میں سب سے زیادہ انتہا پسند ہیں۔ کانگرس میں دائیں اور بائیں بازو کے لیے نقطۂ اتحاد ہیں۔
- آپ ایسے انسانوں کا ہر ملک میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً فقدان ہے۔

سردار پٹیل نے کہا:

"یوسف مہر علی نے غلط نہیں لکھا۔"

راجن بابو بولے

"ان کا حرف حرف درست ہے۔"

ڈاکٹر راجندر پرشاد

ڈاکٹر راجندر پرشاد کا اردو لہجہ اور اسلوب تحریر نہایت عمدہ تھا۔ اسی تاریخ بات چیت میں ان کا لب و لہجہ منکسرانہ تھا۔ راقم نے مولانا کے متعلق عرض کیا کہ وہ بعض اوقات بہت خوبصورت ... میں آ جاتے ہیں۔ راجن بابو بولے

"وہ ابوالکلام ہیں۔"

راقم نے مولانا سے متعلق راجن بابو کا عمومی تاثر دریافت کیا کہ اس طویل رفاقت میں آپ نے ان کے متعلق کیا رائے قائم کی ہے۔

جواباً کہا:

"ہم لوگ گاندھی وادی ہیں۔ مہادیو ڈیسائی مہاتما جی کے سیکرٹری تھے انہوں نے مولانا سے متعلق کتاب لکھی ہے اس کے علاوہ دو چار مضمون بھی ملک کے بڑے بڑے روزناموں میں سپردِ قلم کیے۔ فی الجملہ ان کے تاثرات ہم سب کے تاثرات ہیں۔ ہم گاندھی وادی مولانا کے متعلق وہی محسوس کرتے اور رائے رکھتے ہیں جو مہادیو ڈیسائی نے بیان کیا ہے کہ:

۱۔ ان کی شخصیت میں تا جذب اور کشش ہے کہ ان کی ہر جگہ تعظیم کی جاتی ہے۔

۲۔ وہ کانگرس میں اپنی مثال نہیں رکھتے، ان کے اعجاز بیان سے انسان مسحور ہو جاتا ہے۔

۳۔ ان سے بڑھ کر کانگریس میں دوکوئی معاملہ فہم سیاست دان اور سیاسی جوڑ توڑ کرنے والی شخصیت نہیں ہے۔

۴۔ مہاتما جی سیاسی زندگی کے انتہائی خطرناک مراحل میں ہمیشہ ان سے رجوع کرتے ہیں۔

۵۔ موتی لال نہرو، ورسی آر داس ان سے مشورہ کئے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتے تھے۔

۶۔ نمائش و ہنگامہ سے ہمیشہ محترز رہتے ہیں۔

۷۔ علم اللسان میں اپنی نظیر آپ ہیں۔

۸۔ گاندھی جی ان کی زبان کو ہندوستان کی لینگوا فرینکا بتاتے ہیں۔

۹۔ ان کی [illegible] انگریزی [illegible] فلسفہ، مذہب، سائنس، سیاست [illegible] قدیم و جدید [illegible] کتابیں ان کے مطالعے میں رہ چکی اور رہتی ہیں جو نئی کتاب [illegible] ان کے پاس [illegible] وہ [illegible] دستیاب ہیں۔

۱۱۔ سو شخص بہت سے [illegible] لیکن [illegible] ملاقاتوں سے پرہیز کرتے ہیں۔

۱۔ [illegible] کو [illegible] رہتے ہیں۔

۱۲۔ [illegible]

۱۳۔ وہ کسی حالت میں بھی [illegible] نہیں کرتے۔

راجن بابو نے مہادیو ڈیسائی کی ان تحریروں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ

"ہم لوگ گاندھی جی [illegible] کے پیرو ہیں، لیکن مولانا مہاتما جی کے ساتھی اور ان کے رفیق جہد ہیں، اپنی بے پایاں انا کے باعث وہ بڑے سے بڑے شخصی حریف کی خرافات کا جواب نہیں دیتے۔ ان کے نزدیک ذاتیات کی جنگ ناقابل اعتنا ہے۔ اس کو بدرو میں روڑے پھینکنے کے مصداق سمجھتے ہیں، جس کے چھینٹے اڑکر اپنے ہی بدن پر آتے ہیں۔"

مولانا کے متعلق رجن بابو کا ایک مضمون "الجمعیۃ دہلی" کے ابوالکلام نمبر میں شائع ہوا تھا اس میں لکھا تھا کہ:

۱۔ وہ ستمبر ۱۹۲۰ء میں پہلے پہل مولانا سے متعارف ہوئے، جب انہوں نے تحریک خلافت کے شروع میں مہاتما جی اور مولانا محمد علی کے ساتھ بہار کا دورہ کیا۔ تب انہیں ایک سحر طراز خطیب کی حیثیت سے دیکھا کہ ان کی گونجدار آوازوں کی گھن گرج میں اثر کر عوام کے خوابیدہ جذبات کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر بیدار کر دیتی۔ غرض ان کی تقاریر سے بہار پر جب آزادی کا طوفان اٹھ آیا تھا

۲۔ مہاتما جی ۱۹۲۲ء کے شروع میں قید کیے گئے تو بعد میں کانگریس کے ممتاز رہنماؤں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ مسئلہ یہ تھا۔ کانگریس کو مجلس قانون ساز میں حصہ لینا چاہیے یا نہیں۔ پہلے کلکتہ کے سالانہ اجلاس میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا گیا۔ پھر لاہور اور احمد آباد کے اجلاس میں اس کی توثیق کی گئی۔ کانگریس میں اکثریت والوں نے مخالفت کی لیکن مقابلے کے حامی جیت گئے۔ دونوں طرف کانگریس کے ممتاز رہنما تھے۔ اس کے اختلاف سے کانگریس کو زبردست دھکا لگنے کا امکان تھا۔ مولانا آزاد اس وقت کانگریس کے سپیشل اجلاس منعقدہ دہلی ۱۹۲۳ء کے صدر منتخب ہو گئے۔ وہ دونوں ہی کانگریس کے لیڈر ہو گئے اس کی وجہ ان کا زور خطابت اور ان کی زبردست ذہانت، دانشمندی، معاملہ فہمی، مختلف عناصر کو یکجا کرنے کی قوت اور مختلف خیال طبقوں میں ہم آہنگی و مفاہمت پیدا کرنے کی بے پناہ صلاحیت تھی۔ ان کی انہی خوبیوں سے ان کے رفقاء کے دل و دماغ پر گہرا اثر ڈالا تھا۔

۳۔ ہمیں تحریک آزادی کی طویل مدت میں ان کی حب الوطنی، ایثار، قربانی اور مضبوط قوت فیصلہ کا بار بار اعتراف کرنا پڑا اور یہ انہی کا کمال تھا کہ ۱۹۲۰ء میں چینجرز اور نو چینجرز کے خیالات کا ساری طور پر احترام کیا گیا اور جانبین میں مفاہمت کا راستہ پیدا ہو گیا۔

۴۔ وہ اپنے عقائد پر غیر متزلزل چٹان کی طرح جمے رہتے اور کسی طرح ان سے ہٹتے نہیں تھے۔

راقم نے استفسار کیا کہ آپ نے مہاتما جی کے متعلق لکھا ہے کہ ان کا ذکر کرنا ایسا ہی ہے جیسے تیرتھ یاترا کرنا، تو کیا مولانا کے متعلق آپ نے ایسی کوئی رائے قائم کی ہے؟

بابو جی نے کہا — مہاتما جی کا تذکرہ بالکل دوسری بات ہے۔ وہ پراچین ہندوستان کے

رشیوں کا بدل ہیں ان کے متعلق ہمارے تاثرات عقیدت کی انتہا پر ہیں۔ مولانا ہماری جدوجہد کے پر استقامت قافلے کی آبرو ہیں۔ انہیں مل کر ہمیں تہذیب و شائستگی اور علم و فکر کی معراج سے ہمکلامی کا احساس ہوتا ہے۔ وہ اپنے علمی تبحر کی دھونس نہیں جماتے اور نہ کسی کو مرعوب کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ کسی عنوان یا شخصیت سے مرعوب بھی نہیں ہوتے۔ وہ عمر بھر کے ساتھیوں سے ان کی آرا میں اختلاف بھی کرتے ہیں، لیکن کبھی تصادم کی [illegible] نہیں آنے دیتے۔ وہ رفقا پر اپنے [illegible] کے تسلسل سے قائل کرتے اور اپنے افکار کی عمارت اٹھاتے ہیں۔ کئی معاملات میں بالخصوص جب وہ [illegible] تاریخ کے نقطۂ نگاہ سے اختلاف کرتے ہیں تو ہمیں [illegible] اختلاف ہوتا ہے لیکن ان کے اختلاف کی سب سے [illegible] ہے [illegible] وہ [illegible] کو [illegible] سے شدید اختلاف [illegible] اپنے خیالات [illegible] دیتے ہیں [illegible] خیالات کو ٹھکرا سکتے ہیں۔ [illegible] کانگریس کی قومی [illegible] سیاست میں [illegible] اور وہ [illegible] عوام میں مقبول ہو سکیں تو ان کے خیالات سے اختلاف کرنا مشکل [illegible] ہو لیکن وہ عوام کی [illegible] سے زیادہ اپنی ذہانت اور اپنے تجربہ پر بھروسہ کرتے ہیں [illegible] کی [illegible] اور [illegible] اپنے [illegible] پر اعتماد [illegible] وہ جمہوریت کے نہیں [illegible] ہیں۔ [illegible] کی بجائے [illegible] کرتے ہیں [illegible] کے خیالوں کو عوام تک پہنچانا [illegible] کا فرض ہے۔ وہ یہی محسوس کرتے اور یہی خواہش رکھتے ہیں۔

راقم نے ایک اور سوال کیا۔

جب سبھاش چندر بوس کانگریس کی صدارت سے مستعفی ہوئے اور آپ نے صدارت کا چارج لیا تو سبھاش بابو کا غصہ مولانا کے خلاف زیادہ تھا۔ وہ اپنے بیانوں میں انہیں مغل اعظم کہتے اور اس طرح بیان دیتے گویا ان [illegible] کے مسئول مولانا ہیں۔ مولانا محمد علی جوہر کانگریس سے الگ ہوئے تو ان کا غصہ بھی مولانا کے خلاف تھا۔ قائد اعظم بھی مولانا ہی کو مطعون کرتے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

بابو جی بولے۔

"اس کی وجہ مولانا کی ہمہ گیر شخصیت اور ان کا طرز ہے۔ مولانا جنگ جواب کبھی نہیں دیتے اور نہ تو للکار جانتے ہیں۔ وہ اپنے منفرد مقام سے قومی، سیاسی اور جماعتی نوعیت کے مسئلوں کو صاف کرتے ہیں تو ان کی ذہانت کا ٹکراؤ دوسرے سے ہوتا اور ان کے لیے غصے کا موجب بنتا ہے۔ سبھاش بابو محسوس کرتے تھے کہ مولانا کی ذہانت نے ان کے وار کو روک کر کند کر دیا ہے وہ ان کے خلاف ہو گئے۔ مولانا محمد علی کا ٹکراؤ مولانا آزاد کی شخصیت سے نہیں [illegible] وہ جب تک گاندھی جی کے مدمقابل ہو کر [illegible] ہیں۔ مولانا ان کے ہم مذہب ہیں اور انہیں [illegible]

[illegible]

[illegible]

راجن بابو نے یہاں تک کہا:

مولانا [illegible] ہندوستان کی [illegible] تاریخ کے [illegible] ارتقا کا نچوڑ ہیں۔ آج [illegible] ہندوستان کی [illegible] ہے۔ اور [illegible] آپ کے اس قلم سے متعلق [illegible] کے ہم [illegible] ہندوستان کے [illegible] میں [illegible] بھی [illegible] تھی۔"

مولانا ظفر علی خاں

مولانا ظفر علی خاں پنجاب کے [illegible] میں کلمۂ حق کی پہلی صدا تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ زمیندار نے جو [illegible] کے بعد ان کی ادارت میں نکلنا شروع ہوا [illegible] پنجاب ہی نہیں بلکہ سرحد و سندھ کے علاقے بھی محروم تھے۔ مولانا نے زمیندار کے مینارہ [illegible] سے بے باکی و بے خوفی کی روشنی پھیلائی۔ وہ قلم کے دھنی اور زبان کے غنی تھے۔ ان کے قلم اور زبان میں عوام کے لیے جادو تھا، وہ آناً فاناً ایک تحریک پیدا کر دیتے۔ ان کے مزاج میں ٹھہراؤ اور طبیعت میں جماؤ ہوتا تو قلم و زبان کے اعتبار سے پنجاب کے ابوالکلام ہوتے۔ لیکن ان کے دل و دماغ پر شاعری نے ایسا قبضہ کیا تھا کہ وہ

سیاست داں سے کہیں زیادہ شاعر تھے۔ تحریر میں ان کا اسلوب عوامی تھا۔ وہ جذبات سے کھیلتے اور جذبات کے لیے جیتے تھے۔ نظم میں صحافتی شاعری کے موجد اور انشاء میں اخباری زبان کے مجتہد تھے۔ تحریک خلافت کے آغاز میں ہندوستان کے مسلمانوں کو جو حقیقی لیڈرشپ حاصل ہوئی ان کی تین شخصیتوں میں سے ایک تھے۔ مولانا آزاد، مولانا محمد علیؒ اور مولانا ظفر علیؒ تینوں قلمرو زبان کے شہسوار تھے، لیکن تینوں کی معرکہ آرا شخصیتوں میں بعد المشرقین تھا۔ تینوں رفتہ رفتہ ایک دوسرے سے الگ ہوگئے۔ مولانا محمد علی اور مولانا ظفر علیؒ نے تو مولانا [illegible] ہی کے [illegible]۔ مولانا محمد علی اور مولانا ظفر علی آپس میں بھڑ گئے۔ تو بڑا کارن پڑا [illegible] تینوں کے قلم [illegible] کی سرجنگی [illegible] مولانا محمد علی کی طبیعت میں جذبات کا بہاؤ [illegible] مہاتما گاندھی، سردار پٹیل اور پنڈت [illegible] ایک ہوتے تو اغلب تھا ہندوستانی مسلمانوں کی [illegible] ہوتے جس [illegible] عوامی سیاست کی عمومی بدپرہیزی کے باعث [illegible] حادثہ تھا [illegible] سیاست مخاصمت کی [illegible] رحمت کے وقت [illegible] شرف تلمذ حاصل کیا بغیر [illegible] شخصیتوں کے بارے میں [illegible] سے پرہیز کرتے۔ ان کے تبصرے [illegible] ان کے متعلق نہایت وقیع رائے [illegible] ارشاد فرمائی۔ مطلع تھا۔

مجھے بھی انتساب ہے ادب کے اس مقام سے
ملی ہوئی ہے جس کی حد قدم گہ نظام سے

دسواں یا گیارھواں شعر تھا۔

جہاں اجتہاد میں سلطنت کی راہ گم ہوئی
ہے تجھ کو اس کی جستجو تو پوچھ ابو الکلام سے

راقم ہمراہ تھا۔ استفسار کیا :

"مولانا ابو الکلام کے متعلق آپ نے جو شعر کہا ہے وہ محض قافیہ کی بندش ہے یا فی الواقع آپ بھی سمجھتے ہیں؟"

فرمایا :

"جو کچھ میں نے کہا، وہ لفظاً ہی نہیں معناً بھی درست ہے"

عرض کیا :

"کیا مولانا ابو الکلام [illegible] میں [illegible] سے [illegible] مجتہد ہیں؟"

فرمایا :

"بالکل [illegible] قرآن [illegible] کے باب میں [illegible] نہیں [illegible] کا خیال ہے [illegible] کی [illegible] لکھتے ور قرآن کو [illegible] [illegible] دوسرے [illegible] معا [illegible] وہ قرآن کی ابدی دعوت پر نظام کائنات کی [illegible] رکھتے ہیں، ان پر [illegible] اسی طرح کھلے ہیں کہ ان کے لیے کوئی سی راہ [illegible] وہ منقطع نہیں [illegible] کی [illegible] ہے۔

راقم [illegible] تفسیر [illegible] ہے [illegible] دوسرے ترجمہ و تفاسیر کے مقابلے میں منفرد ہے۔

مولانا :

"ان کے ترجمہ و تفسیر کی بڑی خوبی [illegible] ہے کہ وہ [illegible] میں خطاب کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے ان کے [illegible] الفاظ الوہیت اور نبوت کا جامہ پہنے ہوئے ہیں [illegible] اللہ کی دین ہے۔ دوسرے ترجمے جو اب تک ہندوستان میں ہوئے ہیں، وہ قرآن کے الفاظ میں لغوی و نحوی ترجمے ہیں۔ ان میں قرآن کے منشاء کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ عربی الفاظ کا ترجمہ اردو الفاظ میں کیا گیا ہے، مطالب [illegible] [illegible] ہو گئی ہے۔ آزاد کی تفسیر

محض مقامی یا محض اسلامی نہیں، بین الاقوامی و بین الملی ہے، وہ الہیاتی زبان میں کائنات کو خطاب کرتے ہیں۔"

راقم: "ادب میں ان کا مقام کیا ہے؟"

مولانا:

"فی الواقع وہ ایک سچا آزاد ادیب ہیں، ان کا قلم آزاد ہے، وہ قرن اوّل کے غزوات کی چہرہ کشائی کرتے، اور عصر حاضر کی رزم گاہوں میں مسلمانوں کی تیغ [illegible] ڈھونڈتے ہیں۔ ان کا اسلوب بیان [illegible] آدمی [illegible] اور مطالب میں ڈوب [illegible] ہے۔ حقیقت یہ ہے [illegible] ہندوستان [illegible] نظیر نہیں رکھتے۔ قوم کی [illegible] ہے۔"

راقم: [illegible]

مولانا:

"[illegible] کس حد تک [illegible] ناواقف ہیں [illegible] وارث ہیں۔"

راقم: "ان کے [illegible] کی وجہ کیا ہے؟"

مولانا:

"ہر طبیعت کا ایک اسلوب ہوتا ہے، ان کی طبیعت خود [illegible] ہے"

راقم: "مسلمانوں کی بہت بڑی [illegible] سے متفق نہیں، وجہ کیا ہے"

(۱۹۳۰ء کی ایک مکالمت ہے)

مولانا:

"مسلمانوں کی عمومی تاریخ ہی یہ ہے کہ جن کی محراب عظمت میں ان کی موت کے بعد جبین اعتراف جھکاتے ہیں، وہ اپنی زندگی میں ان کے اعراض و انکار کی زد میں رہتے

اور ان کے استبداد کی بھٹی میں پکتے ہیں پھر جب وہ اللہ کو پیارے ہو جاتے تو ایک زمانہ گزرنے پر مسلمان ان کی عظمت کا احساس کرتے اور ان کی مرحوم شخصیت کے گرد جمع ہوتے ہیں۔ قرونِ اولیٰ سے یہی ہوا ہے۔ مسلمانوں نے اپنے ائمہ کی رسوائی اپنے سلطانوں سے کرائی اور خود تماشائی بنے رہے۔ اب غلامی کے زمانے میں وہ دولت کو پوجتے اور طاقت کو مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک قربانی و استقامت کسی انسان کی حماقت اور علم و دیانت شخصی خوبی ہیں۔ مسلمان من حیث القوم ایک مزار پرست قوم ہے۔ وہ مفکر گزر جانے کے بعد عقیدت بڑھ جاتی اور [illegible] وہ دلکش ہوتی ہے جو [illegible] میں جیتی جاگتی رہتی [illegible] [illegible] [illegible] دردناک [illegible] ہے

راقم: [illegible] صحافت کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے؟

مولانا:

"جب وہ صحافت میں [illegible] ہندوستانی مسلمانوں کے دینی قبرستان میں اذان دی شروع کیا اور اس صدا نے انہیں جگا دیا تھا البلال محض جریدہ ہی نہیں صحیفہ تھا کہ [illegible]"

راقم: مولانا کے ساتھ آپ کے [illegible] رہے۔

مولانا:

"میرے ساتھ انہیں ہمیشہ تعلق خاطر رہا۔ [illegible] زمیندار کو اپنے عتاب کا نشانہ بنایا تو بعد میں انہوں نے کئی مقالے تحریر کیے اور حکومت کی روش پر نکتہ چینی کرتے ہوئے زمیندار کی آواز کو زندہ رکھنے کے لیے عامۃ المسلمین کو آمادہ کیا۔"

راقم: "آپ مولانا سے ملتے تو گفت گو عموماً کس موضوع پر ہوتی؟"

مولانا:

"ہر موضوع پر جو اس وقت ہندوستان میں قومی آزادی اور مسلمانوں کے استقلال کا موضوع

مولانا :

راقم : "آپ نے ادب پر کبھی بات چیت کی؟"

مولانا :

"کئی دفعہ [illegible] ادب کی روح سمجھتے اور اس کو [illegible] ڈاکٹر [illegible] کے عاشق تھے۔"

راقم : "وہ مزاجاً کس ڈگر کے انسان تھے؟"

مولانا :

"جب دیوڈ [illegible] مغل تہذیب کا [illegible] کہتے ہیں [illegible] مغل تہذیب سے [illegible] بغداد مرحوم کے [illegible] خلافت [illegible] بات [illegible] ہوتے اس [illegible] ہیں۔"

راقم : [illegible] حالات میں [illegible] کیونکہ [illegible] ہیں

مولانا :

"[illegible] ہوتی ہے۔ [illegible] کا خیال ہے کہ وہ اس عہد اور محل کے انسان تھے لیکن اس عہد اور محل میں پیدا ہو کر آنے والی زندگی کی [illegible] سیاست دان نہیں کیونکہ سیاست دان ہمیشہ [illegible] مستقبل پر سوچتے ہیں وہ مدبر ہیں اور مدبر انسان کے مستقبل پر سوچتا ہے۔ ہندوستان جن قوموں کا مجموعہ ہے ان میں کوئی سی قوم اپنی بدقسمتیوں کے باعث آزادی سے متفق نہیں، وہ اپنے تئیں اس طرح محسوس کرتے ہیں جس طرح لالۂ خودرو بیابان میں ہو۔"

خان عبدالغفار خان

پاکستان میں اپنی طویل قید سے بادشاہ خان اچانک رہا کر دیے گئے تو ابتدا

سرحد میں اس کا داخلہ ممنوع تھا۔ وہ راولپنڈی سے رہا ہو کر جب پہنچے اور [illegible] کے ہاں مقیم ہوئے [illegible] راقم انہیں ہندوستان کی جدوجہد آزادی کی چلتی پھرتی تاریخ سمجھتا اور سرحد جو کبھی سرزمین بے آئین تھی [illegible] اس کا نجات دہندہ خیال کرتا تھا۔ ان سے تاریخ کے متعلق استفسار شروع کیا تو وہ ہر موضوع پر مفصل روشنی ڈالتے، واقعات بتاتے، ان کے مراتب بیان فرماتے، اور شخصیات کے بارے میں تفصیلی تذکرہ کرتے تھے۔

چونکہ [illegible] کی تاریخ پاکستان کی تاریخ سے [illegible] اور [illegible] میں [illegible] رہے تھے اور پاکستان [illegible] کی [illegible] سے [illegible] اہم [illegible] ہیں جن سے [illegible] اور [illegible] کی تاریخ [illegible] سے [illegible] ہوتے۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی [illegible] مسلمانوں کے بارے میں [illegible] تب [illegible] ان کا تذکرہ وسوانح موقوف کر دیں جو بر عظیم کی [illegible] سے [illegible] رہے اور [illegible] طویل جدوجہد کے [illegible] شیخ [illegible] کا مرہون منت ہے اور [illegible] خان عبد الغفار خان [illegible] اور خان عبد الغفار خان [illegible] مطلع روشن [illegible]

[illegible] تو [illegible] کے مختلف حصوں میں بیان [illegible] ہوا۔

انسان ہر حال انسان ہوتا ہے، بڑے آدمی [illegible] سے مختلف نہیں ہوتے، وہ انسان ہی ہوتے ہیں، لیکن قدرت جس [illegible] ودیعت کر انہیں بڑا بنا دیتی ہے۔ بڑائی اس کے سوا کچھ نہیں کہ چند معلوم و معروف ہیں۔ ان میں جنہیں اختیار کرنے سے آدمی بڑا ہو جاتا ہے۔ ان بڑائیوں میں سرفہرست شخصی کریکٹر ہے، جس شخص کی سیرت مستقیم ہو گی اور وہ سچائی کے پیرہن میں اپنا ذات کا جوہر رکھتا ہو گا وہ بلاشبہ عظیم آدمی ہے اور اس کے عظیم ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

کانگرس میں گاندھی جی عظیم انسان تھے تو اس کی وجہ ان کا شخصی کردار تھا۔ انہوں نے اپنی ذات کی نفی کی تو ایک کھرا اور سچا انسان ہو گئے۔ اپنا سب کچھ حتیٰ کہ اپنے شب و روز بھی قوم کی بھینٹ کر دیئے۔ بابائے ہندوستان ہی کے لیے نذرِ اجل ہو گئے وہ ایک ایسے چراغ تھے جس سے کئی چراغ روشن ہوئے اور یک اندھیری رات بقعۂ نور ہو گئی۔ وہ بظاہر ماورائی باتیں کرتے، اور ان سے اپنی روح کا رشتہ جوڑتے تھے، فرماتے کہ ان کی آواز روحانی ہے۔ غرض اس شخصی وجود نے صدیوں کے غلام ہندوستان کو جگا دیا اور ایک ایسی قوم میں ولولۂ آزادی پیدا کیا، جس کی [illegible] خون تک نچوڑ چکا تھا۔ وہ خود ایک عظیم راہنما تھے، لیکن انہوں نے کئی عظیم راہنما پیدا کئے۔ ہندوستان کی آزادی کانگرس کی مرہونِ منت ہے اور کانگرس ان [illegible] کانگرس کے عظیم دور کے رہنما تھے۔ انہوں نے کانگرس [illegible] آزادی کی جدوجہد میں [illegible]

پنڈت جواہر لال نہرو کے متعلق ایک دوسری ملاقات میں [illegible] خاں سے کہا۔

"وہ جدید ہندوستان کے [illegible] تھے، گاندھی جی کے جانشین تھے اور گاندھی جی نے خود اس کا اعلان کیا تھا [illegible] صداقت [illegible] ہندوستان کے [illegible] اور جدید ہندوستان کے خیالات کا نمونہ تھے [illegible] ہر دلعزیز نوجوان ہندوستان کے رہنما تھے [illegible] ہندوستان کے سیاست دان، کانگرس کے عوام [illegible] بے پناہ عقیدت رکھتے۔ ہندوستان کی سیاست کا تاج ان کے سر پر تھا۔ وہ اپنے ملک کی مختلف تہذیبوں اور مختلف دھاروں کا مرقع تھے۔ ان کے مطالعہ کی وسعت نے انہیں بین الاقوامی شخصیت کے سانچے میں ڈھال دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب میں ان کی تحریریں نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھی جاتی تھیں۔ وہ امریکہ و یورپ میں ایک سیاست دان کے علاوہ ایک مصنف کی حیثیت سے بھی شہرت رکھتے تھے۔ ان کی شخصیت قومی جدوجہد نے اتنی بلند کی تھی کہ ہندوستان کی وزارت عظمیٰ ان کے لیے باعثِ فخر نہیں بلکہ وزارت عظمیٰ کیلئے

وہ باعث فخر تھے۔ ہندوستان کی عوامی ہیرو کا نام جواہر لال تھا۔

راقم نے پوچھا۔ سردار پٹیل؟

بادشاہ خان نے کہا:

"وہ ایک فولادی انسان تھے۔ اپنے اعصاب پر انہیں اس قدر قابو حاصل تھا کہ اپنے خیالات کے خلاف نہیں کبھی تذبذب نہ ہوتا اور نہ [illegible] سے دستبردار ہوتے۔ وہ گاندھی وادی تھے لیکن ٹھیٹھ، ایک دفعہ جس بات پر اڑ جاتے پھر اس سے ہٹتے نہیں تھے، ان میں طبیعت کی سنگینی کے باوجود [illegible] تھا۔ [illegible] کے تحت نہیں [illegible] خود [illegible] تھے۔ [illegible] ایک منکر [illegible] ڈوبے ہوئے [illegible] گاندھی [illegible] تھے"

"اور مولانا آزاد؟" راقم نے دریافت کیا۔

بادشاہ خان نے کہا:

"[illegible] مفید [illegible] وادی میں [illegible] قومی جدوجہد کا [illegible] مجھے [illegible] مولانا ظفر علی خان کے [illegible] جدوجہد [illegible] سفر ہوگئی۔

کوئی سولہ سترہ برس مولانا آزاد کے ساتھ کانگریس ورکنگ کمیٹی میں رہا۔ [illegible] ساتھ اس وقت چھوٹا جب [illegible] ہو گیا [illegible] ان سے [illegible] کرنے کی حسرت تھی، پھر سالہا سال ان کی رفاقت میں بسر کیے۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا کانگریس میں شروع شخصیت تھے، وہ ہماری طرح منکسر المزاج اور درویش خراسان نہیں تھے۔ لیکن ان کی گفتگو میں فقرہ [illegible] پڑے تھے۔ وہ علم کے [illegible] کے شہنشاہ تھے کسی پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلے کے نتیجے پر پہنچنا ان کے لیے مشکل نہ تھا [illegible] حاصل کلام تک پہنچ

جاتے اور جہاں تک کسی مسئلے یا موضوع کے بیان کرنے کا تعلق تھا وہ ایک بہتے ہوئے مقدس دریا کی طرح تھے۔ انسان ان کے کلام کی طاقت سے مغلوب ہوتا اور ان کی شیوہ بیانی سے مفتوح ہو جاتا۔ کانگرس ورکنگ کمیٹی کے بعض ارکان مجبور تھے لیکن مولانا آزاد سب پر چھائے رہتے۔ کوئی شخص ان کے دماغ و زبان کی تاب نہیں رکھ سکتا تھا۔ اب [illegible] وقت کی تجویزیں گاندھی جی کی تالیف ہوتیں۔ لیکن آل انڈیا کانگرس کمیٹی سے منوانے کے لیے مولانا ہی کی طاقت [illegible] کام آتی [illegible] مجوزہ [illegible] ہوتا۔

[illegible] نے پوچھا

مولانا کے متعلق آپ کا [illegible] کیا [illegible] ہے؟

بادشاہ خان نے کہا۔

"مولانا بہت بڑے [illegible] تھے [illegible] موضوع [illegible] معیت [illegible] ہوتے۔ [illegible] حیرت ہوتی کہ اس شخص کی ذہنی لیک [illegible] جاتے [illegible] کا [illegible] سے مختلف بھی ہے [illegible] تو [illegible] کانگرس کی بہت سی [illegible] کے [illegible] مطابق [illegible] میں ترجمہ کرتے۔ [illegible] بے دوڑا لیتے۔ اور ان کے متبادل الفاظ تجویز کرتے۔ ان کا دماغ قدرت کے عجائبات کا خزینہ تھا۔ وہ برعظیم کے مسلمانوں کی علمی وجاہتوں کی آخری وراثت تھے۔ مسلمانوں نے ان سے جو سلوک کیا وہ میں یقین کرتا ہوں [illegible] تاریخ [illegible] سے [illegible] ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ یا امام ابن تیمیہؒ بھی تو ان ناموافق رویوں سے گزرے تھے۔ مسلمانوں کی تاریخ قتل عمرؓ سے شروع ہو کر اس زمانے تک کچھ ایسی ہی چلی آرہی ہے کہ ان کے ہاں کسی عظمت کا اعتراف اس کی رحلت ہی سے شروع ہوتا ہے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

شاہ جی ہندوستانی مسلمانوں کے دیدۂ آبدیدہ میں قدرت کا عطیہ تھے وہ خود ایک عہد، ایک تاریخ، ایک ادارہ، ایک تحریک

اور ایک جماعت تھے۔ ان سے بڑا مغربی خطیب اردو زبان نے پیدا نہیں کیا اور نہ مستقبل قریب میں اس کے آثار ہی نظر آتے ہیں۔ ان کے کلام و بیان کی تاثیر و سحر کا یہ حال تھا کہ دلوں کی انگیٹھی موم کی طرح پگھلتی اور درد و غم کا تخمیر رواں دواں ہو جاتا۔ نہیں ہوا کے جھونکے اور سمندر کی موجیں بھی گوش بر آواز ہو کر سنتی تھیں۔ ان کا بیان تھا کہ وہ مسجد ہی کے حجرے میں اپنی زندگی گزار دینا چاہتے تھے اور اسی نہج ہی سے ان کی تعلیم و تربیت ہوئی تھی لیکن "ہلال و زمیندار" انہیں جد و جہد کے میدان میں لائے اور ستارہ صبح نے ان کے جگر میں آگ لگا دی۔ ہلال کے بارے میں فرمایا:

> ہلال نے اپنی تحریروں میں موعود [illegible] اور وہ بہت [illegible] قرآن کی طرف لوٹ [illegible] ہلال [illegible] [illegible] خلافت کا اسلوب [illegible] ذہنی [illegible] ملاقات [illegible] [illegible] معروف [illegible] [illegible] بے مثال۔ ادب میں [illegible] لیکن تحریر عشق [illegible] ان کا [illegible] گلکشتی [illegible] دونوں مضمون [illegible] ترجمہ ہے۔ ہندوستان کے دور تعمیر کی حیثیت سے مختلف تصویروں پر ان کے تشریحی حاشیے لاجواب ہیں۔ ہیں سے ایک تقریب میں مصوری سے متعلق ان کی ایک تقریر سنی ہے [illegible] کی معلومات پر سر دھنتے رہے تھے۔ سنگ تراشی کے بارے میں ایک دن تاج محل کا ذکر کیا تو دنیا بھر میں گھما کے لے آئے۔ سنگ تراشی و معماری کے ارتقا، تہذیب کی تاریخ اس طرح بیان کی کہ مخصوص اصطلاحوں کے ساتھ خوبصورت الفاظ کی ہرنیاں اچھل اچھل کر رہ رہی تھیں۔ ایک دن مختلف قوموں کے ذائقہ و مشروبات کی طلسم ہوشربا بیان کی تو گفتگو کئی گھنٹوں تک پھیل گئی [illegible]

مجھے کہ جاپان اور میکسیکو کے قہوہ جات و مشروبات کی جزئیات تک سے بھی آشنا ہیں۔ ایک دفعہ کبوتروں کا ذکر چھڑ گیا تو ان کی نسلوں اور خوبیوں کا مرقع سا ڈال دیا، پھر چرند و پرند کی عادتوں پر روشنی ڈالی تو یک تہائی دن اس کی نذر ہو گیا۔ کسی نے غالب کا ذکر چھیڑا تو سبحان اللہ گویا خود غالب ہیں۔ دیوان کے ساتھ عمر گزاری ہے۔ وہ دلی والوں سے لے کر عصر حاضر کے ہر شاعر کو جانتے [illegible] ان کے بعض چیدہ چیدہ اشعار بھی حفظ تھے۔ ادب کے ہر شعبہ میں ان کی نگاہ تھی۔ ایک دن [illegible] [illegible] وہیں تھے۔ [illegible] کی [illegible] کی [illegible] رہ گئے گویا [illegible] کے ساتھ [illegible] رہے ہیں۔ [illegible] گفتگو [illegible] [illegible] موضوع [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کیا کچھ بیان کیا۔ [illegible] الہلال میں ابوالکلام ہیں کہ صحیفۂ کائنات۔

ایک دن مختلف حلقوں کی [illegible] سے [illegible] کیا کہ عباسی عہد کے ان داستان گو عبقریوں کی یاد تازہ ہو گئی [illegible] [illegible] [illegible] تھے۔ مولانا کے حرف کلام کا منظر ہوتا تھا کہ ان کی زبان پر کبھی مبتذل الفاظ نہ آتے، وہ ان الفاظ ہی سے [illegible] تھے۔ [illegible] مغرب [illegible] قوموں کا [illegible] ہو سکتے ہیں۔ [illegible] کے زمانے میں شاہ جی کے ہمراہ دہلی میں تھا، ایک دن وقت لے کر مولانا کے ہاں پہنچے تو اس جلسے کا ذکر آ گیا جو کبھی رات دہلی میں جامع مسجد کے سامنے ہوا تھا اور کوئی ڈیڑھ لاکھ آدمی شریک تھے۔ پنڈت جواہر لال نہرو بھی اس جلسے میں آئے تھے۔ اور کرپس نے بھی تھوڑی سی دیر جلسے کے بے پناہ ہجوم پر نگاہ کی تھی۔

مولانا نے شاہ جی کی شیوہ بیانی کو سراہتے ہوئے استفسار کیا۔

”شاہ صاحب، سنا ہے آپ تقریر میں گالی بھی لڑھکا دیتے ہیں؟“

”حضرت آپ سے کس نے کہا؟“

"کوئی بیان کر رہا تھا۔"

"کون؟"

"ہر کسی کا نام نہ تو حافظے کی چیز ہے اور نہ ہر نام کا پوچھنا ضروری ہوتا ہے۔"

"تو حضرت آپ نے اس روایت پر اعتماد کر لیا۔"

سوال روایت کا نہیں نہ اعتماد کا ہے، آپ سے جو تعلق خاطر ہے، اس کے باعث معاً وہ چیز یاد آگئی:

"جی نہیں، راوی نے غلط بیانی کی ہے بلکہ جھوٹ بولا ہے۔"

"مجھے شاہ، وہ پھانس اس لیے دماغ میں رہ گئی کہ آج سے چوبیس یا پچیس سال پہلے آپ نے پیر وارث شاہ کے بعض مصرعے سنائے تھے۔ جن میں جگہ [illegible] سے [illegible] تھے [illegible] خیال یا جس شخص کو [illegible] کے اشعار یاد [illegible] [illegible] کی [illegible] [illegible] ہو۔"

شاہ جی مسکرائے اور کہا۔

"حضرت یہ تو [illegible] ہے کہ وہ صحبت آپ کو سب کی سب یاد ہے۔"

فرمایا:

"میرے لئے اصلی [illegible] کسی صحبت کی یادداشت [illegible] نہیں، [illegible] مرحلہ [illegible] [illegible] سے گزرتا ہے۔ میں بعض چیزیں حافظے کے خانوں میں بھول چوک ہو رہ جاتی ہیں۔ وارث شاہ کا کلام تھا آپ کی وجہ سے حافظے میں ایک تاثر رہ گیا۔ اب جو آپ سامنے آئے تو وہ تاثر بھی تازہ ہو گیا۔"

راقم نے شاہ جی سے کہا:

"شاہ جی آپ نے زندگی میں کتنی دفعہ مولانا سے ملاقاتیں کی ہیں؟"

فرمایا:

"یاد تو نہیں لیکن بیسیوں دفعہ ان سے فیض حاصل کیا، ہم نشین رہا، ہم سفر رہا، اور بارہا ملاقاتیں کی ہیں۔"

"ان ملاقاتوں کو خود لکھئے نہیں تو کسی سے لکھوا دیجئے۔ اس طرح ایک عمدہ کتاب ہو جائے گی۔"

"بھائی میں قلم کا آدمی نہیں۔"

"میں حاضر ہوں آپ بولتے جائیے میں لکھتا جاؤں گا۔"

"خامہ فرسائی بھی تو ایک روگ ہے، پھر یہ چیزیں سکونِ دل سے ہوتی ہیں۔ فرصت میں قلمبند کی جا سکتی یا کرائی جا سکتی ہیں۔ آج کل نہ وہ سکون ہے نہ فرصت دونوں عنقا ہیں۔"

"اس طرح ان گفتگوؤں کے ضائع ہو جانے کا احتمال ہے۔ ایسا شخص جو آپ کے نزدیک اسلامی معاشرے کے اس قحط الرجال میں سب سے بڑا عبقری ہے اس کی گفتگو کا قلمبند نہ ہونا آئندہ نسلوں کی ایک [illegible] نہیں ہو رہا ہے؟"

"ہاں بھائی ٹھیک ہے، لیکن [illegible]"

شاہ جی [illegible]

مولانا کے عظیم فقرے شاہ جی کے نوکِ زبان تھے۔

شاہ جی نے فرمایا:

"[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]"

مولانا مسلمانوں سے اس قدر مایوس کیوں ہیں۔ راقم نے شاہ جی سے پوچھا۔

"[illegible]

وہ تو نہیں لیکن مسلمانوں سے مایوس ہیں۔ مولانا [illegible] ہیں [illegible] کے ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے [illegible] ہوتے ہیں۔ مسلمان [illegible] وہ لیڈرشپ سے اپنی خواہشوں کا اتباع چاہتے اور خود اپنا طرزِ عمل تجویز کر کے اسے تحریر پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہندوستان میں برطانوی اقتدار کی مضبوطی کے بعد مسلمانوں کی لیڈرشپ سرکاری امراء کی تحویل میں چلی گئی، اور وہ جبلی طور پر بڑے بڑے جاگیرداروں، زمینداروں، تعلقہ داروں اور منصبداروں کی ملکیت ہو گئے۔ مسلمان زندہ ہوتے تو مولانا مایوس نہ ہوتے اور مولانا تعلقہ دار

ہوتے تو مسلمان ان سے بددل نہ ہوتے۔"

"مولانا کی عبقریت کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے؟"

"مولانا چونکہ مسلمان ہیں اس لیے ہر جہتی اعتراف مفقود ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ابوالکلام کانگرس کی سب سے بڑی فراست کا نام ہے وہ کانگرس کو طوفانوں سے نکالتے اور مخالفین کے دلوں میں اتار سکتے ہیں۔"

شاہ جی [illegible] ہوتے ہوئے ہا مسلمانوں سے [illegible] میں کھو دیا ہے ان کے لیے مسلمانوں کی [illegible] کا مداوا ہے [illegible] اور [illegible] تاریخ کا فاطمہ ہو جاتا [illegible] کی عقیدت [illegible] چیز ہے [illegible] مسلمانوں سے چھین لی [illegible] علمی تحقیق [illegible] کو اپنی متدع [illegible] ہے اور مسلمانوں کی اس عصبیت [illegible] ہندوستان میں [illegible] ایک عظیم ابتلا کا تصادم ہوگی۔ لیکن مولانا دنیا کی سب سے بڑی [illegible] دنیا کی سب سے بڑی [illegible] ہے۔ [illegible] اس پر فخر کرتے اور مسلمانوں کو اس سے خوشی ہوتی ہے [illegible] بھی لیکن ایک جذباتی قوم جب سیاسی طور پر [illegible] ہو جاتی ہے تو وہ [illegible] ہے۔ مسلمانوں کی سرگزشت ایسی ہی حادثوں سے اٹی ہوئی ہے۔

شاہ جی نے کہا ابوالکلام،

۱۔ اس زمانے میں ملت اسلامیہ کے سب سے بڑے عبقری ہیں [illegible] ابوالکلام ہیں۔

۲۔ ان کا وجود قدرت کا عطیہ اور ان کا دماغ معجزہ ہی ہے۔

۳۔ وہ مسلمانوں کی اس لیڈرشپ کے میر قافلہ ہیں۔ جو تحریک خلافت کے زمانے میں ابھری اور قربانی و استقامت کی مظہر ہو گئی اور اب بھی مسلمانوں کی ناقدری کے باوجود ہندوستان میں

سرگرم جہد ہے۔

۴۔ وہ قرن اول کے حجازی دین میں جو صدیوں کی مسافت کے بعد ہندوستان پہنچ کر خود مسلمانوں کے لیے اجنبی ہو گئی۔

۵۔ ان کے مذہبی کارنامے صرف اس وجہ سے عوام میں نہیں ہیں کہ مسلمان ہیں، مسلمان نہیں مانتے نہیں ورنہ ہندوؤں کے لیے ایک مسلمان کی پوجا دشوار، کیونکر ممکن ہے۔

۶۔ وہ ہندوستان میں [illegible] سے [illegible] تھے، لیکن [illegible] میں مسلمانوں کو ان کے حقوق [illegible] کے [illegible] کی [illegible] ہی ہے اور وہ [illegible] کے [illegible] ہی کا اتباع کرتے ہیں۔

۷۔ مولانا نے [illegible] کے [illegible] ہیں [illegible] ہے۔ شاہ جی نے کہا [illegible] ہندوستان میں [illegible] مسلمانوں کی [illegible] بہرحال مسلمانوں [illegible] سے جو سلوک کیا وہ [illegible] درمیان زندیقان کے مصداق ہے۔

کردار کشی

مولانا کے خلاف [illegible] متعلق [illegible] رہتے، جب قومی [illegible] [illegible] شائع ہی ہو تو خود خشمگیں [illegible] مسلمان [illegible] [illegible] [illegible] نیچا ہوتے ہیں [illegible] سے سمجھتے تو [illegible] کئے تھے لیکن پھر اس بھی انہی نگاہ سے ہوتی کہیں [illegible] [illegible] جوانا [illegible] [illegible] کے نشان تھے۔ مولانا کے خلاف کئی [illegible] کئے [illegible] کردی گئی۔ مولانا ان نسانی حادثوں سے چپ چاپ گزر [illegible] جیسے ایک [illegible] ہے گزرنا ہے وہ اس سارے [illegible] مبرو [illegible] تصویر تھے [illegible] عقیدت مند [illegible] شتے لیکن سب [illegible] [illegible] آزمائی سے رہ گئے [illegible] اس کا حاصل کچھ نہیں [illegible] کی حالت میں [illegible] جانا اور [illegible] لیے ہیں [illegible] کے تعلق [illegible] تھے۔ مسلمان [illegible] بیٹھ جاتے ہیں۔ انہوں نے [illegible] نہیں کہ ہم [illegible] ہوں۔ حالت [illegible] کی ہے کہ جذبات میں [illegible] ہوگیا ہے۔ اس وقت مسلمانوں کے جذبات [illegible] ہیں اور بیماری کا علاج بے دردی نہیں، ہمدردی ہے۔ [illegible] سلسلہ میں جو چیز اندوہناک تھی وہ بعض علماء و مشائخ کا طرز عمل تھا کہ اپنے تقویٰ و علم کے باوجود وہ یہ سب کچھ گوارا کر رہے تھے اور اس سے لیے تیار تھے۔ یہی چیزیں اخلاق کے انحطاط کا باعث ہو کر قومی سیرت کے زوال کا باعث ہوتی ہیں۔ کچھ تو مسلمانوں کی تاریخ

ہی یہی ہے کہ بیشتر علماء نے ہمیشہ اپنے عہد کی متبحر شخصیتوں کی اہانت پر صد [illegible] کی چپاتی پر چپ رہنے یا خوش ہوئے۔ اس تاریخی المیہ کی سرگزشت یہی ہے کہ علما نے دولت کی ہم رزقی میں اپنی صف کی عبقری شخصیتوں کو ہمیشہ آزمائش و ابتلا میں جھونکا ہے۔ مولانا معاصرت کی اس آگ سے کندن بن کر نکلے اور تاریخ کے صفحات پر گہرے نقوش چھوڑ گئے۔ لیکن آزادی کے بعد سیاسی معاندت کا شعلہ بھڑکا۔ اور ہندوستان کا مسلمان تجربوں کی ایک نئی شاہراہ پر چلنے لگا۔ پاکستان قائم ہوا تو مولانا اس کی تصویر میں نہ تھے۔ سید سلیمان ندوی ۱۴ جون ۱۹۵۰ء کو پاکستان وارد ہوئے۔ سوال یہ نہیں وہ کیوں گئے [illegible] مختصر یہ کہ مولانا [illegible] کی تحریک پر خان لیاقت علی خان سے منسوب ایک خط [illegible] گئے۔ [illegible] پاکستان میں [illegible] جانے کے بعد [illegible] کا [illegible] علمی حلقوں میں [illegible] یہ بات مشہور کی گئی کہ مولانا [illegible] افسوس کہ [illegible] سید صاحب مولانا [illegible] نومبر ۱۹۵۳ء میں [illegible] ۱۹۵۸ء [illegible] سید صاحب کی مولانا سے نارضگی کا سبب [illegible] عبدالماجد دریابادی بھی [illegible] شدت [illegible] جونہی ان کی آنکھیں بند ہوئیں عبدالماجد نے قلم کے نشتر چبھونے شروع کئے۔ [illegible] کے بعض کرم فرما یاں ہو گئے۔ ادھر پاکستان میں سید صاحب کے بعض [illegible] عقیدت مندوں یا مولانا نور اللہ مرقدہ سے [illegible] حریفوں نے شوشے چھوڑنا شروع کئے۔ سید صاحب کی رحلت کے سات سال بعد ۱۹۶۰ء میں آپ کے ایک [illegible] سے [illegible] نے تذکرہ سلیمان شائع کیا اور اس میں مولانا آزاد پر [illegible] اس طرح یہ چیز نمایاں ہو گئی کہ سید صاحب علیہ الرحمۃ مولانا قدس سرہ سے ناخوش تھے۔

عبدالماجد دریابادی نے مولانا کی وفات پر کوئی تعزیتی شذرہ [illegible] اس کے بغیر چارہ نہ تھا۔ لیکن جو کچھ لکھا ہے اس کی ہر سطر سے محسوس ہوتا تھا کہ ان کا ذہن صاف نہیں۔ اور ان کا دل پہلے دن کی طرح میلا ہے۔ حکومت ہند کی وزارت اطلاعات کے ماہنامہ آجکل نے مولانا کی رحلت کے پانچ ماہ بعد ابوالکلام نمبر نکالا تو اس نمبر پر تبصرہ کرتے ہوئے عبدالماجد نے چٹکی لی کہ اس نمبر میں مذہبی لوگ بھی شامل ہیں مثلاً سعید احمد اکبر آبادی اور غلام رسول مہر یا چودھری۔ وہ یا جمعیۃ العلماء میں سے کوئی صاحب مولانا کی مذہبی زندگی پر روشنی

ڈالتے کہ صوم وصلوٰۃ کے معاملے میں ان کا شعار کیا تھا۔[1] ظاہر ہے کہ یہ ایک بے جا شوخی تھی۔ عبدالماجد جانتے تھے کہ "آجکل" کے ایڈیٹر ملک عرش ملسیانی ہیں۔ یہ کوئی شائع تھا تو کسی مسلمان ایڈیٹر سے نہیں ہوا تھا اور نہ آجکل میں مولانا کی مذہبی زندگی کا تذکرہ لازم تھا۔ اوّل تو صوم وصلوٰۃ کا تعلق انسان اور رب کے مابین ہے، کسی نمائش کی چیز نہیں، دوسرے اس کا تعلق بلاغ خاص سے ہے۔ عبدالماجد نے سعید احمد اکبرآبادی اور غلام رسول مہر کا نام لکھ کر محض تکلف کیا۔ انہیں معلوم تھا کہ دونو بزرگ مولانا کے ساتھ کبھی نہیں رہے وہ مولانا سے کبھی کبھار ملتے ضرور تھے لیکن مولانا کے گھر کے نہ تھے۔ اس بارے میں اگر کوئی شخص ذاتی علم رکھتا تھا تو وہ لوگ قلم اٹھانے کے مجاز تھے جو مولانا کے ساتھ رہے یا جنہیں کسی طرح مولانا کی نمازوں کے مشاہدہ کا موقع ملا۔

عبدالماجد کی مولانا سے رنجش کے کئی اسباب تھے۔ ان میں سے کچھ ہی بیان ہوئے مثلاً علامہ شبلی، مولانا آزاد سے متعلق خوش گمانی رکھتے تھے۔ اور یہ عبدالماجد کے لیے [illegible] ایک سبب تھا۔ ایک دوسرا سبب ابتدا میں عبدالماجد سے ایک مقالہ [illegible] تھا جو بعض حلقوں میں پھیل گیا۔ اس کے علاوہ مولانا سے محمد علی جوہر کا جھگڑا تھا۔ عبدالماجد محمد علی جوہر کے ساتھ تھے۔ آخری سبب حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی بیعت تھی۔ حضرت تھانوی اپنی شخصیت سے خاص تھے اور انہیں بظاہر قومی رہنماؤں کے عمل اور جدوجہد سے [illegible] پر بیر رہے۔ عبدالماجد سیاسی جدوجہد کے قائل بھی نہ تھے۔ ان کا مزاج سرکاری تھا۔ وہ ان سے بھائی [illegible] تھے۔ [illegible] مولانا میں اس کا سوال ہی نہ تھا۔ ان کی ناراضی کا ایک سبب شاید یہ بھی تھا کہ مولانا [illegible] بہت آگے نکل گئے بلکہ تاریخ ہو گئے۔ لیکن عبدالماجد ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد میں [illegible] دور رہے۔ انہیں یہ صدمہ نہیں تھا کہ مولانا وفات پا گئے۔ ان کا صدمہ یہ تھا کہ مولانا تاریخ کی عظمت ہو کر رخصت ہوئے۔ انہوں نے مولانا کے وفات پاتے ہی ان کے کفن پر گل کاری شروع کی۔ اور صدق جدید میں وہ چھپتا تھا۔ عبدالماجد کے نزدیک کبھی ایک مرتبہ ان ہی عقیدہ رکھتے ہیں لیکن مقام بخشش پر فروکش ہو کر مولانا آزاد کو دوزخ رکھتے ہیں۔ لیکن [illegible] نہیں دیتے راقم نے انہیں خط لکھا کہ "یہ حضرت مولانا آزاد کے بارے میں تسامح ہے یا تساہل یا آپ انہیں اس کا مستحق نہیں گردانتے؟" چونکہ راقم کے ساتھ ان کے تعلقات فیاضی کی حد تک وسیع تھے وہ کئی باتیں بلا جھجک

۱؎ اس ضمن میں سوانح برگ و بار کے تحت اشاراتی ذکر آ چکا ہے۔

لکھتے تھے، فوراً پوسٹ کارڈ لکھا

"واہ صاحب، آپ بھی کس غضب کرتے ہیں۔ ہر متوفی یقینی نہیں کہ جنتی ہو اور نہ ہر کوئی اللہ کی رحمت کا استحقاق رکھتا ہے۔"

مولانا کی وفات کے ۲۷ روز بعد ۱۹ مارچ کو عبدالماجد نے راقم کے نام ایک خط لکھا۔ جس میں سید صاحب سے منسوب اس روایت کا انکشاف کیا کہ مولانا ترک نماز، ترک روزہ اور شغل شراب سے دوچار تھے۔" ایک دوسرے خط میں (۱ اپریل ۱۹۵۰ء) [illegible] مولانا شبلی کی نظر ادھر بھی [illegible] تھے۔ [illegible] میں [illegible] تھے۔

[illegible] نذیر احمد کی مانند لکھ کر انہیں آلودہ ہاتھوں سے حیات [illegible] چھپوانا چاہتے ہیں۔ میں نے لکھ دیا ہے ظاہری [illegible] بھی بتا تو دو گے؟

[illegible] عبدالماجد نے خود خط میں [illegible] ہی کا نتیجہ ہے کہ [illegible] آپ کے سامنے لکھ دیا ہے۔ [illegible] کے شغل شراب [illegible] سے قطعے

"مولانا نے ابتدائی [illegible]
[illegible] میاں [illegible] ۱۹۵
میں میری خوب ملاقاتیں رہی تھیں۔ وہ [illegible] لکھنؤ میں [illegible] کمپنی کے [illegible] رہتے
تھے۔"

آزاد صاحب کی تمام زندگی [illegible] شراب کے شیفتہ اور رسیا رہے۔ ان کا لاہور میں انتقال ہوا۔ جنازہ اٹھا تو [illegible] میں چار آدمیوں کے سوا باقی سب ڈور ڈھانی شریک تھے۔ اور جب انہیں لحد میں اتارا گیا تو ایک مشہور طوائف ان کی قبر سے لپٹ لپٹ کے رو رہی تھی۔ اس کا نوحہ تھا "آغا جی! اب کس کے ساتھ پیا کروں گی۔" عبدالماجد کا اس قصہ کو یوں [illegible] اعتماد [illegible] خود ایک [illegible] قرآن کے نزدیک ایک گواہ کوئی [illegible] کسی حال میں ثقہ نہیں ہوتا۔

آزاد صاحب مکالمہ نویسی اور افسانہ سازی میں یگانہ تھے۔ رہا یہ سوال کہ مولانا کی مذہبی زندگی کا حال

کیا تھا تو ملک خدا اللہ خان عزیز رکن جماعت اسلامی و ایڈیٹر ہفت روزہ "تسنیم" نے جواب لکھا کہ وہ ۱۹۴۰ء میں مولانا کے ساتھ گونڈہ جیل میں رہے۔ مولانا نہایت خشوع و خضوع سے نماز پڑھتے [اس کا اثر ان] کے چہرے سے مترشح ہوتا۔ اور شدتِ تاثر سے ان کا چہرہ سرخ ہو جاتا۔ جن دنوں کانگریس کے صدر تھے تو نماز کے وقت مسندِ صدارت سے اُٹھ کر اپنے خیمے میں چلے جاتے اور تھوڑی دیر بعد واپس آ جاتے۔ ترجمان القرآن کے کاتب منشی عبد القیوم نے اپنے مضمون میں لکھا کہ وہ مولانا کی خدمت میں ڈیڑھ سال رہے۔ مولانا فجر و مغرب کی نماز قریب کی مسجد میں پڑھتے تھے۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی: [نماز تہجد] کا اہتمام رکھتے۔ مولانا رات بہت جلد سو جاتے۔ صبح ۳ یا ساڑھے تین کے بیدار ہوتے۔ [illegible] آٹھ رکعت [illegible] کے حضور میں سر بسجود ہوتے [illegible] فجر پڑھ لیتے دوسرے [illegible] انہوں نے [illegible] وقت [illegible] سید عطاء اللہ شاہ بخاری راوی تھے کہ مولانا نماز [illegible] خان [illegible] کہ مولانا نماز میں کوئی سی غفلت نہ کرتے تھے۔

عبد الماجد کے ذہنی [illegible] کا عجیب عالم [illegible] کے جو خطوط تھے ان کا مجموعہ مکتوبات سلیمانی کے نام سے ۱۹۶۳ء میں [illegible] نہیں تھا وہ [illegible] خطوط ظاہر ہے جو ماجد صاحب نے سید صاحب کے خطوط سے [illegible] اور اس مجموعہ میں [illegible] نقل [illegible] اور تشریح [illegible] تاریخی کا تھا۔ اس میں سید صاحب کے متعلق ایسی ہی غلط [illegible] اور بدگمانیوں کا ذکر تھا، جیسا کہ اس خط میں مولانا کے خلاف ان کے قلم سے نکل گئیں۔ عبد الماجد کے خیال میں یہ خط شروع ۱۹۱۳ء کا ہے۔ اگر ماجد صاحب اس خط کی اشاعت ضروری سمجھتے تھے اور اس کے بغیر ان کا مجموعہ ناقص رہتا تھا، تو ان کا فرض تھا کہ سید صاحب قدس سرہٗ کا خط بھی درج کرتے کیونکہ مجموعہ مکتوبات سلیمانی کا تھا۔ اس خط کی اشاعت سے عبدالماجد نے اپنے بغض کو آسودہ کرنا چاہا ورنہ یہ خط نہ تو سید صاحب نے شائع کرنے کا حوصلہ کیا، نہ سید صاحب کی موت پر صدق نے ان کے نام مولانا کے خطوط میں شائع کیا۔ اور نہ مولانا کی وفات پر چھاپا گیا۔ نصف صدی

تک خط پڑا رہا۔ جب کاتب اور مکتوب الیہ اللہ کو پیارے ہو گئے تو عبدالماجد نے اس کی اشاعت سے اپنے دل کی دُعا رس بند جانی۔ سید صاحب نے اس خط میں مولانا کے [illegible] باتیں لکھیں کچھ تو ان کی ذات کے متعلق تھیں، کچھ الہلال کی تحریر و مضامین سے متعلق اور کچھ مال امانت و خیانت کے متعلق۔ مولانا نے اس خط میں سید صاحب کو صدیق الجلیل الاعز کے لقب سے مخاطب کیا۔ اور نہایت اخلاص سے جواب دیا۔ کہ آپ جن بدگمانیوں کا شکار ہیں وہ صحیح نہیں۔ ایک چیز مولانا نے ترجمان القرآن کے دیباچے میں لکھی ہے کہ وہ فسق و الحاد کی تمام وادیوں سے گزرے ہیں۔ اس خط میں بھی انہوں نے اس مختصر دور کا ذکر کیا کہ شاید ہی فسق و فجور کا کوئی درجہ ایسا ہو جو مجھ پر [illegible] نہ دیا ہو۔ لیکن [illegible] تو یہ سب باتیں خود ہو چکی تھیں۔ مولانا نے اس خط میں [illegible] آپ [illegible] اور اسی وجہ سے سید سلیمان جیسے [illegible] تک نہیں [illegible] معلوم نہیں ان کی نسبت آپ کا خیال [illegible] کی ہیں۔ لیکن [illegible] اب نہیں کرتا۔ سید صاحب نے مولانا پر شک کیا کہ چندوں کے معاملہ میں شاید کچھ خیانت ہو رہا ہے۔ مولانا نے لکھا آپ نے اس بیان سے دل بہت زخمی [illegible] اس طویل خط میں سید صاحب کی تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کیا۔ وہ چاہتے تو سید صاحب کے خط کا [illegible] سکتے تھے اور جواب دے دیتے۔ لیکن انہوں نے ایک [illegible] سید صاحب کی بدظنی کو رفع کیا۔ مولانا ۲۰ سال کی عمر سے قبل کچھ [illegible] رہے پھر [illegible] ان کی زندگی میں انقلاب آگیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے فضل و کرم اور علم و نظر کے دروازے کھول دیئے۔ خود عبدالماجد ایک بڑی تحریک [illegible] ملحدوں میں شامل رہے [illegible] ان کے [illegible] رہے۔ مولانا نے اپنے اس دور کی تلخی کے لیے انہوں نے [illegible] سے [illegible] مکتوبات سلیمانی میں شامل کیا۔ جب انہوں نے توبہ کی اور اسلام کی راہ پر آگئے تو ان کا وعید الماجد سراپا بدل گیا۔ ان کا قلم اور ان کی زبان دونوں مسلمان ہو گئے۔ اگر کوئی شخص ان کے فسق و الحادی زندگی کریدے تو یہ اس کی بدمذاقی ہو گی۔ لیکن عبدالماجد کے نفس کی معراج کہیے کہ ایک طرف تحریر کا سے بیچ کر مولانا کے کفن کو اپنے قلم کی مقراض سے کاٹنا چاہا۔

دوسری طرف لہو و لعب میں مشغلے ہوئے کئی انسانوں کا دفاع کیا حتیٰ کہ بابائے اردو مولوی عبدالحق کے

صرف اس لیے طرفدار ہو گئے کہ مولانا آزادؒ سے عناد و اہتمام میں وہ بھی ان کے شریک سخن تھے۔ انہیں یاد بھی نہ رہا کہ بابائے اردو علامہ شبلی نور اللہ مرقدہ پر چھینٹے اڑانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ اور اگر کوئی مولف علامہ شبلی کی "رنگین زندگی" یا "حیات معاشقہ" کے زیر عنوان قلم اٹھاتا ہے تو اس کا دیباچہ بھی تیج درجے سے لکھتے ہیں۔ عبدالماجد جانتے تھے کہ بابائے اردو کا مذہبی ذوق کیا ہے۔ ان کا ذہن خدا کے تصور سے کس عمر تک منفی رہا۔ اور ان کی داستان حیات میں عورت کی خصوصی جھلک کس قدر رہی۔ لیکن مولانا ابوالکلامؒ سے بغض و عناد نے ان سب چیزوں پر پانی پھیر دیا۔ انہیں یاد رہی۔ یاد بابائے اردو نے مولانا محمد علی کے متعلق "چند ہم عصر" میں کیا لکھا تھا اور وہ دارالمصنفین کے متعلق کتنے دل زدہ تھے۔ اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی سے متعلق بھی کوئی حسن ظن نہ تھا۔ عبدالماجد بابائے اردو سے اس لیے قریب ہو گئے کہ مولانا آزاد سے متعلق دونوں کے ہم مشرب تھے۔ داستان میں مولانا کے خلاف بہ خیر ہو سکتے تھے۔

عبدالماجد نے مکتوبات سلیمانی میں مولانا کا خط کس طرح شامل کیا اس کا حال دارالمصنفین اعظم گڑھ میں سید صباح الدین صاحب سے سنئیں اور ان کی سوانح عمری کے مرتب معین الدین ندوی سے راقم کو بھی دکھایا تھا وہ خط ۸ دسمبر ۱۹۶۳ء کا تحریر کردہ اور حسب ذیل ہے:

مکرمی!

السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔ یہ خط ایک ضروری غرض سے لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ مولانا ابوالکلام اور مولانا عبدالماجد صاحب کے معاملات میں دارالمصنفین کی پوزیشن آپ کو معلوم ہو چکی ہے۔ لیکن سید صاحب کا تعلق دارالمصنفین سے بہت گہرا اور ناقابل انقطاع ہے۔ نہ ان کی ان تحریروں کا بھی جن کو براہ راست دارالمصنفین سے کوئی تعلق نہ ہو اس سے ربط پیدا کیا جا سکتا ہے۔

مولانا عبدالماجد صاحب نے اپنے مکتوبات سلیمانی کا مجموعہ شائع کر دیا۔ ان میں بعض خطوط ایسے بھی ہیں جن کی اشاعت مناسب نہ تھی۔ مولانا ابوالکلام کا ایک خط جس کو انہوں نے حاشیہ میں شائع کیا ہے ہم لوگوں کی نگاہ میں ہرگز قابل اشاعت نہ تھا۔ گو اس سے مولانا کی بڑائی ہی ظاہر ہوتی ہے لیکن اس سے فتنہ بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ ہم لوگ ان تمام خطوط کی

اشاعت کے خلاف تھے جن سے کسی کی توہین کا پہلو نکلتا ہو۔ یا کسی کی دل آزاری ہوتی ہو یا کسی کی نگاہ میں سید صاحب کی پوزیشن مجروح ہوتی ہو۔ چنانچہ ہم سب نے مولانا عبدالماجد کو اس سے روکنے کی کوشش کی۔ مگر انہوں نے کسی کی شنوائی نہیں کی۔ مولانا عبدالماجد کا خط ان کے دوسرے خطوط کے ساتھ دارالمصنفین میں محفوظ تھا۔ میں نے ان کے اور سب خط معارف میں شائع کئے تھے۔ مگر اس کو شائع نہیں کیا تھا۔ مولانا عبدالماجد صاحب کے علم میں یہ خط تھا۔ انہوں نے [illegible] اس کی نقل مانگی تھی۔ [illegible] وقت مکتوبات سلیمانی کی اشاعت کا کوئی ذکر بھی نہ تھا۔ میں اس کی نقل دینے سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے اس تاکید کے ساتھ ان کو نقل بھیج دی تھی کہ [illegible] کہیں شائع نہ [illegible] [illegible] معلوم ہو کر افسوس ہے [illegible] [illegible] [illegible] اشاعت [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ان کی شائع [illegible] ہوئی ہے [illegible] خطوط کی اشاعت کی ذمہ داری دارالمصنفین پر نہیں [illegible] [illegible] واقعی ایجنسی میں بھی نہیں رہا ہے۔ اس بارے میں جلد ہی [illegible] تفصیل سے لکھوں گا [illegible] [illegible] [illegible] کے پرچے میں میری تحریر نکل جائی [illegible] [illegible] مولانا ابو الکلام سے متعلق [illegible] خیالات کا سوال [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] دو بزرگ: حضرت [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] مولانا ابو الکلام سے پہلے برسوں ایک ساتھ رہ چکے تھے۔ اور اس زمانہ میں ایک دوسرے کے محاسن و معائب سے واقف تھے۔ [illegible] ایک دوسرے کو اس نظر سے نہیں دیکھتے تھے جس نظر سے ہم ان کو دیکھتے ہیں۔ [illegible] [illegible] کے زمانہ کے ہیں۔ جب دونوں حضرات میں اس قسم کی بدگمانیوں کا پیدا ہو جانا نہ قابل تعجب ہے اور نہ قابل اعتراض۔ اصل اعتبار تو پختہ عمر کے خیالات کا ہوتا ہے اور مجھے یہ معلوم ہے اس مجموعہ کے بعض خطوط سے بھی اس کی شہادت ملتی ہے کہ مولانا ابو الکلام کے متعلق سید صاحب کے خیالات بہت بدل گئے تھے۔ میں نے بارہا سید صاحب کی زبان سے مولانا کے علم و فضل

ذہانت و طباعی، اصابت رائے اور دوسرے علمی و اخلاقی کمالات کا اعتراف کیا ہے۔ انہوں نے ترجمان القرآن کے ریویو میں جن الفاظ میں مولانا کے کمالات کی داد دی ہے اس کی توقع کسی ہم مرتبہ معاصر سے مشکل ہی سے کی جا سکتی ہے۔ یہ ممکن ہے ان میں معاصرانہ چشمک بھی رہی ہو اور کبھی کبھار اس کے مظاہر بھی نظر آجاتے ہوں۔ تو اس سے نہ صرف معاصر علماء بلکہ مشائخ و صوفیا تک خالی نہیں ہیں۔ مگر اس سے نہ کسی کی عظمت اور بڑائی پر حرف آتا ہے اور نہ کوئی سوء ظن پیدا کرنا صحیح ہے۔ [illegible] آپ بھی شامل ہیں عقیدہ تو یہ ہے کہ [illegible] کے معاملات میں حکومت سے [illegible] ہیں۔

اس تحریر کا مقصد یہ ہے [illegible] نہیں اور [illegible] اس کے [illegible]

(معین الدین احمد)

بابائے اردو [illegible] کی زندگی میں تو کبھی [illegible] کی رحلت کے دو چار روز بعد [illegible]

" [illegible] سے دست کش ہو [illegible] جا سکتا تھا۔

[illegible] نے بابائے اردو کے [illegible] مارچ ۱۹۵۹ء کے پرچے میں اداریہ لکھا اور اس سے سوال کیا کہ اس [illegible] کی حقیقت کیا ہے جو بابائے اردو کو معلوم تھا کہ وہ پاکستان میں اس طرح کی روایتیں بآسانی گھڑ سکتے ہیں۔ انہوں نے روایت گھڑی اور پاکستان کے سیاسی ذہن سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ اس کے برعکس بابائے اردو کے ایک شاگرد ڈاکٹر عبادت بریلوی پرنسپل اورینٹل کالج لاہور نے "نقوش" کے شخصیات نمبر میں ایک دوسری کہانی لکھی۔ "حکومت ہند اور بابائے اردو کے درمیان انجمن ترقی اردو کے معاملات طے کرنے کے لیے کئی دن تک طویل گفت گو ہوتی رہی۔ حکومت کی طرف سے مولانا ابوالکلام آزاد اس کام کے لیے مقرر تھے۔ مولانا دوران گفت گو میں بار بار یہی کہتے کہ حکومت یہ نہیں چاہتی کہ آپ ہندوستان میں رہیں۔ مولوی صاحب (بابائے اردو) سے نہ رہا گیا۔ جل کر کہنے لگے۔ آپ بار بار حکومت

کا ذکر کرتے ہیں کہ حکومت یہ نہیں چاہتی، حکومت وہ نہیں چاہتی۔ حکومت اب کہاں ہے؟ وہ تو ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد ختم ہوگئی۔ آپ اپنے آپ کو حکومت سمجھتے ہیں۔ بابائے اردو نے بیان کیا کہ مولانا آزاد کو یہ بات بڑی تو بہت معلوم ہوئی کیونکہ جب میں نے یہ بات کہی تو ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا ظاہر ہے کہ یہ سفید جھوٹ تھا۔ بابائے اردو اس کل کے انسان ہی نہ تھے کہ ۱۵ اگست کے بعد مولانا سے اس انداز میں گفتگو کرتے یا حکومت ہند ان سے [illegible]۔ اللہ تعالیٰ ہی علیم و خبیر ہیں کہ بابائے اردو نے ڈاکٹر عبادت بریلوی کو اپنی ذہنی [illegible] سے [illegible] یا ڈاکٹر صاحب نے اس کی شخصیت کو بالا کرنے کے لیے افسانہ وضع کیا۔ پروفیسر آل احمد سرور [illegible] انجمن ترقی اردو ہند کے سیکرٹری تھے۔ انہوں نے [illegible] خط محررہ [illegible] مولوی عبدالحق صاحب کے رویہ کو دیکھ کر [illegible] صورت حال سے آپ کو [illegible] بعد میں حقیقت خود ہی سامنے آگئی۔ مولوی عبدالحق صاحب مرحوم [illegible] میں [illegible] بہت عقیدت ہے مگر مولانا مرحوم کے متعلق [illegible] مجھے معلوم ہے [illegible] یہ ہے کہ مولانا نے انجمن کی بڑی مدد کی۔ گردو فساد کے زمانے میں حفاظت کا انتظام [illegible] کتب خانہ [illegible] مولانا نے اگر مولوی صاحب کو پاکستان جانے کا مشورہ دیا ہوگا تو اس بنا پر کہ وہ ہندوستان اور پاکستان دونوں میں کام کرنا چاہتے تھے۔ اور یہ کسی طرح مناسب نہ تھا خصوصاً ان حالات میں۔ دونوں طرف غلط فہمی اور کام میں نقصان کا قوی احتمال تھا۔ انجمن کی مولانا آزاد نے جو مدد کی ہے وہ سب [illegible] اور مولانا کے کردار کی بلندی کسی سے پوشیدہ نہیں۔"

بابائے اردو نے جو کچھ کیا اور ڈاکٹر عبادت بریلوی نے جو لکھا اس کی حقیقت مولانا آزاد کے اس ایک خط سے آشکار ہو جاتی ہے۔ جو انہوں نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو مولوی عبدالحق کے نام لکھا۔ لیکن وہ خود بابائے اردو نے جیتے جی اخفا میں رکھا۔ پھر جب ان کا انتقال ہو گیا تو [illegible] جہاں پوری نے مکاتیب ابوالکلام میں شائع کیا۔ خط حسب ذیل ہے۔

۲۰ اکتوبر ۱۹۴۸ء دہلی

جناب من

آپ اپنے خط مورخہ ۸ اکتوبر میں لکھتے ہیں "آپ نے انجمن کے متعلق جو مشورہ

دیا تھا، اس سے مجھے اتفاق ہے؟ مشورے سے مقصود تھا یہ معاملہ ہے کہ اب انجمن ترقی اردو کو پاکستان منتقل کر دیا جائے۔ اگر میرا یہ فرض صحیح ہے تو مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آپ نے صورت حال کی جو تعبیر کی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ بہ وضاحت اپنے فیصلے کو میرے مشورے کا جامہ پہنایئے۔

اس سلسلے میں جو حالات پیش آئے وہ حسب ذیل ہیں۔ دہلی کے فسادات کے بعد جب آپ مجھ سے ملے تو آپ نے مجھے یقین دلایا کہ انجمن بدستور [illegible] جاری رکھنا چاہتی ہے اور آپ ایک نیا مکان دفتر کے لیے ڈھونڈ رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ کراچی چلے گئے اور ایک عرصہ تک کوئی خبر آپ کی نہیں ملی [illegible] تو آپ کے پرمٹ سے معلوم ہوا کہ آپ نے انڈین یونین کی سکونت ترک کر دی ہے اور پاکستان کے باشندے ہونے کی حیثیت حاصل کر لی ہے۔ [illegible] معلوم ہو [illegible] آپ نے یہ مکان حاصل کر لیا ہے اور انجمن کو وہاں منتقل کرنا چاہتے ہیں۔ چند دنوں کے بعد جب آپ مجھ سے ملے تو میں نے یہ رائے ظاہر کی کہ تعطل و تعلیق کی [illegible] صورت حال جلد سے جلد ختم کر دینی چاہیے۔ آپ نے ایک قدم پاکستان میں [illegible] جہاں [illegible] چاہتے ہیں [illegible] انجمن کے لیے مفید [illegible] آپ کو کراچی میں ایک بہت اچھا مکان مل گیا ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ انجمن کو وہاں منتقل [illegible] ہیں اس بارے میں آپ نے جو رائے بھی قائم کی ہے [illegible] مشورے سے تعبیر کرنا صحیح نہیں ہو سکتا۔

جہاں تک میری رائے کا تعلق ہے میں [illegible] ظاہر کر چکا ہوں کہ انجمن ہندوستان میں قائم ہوئی تھی اور کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ [illegible] یہاں جاری نہ رکھے۔ جہاں تک گورنمنٹ آف انڈیا کا تعلق ہے وہ ایک لمحہ کے لیے بھی اس کی خواہشمند نہیں ہے کہ انجمن اپنے کاموں کو یہاں بند کر دے۔ آپ کو معلوم ہے کہ اسی سال ایجوکیشن منسٹری نے انجمن کے لیے ایک گرانٹ منظور کی ہے اور اسے کام میں لانے کی پوری ذمہ داری ارکان انجمن کے سر ہے۔ چار لاکھ عمارت کے لیے اور چالیس ہزار سالانہ انجمن کے

کاموں کے لیے گورنمنٹ منظور کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جو گورنمنٹ انجمن کو گرانٹ دے رہی ہے وہ انجمن کے اجرا کی مخالفت کیسے ہو سکتی ہے؟

آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ گرانٹ کی درخواست انٹیرم گورنمنٹ کے زمانہ میں کی گئی تھی اس وقت مالیات کا صیغہ مسٹر لیاقت علی کے ہاتھ میں تھا۔ انھوں نے گرانٹ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ کو جب نئی قومی حکومت بنی تو اس کے عہد میں از سر نو یہ معاملہ اٹھایا گیا اور گرانٹ منظور کی گئی [illegible] انجمن پورے سکون اور جمعیت کے ساتھ اپنے کاموں کو آگے بڑھا سکتی ہے۔ بہتر طریقہ کام کرنے کا [illegible] میں جا [illegible] غلط فہمی [illegible] کے مجوزہ جلسے کے سامنے [illegible] پیش کر دیا جائے۔ والسلام

ابوالکلام

[illegible] سے علامہ شبلی کی جانب [illegible] ہیں ان سے رخصت ہو رہے اور [illegible] اس درجہ معروف تھے کہ انہیں [illegible] سید صاحب کی [illegible] سید [illegible] کا منصب [illegible] ہو سکا۔ [illegible] کی شکایت تھی کہ "الہلال" [illegible] کے بعض مضامین [illegible] کا ایک ورق" قصص بنی اسرائیل [illegible] کے نام سے کئی مجموعے چھپ [illegible] کی تردید کی۔ سید صاحب کا دعویٰ تھا [illegible] ان کے قلم سے تھے [illegible] میں سید صاحب کے قلم سے تھے یا نہیں؟ اور تھے تو کس قدر؟ لیکن سید صاحب کا طرز نگارش ہمیشہ ان سے مختلف رہا اور ان کی تمام تحریروں کا رنگ ہی دوسرا ہے۔ ان مضامین سے مولانا کا طرز [illegible] ہے۔ مولانا اور سید صاحب کی وفات کے بعد جب ان مضامین کی ملکیت کا سوال [illegible] اور سید صاحب کے بعض عقیدت مندوں نے دعویٰ کیا تو مولانا کے مخلصین نے جوابی مضامین میں اس دعوے کی تغلیط کی اور لکھا کہ ان مضامین کا طرز نگارش مولانا کا اسلوب نگارش ہے اور اگر وہ مضامین سید صاحب کے تھے تو الہلال سے رخصت ہونے کے بعد ان کی کسی تحریر میں اس رنگ کی جھلک پائی جاتی ہے؟ یا نہیں۔ حقیقتاً یہ ایک غلط بحث تھی۔ جن مجموعوں میں یہ مضامین چھپے وہ مولانا نے مرتب نہیں کیے تھے۔ مولانا قلعہ احمد نگر میں نظر بند تھے تو اس دوران میں بعض ناشروں

نے الہلال کے دستیاب شماروں میں سے بعض مضامین اخذ کیے اور اپنی دکانداری کے لیے چھاپ دیے۔ مولانا کو ان مجموعوں کا علم ہی نہ تھا۔ جب انہیں معلوم ہوا تو انہوں نے ناشروں کی اس حرکت پر افسوس کیا۔ لیکن وہ کس سے کہتے اور کیا کہتے؟ اگر فی الواقعہ یہ کوئی بہت بڑا دین تھا تو سید صاحب خود مولانا کو لکھ سکتے تھے۔ پھر ان مضامین کی اہمیت ایسی نہ تھی کہ مولانا نے خود کسی مجموعہ میں شامل کیا ہو یا اس سے کچھ حاصل کیا ہو۔ جو لوگ اس طرح کی حرکتیں کرتے رہے وہ ان سے اعتنا ہی نہ کرتے تھے۔ لاہور کے ایک پبلشر نے ایک بوسیدہ و قدیم مصنف سے خدیجہ نام کا ڈرامہ لکھوا کر مولانا کے نام سے شائع کیا اور دیباچہ میں لکھا کہ اس نے آئندہ اپنی زندگی اس طرح کی تحریروں کے لیے وقف کر دی ہے۔ یہ ڈرامہ مولانا کی عظمت کے خلاف ایک بازاری مذاق تھا۔ اور اس کی زبان انتہائی ناقص تھی۔ [illegible] تھے۔ [illegible] لیے تعصب کا باعث ہے [illegible] وہ خود کر سکتے تھے۔ الہلال کے جن مضامین [illegible] چاہتے ہیں، مجھے کوئی عذر نہیں وہ [illegible] ناحق [illegible] کر سکتے ہیں۔

[illegible] سید صاحب نے [illegible] مضامین کے مجموعے شائع کرائے لیکن الہلال کے [illegible] مضامین کو شائع [illegible] مولانا نے ایسے کسی [illegible] ضرورت ہی محسوس [illegible] ان مضامین پر کبھی [illegible] ان مضامین میں [illegible] نقطۂ نظر کی [illegible] نہیں ایک ہفتہ وار [illegible] کے [illegible] مضمون سید صاحب کے قلم سے تھے تو ان دو چار مضمونوں کے [illegible] کہ مولانا کے نام سے کسی نثری مجموعہ میں چھپ گئے ہیں، [illegible] ان کے مقام و مرتبہ سے بعید تھا۔

تھی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

الہلال صرف ان چار مضمونوں کی وجہ سے نہ ابھرا تھا۔ اس میں سینکڑوں مضمون چھپے اور وہ سحر مولانا کے قلم کی بدولت تھا۔ جس نے الہلال کو الہلال بنا دیا۔ سید صاحبؒ نے الہلال کے ادارہ تحریر سے الگ ہو کر جن خطرناک بدگمانیوں کا اظہار کیا مولانا نے ہر ایک کا جواب دیا۔ اور وہ جواب عبدالماجد نے مدۃ العمر کے بعد دار المصنفین سے بہ لطائف الحیل حاصل کر کے مکتوبات سلیمانی میں شائع کر دیا۔ سید صاحبؒ

کی بدگمانیاں رفع ہو چکی تھیں تو انھوں نے یوسف ثانی کے عنوان سے مولانا کو خراج ادا کیا۔ اور اس پر ختم کیا کہ ان سطروں کو لکھتے وقت مجھ کو یہ دھوکا ہو رہا ہے کہ میں خود ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ یا شمس الائمہ سرخسیؒ اور امیہؒ بن عبدالعزیزؒ اندلسی کے حالات تو نہیں لکھ رہا۔ پھر جب ترجمان القرآن کی دونوں جلدیں شائع ہو گئیں تو سید صاحب نے اس کے محاسن و مطالب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ ترجمان القرآن وقت کی اہم چیز ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کو گھر گھر پھیلایا جائے اور نوجوانوں کو اس کے مطالعہ کی ترغیب دی جائے اور ہر اسلامی درسگاہ میں [illegible] داخل کر دیا جائے۔ لیکن اپنی عمر کے آخری دنوں میں سید صاحب مولانا سے ناراض ہو گئے [illegible] کی [illegible] جو ان کی علمی وجاہت کے منافی تھا۔ اس سلسلے میں مسعود علی ندوی [illegible] ندوی نے راقم کو جو خطوط لکھے۔ ان میں تو ناراضی سے انکار کیا۔ اور سید صاحب سے [illegible] لیکن عبدالماجد نے راقم کے نام اپنے خط بابت ۱۹ مارچ ۱۹۳۶ء میں [illegible] وہ اپنی صحبتوں میں [illegible] کا سفر عراق [illegible] سمجھے گئے۔ اسی طرح ترجمان القرآن کے وہ ذرا بھی قائل نہ تھے۔"

راقم نے بعض دوسرے خطوط کے ساتھ [illegible] ۱۹۵۵ء کے [illegible] اس وقت مسعود علی ندوی اور معین الدین ندوی [illegible] اس کے ضمن میں [illegible] نے کبھی خلوت وجلوت میں [illegible] کوئی لفظ نہیں کہا ہمیشہ احترام سے ذکر کیا اور ان کی علمی خدمات کو سراہا۔ [illegible] عبدالماجد نے بھی کچھ لکھا لیکن ان کی چہرہ کشائی نہ کی۔ اور نہ دار المصنفین [illegible] حتیٰ کہ سید صاحب کے غالی عقیدت مند بھی اس سلسلہ میں کچھ بتانے سے قاصر ہیں [illegible] کوئی شخصی یا جذباتی [illegible] رنجش یا شکایت نہ تھی۔ اگر کچھ تھا تو معاصرت کا روایتی شعار تھا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں علما کا علم قبول کرو لیکن ایک کے خلاف دوسرے کے قول کا یقین نہ کرو کہ بخدا [illegible] بھی وہ جلن نہیں ہوتی جیسی علما میں ہوتی ہے۔" اسی طرح ابو حازم کا قول ہے کہ ہمارے زمانے [illegible] یہ ہے کہ عالم اپنے سے بڑے عالم میں کیڑے نکالتا ہے۔"

مولانا کو بتایا گیا کہ سید صاحب ان سے متعلق پاکستان میں اس قسم کی باتیں کرتے ہیں تو فرمایا کہ ان کے متعلق ذہنی سوچ کو غلط راستہ پر ڈال کر میں زبان کی معصیت کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ سید صاحب کو مرے بزرگوں کے متعلق کوئی سا شبہ ہے تو ان کی رنجش یا شکایت مجھ سے کیا ہوئی؟ میں نے تذکرے میں لکھا ہے کہ "میں حسب و نسب کا استخوان فروش نہیں اور کبھی اس طرح نقد عزت و شرف کے حصول کی جستجو نہیں کی۔ اسلام کے نزدیک ایک انسان کا حسب و نسب اس کا علم و عمل ہے۔"

عبدالماجد کی اس روایت پر کہ سید صاحب ترجمان القرآن کے ذرا بھی قائل نہ تھے، [illegible] قریشی نے چٹان میں ان سے سوال کیا تھا کہ ترجمان القرآن پر سید صاحب نے معارف میں جو تبصرہ کیا تھا، وہ تقیہ تھا، تسامح تھا یا ظاہر و باطن کا تضاد؟

اگر سید صاحب کو واقعی کوئی شکایت یا رنجش ہوتی تو غلام محمد بی اے جنھیں ہم مولف تذکرہ سلیمان ضرور لکھتے۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں سید صاحب کو تنہا رنجش الہلال اور البلاغ سے ان کی علیحدگی کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا کہ "الہلال پر نام چونکہ مولانا آزاد کا ہوتا تھا اس لیے بہت سوں کو پتہ بھی نہ چل سکا کہ الہلال کس کی ریاضت سے ہر دل کا ہار بن گیا ہے۔ مگر جب ایک سال کی رفاقت کے بعد بعض وجوہ سے صاحب زادت ہستی سے تعلق ہوئی تو جو خود بدر تھا وہ ہلال بھی نہ رہ سکا، محاق میں نکل گیا۔ مولانا آزاد کو فکر ہوئی، سید صاحب کو خط لکھا کہ آپ الہلال کا مکمل سیٹ بھیجئے اور جس طرح بھی چاہیے اسے ایڈٹ کیجئے، صرف اپنے مضامین دیجئے دوسروں کا اس سے کچھ تعلق نہ ہوگا۔"

گویا الہلال کے لیے محض وقتی کشش مولانا کا شخص تھا اور سید صاحب کے بغیر الہلال کا سبو خالی ہو جاتا تھا۔ سید صاحب الہلال کے دور اول میں غلام محمد کی روایت کے مطابق ایک سال منسلک رہے اور الہلال اس دور میں دو سال چار مہینے نکلا۔ پھر ضبطی ضمانت کے باعث بند ہو گیا۔ غلام محمد کے نزدیک غالباً یہی بندش کا نام محاق تھا۔ پھر ایک سال بعد البلاغ نکلا اور پونے پانچ ماہ جاری رہا۔ مولانا مارچ ۱۹۱۶ء میں بنگال بدر کئے جاتے۔ وہ ۳۰ مارچ ۱۹۱۶ء سے یکم جنوری ۱۹۲۰ء تک رانچی (آسام) میں نظر بند نہ ہوتے تو الہلال سید صاحب کی عملہ سے علیحدگی کے بعد بھی چل رہا تھا۔ حکومت قدغن عائد نہ کرتی تو البلاغ جاری رہتا۔ لیکن مولانا کی نظر بندی سے صورت حال مختلف ہو گئی اور رہا ہوئے تو ان کے شب و روز سیاست کے ہو گئے۔

سید صاحب نے پاکستان آکر مولانا کے خلاف بہت سی باتیں کیں۔ کچھ تو وہی تھیں جن کا عبدالماجد کے حوالے سے ذکر آچکا ہے اور کچھ ان کے شعلہ گفتار کی بعض دوسری چنگاریاں تھیں۔

۱۔ یہ کہ مولانا ملک سے باہر نہیں گئے۔ ان کا سفر عراق محض افسانہ ہے۔ یہ کہنا کہ بغداد میں کسی علمی صحبت یا تعلیمی حلقے سے مستفید ہوئے سراسر دروغ ہے۔

۲۔ ترجمان القرآن کا یک انتساب مصنوعی کہانی ہے

۳۔ مسجد کانپور کی تحریک کے زمانہ میں مولانا بیماری کے عذر پر مسوری چلے گئے۔ اس موضوع پر بعد میں جو کچھ نکلا وہ ان کے رشید صاحب قلم سے تھا۔

سید صاحب نے یہ ایک عقیدت مند کو [illegible] جس سے وہ خط چھپوا دیا
سید صاحب خود وہاں بیٹھے نہیں تھے [illegible] مولانا کے [illegible] یہ سب باتیں لکھوائیں
یہی دنوں سید صاحب [illegible] مولانا کا [illegible] سید صاحب نے
سنبھالا فرمایا [illegible] مولانا سے کچھ [illegible] ہیں۔ سید
صاحب نے [illegible] بھی برداشت نہیں رکھتا۔ اور [illegible] ایک [illegible] جواب
تھا۔ مولانا غلام رسول مہر اور ڈاکٹر سید عبداللہ بھی وہاں موجود تھے۔ دونوں [illegible] کہ سید صاحب
کس بلندی سے [illegible] رہے ہیں۔

رہا یہ اعتراض کہ مولانا عراق نہیں گئے [illegible] تو یہ چیز اس طرح صاف ہو گئی کہ مولانا کی پہلی برسی پر پروفیسر ہمایوں کبیر نے مولانا سے متعلق مختلف افراد کے مضامین کا مجموعہ شائع کیا۔ اس میں ایک مضمون مشہور فرانسیسی مستشرق [illegible] مسلمان کے قلم سے تھا۔ اس نے لکھا کہ وہ اور مولانا سنہ ۱۹۰۸ء میں بغداد کی مسجد مرجان میں حاجی علی آلوسی سے پڑھتے رہے اور حاجی علی آلوسی کے خزانہ علم و فضل سے جو موتی چنے ان سے مولانا آزاد کی نگاہیں پہلے ہی آشنا تھیں۔

سید صاحب کا دوسرا اعتراض ترجمان القرآن کے انتساب پر تھا کہ محض عبارت آرائی ہے اور ساری کہانی مصنوعی ہے۔ اس کا رد بھی مولانا کی وفات کے اگلے ہی سال دسمبر ۱۹۵۹ء کے برہان دہلی میں ایک خط کی اشاعت سے ہو گیا۔ مولانا محمد یوسف کوکن ایم۔ اے مصنف ابن تیمیہ کو مولانا حکیم فضل الرحمٰن سواتی نے ایک طویل خط لکھا۔ جس میں اس شخص کی نشاندہی بھی کی جس کے نام ترجمان القرآن کا انتساب ہے

اس کا نام مولوی [illegible] محمد قندھاری تھا۔ اور وہ اس خط کے مطابق جیسا کہ ترجمان القرآن میں درج ہے قندھار سے پیدل کوئٹہ پہنچا۔ وہاں سے تین ہم وطن سوداگروں کے ساتھ آگرہ آیا، اور آگرہ سے رانچی چلا گیا۔ وہاں مولانا سے استفادہ کر کے چپ چاپ لوٹ گیا۔ کچھ عرصہ مولانا عبدالباری کے فرنگی محل لکھنؤ میں استاد رہا۔ پھر شاہجہانپور چلا گیا۔ ہلال سے اس کے عشق کا یہ حال تھا کہ حکیم فضل الرحمن سواتی کو اس کے مطالعہ کا شوق دلایا پھر اپنے استاد مولانا عبدالحنان کو رغبت دلائی۔ حکیم فضل الرحمن [illegible] الہلال کے تین پرچے لے گئے۔ اور کابل سے چار دن کی مسافت پیدل طے کر کے [illegible] پہنچے۔ مولانا عبدالحنان نے مطالعہ کیا تو کہنے لگے "مولانا آزاد کی تحریر پڑھنے سے حق گو اور جری معلوم ہوتے ہیں۔"

سید صاحب کو مسجد کانپور کے سلسلہ میں شاید [illegible] مولانا سے [illegible] تعلق میں کیا لکھ چکے ہیں [illegible] خدمت میں خط بھی لکھا کہ مولانا مسجد کانپور کی تحریک کے دوران میں [illegible] الہلال میں اس سلسلہ کے مضامین ان کے [illegible] حسب [illegible] حیات شبلی (صفحہ ۷۰۲) میں تحریر کیا ہے کہ مولانا ابوالکلام اس زمانہ میں مسلمانوں کے سب سے مقبول لیڈر تھے اور اس تحریک کی جان تھے۔ علامہ شبلی نے مولانا کو لکھا [illegible] کانپور کا معاملہ [illegible] فیصلہ [illegible] اس سے آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں [illegible] ہندوستان کے مسلمانوں کو مسلمانان [illegible] میں [illegible] ہندوؤں کی دلدہی اور دوست گیری [illegible] جس کی زبان وقلم کا سب سے زیادہ [illegible] وہ مولانا ابوالکلام آزاد کی ذات ہے۔ حیات شبلی ۱۹۴۳ء میں مکمل ہوئی اور اس وقت سید صاحب کا دل مولانا کے معاملہ میں [illegible] نہیں تھا۔ [illegible] سید صاحب [illegible] کے بعض ندوی دوستوں نے مولانا سے ان کا ذہنی کھچاؤ بڑھا دیا۔ اور ان کے متعلق [illegible] کی ہر تحریک پر [illegible] کیا۔ حتی کہ ہندوستانی مسلمانوں کی بیداری سے متعلق اپنی بعض کتابوں میں مولانا کی ہر نوع کی خدمات سے صرف نظر کیا۔ سید صاحب نے حیات شبلی ہی کے صفحہ ۴۵۶ پر لکھا ہے کہ:

"ملک میں ندوہ کے انقلاب و اصلاح کا صور جس نے پھونکا وہ مولانا ابوالکلام کا آتش ریز قلم تھا۔"

اسی طرح حیات شبلی کے صفحہ ۵ پر ندوہ کے اجلاس لکھنؤ ۱۹۱۲ء کی روداد بیان کرتے ہوئے علامہ رشید رضا مصری کی صدارتی تقریر کا ذکر کیا کہ انہوں نے عربی زبان میں ڈھائی گھنٹہ تک ایک دل آویز و فصیح تقریر ارشاد فرمائی۔ ان کا انداز بیان ارشاد عجیب تھا کہ سماں بندھ گیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد عربی تقریر کا خلاصہ اُردو میں بتانے کے لیے کھڑے ہوئے تو بجائے خود سحر بیانی سے دلوں میں تلاطم برپا کر دیئے۔ ان کی قادر الکلامی کے خوب خوب مناظر سامنے آئے۔"

یہ صحیح ہے کہ سید صاحب نے اپنے قلم سے ایک آدھ خط کے سوا مولانا کے خلاف کچھ نہ لکھا۔ بالبعض نجی خطوں میں چٹکیاں لیتے رہے۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ عمر کے آخری دور میں مولانا کے خلاف خوب کلوخ اندازی کی۔ ان کا نام آتے ہی بھڑک اُٹھتے۔ اس ناراضی کا سبب کوئی ٹھوس نہ تھا۔ اگر مسلم لیگ کی سیاست کے باعث کشیدہ ہوتے تو اس طرز کی باتیں نہ کرتے۔ سید صاحب لیگ کے ساتھ کبھی نہ رہے تھے۔ خود علامہ شبلی لیگ کے مخالف تھے۔ ان کے ساتھیوں کا ذہن بھی لیگی سیاست سے متفق نہ تھا مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ کی بیعت کے بعد ان کی کایا کلپ ضرور ہوئی اور شاید اسی فضا کا اثر تھا کہ وہ تھانوی گروپ کی سیاسی شرمندگی مٹانے کے لیے مولانا کے خلاف گل کترنے لگے۔ مولانا احتشام الحق تھانوی کی تحریک پر پاکستان آگئے لیکن جس خواب کو لے کر پاکستان آئے تھے اس کی تعبیر سے محروم رہے پاکستان نے ان کے تبحر علمی سے فائدہ نہ اٹھایا۔ بلکہ ان کے ساتھ ہر سیاسی وعدہ دوشیزہ کی کہہ مکرنی ہو گیا۔

سید صاحب کی ناراضی کے ایسے ہی کچھ اور سبب تھے۔ مثلاً وہ تو علامہ شبلی سے فیض یاب تھے۔ سید صاحب تو ان کے شاگرد تھے لیکن مولانا ایک دوست تھے۔ علامہ شبلی آزاد سے بے تکلف تھے اور یہ سید صاحب کی معاصرت کو گوارا نہ تھا۔ مولانا سیاست کی رفعتوں کو پہنچ گئے تو پرانے دوستوں سے بے تعلق سے ہو گئے۔ سید صاحب کو اس کی شکایت رہی۔ جب مولانا قلعہ احمد نگر سے رہا ہوئے اور ۱۹۴۶ء میں غبار خاطر چھپی تو سید صاحب نے جون ۱۹۴۶ء کے معارف میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ:

> "مخاطب تنہا" صدیق مکرم حبیب الرحمٰن خان شیروانی ہیں جن کے ساتھ ان کے چہل سالہ تعلقات محبت ہیں۔ لیکن بعض ان کے ایسے صدیق بھی زندہ ہیں جن کو گو دوستی کا دعویٰ نہیں لیکن نیازمندی کا تو بہرحال ہے۔ اور جن کی مدت اس چالیس سال کے تعلق سے بھی زیادہ ہے۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ لسان الغیب حافظ نے اس واقعہ کی پیش گوئی صدیوں

پہلے اس شعر میں فرمادی تھی ؎

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی
بیاد آر حریفاں بادہ پیما را

اللہ تعالیٰ نے ان کو ذہانت اور حافظہ کی غیر معمولی دولت اور قوت اظہار و بیان کی بے مثال فراوانی عنایت فرمائی ہے۔ اور یہی ان کے خداداد فضل و کمال کے ایوان کے ستون ہیں۔ ان کو جو کچھ ملا ہے وہ سراسر عطائے وہبیت ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست

سید صاحب کو اپنے ماضی کی دوستانہ محفلوں کا احساس تھا مولانا انہیں صدیق عزیز لکھتے رہے اور وہی تاثر و تصور اس تبصرہ میں ابل آیا تھا۔ مولانا امین احسن اصلاحی راوی تھے کہ سید صاحب نے کئی دفعہ مولانا کو دارالمصنفین میں بلانے کی سعی کی۔ مولانا نے وعدہ کیا سید صاحب نے بیج وجی سے انتظام کیا لیکن عین موقع پر تار آجاتا رہا کہ مولانا فلاں وجہ سے نہیں آرہے۔ سید صاحب مولانا سے کچھ اور توقعات بھی رکھتے تھے لیکن مولانا ان توقعات میں نہ شریک ہوئے اور نہ کبھی سید صاحب کے علمی کارناموں پر قلم اٹھایا۔ حتیٰ کہ حیات شبلی کے سلسلہ میں بھی تعاون نہ کیا۔ اور اس پر کوئی رائے دینے سے بھی گریز کیا۔ یہی چھوٹی چھوٹی رنجشیں مولانا اشرف علی تھانوی کی حلقہ بگوشی کے بعد عبدالماجد دریا آبادی کے پیاسے بغض کی وساطت سے سید صاحب کو اس سطح پر لے آئیں کہ وہ مولانا کی سیرت کو یورپ کی پراپگنڈا روایت کے مطابق اتھل پتھل کرنے پر تل گئے۔ انہیں معلوم تھا کہ علامہ شبلی شاعرانہ طبیعت رکھتے تھے اور عطیہ فیضی کے نام ان کے خطوط میں انگشت نمائی کا سرو سامان ہے۔ خود مولانا کے نام علامہ شبلی کا خط محررہ ۵ دسمبر ۱۹۰۹ء کندہ قصاب سے باہر کی چیز نہ تھا۔ علامہ نے مولانا کو لکھا:

"بے شبہ مری خواہش ہے کہ چند روز دنیا سے الگ بسر کروں۔ ایسی حالت میں ایک تصنیف بھی انجام پائے۔ لیکن متصل دن رات تو وحشت کدہ میں بسر نہیں ہو سکتے۔ شیعوں کے عملی فلسفہ کی کوئی صورت پیدا ہو تو البتہ ممکن ہے۔"

اور عملی فلسفہ کیا ہے؟ راقم نے خود سید معین الدین ندوی ناظم دارالمصنفین سے اس بارے میں استفسار کیا تو ان کا جواب تھا آپ جانتے ہیں، صرف نظر کیجئے۔ لیکن سید صاحب نے اس کی اشاعت

کے وقت صرف نظر نہ کیا۔ اور سہو ہو گیا۔ علامہ اقبالؒ بھی ابتدائی عمر میں اسی کوچہ سے نکلے تھے جس کوچہ کی سیاحت کے مفروضہ پر سید صاحب نے مولانا کو معاف نہ کیا۔ لیکن انہوں نے سید صاحب کو استاذ الکل لکھا اور سید صاحب کے محبوب و مطاع ہو گئے۔ عبدالرزاق کانپوری نے "یادِ ایام" میں علامہ شبلی کے تذکرے میں بعض بے تکلف باتیں لکھیں۔ مثلاً یہ کہ وہ خوبصورت چہروں سے اُنس رکھتے تھے۔ انہیں کالی کلوٹی صورت گوارا ہی نہ تھی۔ ایک دفعہ ان کا خوبرو ذاتی ملازم چند دن چھٹی پر گیا تو عارضی طور پر ایک دوسرا نوکر رکھ لیا گیا۔ وہ کالا بھجنگ تھا۔ علامہ نے اس سے کہا: "تمہارے اندر آنے کی ضرورت نہیں تم دروازے پر کھانا رکھ کر کھٹکھٹا دیا کرو۔ میں خود اٹھا لیا کروں گا۔"

سید صاحب نے عبدالرزاق کانپوری کو "یادِ ایام" کا مسودہ واپس کرتے ہوئے ذیل کا خط لکھا۔

"مکرم!

السلام علیکم۔ یادِ ایام کی اصل اور کاپیاں واپس مرسل ہیں۔ میں دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ آپ نے مولانا شبلی کے حال میں نہایت بے تکلفی سے بعض واقعات نقل کیے ہیں۔ جو احباب کے لیے اور وہ بھی آغازِ شباب کے لیے ہوتے ہیں۔ وہ در جوانی افتد چنانکہ تو دانی۔ مگر اب وہ اواخر عمر میں ایک مقدس کام کے بانی ہوئے تو ان کا تذکرہ کرنا اور لکھنا بالکل نامناسب ہے۔ گناہ کا ستر چاہیے۔ نہ کہ تشہیر۔ اس لیے از راہ عنایت بلکہ اس دوستی کے واسطے سے جو آپ کو مولانا مرحوم سے تھی یہ عرض کرتا ہوں کہ ان واقعات پر پردہ ڈال دیجئے تاکہ ان کا نیک نام ضائع نہ ہو اور یوں بھی عیب و گناہ کا برملا اظہار اور فخر مسلمان کے لیے زیبا نہیں۔

والسلام

سید سلیمان

کاش! سید صاحب اپنے اس خط ہی کو نظر میں رکھ لیتے لیکن انہوں نے مولانا کے متعلق فرضی روایتوں کا برملا اظہار کیا۔ اور اس پر فخر کیا انہیں یاد نہ رہا کہ یہ چیزیں مسلمان کے لیے زیبا نہیں۔ ان راویوں پر اعتماد کرنا جو عمر کے آخری دن تک لہو و لعب میں رہے ہوں۔ سید صاحب علیہ الرحمۃ کی شان سے فروتر تھا۔

© OneUrdu.com